ایک صدی گزر جانے کے بعد برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا بریلوی کی جملہ تصنیفات
پہلی بار اُفقِ اشاعت پر ضیا بار

رسائلِ حسن

از رشحاتِ قلم

قوتِ بازوئے اعلیٰ حضرت، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت
حاجی مولانا محمد حسن رضا حسن بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

مرتبین
• محمد افروز قادری چریاکوٹی انڈیا • محمد ثاقب رضا قادری پاکستان

رضا اکیڈمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین اِسلام کی حقانیت پر اچھوتے دلائل، میلاد ومعراج کے لطائف ومعارف، مولاے کائنات کے فضائل ومناقب، معرکہ کربلا کے خوں آشام مناظر، اور ندوۃ العلما کے حقائق وشواہد، نیز اَربابِ ندوہ کا اصلی چہرہ دیکھنے لیے ملاحظہ فرمائیں

رسائلِ حسن

-: ازقلم حق رقم :-

قوتِ بازوے اعلیٰ حضرت، حامی سنت، ماحی بدعت، حاجی مولانا

محمد حسن رضا خان حسؔن بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان [۱۳۲۶ھ]

-: مرتبین :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی، انڈیا

محمد ثاقب رضا قادری ضیائی، لاہور

تفصیلات

نام کتاب : رسائل حسن [دین حسن ، نگارستانِ لطافت ، تزکِ مرتضوی آئینۂ قیامت ، بے موقع فریاد کے مہذب جواب ، سوال حقائق نما برؤس ندوۃ العلما ، فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ ، ندوہ کا تیجہ روددادِ سوم کا نتیجہ ، ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری اِظہارِ روداد ، کوائف اخراجات ، باقیاتِ حسن]

مرتبین : محمد افروز قادری چریا کوٹی، انڈیا
afrozqadri@gmail.com

محمد ثاقب رضا قادری ضیائی، لاہور
saqib1126@hotmail.com

غرض وغایت: تحفظ وترویج اَثاثۂ علماے اہل سنت وجماعت

صفحات : چھ سو چوبیس (624)

اشاعت : ۲۰۱۲ء - ۱۴۳۳ھ

قیمت : /روپے

طباعت :

{عرضِ ناشر}

اللہ جل مجدہ کے فضل بے پایاں اور مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف فراواں سے ہمارا ہمیشہ سے یہی نصب العین رہا ہے کہ سلف صالحین کے علمی نوادرات کو عصر حاضر کے طباعتی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے قارئین باتمکین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کیا جائے۔ اور ہم اپنے اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا کچھ اندازہ ادارۂ ہٰذا کی فہرستِ مطبوعات بنام 'کاوش' سے کیا جا سکتا ہے۔

اسی سلسلۂ زرّیں کی ایک رخشندہ کڑی برادر اعلیٰ حضرت شہنشاہِ سخن استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا حسؔن بریلوی علیہ رحمۃ اللہ الولی کی علمی وفکری نگارشات کی جمع وتدوین بھی ہے۔ مولانا حسن رضا پر اس قدر وسیع پیمانے پر جامع، منظّم اور مربوط علمی وتحقیقی کام اب تک سامنے نہیں آیا تھا۔ اور شاید ہماری اسی غفلت کے باعث آج عوام تو کجا خواص بھی مولانا حسن رضا بریلوی کی تصنیفی خدمات سے ناواقف ونابلد ہیں۔

اللہ عزوجل جزائے خیر عطا فرمائے برادرم محمد ثاقب رضا قادری (لاہور، پاکستان) اور محترمی علامہ مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی (ہندر ساؤتھ افریقہ) کو کہ جنھوں نے اس معرکۃ الآرا کام کو انتہائی محنت وجگر کاوی کے ساتھ کئی ماہ کی شبانہ روز محنت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اور مولانا کی جملہ تصنیفات کو دو ضخیم جلدوں میں ترتیب دے کر جماعت کے کاندھے سے بوجھ ہلکا کیا۔ اسمائے کتب مع مشمولات حسب ذیل ہیں :

۱۔ رسائل حسن: دین حسن......نگارستان لطافت......آئینۂ قیامت......تزکِ مرتضوی...... بے موقع فریاد کے مہذب جواب......سوالات حقائق نما بررؤس ندوۃ العلما...... فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ......ندوہ کا تیجہ رُوداد سوم کا نتیجہ......اظہار رُوداد......کوائف اخراجات...... باقیات حسن۔

۲۔ کلیات حسن: ذوق نعت معروف بہ صلہ آخرت......وسائل بخشش......صمصام حسن بر دابر فتن ......قند پارسی......ثمر فصاحت......قطعات واشعار حسن۔

'کلیاتِ حسن' کی شاندار اشاعت کے بعد اب مولانا کی نثری خدمات کو 'رسائل حسن' کی شکل میں پیش کرنے کی ہمیں سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس میں کیا کچھ لعل وگہر پوشیدہ ہے، مطالعے کے دوران آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا، نیز یہ بھی کہ مرتبین گرامی نے مولانا کے نایاب اور موقوف الاشاعت رسائل کی بازیافت میں کیسی جاں فشانی اور معرکہ آرائی کی ہے۔ اس کی قدرے تفصیل آگے آغازِ سخن میں آ رہی ہے۔

نیز مولانا کی ہمہ جہت خدمات کے تعلق سے مقالات کا ایک مجموعہ 'جہانِ حسن' بھی زیر ترتیب ہے۔

اللہ عزوجل اس علمی وتحقیقی کام کو اپنی بلند بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ اور مصنف، مرتبین، معاونین، اور ناشر سب کے لیے وسیلۂ بخشش ونجات بنائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ابوحنظلہ محمد اجمل عطاری

خادم مکتبۂ اعلیٰ حضرت ...... مرکز الاولیا، پاکستان

شرفِ انتساب

سلطان العارفین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی

اور

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضا قادری بریلوی۔قدّس سرّہ

.... : کے نام : ....

جن کی جلائی ہوئی شمعوں سے علم وتحقیق

اور فکر وعقیدہ کے ایوان صدیوں روشن وتابندہ رہیں گے

جو یائے کرم:

محمد ثاقب رضا قادری ضیائی

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

خضرِ راہ

حرفِ آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ رحمة للعالمين و علیٰ آله الطيبين وصحابته المخلصين وعلينا معهم اجمعين أما بعد !

جنھیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا ہم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

مولانا محمد حسن رضا حسؔن بریلوی کون ہیں؟۔ یہ جماعت اہل سنت کی وہ عظیم ہستی ہیں جسے دنیا 'ناخدائے سخن، تاجدارِ فکروفن اور اُستاذ زمن' کے برگزیدہ القاب اور معتبر حوالوں سے جانتی ہے۔اور پھر ایسا کیوں نہ ہو!، ایک ایسی ہستی جوخود بھی فاضل و کامل ہو، باپ بھی علم وتحقیق کا نیر تاباں ہو، دادا بھی فضل وکمال کا سرچشمہ ہو، اور پھر بھائی کا کیا کہنا! اُسے نہ صرف ملک سخن بلکہ اقلیم علم وحکمت کی شاہی عطا ہوئی ہو، اور وہ جدھر رُخ کرتا فیض وتحقیق کی نہریں بہا دیتا اور دلوں پر سکے بٹھا کے رکھ دیتا، یعنی جس خانوادے میں صدیوں فکروآ گہی، معرفت وبصیرت اور فقہ واِفتا کی آبیاری ہوتی رہی، ظاہر ہے ایسے نور بار اور علم زار ماحول کا پروردہ 'اُستاذِ زمن' اور 'تاجدارِ فکروفن' نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا!۔

مولانا محمد حسن رضا حسؔن بریلوی' جہانِ شعروسخن کا ایک مشہور؛ مگر دنیاے علم واَدب کا ایک مظلوم نام ہے۔ یہ نام میلاد کی محفلوں میں کثرت سے کانوں میں رس گھولتا ہے؛ لیکن علم واَدب کے عصری دبستان اس نام سے بہت کم مانوس ہیں؛ حالانکہ اس نام کی گونج علم وفکر کے ایوانوں میں زیادہ سنی سنائی جانی چاہیے؛ کیوں کہ یہ نام شعروسخن کے میدان سے زیادہ فکروتحقیق اورعقائد و نظریات کے میدانوں میں معرکہ آرا رہا ہے۔

اس مظلوم مجاہد نے نظم ونثر دونوں میدانوں میں بے تکان لکھا، اور اتنا لکھا کہ عقائد و معمولاتِ اہلسنّت کو نکھار نکھار کے رکھ دیا، اور منکرین و مخالفین کو رجھار رجھا کے پچھاڑا؛ تاہم ہم جیسے ننگ اَسلاف ان گراں قدر سرمایوں کی کیا قدر جانتے!۔ نہ اُن کی حفاظت کا کوئی معقول بندوبست کیا، اور نہ اُن کی اشاعت مکرر کرکے اُن کی صیانت کو یقینی بنایا!!۔

ایک ایسی شخصیت جسے اعلیٰ حضرت 'قوت بازوے من' کہیں......، جو اعلیٰ حضرت کو ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، اور انتظامی فکروں سے آزاد کردے......، اعلیٰ حضرت کی جملہ ذمہ داریاں اپنے سر لے کر ان کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے وقف کردے......، اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت میں ہمہ تن سرگرم رہے۔

صرف یہی نہیں، دارالعلوم منظر اسلام کی اوّلین مہتمم ہو......، ردّ نجدیت، دہابیت، مرزائیت، ندویت اور فتنۂ تفضیلیہ میں پیش پیش ہو......، گراں قدر رسائل و کتب لکھے، مقالات واشتہارات شائع کرے، اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے ماہنامے جاری کرے......اُس کے تعلق سے ہمارا یہ جمود وسکوت رضوی عقیدت اور مولانا سے وفاداری پر سوالیہ نشان کھڑا کردیتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ مولانا کے بیش قیمت علمی و تحقیقی خزانے کو ضائع کرنے میں ہم نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر روا نہ رکھی؛ تاہم مالک الملک پروردگار کو ایسے گراں قدر شہ پاروں کا ضیاع منظور نہ تھا؛ کیوں کہ اُن میں توحید باری کی تابانیاں اور عشق رسول مقبول علیہ السلام کی جلوہ سامانیاں مستور تھیں، سو اُس نے اُن کے تحفظ اور بچاؤ کا غیبی سامان کیا، اور آج محض اُسی کی توفیق بے پایاں اور نوازشِ بے کراں کے طفیل ایک ایک کرکے وہ ہم دست ہوتے چلے جا رہے ہیں، جنھیں جھاڑ پونچھ کر اور ان کی نوک پلک سنوار کر ہم آپ کے روبرو لانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا محمد حسن رضا حسؔن بریلوی - رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ - کی شخصیت شعروشاعری کی جہت سے ایک معتبر حوالہ کا درجہ تو رکھتی ہی ہے؛ لیکن آپ کے قلم سیال نے نثر و بیان کے آفاق پر کتنے مہ وخورشید اُجالے ہیں اِس کا علم 'خال خال ہی لوگوں کو ہے!۔

بس اسی لیے ہم نے چاہا کہ مولانا کے نثری کارناموں کو 'خال خال' کے پردۂ خمول سے نکال

کر عوام وخواص ہر ایک کے سامنے اُجال دیا جائے؛ کیوں کہ ان میں عوام وخواص ہر ایک کے لیے فلاح ونجاح کے ہزاروں سورج بیک وقت جگمگا رہے ہیں۔ 'تحفظ وترویج اثاثہ علماے اہل سنت وجماعت' کی تحریک کے تحت -ان شاء اللہ- دیگر اکابر اہل سنت کی خدمات کو بھی ہم یوں ہی منظر عام پر لانے کا حسن ظن رکھتے ہیں۔

لَو چراغوں کی ہم تیز کر جائیں گے ❁ اس میں اپنے لہو کا زیاں ہی سہی

مولانا کے بکھرے ہوئے شہ پاروں کو یکجا کر کے قوم؛ خصوصاً شیدائیانِ اعلیٰ حضرت کے روبرو پیش کرتے ہوئے ہمیں قلبی فرحت کا اِحساس ہو رہا ہے؛ لیکن اس کی تلاش وشیرازہ بندی نے ہمیں لخت لخت کر دیا، اور اِس قطرے کے گہر ہونے تک جو تگ ودو کرنی پڑی وہ حیطہ بیان میں نہیں آسکتی!۔

'رسائل حسن' کیا ہے، اور اس میں کیا کچھ مضمر ہے؛ یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہوگا؛ تاہم اس کا کچھ اجمالی خاکہ یہاں پیش کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اس میں کل بارہ رسائل ہیں، بیشتر مستقل کتاب ہیں، اور ان میں دو ایک فتوی واشتہار کا مجموعہ :

دین حسن ، نگارستانِ لطافت ، تزکِ مرتضوی ، آئینۂ قیامت ، بے موقع فریاد کے مہذب جواب ، سوالات حقائق نما برروٴس ندوۃ العلما ، فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ ، ندوہ کا نتیجہ روداد سوم کا نتیجہ ، ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری ، اظہارِ روداد ، کوائف اخراجات ، باقیاتِ حسن۔

دین حسن: اِسلام کی حقانیت پر کتب ہنود ونصاریٰ سے روشن دلائل پر مشتمل یہ رسالہ مولانا کی تصانیف میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اور اس نوعیت کی مدلل کتاب کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اسے آپ کے صاحبزادے حسنین رضا خان مدیر رسالہ 'الرضا' نے اپنے اہتمام سے طبع کروایا تھا۔ اس کے بعد جناب سید شبیر علی نوری بریلوی نے تقریباً پچیس سال پیشتر رضا بک ڈپو بریلی سے چھوٹے سائز میں شائع کیا جو اب بالکل نایاب ہے۔ اس کتاب کے تعلق سے ڈاکٹر سید عبد اللہ طارق کا تبصرہ اس کے خدوخال کو خوب واضح کر دیتا ہے :

'دین حسن' میں مولانا نے عیسائی اور ہندو حضرات کے اعترافات کا ایک ایسا انتخاب

یک جا کر دیا ہے جو ایک طرف مؤمنین کے لیے باعث تقویت ایمان ہے تو وہیں دوسری جانب -ان شاء اللہ- مخالفانِ اسلام کے لیے ایک زبردست حجت ثابت ہوگا......۔مولانا مرحوم نے پیغام پہنچا دیا، سننے والوں پر واجب کہ اسے آگے پہنچائیں اور ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ غیر مسلم قارئین کی توفیق پر چھوڑ دیں‘۔

نگارستانِ لطافت: میلاد و معراج شریف کے بیان پر محیط یہ نہایت ہی ایمان افروز اور روح افزا رسالہ ہے۔مولانا نے اوّلین اشاعت کے بعد کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کروایا۔ماہنامہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ (محرم الحرام جلد۳، شمارہ۲) میں اس کتاب کی اشاعت ثانی پر حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا، جس کو یہاں نقل کر دینا تبصرۂ کتاب کے لیے کفایت کرے گا :

’چمن مدحت سرائے مصطفوی کا عندلیب نغمہ سرا، گلشن نعت احمدی کا بلبل خوش نوا، محبّ و محبوبِ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے راز و نیاز کی بولتی چالتی تصویر، صحت روایات‘ صدقِ حکایات‘ حلاوتِ بیان‘ سلاستِ زبان میں آپ ہی اپنا نظیر، جس کو عم مکرم مفخم و محترم شیریں بیان جناب مولانا مولوی حسن رضا خان حسؔن صاحب نے تصنیف فرمایا اور نظر فیض اَثر شمع بزم ہدایت آئینہ ماہِ رسالت حکیم اُمت حضرت عالم اہل سنت استاذنا والد ماجدنا و مقتدانا و ہادینا جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب -مابرح بالمواہب- سے نور پا کر ۱۳۰۲ھ میں ایک ہزار جلد چھپ کر شائع ہوا اور بفضلہٖ تعالی قبول کے سرد جھوکوں کے ساتھ خوشبو کی طرح پھیل کر دماغوں میں بسا، دلوں میں سرور، آنکھوں میں نور ہو کر اُترا، عزت کے ہاتھوں نے ہاتھوں لیا؛ حتی کہ ایک سال میں ایک نسخہ بھی باقی نہ بچا۔مسودہ تک بعض احباب نے چھین لیا اور مشتاق نگاہوں کا اِنتظار آرزومند دلوں کا اضطرار، فرمائشوں پر فرمائشوں کا تار روزافزوں ترقی پر ترقی کرتا رہا۔

پروفیسر منیر الحق کعبؔی فرماتے ہیں :

’نگارستان لطافت‘ میں حسن بریلوی کا اسلوب متنوع پیکر اختیار کرتا ہے۔ہر پیکر میں

زندگی کا نورانی احساس، اپنے مرکز سے شدید وابستگی نے لفظوں میں ایک جان ڈال دی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے اور لفظوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں لکھنے والے کی جذباتی کیفیت کی ترجمانی ہے۔ حسنؔ نے 'نگارستانِ لطافت' میں اپنے شعری وسائل کو خوب استعمال کیا ہے۔ صنائع بدائع کا التزام جا بجا نظر آتا ہے۔ بعض اوقات مسجع اور مقفی ٹکڑے عبارت میں آتے ہیں تو شکوہِ لفظی اور جلالِ معنوی دیکھنے کے قابل ہوتا ہے.... معراج شریف کا بیان ایک مسدس سے شروع ہوتا ہے۔ مسدس کی زبان پر انیسؔ کی زبان کا گمان ہوتا ہے۔ تشبیہات و استعارات کی جمال افروزی، الفاظ کی بندش کے نگینے جڑے ہوئے، سادگی، سلاست اپنے عروج پر۔ غرض حسنؔ کی شاعری اپنے حسنِ کمال پر ہے'۔

تزکِ مرتضوی: ردِ تفضیل اور فضائل علی مرتضیٰ پر یہ مولانا کی ایک نادر و نایاب تالیف ہے۔ اس کے دونوں نام تاریخی ہیں: 'الرائحة العنبريه من المجمرة الحيدرية' سے سن ۱۳۰۰ ہجری اور 'تزکِ مرتضوی' سے عیسوی سن ۱۸۸۳ء برآمد ہوتا ہے۔ پہلی بار مطبع جماعت تجارت اسلامیہ، میرٹھ سے طبع ہوئی اور غالباً دوبارہ شائع نہ ہوئی۔ اس کی بے پایاں اِفادیت کی غرض سے ہم نے اس کی تسہیل و تخریج و تحقیق کر کے حال ہی میں اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا، تو عوام و خواص نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اس کتاب میں مولانا نے افضلیت شیخین پر کلام فرمایا ہے اور آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے ساتھ اکابر علما و صوفیہ کے اقوال سے مسلک اہل سنت کی تشریح فرمائی اور فرقۂ تفضیلیہ کو دعوت فکر پیش کی ہے۔ کتاب کے آخر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف 'مطلع القمرين في ابانة سبقة العمرين' سے 'تبصرۂ سابعہ' کا کچھ حصہ نقل کیا جس میں مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اٹھارہ (۱۸) خصائص کو بیان کیا گیا ہے۔

آئینۂ قیامت: یہ واقعاتِ کربلا کے دل کش اور نہایت مؤثر بیان پر مشتمل، دلائل و براہین سے مزین تصنیف ہے۔ پاک و ہند میں اب تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے اور قبولیت عامہ پا چکے ہیں۔ اہل علم نے بھی اس کی طرف خصوصی اعتنا برتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالستار نیازی نے

اس کی اشاعت کے وقت 'پیغام حیات' کے عنوان سے ۹۲ صفحات پر مشتمل نہایت مبسوط اور جامع مقدمہ اس کے لیے تحریر کیا تھا۔

آئینہ قیامت کے علمی و تحقیقی معیار کی توثیق خود امام اہل سنت نے فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے عرض کیا کہ محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی ہوتی ہے سننا چاہیے یا نہیں؟، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ 'مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب جو عربی میں ہے وہ، یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب 'آئینۂ قیامت' میں صحیح روایات ہیں، انہیں سننا چاہیے'۔(۱)

مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں: 'آئینۂ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن حسن رضا خان حسؔن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، یہ کتاب اعلیٰ حضرت کی دیکھی اور مجالس میں کتنی ہی بار سنی ہوئی ہے۔(۲)

بے موقع فریاد کے مہذب جواب: یہ کتاب پنڈت بشن نرائن کی کتاب 'انگریزوں سے ہندوستانیوں کی فریاد' کے رد میں تحریر کی گئی، اور 'بے موقع فریاد کے مہذب جواب' کے تاریخی نام سے مطبع نظامی، بریلی سے طبع ہوئی۔ پنڈت بشن نرائن نے اپنی کتاب میں گاؤکشی کے متعلق اسلامی نظریہ پر کچھ اعتراضات اُٹھائے تھے جس کا تفصیلی جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے، نیز قربانی کی تاریخ کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر مصنف کا نام یوں تحریر ہے: 'جناب مولوی نصیرالدین حسن خان صاحب'۔

مولانا حسن رضا کے لیے 'نصیر الدین' کا لقب کہیں نظر سے نہیں گزرا؛ تاہم مولانا حسن رضا پر مقالات رقم کرنے والے تبصرہ نگاران نے اس کتاب کو مولانا حسن رضا کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔ مزید مولانا کے دیوان 'ثمر فصاحت' کے آخر میں مولانا کی تصانیف کی فہرست دی گئی ہے اس میں اس کتاب کا نمبر شمار تین ہے۔ علاوہ ازیں مولانا حسرت موہانی نے بھی مولانا حسن کی تصانیف

(۱) الملفوظ حصہ دوم: ۱۰۰۔
(۲) فتاوی مصطفویہ: ۴۶۳ مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور۔

میں اس کو تیسرے نمبر پر درج کیا اور کچھ آگے جا کر لکھا کہ: 'ان میں ابتدائی چھ کتابیں آپ کے زمانۂ حیات میں چھپ کر مقبول خاص و عام ہو چکی تھیں'۔(۱)

سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلما: یہ کتاب ندوہ اور اہل ندوہ کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ ۱۹؍رمضان المبارک ۱۳۱۳ہجری میں یہ نادری پریس، بریلی سے مولانا کی تقدیم کے ساتھ طبع ہوئی۔ سرورق پر مؤلف کا نام بھی 'حسن رضا خان قادری برکاتی بریلوی غفرلہٗ' تحریر ہے۔ مزید سرورق پر کتاب کا تعارف یوں تحریر ہے :

'اس میں ستر (۷۰) سوالات ہیں کہ محض بنظر خیر خواہی ندوہ و حفظ مذہب اہل سنت حضرت ماحی فتن حامی سنن خادم شرع و ملت عالم اہل سنت جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب محمدی سُنی حنفی قادری برکاتی -دامت فیوضھم- نے خود ندوہ کی خواہش و درخواست پر پیش فرمائے اور باوصف بار بار کثیر تقاضوں کے لاجواب رہے۔ ان سوالات سے ہر سنی کو واضح ہوگا کہ سوے اتفاق سے ندوہ کی کاروائیوں تحریروں تقریروں میں کتنی باتیں مضر و مخالف مذہب اہل سنت واقع ہوئیں، جن کی اصلاح اور مذہب حق کی پابندی ندوۃ العلما کا پہلا فرض ہے۔ بنظر خیر خواہی مکرراً معروض کہ ندوہ یا تو سچے انصاف سے عالمانہ جواب دے؛ ورنہ سچی پابندی مذہب اہل سنت اختیار کرے۔ وباللہ التوفیق'۔

فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ: یہ فتوی ۱۳۱۳ہجری میں نادری پریس، بریلی سے چھپا۔ سرورق پر 'بسعی و تالیف جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی سلمہ اللہ' تحریر ہے۔ مزید وہیں پر فتوی کا تعارف یوں پیش کیا گیا ہے :

'الحمد للہ فتوائے مسمی بنام تاریخی 'فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ' [۱۳۱۳ھ] جس پر علمائے بمبئی، الہ آباد، دہلی و مرادآباد و رام پور و بدایوں و بریلی و کچھوچھہ و مارہرہ شریف

(۱) ماہنامہ سنی دنیا، حسن رضا نمبر، صفحہ: ۸ بحوالہ اردوئے معلیٰ۔

وغیرہم کے پچاس سے زائد مہر و دستخط ثبت ہیں۔ان فتاوی کو مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے بھی نہایت حق و صحیح بتایا۔حواشی میں ندوہ کی کتب رُوداد سے ہر قول کا نشان صفحہ وسطر دے دیا گیا ہے۔اپنے دینی بھائیوں حضرات اہل سنت سے اسلام و سنت کا واسطہ دے کر معروض کہ خدارا ایک ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ ہو۔ندوہ کے جو اقوال اس کی چھپی ہوئی کتابوں سے نقل کیے ہیں اگر ان میں شک ہو،صفحہ وسطر کا نشان موجود ہے مطابق فرمالیں اور جب وہ اقوال اس میں موجود ہیں تو ان پر جو احکام علما نے ارشاد فرمائے، ملاحظہ ہو جائیں۔جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ کتب ندوہ میں مذہب اہل سنت سے کس قدر مخالفتیں واقع ہوئیں۔

للہ انصاف! اگر ہم فقرا محض بنظر خیر خواہی ندوہ ان خرابیوں سے اسے پاک کرنے اور سچا ندوۂ علماے اہل سنت بنانے کی درخواست کرتے ہیں،کیا گناہ کرتے ہیں!۔

ندوہ کو اگر یہ فتاواے علما مقبول نہیں، پہلے انہیں سوالوں کا خود منصفانہ جواب مطابق مذہب اہل سنت عنایت کرے۔کتب ندوہ میں اس قسم کی خرابیاں بکثرت ہیں۔یہ سوالات صرف بطور نمونہ ہیں۔اگر ندوہ نے ان سے عہدہ برائی کر لی اور سوال حاضر کیے جائیں گے؛ یہاں تک کہ یا ہم سمجھ لیں یا ندوہ کو خدا پاک کر دے'۔

ندوہ کا نتیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ: یہ کتاب بھی ندوہ کی خوب قلعی کھولتی ہے۔مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی سے ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی۔سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے :

'الحمد للہ! یہ مبارک رسالہ جس میں بہت روشن و دل پسند و عام فہم وسود مند بیان سے ظاہر کیا ہے کہ ندوہ کا اصل مقصد کیا ہے اور اس دعوت اتحاد و اتفاق کی کس خیال پر بِنا ہے،اس ندوہ اخیر کو ندوہ سابقہ دار الندوہ سے علاقہ کتنا ہے۔آخر میں ندوہ کی مختصر رُوداد سوم کی نامہذب دشناموں باطل اتہاموں کے معقول جواب مظہر صواب (تحریر ہیں)'۔

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری: یہ مختصر مگر جامع کتاب ردّ مرزائیت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ کسی بھی تذکرہ نگار نے اسے مولانا حسن رضا کی تصانیف میں شمار نہیں کیا، یہ ہمارا اپنا تحقیقی اضافہ ہے؛ تاہم کچھ محققین نے 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان' کو مولانا حسن رضا کی تصنیف میں ذکر کیا ہے، اور بعض محققین نے اسے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی تحریر شمار کیا ہے؛ جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم صفحہ ۳۴ پر ہے۔

اس سلسلے میں ہماری حقیر عرض یہ ہے کہ 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان' کو اعلیٰ حضرت یا مولانا حسن رضا کی تصنیف قرار دینا درست نہیں؛ کیونکہ یہ کسی تصنیف کا نام نہیں بلکہ ردّ قادیانیت میں مولانا حسن رضا خان کی طرف سے جاری کردہ سب سے پہلا ماہنامہ ہے۔ چونکہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں جاری ہوا، اس لیے مولانا حسن رضا نے اسی مناسبت سے ایک تاریخی نام کا انتخاب فرمایا۔ اس رسالے کا مقصد بیان کرتے ہوئے مولانا حسن رضا فرماتے ہیں :

> 'اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیان کا رد اور ان کے ان ناجائز حملوں کا دفاع ہو گا جو انہوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ و حضرت مریم و خود حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام حتی کہ رب العزت ذو الجلال والاکرام پر کیے ہیں، دوسرے فرقوں کا رد اس کا موضوع نہیں۔ اس کے لیے بعونہٖ تعالیٰ مبارک رسالہ تحفۂ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی ووافی ہیں'۔

اس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے :

> 'الحمدللہ! مبارک ماہواری رسالہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف پر قہر الٰہی ڈھانے والا، عیسیٰ مسیح کلمۃ اللہ کے دشمن پر تیغ عذاب چمکانے والا، جھوٹے مسیح مرزا قادیانی اور اس کے الہام و وحی شیطانی کی بنیاد گرانے والا، محمدی فتح کے پھریرے اڑاتا، اسلامی شان کے نشان چمکاتا'۔

پھر نیچے تحریر ہے :

> 'زیرادارت: ماحی بدعت حامی سنت مولانا مولوی محمد حسن رضا خان سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی سلمہٗ'۔

اِظہارِ رُوداد: دار العلوم 'منظرِ اسلام' کی پہلے سال کی رُوداد ہے جو کہ مولانا حسن رضا کی ترتیب سے ۱۳۲۲ھ میں مطبع اہل سنت، بریلی سے شائع ہوئی۔ اس رُوداد میں مدرسہ کے ساتھ تعاون کرنے والے مخیّر حضرات کے اسمائے گرامی درج ہیں اور مدرسہ سے جاری ہونے والے آٹھ عدد فتاوی شامل ہیں۔

اس رسالہ کا مکمل عکس ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی کے 'صد سالہ فتاوی منظر اسلام نمبر' (تیسری قسط) میں موجود ہے۔

کوائف اخراجات: یہ 'منظر اسلام' کے دوسرے سال کی رُوداد ہے، اس میں دوسرے سال کی آمدنی اور خرچ کی تفصیلات ہیں۔ نیز کلاس وار طلباء کی تعداد اور زیر درس کتابوں کی نشان دہی، اساتذہ و ممتحن حضرات کے اسمائے گرامی بھی درج ہیں۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اس رُوداد پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> 'اس روئداد سے منظر اسلام کے نصاب کا پتہ چلتا ہے، نصاب میں جہاں منطق کی کتب میر زاہد، ملا جلال، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح سلم، بحر العلوم۔ فلسفہ میں میبذی۔ اور علم ہیأت میں تصریح وغیرہ کتب شامل ہیں، وہیں شفا شریف اور مسند امام اعظم بھی شامل نصاب ہیں جنہیں آج بھی شامل نصاب کرنے کی ضرورت ہے۔
> اسی طرح فارسی کی متعدد کتب تعلیم عزیزی، اخلاق محسنی، انوار سہیلی، گلزار دبستان (حصہ اوّل)، رُقعات مظہر الحق وغیرہ شامل ہیں'۔(۱)

روئداد کے صفحہ نمبر ۵۱ پر مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری منتظم مدرسہ (اور مصنف کتاب) مولانا حسن رضا کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

> 'ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے اُمید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے، ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور

(۱) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، منظر اسلام نمبر۔ قسط دوم: ۵۶۔

ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضا شریفہ حنیفہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے تمام عالم منور ہو'۔

باقیاتِ حسن: یہ مولانا حسن رضا کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ان کے بکھرے ہوئے شہ پاروں کا مجموعہ ہے۔ جس میں ہم نے ان کے گراں بہا مقالات ومضامین، مکاتیب وتقاریظ اور اہم سوالات واشتہاراتِ خمسہ وغیرہ جمع کردیے ہیں۔ یہ معجونِ مرکب مواد کے اِعتبار سے بڑا گراں قدر اور معلومات افزا ہے۔

رسائل حسن کی ترتیب وتہذیب اور تخریج وتسہیل میں ہم نے حتی المقدور فنی واِصطلاحی اسقام سے اِحتراز کرنے، اور پروف ریڈنگ میں احتیاطِ کامل کرنے کی سعی کی ہے؛ تاہم انسان ہونے کے ناطے غلطیوں کا اِمکان باقی ہے؛ لہٰذا کسی بھی قسم کی کمی وکوتاہی نظر آجانے پر پہلی فرصت میں ہمیں مطلع فرما کر ممنونیت کا موقع فراہم فرمائیں۔

ہم اُن جملہ اَرباب علم ودانش کے تہِ دل سے شکرگزار ہیں جنھوں نے ہماری اس سعی وکاوش کو کامیاب بنانے میں کسی طور پر حصہ لیا، اور اُن کے لیے صمیم قلب سے دعا گو بھی۔ ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر جماعت کی مندرجہ ذیل شخصیات کا ممنونِ کرم نہ ہوا جائے:

☆ مواد کی دستیابی میں حضرت علامہ اُسید الحق عاصم قادری بدایونی الازہری (خانقاہ قادریہ، بدایوں شریف، ہند) کا کلیدی رول رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر اُن کا دست تعاون دراز نہ ہوتا تو شاید ہمارا یہ خواب اِس قدر جلد شرمندۂ تعبیر نہ ہو پاتا۔ علامہ نے ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے اکثر رسائل نہ صرف فراہم کیے، بلکہ مخدوش عبارات پر نظر ثانی فرما کر اُن کی تصحیح کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ قحط الرجال کے اِس دور میں ایسے سچے علم نواز، نفع بخش اور بے ضرر دوست نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔

محبّ گرامی محترم محمد اَبرار عطاری، جناب محترم میثم عباس رضوی صاحب، محترم مولانا مرید احمد چشتی صاحب، ممتاز محقق جناب مختار عالم حق صاحب، محترم عبید الرحمٰن صاحب، محترم خلیل احمد رانا صاحب (پاکستان)۔

مفتی ذوالفقار صاحب نعیمی ککرالوی بدایونی (ہند)۔ جناب حامد رضا صاحب [جو سردست مولانا حسن رضا پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں]۔ اور محترم زبیر رضا قادری صاحب (بمبئی، ہند)۔

☆ مشاورت کے لیے حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری (چریا کوٹ، ہند)، جناب مفتی محمد کاشف رضوی صاحب (بنگلور، ہند)۔ مکرمی جناب محمد عثمان قادری (کویت)۔ محترم جناب ریاض شاہد صاحب (اوکاڑہ، پاکستان)۔ اور محترم جناب مفتی محمد سعید صابر ضیائی نعیمی (لاہور، پاکستان) جنھوں نے فارسی کلام کی تصحیح میں تعاون فرمایا۔ نیز یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا قاری محمد سلیمان سیالوی صاحب (لاہور، پاکستان)۔

☆ اشاعت کے لیے محبّ گرامی جناب مولانا محمد اجمل عطاری (مکتبۂ اعلیٰ حضرت، پاکستان)

یہ وہ چند محسنین ہیں جن کے مفید مشوروں، بے پایاں شفقتوں اور قدم بہ قدم تعاون کے باعث یہ سب کچھ ممکن ہو سکا ہے۔ خدائے قدیر انھیں اس کا بہتر اجر عطا فرمائے، ان کے دونوں جہان اچھے کرے، اور انھیں اپنی رضا کے کاموں میں لگائے رکھے۔ آمین۔

جو کچھ ہم سے ہو سکا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سلسلے میں ملنے والی ساری کامیابیاں محض ہمارے رحیم مولا عزوجل، اور ہمارے کریم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیاں ہیں؛ ورنہ من آنم کہ من دانم!۔

اُمید ہے کہ ہماری یہ کاوش قارئین باتمکین کو بھائے گی، اور اِس سے اِستفادے کے وقت وہ مصنف کے حق میں دعائے رحمت و مغفرت اور مرتبین کے لیے دعائے خیر و برکت کرنا نہ بھولیں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، اور فلاحِ دارین کے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیق حال کر دے۔

-: طالبین دعا و کرم :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ اِنڈیا + محمد ثاقب رضا قادری۔ پاکستان

بروز منگل، ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۲ء

۲ر ذی قعدہ، ۱۴۳۳ھ

ذکرِ حسن

ولادت وجاے ولادت: مولانا محمد حسن رضا حسن بریلوی ۲۲/ربیع الاوّل ۱۲۷۶ھ، مطابق ۱۰/اکتوبر ۱۸۵۹ء کو بریلی محلّہ سوداگران میں واردِ جہانِ رنگ و بو ہوئے۔

جناب علی محمد خان صاحب (اعلیٰ حضرت کے بھانجے) فرماتے ہیں کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں ان کا کہنا ہے کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والدان کو جناب داداصاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے، دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب منجھلے میاں مولوی محمد حسن رضا خان پیدا ہوئے تو ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا'۔(۱)

ڈاکٹر سید شمیم گوہر لکھتے ہیں: 'یہ قول بالکل سچ ثابت ہوا۔ عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اپنی نعتیہ شاعری سے حضرت حسن خود بھی مست ہوئے اور دوسروں کو بھی مست و بے خود فرماتے رہے'۔(۲)

شجرۂ نسب: حسن رضا خان بن مولانا نقی علی خان بن حضرت مولانا رضا علی خان بن حضرت مولانا محمد کاظم علی خان بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم علی خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خان۔

آپ کے آباؤ اَجداد دہلی کے رہنے والے تھے۔ جدامجد محمد سعادت علی خان صاحب کی حیات تک آپ کا خاندان دہلی میں ہی رہا؛ مگر اُن کے وصال کے بعد مستقل بریلی میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کا خاندان علم و فضل میں معروف تھا۔ نسل در نسل فتوی نویسی کا سلسلہ آپ کے خاندان میں جاری ہوا، اور- الحمد للہ- اس وقت تک جاری ہے۔

---

(۱) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اص:۱۰۳۔

(۲) نعت کے چند شعرائے متقدمین:۱۰۷۔

آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان -علیہ رحمۃ الحنان- کی ذات ستودہ صفات عوام تو عوام علما کا بھی مرجع تھی۔ اور دور دراز سے لوگ مسائل شرعیہ میں اُن سے رجوع کرتے۔ یوں آپ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور علم وفضل میں یکتاے روزگار ہستیوں کی آغوش میں پرورش پائی۔ نثر نگاری ہو یا شعر وسخن، ہر میدان میں آپ کا خاندان ایک امتیازی حیثیت کا حامل تھا، اور آج تو اسے اہل سنت وجماعت کی مرکزیت حاصل ہے۔

تعلیم وتربیت: اِبتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادرِ اکبر سیدی اعلی حضرت -علیہما الرحمہ- سے حاصل کی۔ اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے ہمیشہ خود کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کی درسگاہِ علم وفضل سے وابستہ رکھا۔ نیز نعت گوئی کے بدائع وصنائع اور اسرار ورموز بھی انھیں سے سیکھے۔ پھر کلام مجاز میں بلبل ہندوستان فصیح الملک حضرت داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ (اس زمانے میں داغؔ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا) ایک موقع پر اعلیٰ حضرت نے بابِ نعت میں مولانا کے حزم واحتیاط کا خطبہ یوں فرمایا :

> مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔ اِن کو (یعنی مولانا حسن کو) میں نے نعت گوئی کے اُصول بتا دیے تھے، ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اعتدال پر صادر ہوتا، جہاں شبہہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیے۔ ہندی نعت گویوں میں ان دو کا کلام ایسا ہے، باقی دیکھا گیا ہے کہ اکثر قدم ڈگمگا جاتا ہے۔(۱)

مولانا موصوف جملہ علوم وفنون میں یکتاے روزگار تھے جس پر آپ کی درجن سے زیادہ تصانیف شاہد عادل ہیں۔ قرآن وحدیث فقہ، تفسیر، فلسفہ، تاریخ، منطق، حکمت، اسماء الرجال، اور ردّ ومناظرہ سے آپ مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ حکیم سید برکت علی نامیؔ تحریر کرتے ہیں :

> ’یہ اپنے پدر بزرگوار اعلیٰ حضرت امام العلما حضور سیدنا مولوی نقی علی خان قدس سرہ العزیز کے خزائن علم وعقل سے مستفیض تھے، اور جواہر معانی وفضل سے بہرہ ور تھے، علاوہ

(۱) الملفوظ: حصہ دوم، ص ۱۴۳-۱۴۱ مطبوعہ کراچی۔

بریں بریلی میں اپنے اخی المعظم مرکز دائرۂ علوم مجدد مأتہ حاضرہ عالم اہل سنت حضرت مولانا حاجی مفتی محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وافضالہم کی فیض صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا کیے۔(۱)

بیعت وارشاد: مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ، مارہرہ شریف۔شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان نوری بھی انہی کے مرید تھے۔اعلیٰ حضرت نے ایام شیر گی میں ہی بیعت کروادی اور مرشد کامل نے اسی وقت خلافت سے نوازا۔

شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ کے وصال پر مولانا حسن رضا نے قطعات تاریخ وصال تحریر کیے جو کہ کلیات حسن میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

شادی واولاد: مولانا حسن رضا کی شادی مکرم خان صاحب کے بیٹے غلام دستگیر خان کی پوتی اصغری بیگم سے ہوئی، جن سے تین شہزادے حکیم حسین رضا خان، علامہ حسنین رضا خان، اور فاروق رضا خان تولد ہوئے۔اور فاروق رضا خان کے علاوہ دونوں کی نسلیں خوب بڑھیں اور جید علماوصوفیہ پیدا ہوئے۔

اخلاق وکردار: مولانا حسن رضا زہد وورع اور تقوی وطہارت میں بھی اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔مسلمانوں سے میل جول، پرسش احوال اور انفاق فی سبیل اللہ میں حد درجہ انہاک رکھتے تھے۔محترمہ گلشن آرا اپنے مقالہ میں آپ کی خداترسی کے متعلق رقم طراز ہیں :

’حضرت حسن بریلوی کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ مسجد کے سامنے ایک بڑا مضبوط لکڑی کا موٹا تختہ چار لوہے کے پاؤں پر رکھا ہوا تھا، یہ عام سڑک تھی اس پر حسن بریلوی تشریف رکھتے تھے۔جب کسی مسافر یا راہ گیر کو غریب یا مجبور سمجھتے تو اس کا حال دریافت کرتے اور اس کی امداد فرماتے، غریبوں اور بیواؤں سے کرایہ وصول نہیں کرتے تھے۔نماز ایسے خلوص سے پڑھتے کہ اکثر اوقات ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔جب مسجد سے تمام نمازی چلے جاتے تو آپ بعد میں مسجد سے نکلتے۔اگر کوئی مسافر نظر آتا تو اپنی بڑی

(۱) ذوق نعت مطبوعہ مسلم کتابوی، لاہور۔

بیٹھک میں نہایت آرام سے جگہ دیتے، بیٹھک میں اچھے خاصے پلنگ بستروں سمیت اور بیٹھنے کے لیے مونڈھے بھی رکھے ہوئے تھے۔نماز اشراق، چاشت اور تہجد کے پابند تھے۔ان کا خاندان مہمان نوازی اور فیاضی میں بھی مشہور تھا۔آپ مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے، مہمان کو اپنی طرف سے کچھ نقدی بھی پیش کرتے تھے۔(۱)

مولانا کی شاعری: مولانا حسن رضا کی تعلیم و تربیت، مذہبی ماحول، باعمل زندگی، اور شعر گوئی کی فطری صلاحیت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ نعت لکھتے؛ چنانچہ انھوں نے نعت گوئی میں بھی وہ امتیاز پایا کہ باید و شاید۔ان کے تحریر کردہ نعتیہ کلام اور نعتیہ غزلیں برصغیر ہند و پاک میں یکساں مقبول ہیں۔(۲)

مولانا شمس بریلوی تحریر کرتے ہیں :

'جس زمانے میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں شعبۂ فارسی کا صدر تھا، اور میرا تمام دن وہاں کی علمی اور ادبی فضاؤں میں گزرتا تھا خصوصاً محبّ صادق مولوی ابرار حسین صدیقی تلہری مرحوم کے یہاں مجمعٔ احباب ہوتا اور جناب حسن بریلوی کے خلف اصغر حکیم حسین رضا خان صاحب بھی اس صحبت دل نشیں میں شریک ہوتے تو اکثر ان کی زبان سے یہی سنا کہ آپ کا نعتیہ کلام جناب داغؔ کی اصلاح سے حک آشنا نہیں ہوا بلکہ آپ اپنا نعتیہ کلام اپنے برادر گرامی اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ کو سناتے، وہ جو کچھ اصلاح مناسب تصور فرماتے، دے دیتے۔یہی سبب ہے کہ جناب حسن کے کلام میں شکوہِ الفاظ، بندش تراکیب اور جدت مضامین کا جہاں تک تعلق ہے اس کا رنگ اعلیٰ حضرت کے کلام سے ملتا جلتا ہے'۔(۳)

مولانا کی قادر الکلامی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ اخبار 'اہل فقہ' کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد تحریر کرتے ہیں کہ 'ایک دفعہ مجھے بریلی جانے کا اتفاق ہوا۔میں نے عرض کیا کہ میں نعتیہ

(۱) حسن رضا بریلوی، حیات و کارنامے از گلشن آراء، صفحہ:۱۹۔
(۲) حسن رضا نمبر:۱۴۔
(۳) تقدیم بر ذوق نعت:۹ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

رسالہ جاری کرنے والا ہوں، پہلی طرح ہوگی ''محوِ دیدارِ محمد دل ہمارا ہوگیا''، اس پر ایک نعتیہ غزل تحریر فرمادیجیے۔ آپ نے فوراً قلم برداشتہ غزل لکھ دی جس کے چند اشعار درج ہیں ۔

ڈوبتوں کا یا نبی کہتے ہی بیڑا پار تھا ❁ غم کنارے ہو گئے پیدا کنارا ہو گیا

تیری طلعت سے زمیں کے ذرّے مہ پارے بنے ❁ تیری ہیبت سے فلک کا مہ دو پارا ہو گیا

نام تیرا، ذِکر تیرا، تو، ترا پیارا خیال ❁ ناتوانوں، بے سہاروں کا سہارا ہو گیا

مولانا حسن رضا ایک زبردست عاشق رسول تھے جس کا بین ثبوت آپ کا نعتیہ دیوان 'ذوق نعت' ہے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیبؔ لکھتے ہیں کہ مولانا حسن رضا کے صاجزادے مولوی حسنین رضا نے بتایا: 'رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر گرامی سن کر ان (یعنی مولانا حسن) کی آنکھیں نم ہوجاتی تھیں۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد جوانہوں نے وفات سے سات ماہ قبل ادا کیا تھا اور جس مدت میں انہوں نے ذوق نعت مرتب کیا ان کی حالت غیرسی رہی اور خاص کیفیت طاری رہی جس کا اظہار ان کی نعتوں میں بار بار ہوا۔ یہ حالت عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تھی جس میں فنائیت پیدا ہوگئی تھی'۔(۱)

مولانا حسن رضا نے اُردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی اشعار وقصائد کہے ہیں۔ فارسی میں تو باقاعدہ ایک مختصر دیوان بنام 'قند پارسی' اور ایک فارسی مثنوی بنام 'صمصام حسن بر دابر فتن' ہے۔ اس کے علاوہ خواجہ محمد جان قدسی کی مشہورِ زمانہ فارسی نعت ۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی ❁ دل وجاں بادفدایت چہ عجب خوش لقبی

پر مولانا حسن رضا کی ایک خوبصورت فارسی تضمین بھی ملتی ہے۔

عربی شاعری میں مولانا حسن رضا کی کوئی باقاعدہ تصنیف تو نہیں؛ تاہم تزکِ مرتضوی میں جا بجا موضوع کی مناسبت سے مولانا نے عربی میں اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

نعتیہ شاعری کے ساتھ ساتھ مولانا حسن رضا نے رنگ مجاز میں بھی کلام تحریر فرمایا۔ بہاریہ شاعری میں آپ کے دو دیوان شائع ہوئے ایک کا نام 'ساغرِ پُر کیف' اور دوسرا 'ثمر فصاحت' ہے۔ ساغرِ پُر کیف نہایت مختصر تھا اور بقول ڈاکٹر صابر سنبھلی ثمر فصاحت میں ضم ہو چکا ہے۔

---

(۱) حسن رضا نمبر: ۱۵۔

مولوی عبدالعزیز خان بریلوی لکھتے ہیں کہ تین دیوان تو گم ہو گئے ثمرۂ فصاحت اور ذوق نعت شائع ہوئے۔(۱)

مولانا کی بہاریہ شاعری کے متعلق لالہ موسیٰ رام لکھتے ہیں :

'آپ کا عاشقانہ کلام آپ کے بعد طبع ہوا جو فی الحقیقت بہت اچھا ہے۔ صفائی، سادگی، بندش اور شوکت الفاظ کے علاوہ پُر درد اور مؤثر بھی۔ طرزِ بیان میں سادگی کے ساتھ تیکھا پن غضب کا ہے۔ تعقید اور آورد کا شروع سے آخر تک نام ونشاں بھی نہیں ہے۔ اکثر مصرعِ ثانی کی نسبت مصرعِ اولیٰ کے الفاظ کو الٹ پلٹ کر اس خوبی سے مصرعِ ثانی کا مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ تعریف نہیں کی جاسکتی۔ بول چال اور محاورات میں بھی صرف گیری کی کم گنجائش ہے؛ الغرض آپ کا مذاقِ شعر پاکیزہ اور اسلوبِ بیان قابل تعریف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلامذہ میں آپ ایک امتیازی درجہ رکھتے ہیں'۔(۲)

وفات سے ایک سال قبل مولانا نے حج کا فریضہ ادا کیا، اور سفر حج سے واپسی پر رنگ مجاز ترک کر دیا اور ساری توجہ مدینہ وشہنشاہِ مدینہ کی مدح سرائی اور نعتیہ دیوان 'ذوق نعت' کی ترتیب و اشاعت پر مرکوز کر دی۔

حسؔن اور داؔغ: سلطان الشعرا بلبل ہندوستان فصیح الملک نواب میرزا خان داؔغ دہلوی کے ساتھ مولانا کا تعلق شاگردانہ بھی تھا اور دوستانہ بھی۔ داغ کے رام پور قیام کے دوران مولانا نے ان سے کافی استفادہ کیا۔ اور اُستاد کو اپنے ایسے لائق شاگرد پر فخر و ناز تھا، جس کا اظہار انھوں نے نظم ونثر کی زبان میں کیا ہے۔

حضرتِ داغ عقیدے کے لحاظ سے پکے اور کٹر سُنّی تھے۔ اس سلسلہ کا ایک لطیفہ مولانا احسن نے بیان کیا ہے کہ فروری ۱۹۰۲ء تھی کہ مرزا صاحب کے نام ایک کپڑے کی تھیلی میں دو کتابیں

(۱) نگارستان لطافت: ۱۳مطبوعہ مسلم کتابوی، لاہور بحوالہ تاریخ روہی لکھنوٗ مع تاریخ بریلی: ص ۲۸۷ مہران اکیڈمی مکتبہ علم وفکر، کراچی۔

(۲) روایت کی اہمیت از ڈاکٹر عبادت بریلوی: صفحہ ۲۶۵۔

پہنچیں، ایک کا نام جلوۂ خورشید تھا، دوسری کا زعفران زار رضا۔ دونوں کتابیں نظم میں تھیں۔ بھیجنے والے کا نام محمد رضا خاں تھا۔ اوپر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ 'یہ کتاب خاص مذہب اثنا عشری کی ہیں اہل سنت ملاحظہ نہ فرمائیں' مرزا صاحب ان کتابوں کو دیکھ کر بہت گھبرائے مجھے مکان سے بلوایا اور فرمایا۔ بھائی ان کتابوں کو واپس کرو اور اسی وقت یہ خط لکھوایا :

'جناب شیعہ صاحب! آپ کا کلام میرے پاس پہنچا آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوں۔ مگر میں اہل سنت والجماعۃ سے حنفی المذہب ہوں۔ آپ کی ہدایت کے بموجب آپ کی کتابوں کو نہ دیکھ سکا'۔(۱)

ڈاکٹر اسعد بدایونی لکھتے ہیں: داغ دہلوی نے حضرت حسن علیہ الرحمہ کی شاعری کی تعریف بھی کی ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ 'اگر میں نعتیہ شاعری کرتا تو حسنؔ کو اپنا استاد بناتا'۔(۲)

مولانا حسن بریلوی کا ہمیشہ رام پور آنا جانا ہوتا رہتا تھا؛ کیونکہ آپ کے پھوپھا جناب فضل حسین صاحب راج دوارہ رامپور ہی میں رہتے تھے؛ لہٰذا جب بھی اپنے پھوپھا صاحب کے یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت داغؔ سے استفادہ ضرور کرتے اور ایسا بھی ہوا کہ کبھی کبھی ۲/۲ ماہ رہ کر استفادہ کیا۔(۳)

داغؔ کی طبیعت میں خوش دلی و مذاق اور لطیفہ گوئی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کوئی بات بھی لطیفے سے خالی نہ ہوتی تھی۔ ان کی مسلسل تقریر، ان کی دلکش گفتگو میں خدا جانے کس قیامت کے مزے تھے کہ جی چاہتا تھا ہر وقت سنے ہی جایئے، وہ بالکل اپنے اس شعر کے مصداق تھے ؎

باتیں سنئے تو پھڑک جایئے گا
گرم ہیں داغؔ کے اشعار یہ کیا

مولانا حسن رضا کو اپنے استاد داغؔ دہلوی پر ناز تھا جس کا اظہار انھوں نے اپنی شاعری میں بہت سے مقامات پر کیا ہے ؎

---

(۱) نگار، جنوری، فروری ۱۹۵۳ء صفحہ نمبر ۱۲۷۔
(۲) حسن رضا نمبر: ۱۳۸۔
(۳) حسن رضا نمبر: ۲۰۵۔

'پیارے شاگرد' تھا لقب اپنا ۞ کس سے اس پیار کا مزہ کہیے

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذت سوز و گداز
اے حسنؔ شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا(۱)

جس کو زمانہ بلبل ہندوستاں کہے
اب کون ہے حسنؔ شعرا میں سوائے داغ(۲)

حضرت استاد کے دیکھیں قدم چل کر حسنؔ
گر خدا پہنچا دے ہم کو مصطفیٰ آباد میں(۳)

لطف ان ست مضامیں میں کہاں سے آئے
اے حسنؔ گر کرم حضرت استاد نہ ہو

یہ گل فشانیاں تو نہ ہوتیں کبھی حسنؔ
تم نے چنے ہیں پھول یہ گلزار داغ سے

مولانا حسن رضا نے اپنے استاد کے دیوان 'آفتاب داغ' کی طباعت کے موقع پر تاریخ طباعت تحریر فرمائی جو کہ ثمر فصاحت کے صفحہ نمبر ۱۸۸ پر موجود ہے۔

رنگ مجاز میں مولانا حسن رضا نے اس حد تک داغ کی اِقتدا کی ہے کہ مولانا حسرت موہانی تحریر کرتے ہیں :

'آپ نے اپنے انداز سخن کو استاد کے رنگ کلام سے اس قدر مشابہ بنا دیا ہے کہ اکثر داغ اور حسن کی شاعری میں فرق مشکل ہو جاتا ہے'۔(۴)

ڈاکٹر اسعد بدایونی لکھتے ہیں :

(۱) ثمر فصاحت: ص۴۔
(۲) ثمر فصاحت: ص۵۴۔
(۳) ثمر فصاحت: ص۶۵۔
(۴) حسن رضا نمبر: ۱۹ بحوالہ ماہنامہ اردوئے معلیٰ، علی گڑھ۔ جون ۱۹۱۲۔

’حسن رضا خان کی شاعری بنیادی طور پر غزل کی شاعری ہے، اوران کی غزل گوئی قدیم دبستانِ سخن کی تمام خوبیاں یعنی صحت زبان، محاورہ، شوخی، معاملہ بندی اور عاشقانہ مضامین کی حامل ہے جو اپنی اپنی جگہ جڑے ہوئے نگینوں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ داغؔ کے شاگردوں نے زبان کی تراش خراش اور اسے ملک کے طول وعرض میں پھیلانے کی جو خدمت انجام دی اس سے انکار ناممکن ہے۔ حسن رضا نے بھی زبان داغؔ کی توسیع وترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور استاد کے رنگ سخن کو اپنے کلام میں سمونے میں وہ دوسرے شاگردوں سے پیچھے نہیں رہے۔ اسی لیے ان کا شمار داغؔ کے ممتاز شاگردوں میں کیا جاتا ہے۔ جب بھی داغؔ کے رنگ سخن کی بہترین پیروی کرنے والوں کی فہرست بنائی جائے گی حسنؔ بریلوی کا نام شامل کرنا ناگزیر ہوگا‘۔(۱)

حسنؔ اور رضاؔ: مولانا حسن رضا اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا باہمی تعلق نہایت مضبوط تھا۔ برادر حقیقی کے مضبوط رشتہ کے ساتھ استاد وشاگرد کا تعلق بھی تھا۔ مولانا حسن رضا کی اپنے برادر اکبر سے عقیدت کا بین ثبوت یہ ہے کہ مولانا نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ہر طرح کی معاشی و انتظامی فکر سے آزاد کر دیا تھا، اور ان کی جملہ ذمہ داریاں اپنے سر لے کر ان کو احقاق حق وابطال باطل کے لیے وقف کر دیا۔

آپ نے اِقامت دین، تائید مسلک حقہ، ترویج عقائد سنت اور رد مذاہب باطلہ کے لیے ہر ہر کام میں اعلیٰ حضرت کا ہاتھ بٹایا۔ اعلیٰ حضرت کی گھریلو ذمہ داریاں ہوں یا مدرسۂ اہل سنت منظر الاسلام کا انتظام وانصرام، کتب اعلیٰ حضرت کی اشاعت وترسیل ہو یا مطبع اہل سنت وجماعت کی دیکھ بھال، غرضیکہ ہر کام میں آپ محدث بریلوی کے دست راست بنے رہے۔ یقینی طور پر یہ آپ کا دنیائے سنیت پر احسان عظیم ہے کہ اگر وہ فاضل بریلوی کو ان ذمہ داریوں سے آزاد نہ کرتے تو آج یہ علمی ذخیرہ جو محدث بریلوی کی تصانیف کی صورت میں ہمیں میسر ہے، وہ شاید نہ ہوتا۔

مولانا حسن رضا کے حسن انتظام کا کیا عالم تھا اس کے لیے ذیل کے واقعات ملاحظہ کیجیے۔

---

(۱) داغ کے اہم تلامذہ: ۶۶ مطبوعہ علی گڑھ۔

مولانا حسن رضا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی صاحبزادیوں کی شادی کی تاریخ کے تعین کی بابت عرض گزار ہوتے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:’بیٹی کی شادی کوئی آسان کام نہیں، نہ کہ ایک ساتھ دو بیٹیوں کی شادی۔شادی میں لوگ بڑے سازوسامان کرتے ہیں تم نے کچھ ضروری سامان بھی کرلیا ہے، یا مجھ سے تاریخ مقرر کرانے آ گئے ہو؟‘۔

مولانا حسن رضا نے عرض کیا کہ سامان کی تیاری کے متعلق آپ بھابھی جان سے دریافت فرما لیجیے۔اعلیٰ حضرت نے ان سے دریافت کیا تو بی بی صاحبہ نے عرض کیا:’ہمارے پاس تو مسالے بھی پیسے تیار رکھے ہیں، دونوں کے جہیز مکمل ہوگئے، برات میں کھانے والے کا کل سامان مہیا ہو چکا ہے صرف تاریخ کی دیر ہے‘۔

اعلیٰ حضرت نے جب بی بی صاحبہ کے یہ الفاظ سنے تو وفورِ مسرت سے فرمایا:’حسن میاں! تم نے مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کردیا، میری بیٹیوں کی شادیاں ہیں، میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں، تم نے مجھے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہوگا یا یہ کہ برات میں کیا کیا کھانے دیے جائیں گے۔

آبدیدہ ہوکر فرمایا:’حسن میاں جو کچھ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں اس کے اجر میں باذن اللہ تم بھی حصہ دار ہو، اس واسطے کہ تمہیں نے مجھے دینی خدمات کے لیے دنیا سے آزاد کردیا ہے‘۔(۱)

مولانا حسنین رضا خان لکھتے ہیں:’مولانا حسن رضا خان مرحوم کا یہ عمل بھی مدتوں جاری رہا کہ ہفتہ عشرہ میں اپنے یہاں سے دو قلم بنا کے لے جاتے اور اعلیٰ حضرت کے قلم دان میں رکھ آتے اور ان کے گھسے ہوئے قلم خود لے آتے‘۔(۲)

مولانا نقی علی خان کی زمین جائیداد موضع کرتولی ضلع بدایوں میں کئی سو کے حساب سے تھی۔ اس کے علاوہ رام پور میں بھی کچھ زمین تھی۔رام پور والی زمین کے کاغذات جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں تلف ہوگئے، اس وجہ سے کوئی دعوی نہ کرسکے اور آخرکار حکومت نے زمین پر اپنا قبضہ جما لیا اور

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت: ۶۵۔
(۲) سیرت اعلیٰ حضرت: ۶۵۔

مولانا کو دستبردار ہونا پڑا۔ بدایوں کی قابل کاشت زمین تقریباً ایک ہزار بیگھ تھی اور گاؤں کئی کئی میلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ پوری زمین کی دیکھ بھال ملازمین رکھ کر خود کیا کرتے تھے۔

مولانا سال میں دو بار گاؤں تشریف لے جاتے۔ آپ کے انتقال کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے صرف ایک سال زمین کی نگرانی کا کام انجام دیا؛ چونکہ آپ کا فطری رجحان تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی کی طرف تھا؛ اس لیے گاؤں کی ذمہ داری اپنے منجھلے بھائی مولانا حسن رضا بریلوی کے سپرد کر دی جنہوں نے تاحیات امام احمد رضا کو زمین داری اور گھریلو معاملات سے بے نیاز رکھا۔(۱)

مولانا حسن رضا خان اور اکابر بدایوں: بریلی اور بدایوں کے درمیان ہمیشہ سے علمی وفکری رابطہ استوار رہا ہے۔ اور مختلف مذہبی وسماجی معاملات میں علماے بریلی بدایوں، اور علماے بدایوں بریلی آتے جاتے رہے ہیں۔ سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کے عرس-منعقدہ ۱۳۰۰ھ- میں مولانا حسن رضا نے شرکت کی اور صاحب عرس کی مدح میں ایک طویل قصیدہ (مشتملہ ۱۶۴ اشعار) پیش کیا جو کہ پہلی بار 'ماہِ تاباں اوج معرفت' (۱۳۰۰ھ) میں طبع ہوا۔ بعدازاں یہ ذوق نعت مطبوعہ لکھنو وحزب الاحناف لاہور میں شائع ہوا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے حضرت تاج الفحول محبّ الرسول علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمۃ کی مدح میں ایک قصیدہ بنام 'چراغ اُنس' تحریر فرمایا۔ یہ قصیدہ بھی مولانا حسن رضا کی سعی وکوشش سے مطبع اہل سنت، بریلی سے طبع ہوا۔

حکیم عبدالقیوم قادری بدایونی (والد محترم حضرت مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی) کے وصال پُر ملال پر مولانا حسن رضا نے ایک تعزیتی مکتوب تحریر فرمایا اور تاریخ وصال میں کچھ قطعات تحریر فرمائے جو کہ کتب خانہ 'خانقاہ قادریہ، بدایوں میں آج بھی محفوظ ہیں اور ہم نے ان کو 'رسائل حسن' میں شامل کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ مولانا کی تصانیف مثلاً تزکِ مرتضوی، صمصام حسن بردابر فتن اور ندوہ کا تیجہ وغیرہا میں بھی خانوادۂ قادریہ، بدایوں کے سجادگان کا ذکر خیر ملتا ہے۔

---

(۱) مولانا نقی علی خان از شہاب الدین رضوی: ۱۴۱ مطبوعہ عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور۔

مولانا حسن رضا اور دارالعلوم منظر اسلام: منظر اسلام کے بنا و قیام سے انتظام و انصرام تک تمام معاملات میں مولانا حسن رضا کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ منظر اسلام کے اصل محرک تو ملک العلما ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تھے۔ انہوں نے مولانا حسن رضا، حامد رضا خان اور پھر ان کی وساطت سے ایک سیدزادہ بزرگ جناب سید امیر احمد صاحب کو ہم نوا بنایا اور سید صاحب کے ذریعہ قیام مدرسہ کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو قائل کرنے کی سعی کی؛ چنانچہ منقول ہے کہ گرامی جناب سید امیر احمد صاحب نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا:

> اگر قیامت کے دن خداوند عالم مجھ سے پوچھے گا کہ لوگ گمراہ کیوں ہوئے تو میں یہی کہوں گا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کوئی مدرسہ اہل سنت قائم نہیں کیا، اسی وجہ سے طلبہ بدمذہبوں کے مدرسوں میں پڑھنے گئے اور بدمذہب ہو گئے۔'

اس جملہ کا حاضرین سمیت اعلیٰ حضرت پر گہرا اثر پڑا۔ پھر مولانا حسن رضا نے قصد مصمم فرمالیا کہ بہت جلد ایک مدرسہ قائم کرنا چاہیے۔(۱)

چنانچہ جناب تحصیل دار رحیم یار خاں صاحب رئیس اعظم، بریلی کے عالی شان مکان پر واقع گلاب محلّہ نگر میں مدرسہ اہل سنت و جماعت قائم ہوا۔ مولانا حسن رضا نے اس کا تاریخی نام 'منظر اسلام' [۱۳۲۲ء] تجویز فرمایا اور آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے منتظم ہوئے، اور مولانا حامد رضا خان پہلے مہتمم قرار پائے۔ جب کہ مولانا ظفر الدین بہاری کو اس مدرسہ کے پہلے طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

'اعلیٰ حضرت نے ۱۹۰۴ء میں منظر اسلام کو قائم فرمایا، اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں ان کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے تین سال تک منظر اسلام کی دیکھ بھال کی، پھر تاحیات یعنی ۱۹۲۱ء تک اعلیٰ حضرت خود ہی اس کا انتظام وانصرام فرماتے رہے۔'(۲)

مولانا حسن رضا کے حسن انتظام سے قلیل عرصہ میں اس مدرسہ نے ریکارڈ ترقی کی منازل طے کیں۔ صرف تین سال کے عرصہ میں اس مدرسہ کے درس و تدریس، تربیت اخلاق و تہذیب اور

(۱) جہان ملک العلما: ۱۲۱، تذکرۂ جمیل: ۷۷ ملخصاً۔
(۲) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، جشن زریں نمبر: ۴۲۔

حسن اہتمام وانصرام کی دُھوم ملک بھر کے علما وعوام میں پڑ گئی۔

مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری الملقب بہ 'سراج الملۃ والدین' جو کہ مدرسہ کے ممتحن بھی تھے، مولانا حسن رضا کے حسن انتظام کو داد وتحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رقم طراز ہیں :

'ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنیفہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو'۔(۱)

مولانا حسن رضا نے مدرسہ کے سال اول و دوم کی کارکردگی وآمد وصرف کی رپورٹ مرتب کی جو کہ 'اظہار رُوداد' (۱۳۲۲ھ) اور 'کوائف اخراجات' (۱۳۲۳ھ) کے تاریخی نام سے مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی سے طبع ہوئیں۔

مولانا حسن رضا اور ردّ بد مذہباں

ردندوہ: آپ نے ردندوہ میں دامے درمے قلمے سخنے ہر طرح سے جہاد فرمایا۔آپ نے تین اشتہار شائع کرنے کے علاوہ ردندوہ میں مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں اور تحریک ندوہ کو ناکام بنانے کا ہر ممکن اقدام کیا: ۱) ندوہ کا تیجہ رودادسوم کا نتیجہ۔ ۲) فتاوی القدوہ لکشف الدفین الندوہ۔ ۳) سوالات حقائق نما بررؤس ندوۃ العلما۔ ۴) پرچہ سوالات (صدر ندوہ محمد شاہ سے) ۵) ۱۳۱۸ھ میں پٹنہ میں ہونے والے جلسۂ علماے اہل سنت میں ندوہ کے رد میں مثنوی بنام صمصام حسن پیش کی جو کہ دراصل پٹنہ کے جلسہ ندوہ میں پیش کی گئی مثنوی کا جواب تھی۔

۶) ندوۃ العلما کا پانچواں جلسہ شاہ جہان پور میں منعقد ہوا اس موقع پر حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ کی قیادت میں ایک وفد شاہ جہان پور جا رہا تھا تا کہ عوام اہلسنّت

(۱) رُوداد سال دوم مدرسہ اہل سنت بنام کوائف اخراجات مرتبہ مولانا حسن رضا، صفحہ:۵۱ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت۔

کو مفاسد ندوہ سے آگاہ کیا جا سکے۔ اس وفد میں محدث سورتی اور ان کے صاحبزادے سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ، نواب سلطان احمد خان بریلوی ، مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی ، مولانا جمیل الدین ، مولانا حافظ بخش متوطن آنولہ ، حکیم مولوی محمد سجاد کانپوری اور مولانا حسن رضا خان شامل تھے۔

اس وفد نے اجلاس ندوہ سے قبل اراکین ندوہ سے مختلف مسائل پر بات چیت کی اور دعوت اصلاح دی ، اجلاس ندوہ کے وقت علمائے اہل سنت کی موجودگی سے شاہ جہان پور میں بیشتر علماء و اراکین ندوہ نے جلسۂ ندوہ میں شرکت سے اجتناب کیا۔

یہ وفد تقریباً ایک ہفتہ تک شاہ جہان پور میں مقیم رہا ، مفاسد ندوہ کو بلاخوف عام کیا ، متعدد تقاریر کیں ، ردندوہ میں رسائل تقسیم کیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ندوہ کو شاہ جہان پور سے خاطر خواہ تائید وحمایت حاصل نہ ہو سکی۔ (۱)

ردتفضیلیہ: مولانا کے ایام شباب میں مسئلہ تفضیل بھی پورے جوبن پر تھا۔ فرقۂ تفضیلیہ کے سرخیل مولوی محمد حسن سنبھلی تھے۔ اہل سنت کی طرف سے امام اہل سنت امام احمد رضا ، شاہ ابوالحسین نوری مارہروی ، اور محبّ رسول علامہ عبدالقادر بدایونی ان کے رد میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ ایسے نازک اور ناگفتہ بہ وقت میں آپ نے قلم سنبھالا اور 'تزکِ مرتضوی' کی شکل میں ایک جاندار رسالہ تحریر فرما کر اس فتنے کو فرو کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

رد ہندومت: گاؤکشی کا مسئلہ ہندوستان میں ہندوؤں کی من مانی کے باعث برسوں سے مابہ النزاع چلا آرہا ہے۔ مولانا کے دور میں بھی گاؤکشی کے سد باب کی بہت سی تحریکیں اُٹھیں اور اس کو بند کرنے کی قلماً اور لساناً ہر طرح جی توڑ کوششیں ہوئیں ؛ لیکن اہل حق نے اس کا ترکی بترکی مقابلہ کیا ، اور گاؤکشی کے جواز و نفاذ پر ہر ممکنہ قوت صرف فرمائی۔ اس دور میں مولانا نے بنام 'بے موقع فریاد کے مہذب جواب' تاریخی کتاب لکھ کر اس مسئلے کو مہر نیم روز کی طرح واشگاف فرمادیا۔

---

(۱) تذکرہ محدث سورتی از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ سورتی اکیڈمی ، کراچی ، صفحہ ۱۱۹۔۱۱۸۔

رد قادیانیت: فتنوں کی تاریخ میں قادیانیت کا فتنہ سب سے سنگین اور گھناؤنا فتنہ ہے۔ چنانچہ مولانا نے خاص رد قادیانیت میں سب سے اوّل جاری کردہ رسالہ 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان' کا اجرا کیا۔جس کے اجرا میں مولانا کو تقریبا ۱۸۵ احباب کی معاونت حاصل تھی۔اور اس دور میں اس کی خوب سرکوبی ہوئی۔نیز آپ نے 'ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری' کتاب تصنیف فرمائی جو کہ مذکورہ بالا رسالہ میں قسط وار شائع ہوئی۔

رد نیچریت و بانی نیچریت: نیچریت کے رد وابطال میں مولانا کا کردار بھی کافی اہم ہے۔اس کی تفصیل کے لیے ذوق نعت میں سر سید اور اس کے مقلد جانی مولوی نذیر احمد دہلوی کے رد میں طویل قصیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

رد وہابیت: مولانا نے اپنی بیشتر کتابوں میں جا بجا ردّ وہابیت کیا ہے، اور ان کے فکرو اِعتقاد کا پوسٹ مارٹم کیا ہے؛ تاہم اس سلسلے میں 'ذوق نعت' کے اندر کشف راز نجدیت کے نام سے اُن کی جو درگت کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

صحافتی خدمات: مولانا کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ مولانا نے ۱۳۲۳ھ میں رد قادیانیت پر پہلا باضابطہ ماہوار رسالے کا اِجرا کیا۔اس رسالہ کا تاریخی نام 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان' تھا۔ اس رسالہ کے اجرا میں مولانا کو کثیر احباب کا تعاون حاصل تھا، ان میں سے ۸۵ معاونین کی فہرست اس رسالہ کے اندرون سرورق پر شائع ہوئی۔اس رسالہ کا خاص مقصد ردّ قادیانیت تھا چنانچہ مولانا رسالہ کے قواعد وضوابط میں تحریر فرماتے ہیں :

> 'اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیاں کا رداوران کے ان ناجائز حملوں کا دفع ہوگا جو انہوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ و حضرت مریم وخود حضور سید الانام ﷺ حتی کہ رب العزۃ ذوالجلال والاکرام پر کیے ہیں۔دوسرے فرقوں کا رد اس کا موضوع نہیں۔اس کے لیے بعونہ تعالیٰ مبارک رسالہ 'تحفہ حنفیہ' عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی ووافی ہیں۔'(۱)

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان، جلد ۱، ص: ۱۸۔

ابھی تک ہم کو اس کا پہلا شمارہ ہی دستیاب ہو سکا ہے جس میں مولانا نے اپنی ایک کتاب 'ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری' کی قسط وار طباعت کا آغاز کیا۔

اس کے علاوہ کئی ادبی رسالوں کی سرپرستی بھی کرتے رہے جن میں 'گلدستۂ بہار بے خزاں' اورہفت روزہ اخبار 'روز افزوں' نمایاں ہیں۔

ماہنامہ 'بہار بے خزاں' اورہفت روز اخبار 'روز افزوں' مولانا کی زیرنگرانی آپ کے شاگرد سید محمود علی عاشقؔ کی زیرادارت نکلتا تھا۔

میر محمود علی نام عاشقؔ تخلص تھا بریلی کے باشندے تھے حسنؔ سے تلمذ تھا اوران کے چہیتے شاگرد تھے، ان کے ساتھ حسنؔ کا سلوک اپنے بیٹوں جیسا تھا پیشہ تجارت تھا ان کے والد ٹوپیوں کی دکان رکھتے تھے بہ حیثیت مجموعی مالدار آدمی تھی۔ حسنؔ کے مطبع اہل سنت، روز افزوں اور بہار بے خزاں کے متعلق جملہ اموران سے متعلق تھے، خوش گوشاعر تھے۔(۱)

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیبؔ تحریر کرتے ہیں: 'گلدستہ، کا نام مرزا داغؔ نے عطا فرمایا تھا اور وہ اس کے سرپرست بھی تھے اس کے سرورق پر یہ تحریر موجود ہے ''ہم بہت فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمیں گلدستہ کے لئے یہ مبارک نام جہاں استاد ناظم یار جنگ بلبل ہندوستان عالی جناب حضرت نواب مرزا خاں صاحب داغؔ مدظلہ نے عطا فرمایا تھا'۔(۲)

اخبار 'روز افزوں' ہفتہ وار کا اجرا ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اس کے مدیر بھی میر محمود علی عاشقؔ بریلوی تلمیذ حسن رضا خاں حسنؔ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ ہفت وار اخبار اپنے زمانے میں بہت مشہور تھا اس کا اشتہار گلدستہ بہار بے خزاں میں چھپا تھا جس کی عبارت یہ ہے :

'اخبار ''روز افزوں'' نے ملک میں اپنی روز افزوں ترقی ۱۹۰۲ء سے نہایت مستعدی کے ساتھ حمایت مذہب اور پولیٹکل معاملات پر اپنی آزادانہ ظاہر کر کے بڑا نام پیدا کیا ہے۔ ہم اس کی نسبت ناظرین والاتمکین کی خدمت میں ایسا اخبار دیکھنے کا شوق ہے جو بچوں کا دوست، جھوٹوں کا دشمن، قوم کا خیرخواہ، گورنمنٹ کا مشیر، رعایا کے حقوق کا دستگیر

(۱) حسن رضا نمبر:۱۶۔
(۲) حسن رضا نمبر:۱۰۔

ہوتو شہر بریلی کا مشہور اخبار ’روزافزوں‘ ہفتہ وار دیکھئے جس میں ہر شخص کی طبیعت کا عمدہ سامان موجود ہے۔اگر آپ کو فاضلانہ مضامین پڑھنے سے شوق ہے تو ایڈیٹوریل مضامین ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ کو علم دین اور مسائل شرعیہ سے دلچسپی ہے تو مذاکرہ علمیہ سے آپ کی پوری تسکین ہوسکتی ہے اگر آپ خبروں کے شائق ہیں تو عطر مجموعہ اور جام جہاں نما کی سیر کیجئے اگر آپ کو شعر وسخن سے دل بستگی ہے تو نامی گرامی شعرائے زمانہ کا کلام جونہایت حسن انتظام سے شائع کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے۔‘

اس زمانہ میں یہ اخبار بہت ہی دل چسپ تھا کیونکہ اس میں ہر شخص کی طبیعت کا عمدہ سامان موجود تھا۔اس اشتہار سے مولانا حسن رضا خاں حسنؔ اور ان کے شاگرد، مہتمم اور ایڈیٹر محمود علی عاشقؔ کی ذہانت و وسیع النظری کا بھی اندازہ ہوتا ہے گویا وہ صرف شاعر و عالم دین ہی نہ تھے، دنیا کا پختہ تجربہ رکھنے والے ایک صحافی بھی تھے۔(۱)

اخبار ’اہل فقہ‘، امرتسر کے ایڈیٹر مولانا غلام محمد صاحب نے فروغ نعت کے لیے ایک رسالہ کا اجرا کرنا چاہا تو مولانا کے پاس حاضر ہوئے مولانا نے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک نعت فوراً قلم بند کردی جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے۔اس رسالہ کا نام گلدستہ نعتیہ ’گلستانِ رحمت‘ تھا،مولانا نے اس رسالے کے لیے تاریخی قطعہ بھی رقم فرمایا جو کہ درج ذیل ہیں۔

اخگر نے کیا نعت میں گلدستہ وہ جاری ❁ بلبل کی طرح غنچۂ وگل جس پہ ہوں شیدا
اللہ یہ گلزار پھلے پھولے جہاں میں ❁ ہر پھول سے ہو رنگ ترقی کا ہویدا
نکلے گل تاریخ حسنؔ شاخ قلم سے ❁ انداز گلستاں کے ہیں گلدستہ سے پیدا(۲)

مولانا حسن رضا کی تاریخ گوئی: مولانا حسن رضا کو تاریخ گوئی میں کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ایسا لگتا تھا کہ جو فرمادیتے تاریخ اس کے مطابق ہوجاتی۔آپ نے کئی بزرگوں کے مادہ ہائے تاریخ وفات برجستہ نکالی۔مفتی تقدس علی خان کا تاریخی نام ’تقدس علی خان‘(۱۳۲۵ھ) بھی مولانا کا تجویز کردہ ہے۔(۳)

(۱) حسن رضا نمبر:۱۰-۱۱۔ (۲) ثمر فصاحت:۱۹۸۔
(۳) ماہنامہ اعلیٰ حضرت-منظر اسلام نمبر(پہلی قسط)،ص:۲۱۸۔

میوات نواح فیروز پور جھرکا کے مناظرہ میں مولانا شاہ رکن الدین الوری، مولانا احمد حسین خان رام پوری اور ملک العلماء ظفرالدین قادری رضوی شریک تھے۔ بدمذہبوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس مناظرہ کی روئداد شائع ہوئی۔ مولانا حسن رضا نے اس کا تاریخی نام 'شکست سفاہت' (۱۳۲۶ھ) رکھا۔(۱)

دارالعلوم منظر اسلام کا تاریخی نام 'منظر اسلام' [۱۳۲۲ھ] بھی مولانا نے رکھا۔ یوں ہی کتابوں اور مساجد کے نام اور وافر مقدار میں تاریخی قطعات و رباعیات وغیرہ کے کلیاتِ حسن میں اخیر کتاب 'قطعات و اَشعار حسن' ملاحظہ فرمائیں۔

تصنیف و تالیف: مولانا حسن رضا کو خدائے بخشندہ نے ایک سیال و فیاض قلم عطا فرمایا تھا۔ موصوف نے نثر و نظم میں بہت سی گراں قدر یادگار اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آپ کے نثری رسائل کی تعداد سے بارہ سے متجاوز ہے: دین حسن ، نگارستانِ لطافت ، تزکِ مرتضوی ، آئینۂ قیامت ، بے موقع فریاد کے مہذب جواب ، سوالات حقائق نما برروٴس ندوۃ العلما ، فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ ، ندوہ کا تیجہ روودادِ سوم کا نتیجہ ، ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری ، اظہارِ روداد ، کوائف اخراجات۔

یوں ہی نظم کے میدان میں آپ نے پانچ لاجواب مجموعے تخلیق فرمائے ہیں: ذوقِ نعت ، وسائل بخشش ، صمصامِ حسن ، قند پارسی ، ثمر فصاحت۔ نثری رسائل کا تعارف تو اسی کتاب کے اوائل صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ اور منظوم شہ پاروں کے تعارف کے لیے آپ کلیات حسن کا 'آغازِ سخن' ملاحظہ فرمائیں۔

مطبع اہل سنت و جماعت کا انتظام: ناگزیر وجوہات کی بنا پر اہل سنت کا یہ اِشاعتی ادارہ ۱۳۱۴ھ میں قائم ہوا۔ اس ادارہ کو اکابرین اہل سنت کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس ادارہ کے قیام کے لیے اِبتدائی زرتعاون حضرت مطیع الرسول عبدالمقتدر بدایونی نے کیا۔ اس ادارہ نے فروغِ سنیت اور ردّ بدمذہباں میں بھرپور کردار ادا کیا۔

---

(۱) حیات ملک العلماء: ۲۵۔

مطبع اہل سنت کے پہلے مہتمم مولانا حکیم مومن سجاد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔آپ دو برس تک مطبع کے مہتمم رہے۔آپ کے بعد مولانا حسن رضا خان مطبع اہل سنت کے مہتمم بنے اور آپ کا دور ۱۳۱۷ھ سے شروع ہوا ، اور آپ تا حیات یعنی ۱۳۲۶ھ تک مطبع کے مہتمم کے فرائض نبھاتے رہے۔(۱)

مولانا کے بعد یہ خدمت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے حصہ میں آئی۔

زیارت حرمین شریفین: ۱۳۲۵ھ میں مولانا فریضۂ حج کی اَدائیگی سے مشرف ہوئے۔ اور ۱۳۲۶ھ میں جب سفر حج وزیارت سے واپس آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کے اِستقبال کے لیے بنفس نفیس بمبئی کا سفر کیا۔(۲)

حسن کے تلامذہ: مولانا حسن رضا خان حسؔن بریلوی کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔وہ جب تک زندہ رہے بریلی کی اقلیم شاعری ان کے قبضے میں رہی۔مولانا کے چند ایک تلامذہ کی فہرست ثمر فصاحت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں؛ تاہم ان میں مشاہیر یہ ہیں: جناب جمیل الرحمٰن خاں، قاضی محمد خلیل حیران، سید محمود علی عاشق، اور دوارکا پرشاد حلم ۔یہ تمام شعرا خود اپنی ذات میں انجمن تھے۔(۳)

وصال پُر ملال: اہل سنت وجماعت کی یہ جلیل القدر شخصیت ۲۲/رمضان ۱۳۲۶ھ [۱۹۰۸ء] کو بعمر ۵۰ سال، ۶ ماہ میں بعارضۂ تپ' اِس جہانِ فانی سے رحلت کرگئی۔ بریلی کی سٹی (City) قبرستان میں اپنے والد گرامی مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ کی آخری آرام گاہ کے قریب آپ کی تدفین عمل میں آئی۔آپ کے برادر اکبر مجدد دین وملت عالم اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر انور میں اپنے دست اقدس سے رکھا۔(۴)

(۱) تحقیق وتفہیم :۱۷ ملخصاً۔
(۲) حیات اعلیٰ حضرت، ج۱،ص:۴۵۵۔
(۳) حسن رضا نمبر:۱۰۔
(۴) حسن رضا نمبر:۱۹

آپ کی وفات پر مختلف مشاہیر نے قطعات تاریخ وصال ہجری وعیسوی رقم کیے۔ حافظ پیلی بھیتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حسنؔ پہنچے جو لے کر دفتر نعت ❁ حضور کبریا ہشاش بشاش

سراپردے سے حافظؔ بہر تاریخ ❁ ندا آئی 'حسنؔ شاباش شاباش'(۱)

۱۳۲۶ھ

تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم جناب **علی احسن میاں** صاحب معروف بہ شاہ میاں سجادہ نشین سرکار خورد مارہرہ شریف :

یا غافرالذنوب بود رحمت براد ❁ بہر چہار یار دہم از بہر پنجتن

بعد از دعائے مغفرت احسن بسال نقل ❁ گو زینت بہشت بود حاجی حسن

۱۳۲۶ھ

مولانا حسن رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں

داغ دہلوی: اگر میں نعتیہ شاعری کرتا تو حسنؔ کو اپنا استاد بناتا۔(۲)

ڈاکٹر سید اختر جعفری: حضرت حسن رضا بریلوی حب رسول اور عشق رسول ﷺ میں سرتاپا سرشار تھے۔ یہی جذبۂ عشق آپ کی نعت گوئی کا محرک ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں پیدا ہونے والے احساسات وجذبات خود بخود الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر نعتیہ اشعار کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں۔ اسی لیے آپ کی نعت کا ایک ایک شعر حضور پُر نور ﷺ کی محبت والفت اور عقیدت و ارادت میں ڈوبا ہوا ہے۔(۳)

(۱) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، منظر الاسلام نمبر، پہلی قسط، ص: ۷۵۔

(۲) ماہنامہ فاران، کراچی ستمبر ۱۹۷۳، ص: ۴۴۔

(۳) ماہنامہ نعت۔ حسن بریلوی کی نعت: ۲۴۔ جنوری ۱۹۹۰۔

حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری: مولانا حسن رضا نے اپنی استادانہ صلاحیتوں کو اپنے کلام میں خوب اجاگر کیا۔ امام احمد رضا کے کلام بلاغت مقام میں وہ سب کچھ موجود ہے جو نعتیہ کلام میں ہونا چاہیے؛ لیکن حسن رضا کا انداز بیاں نعت گو حضرات میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو داؔغ کا غزل گو شعرا میں ہے۔(۱)

حزیں کاشمیری: حسن رضا بریلوی کا خاص رنگ ہے۔ آپ ان کی کوئی بھی نعت پڑھیں، اس میں سے دو چار اشعار ایسے ضرور مل جائیں گے جو نبی پاک سے ان کی خاص قلبی کیفیت کو واضح کر دیتے ہیں۔ موصوف زبان و بیان کی ان تمام باریکیوں سے کما حقہ واقف ہیں جو کسی بھی بڑے فن کار کے لیے ضروری ہیں۔ آپ کی نعت حشو و زوائد سے پاک ہے۔ تنافر جلی و خفی نام کو بھی نہیں۔ قافیہ و ردیف کے جملہ رموز سے آگاہ ہیں۔ الفاظ کا دروبست مصرعوں کی سادگی اور چستی کے ساتھ ان کے کمال فن کا پتہ دیتی ہے۔ نہ کہیں جھول، نہ ضعف خاتمہ، سلاست زباں وندرت ادا کے عناصر پر کہیں دور گہرائیوں میں چھپے ہوئے جذبات میں گھل مل کر عجب سماں باندھ رہے ہیں۔(۲)

نظیر حسین لدھیانوی: مولانا ہر شعر میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کے مطابق نہایت مناسب اور موزوں الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کرتے ہیں۔ تشبیہات نہایت لطیف اور عام فہم ہیں۔ اس لیے ان کا کلام فصاحت اور بلاغت کا خزینہ بن گیا ہے۔ لفظی رعایات ہر شعر میں موجود ہیں۔ بعض اشعار میں الفاظ کو مقدم مؤخر کر کے یا الفاظ کے ہیر پھیر سے بے ساختہ مضمون پیدا کر لیا ہے۔ بعض اشعار میں آیات و احادیث کے نگینے باصرہ افروز ہیں۔(۳)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مولانا موصوف کو اُن کی خدمتوں کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے، اُن کی قبر کو بقعہ نور بنائے، اور اُن کے چھوڑے ہوئے پیغام کو ہمیں انفس و آفاق میں پھیلانے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین بجاہِ حبیبہ الرسول النبی الامین الحلیم الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

(۱) ماہنامہ نعت۔ حسن بریلوی کی نعت: ۳۳۔ جنوری ۱۹۹۰۔
(۲) ماہنامہ نعت۔ حسن بریلوی کی نعت: ۷۔ جنوری ۱۹۹۰۔
(۳) ماہنامہ نعت۔ حسن بریلوی کی نعت: ۱۹۔ جنوری ۱۹۹۰۔

الحمدللہ! یہ کتابِ جلیل، اِسلام کی دل کش حقانیت پر روشن دلیل
جس میں خود ہنود و نصاریٰ کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے کہ
اِسلام کی نورانی حقانیت نے مخالفانِ اسلام سے بھی اپنی مدح کا کلمہ پڑھوالیا ہے

دینِ حسن

-: **تصنیف لطیف** :-

خادم دین وملت محبّ حق وسنت مولانا مولوی
محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

Qadri\Desktop\deen.jpg not found.

[مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

فہرست

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن
سجودی می تواں کردن درودی می تواں گفتن

خدائے پاک نے اِنسان کو اشرف المخلوقات و بہترین کائنات خلق کیا، اور جوہرِ عقل سے معزز وممتاز فرمایا کہ وہ اپنی دینی اور دنیوی ضرورتوں میں اس پاک جوہر سے کام لے۔

یہ وہ کسوٹی ہے جو کھوٹے کھرے میں تمیز بتاتی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتی ہے...... یہ وہ دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے...... یہ وہ آفتاب ہے جس کی روشنی دن رات یکساں رہتی ہے...... نہ وہ آفتاب ہے جو صبح کو مشرقی کناروں سے نمودار ہو کر شام کو مغربی گوشوں میں جا چھپے، اور اپنی تابش کے خریداروں کو چار پہر اِنتظار کرنے کے لیے شبِ دیجور کی بھیانک تیرگی میں چھوڑ دے۔

سفر میں، حضر میں، رفتار و گفتار میں، دشت و گلزار میں، روزِ روشن و شبِ تار میں، کوچہ و بازار میں، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، تکلیف و آرام میں، غرض ہر بات ہر کام میں انسان کو اس کی طرف اِحتیاج ہے۔ جو جتنا خوش نصیب ہے اُسی قدر اُس کا محتاج ہے۔

جب ہم اس چمکیلے جوہر یعنی عقل کی دُوربین نگاہوں کو اپنی ضرورتوں کے وسیع بازاروں میں آزادی کے ساتھ سیر کرنے کی اِجازت دے کر دیکھتے ہیں کہ یہ مبصر گراں بہا متاعوں، بیش قیمت چیزوں سے کس شے کی عزت کرتا اور کسے وقعت کی نظر سے دیکھتا ہے، تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر دین کو ہم نے دنیا کے سر صدقے نہیں کیا ہے اور دنیا طلبی کی بدنما زنگ سے ہمارے آئینے کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی خالی بچ رہا ہے تو اُس میں اُسی معشوق، دل رُبا، محبوب مہ لقا کی چمکتی اور دلکش تجلّیوں کا عکس پڑتا ہے جسے زمانہ (**مذہب**) کے مقدس لفظ سے یاد کرتا ہے۔

اور فی الحقیقت دنیا کی وسیع آبادی میں اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو یہی ایک چیز ہے جو تمام نعمتوں اور سب دولتوں سے زیادہ وقعت کرنے کے قابل ہو۔ جب ہم اپنی ہر ضرورت میں عقل

کی مدد کے حاجتمند ہیں اور اپنے ہر کام میں اُسے صرف کرتے ہیں تو ہم کو ضرورت ہے کہ ہم سب سے اہم کام، سب سے بڑی ضرورت یعنی مذہب میں بھی اُس سے اِمداد کے خواستگار ہوں کہ جب تک راہبر سے رسم و راہ نہ ہوگی منزل۔ جس کی تلاش میں ہم کورکورانہ چل کھڑے ہوئے ہیں۔ بہت دُور جا پڑے گی، بلکہ کبھی نہ ملے گی۔

لکیر کے فقیر جو باوجودِ عقل وعلم' مذہب میں غور وفکر نہیں کرتے اور مذہب گویا اُن کے مورِث کی پیدا کردہ جائداد ہے جسے وہ اُس کی زندگی میں برتا کیے، اور مرنے کے بعد ترکہ میں پائی، بالکل اُس راہگیر کے قدم بقدم ہیں جس نے راہنما کا دامن چھوڑ کرنا سمجھی سے منزل تک پہنچنا چاہا ہے۔

مذہب ہر شخص کا اُسی کے ساتھ ہے۔ کوئی کسی کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، نہ صندوق میں بند ہو کر کھڑا دفن ہوتا ہے، بھڑکتی آگ میں جلنے والے کے ساتھ کون جل گیا!، لہراتی ہوئی موجوں میں بہنے والے کے ہمراہ کون بہ گیا!!۔ 'اپنی کرنی اپنی بھرنی'۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا ضرور ہے جسے بہ تبدیل صورت قریب قریب سب مذہب والے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور خود مذہب کی مقدس ہستی اس مسئلے کو بہت سنجیدگی کے ساتھ صاف صاف بیان کر رہی ہے کہ دنیا کی ضرورتوں میں کوئی مسلمان، کوئی مسیحی، کوئی ہندو اپنے مذہب کی وجہ سے لائق اور ہوشیار نہیں مانا گیا۔

اگر انسان کو پیدا ہو کر زندگی کے بعد اَبدی موت سے ملاقی ہونا ہوتا تو پابندیِ مذہب ضرور ایک فضول چیز مانی جاتی۔ اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قوم میں مذہب کی بڑی پکار ہے۔ مدرسے مقرر ہوتے ہیں، کالج کھولے جاتے ہیں، ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں، محنت اُٹھائی جاتی، مشقت برداشت کی جاتی ہے کہ مذہب رواج پائے، مذہب ترقی پر آئے، مذہب کا فدائی، مذہب کا شیدائی، مذہب کو جس پیار سے دیکھتا ہے کسی چیز کو نہیں دیکھتا، تو ضرور ہے کہ مذہب سب سے زیادہ عمدہ چیز ہے، اور اُس کے پابند کو اُس کی خوبیوں سے دوسری زندگی میں کامیابی کے ساتھ بھرپور نفع اُٹھانے کا پورا یقین، جب تو آزادی کو چھوڑ کر پابندیِ کشاکش میں رہنا پسند کرتا ہے۔

مذہب کے عزیز رکھنے والے مذہب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے بلکہ مذہب پر جان قربان کر دینے کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ تاریخی دنیا میں ایسی ایسی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور اب بھی جن

کواُس کے رتبہ کی کچھ خبر ہے اور اُس کے ساتھ قدرے لگاؤ ہے وہ جان اسی طرح دے دیتے ہیں گویا اُن کی جان اسی دن کے واسطے تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کی جان پر بنتی ہے مال خرچ کر ڈالتا ہے، آبرو پر بات آتی ہے تو جان و مال اُس کے صدقے میں دے دیتا ہے؛ مگر جب پیارے مذہب پر وار ہوتا ہے تو جان و مال، عزت، آبرو سب کو سِپر بنا لیتا ہے۔ ان حالتوں پر خیال کرنے سے بھی دوسری زندگی کا بہت زور کے ساتھ یقین ہوتا ہے جب مذہب ایسی کارآمد اور ضروری چیز ہے، جس کی خوبیوں کا بڑا حصہ دوسری زندگی میں ہم کو نفع پہنچانے کے لیے اُٹھا رکھا گیا ہو تو ہم کو واجب ہے کہ اپنے مقدور بھر اُس میں غور کرنے کی کوشش کریں، اور جانچ پڑتال میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں کہ مذہبی بازار سے اُس طریقہ کی خریداری کریں جس میں ناموزوں پیچیدگیاں یا کھوٹے پن کی آمیزش نہ ہو۔

افسوس مٹی کے برتن کا خریدار اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھے، ٹھونک بجا کر لے اور ہم مذہب جیسی ضروری چیز کو بے سوچے سمجھے اِختیار کر بیٹھیں۔ اگر یہ پرلے درجے کی نادانی اور اِنتہا درجے کی حماقت نہیں تو کیا ہے؟۔

آج دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور سب کے اُصول میں باہمی اختلاف؛ مگر ہر مذہب والا اُسی کو حق اور دُرست سمجھے ہوئے ہے جس سے اُسے دلچسپی حاصل ہو ع :

کس نگوید کہ دوغِ من ترش ست [۱]

مگر خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عقل سلیم اسے ہرگز گوارا نہ کرے گی کہ زیادہ تو زیادہ ومختلف الاصول مذہب بھی حق ہوں؛ لہٰذا ضرور ہوا کہ ایک ہی مذہب حق ہو اور اُس کی مخالفت کرنے والے مذاہب باطل۔

اب طرفداری اور ہٹ دھرمی کے خیال سے بچ کر غصے اور عداوت کو بالائے طاق رکھ کر آزادانہ روِش سے اگر نظر کیجیے تو ایسا مذہب جس نے پاکیزگی کی گود میں نشو ونما حاصل کی ہو...... تہذیب کے دودھ سے پرورش پائی ہو...... جس نے نفسانی خواہشات، لہو ولعب خرافات سے باز رکھا ہو......

[۱] کسی کو اپنا جھوٹ تیکھا نہیں معلوم ہوتا (کوئی بھی اپنی دہی کھٹی نہیں بتاتا)۔

جس نے عبادت پر طہارت کو مقدم مانا ہو...... جس کے پیرو کا پہلا قدم پاکی کے دل کشا راستے میں پڑے...... جس کے متبع کا پچھلا قدم خدا کی یاد میں اُکھڑے؛ اِسلام ہی دکھائی دے گا۔

جس خوش نصیب کے دل میں اس کی دل چھین لینے والی اَدائیں گھر کر گئیں اُس سے پوچھنا چاہیے کہ تُو نے ایسا کیا مزہ پایا جو زن وفرزند، یار و دَیار چھوڑ بیٹھا، ایسا کیا لطف اُٹھایا کہ دفعۃً سب سے منہ موڑ بیٹھا، ایسے ایسے واقعات سے تاریخی دنیا کا ایک بڑا حصہ آباد ہے، اوراب بھی رات دن یہ دلچسپ معاملات نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اِس مذہب میں نہ خوبصورت پتلی کمر والی فانی عورتوں کا لالچ دیا جاتا ہے، نہ ناپاک شراب پیش کی جاتی ہے، نہ مشاہرہ مقرر ہوتا ہے؛ بلکہ یہاں تو پکار پکار کر کہہ دیتے ہیں کہ آزادی چھوڑ کر پابندی اِختیار کرنی ہو، دنیوی آسائش سے منہ موڑ کر تکلیف اُٹھانی ہو تو ہماری طرف قدم اُٹھانا۔ جھوٹے دوستوں کو دشمن، اجنبی یگانوں کو بیگانہ بنانا ہو تو ہماری جانب آنا۔

اگر اِبتدائے اِسلام کی حالتوں کا مشاہدہ کیا جائے گا تو میرے بیان کی تصدیق وتائید بہت اچھی طرح سے ہو جائے گی، اور ایک ایسا عبرتناک منظر نظر آئے گا جس کا دردناک نظارہ ہمدردی کی آنکھوں کو بے خون رُلائے نہ چھوڑے گا۔

کفار نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی مقدس گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کیا ہے، وہ انھیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے ہیں، پھندا یہاں تک سخت ہو گیا ہے کہ گردن میں زخم پڑ گیا ہے...... ایک کو لوہے کی زِرہ پہنا کر گرم دھوپ میں بٹھایا گیا ہے...... دوسرے کو گرم ریت پر لٹا کر جلتا جلتا پتھر سینہ پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت یاسر (رضی اللہ عنہ) مع اپنی زوجہ کے اسی وجہ سے شہید کیے جارہے ہیں کہ اسلام لے آئے...... جناب عمار (رضی اللہ عنہ) اسی سبب سے آگ میں ڈالے گئے ہیں کہ مسلمان ہو گئے...... نمازیوں پر نجاست پھنک رہی ہے...... راستہ چلتے گالیوں کی بوچھار اور پتھروں کی بھرمار ہے؛ غرض غربائے اِسلام ہیں اور یہ اندوہ ناک تکلیفیں اور ناقابل برداشت مصیبتیں۔

زدر اغیار واز دیوار سنگ یار می آید

بلائے دردمنداں اَز درو دیوار می آید[1]

اِنصاف پسند طبیعتیں اور حق جُو نگاہیں اگر ان حالات کو دیکھیں اور خیال کریں تو اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح اُنھیں نظر آجائے گی کہ اگر ان مقدس حضرات نے اسلام کا حق ہونا آنکھوں سے ملاحظہ نہ فرمالیا تو زن وفرزند سے منہ موڑنا، وطن جیسی محبوب چیز چھوڑنی، تکلیفیں جھیلنی، مصیبتیں بھرنی، عیش وآرام سے درگزرنا، سخت سخت بلائیں خوشی سے اختیار کرنا؛ یہاں تک کہ جانیں دے دینا کیونکر گوارا کیا!۔

اگر کسی دوسرے مذہب کی ابتدائی اشاعت میں ایسی جانگزا آفتیں، یہ حوصلہ فرسا زحمتیں (جو مشتے نمونہ بیان کی گئی ہیں) سدّ راہ ہوتیں اور اُس کے مقلدوں کے اِستقلالِ مذہبی کا لفافہ نہ کھل جاتا، اور ایسی پُر جوش روک ٹوک پر ایسی کامل ترقی پاتا تو سمجھتے کہ فدائیانِ بطلان ہم استقلالے دارند[۲]

ایسی نظیر اگر کوئی مذہب اپنے تاریخی قانون میں رکھتا ہو تو پیش کرے!۔

اِسلام کی اشاعت اور اُس پر جوشیلی مخالفت

اس مقدس دین کی بنیاد ملک عرب میں ڈالی گئی، جس کے باشندے بالعموم تین سوساٹھ (360) بتوں کی پرستش کرتے اور اس ناجائز عبادت کے ساتھ کامل دلچسپی رکھتے۔ اُن کی جنگ جُو طبیعتیں، وحشی عادتیں، فساد انگیز حالات، مفسدانہ خیالات، ذراسی بات پر کٹ مرنا، برسوں قتال کرنا، اور اپنی بات بالا رکھنا کس پر ظاہر نہیں!۔

ایسی حالتوں میں ملک بھر بلکہ تمام دنیا کے خیال کے خلاف یہ حق مذہب ظاہر فرمایا گیا اُن کے دینِ باطل کا اِبطال ڈنکے کی چوٹ کیا گیا۔ اُن کے خداؤں کی جماعت کو حقارت سے دیکھنا اور توہین کے کلمات سے یاد کرنا، زہریلی برّوں کے چھتے کو چھیڑ دینا تھا، اس مخالفت نے ملک میں آگ لگا کر طبائع میں پُر جوش اِشتعال پیدا کر دیا۔

---

[۱] رقیبوں کے بام و در سے مہربان دوست پتھروں کی بارش کر رہا ہے۔ درو دیوار سے دردمندوں کی بلائے بے درماں اُتری پڑتی ہے۔

[۲] باطل کے حمایتی بھی اپنے اندر استقلال وثابت قدمی رکھتے ہیں۔

ہر متنفس نے مسلمانوں کی اِیذا رسانی بلکہ قتل پر کمر باندھ لی۔ یہ جوشیلی مخالفت رات دن آناً فاناً ترقی پکڑتی گئی، اور یہ بے تمیزی کی کالی گھٹا شدت سے گرمایا کی؛ مگر اُس کی سعی بے سود اور اُس کی کوشش بے اَثر رہی، اور اسلامی پودا (جسے عداوت کی آندھیاں جڑ سے اُکھاڑنا چاہتی، اور عناد وحسد کے تبر ٹکڑے ٹکڑے کر کے خاک میں ملا دینے کی خواہش رکھتے تھے) دن دونا رات سوایا سرسبز وشاداب ہوتا رہا، اور اُس کی بڑھنے والی ڈالیاں، سایہ دار پتیاں حیرت زا ترقی کے ساتھ نمو پاتی رہیں؛ یہاں تک کہ آج کروڑوں مسلمان – **کثرھم اللّٰہ تعالیٰ** – اُس کے سایہ میں بیٹھے دنیا میں جنتی ہواؤں کے مزے لے رہے ہیں ایک کی وارد دو ہوتے ہیں اور دو چوں کے بھی بُرے کہلاتے ہیں۔

یہ کیا تھا کہ ایک ملک بلکہ ایک جہاں سے ایک کا ہاتھ نہ رُک سکا، لاکھوں کی کروڑوں تدبیروں سے ایک جان کا کچھ نہ بگڑا۔ اس کے سوا کچھ خیال میں نہیں آسکتا کہ جس ہاتھ سے حق جاری ہوتا ہے حق بر سر یاری ہوتا ہے جو جان' حق کی مدد کرتی ہے حق اُس کی مدد فرماتا ہے۔ اُس کے دشمن حق کے دشمن، اُس سے جھگڑنے والے حق سے لڑنے والے ہوتے ہیں، پھر خدا سے لڑائی ٹھانے کب بنے!۔

اِسلام کی بنیاد اگر کسی سلطنت کے ہاتھوں سے رکھی جاتی تو سمجھ میں آسکتا تھا کہ بزورِ حکومت اس مقصد میں کامیابی حاصل کی گئی، بر خلاف اس کے ایک ایسے گھر میں چراغ کو روشن کیا گیا ہے جس میں مہینہ مہینہ بھر آگ نہ جلتی۔ کئی کئی دن چند چھوہاروں پر گزرتی ......کبھی تین تین دن وہ بھی نہ ملتے......کپڑوں میں سترہ سترہ پیوند سلتے!۔

اب ذی رائے حضرات نگاہِ انصاف سے دیکھیں اور تحقیق طلب دل سے خیال کریں کہ ایک شخص جو نہ کسی سے ایک حرف پڑھے......نہ تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت پائے......نہ کوئی ظاہر میں اُس کا مربی ہو بلکہ بچپن ہی میں یتیم ہو جائے......نہ دنیا کی حکومت اُس کے ہاتھ آئے......جس قوم میں پیدا ہوا اُسی میں بڑھے......نگاہ کے سامنے رہے......فقر و فاقہ میں گزران کرے......کوئی اُس کا ساتھ نہ دے...... مذہب جیسے معاملہ میں دفعۃً ایسے زور کے ساتھ دعوی کرے کہ یہ قانون جو میرے برکت والے ہاتھوں میں ہے سچا قانون، اور خدا کا کلام ہے اور میں اُس کا نبی مرسل۔

فصحائے عرب جن کی فصاحت نے ملک میں اپنے سکے بٹھا رکھے ہوں، اور جنھوں نے فخریہ طور پر اپنے سات (7) قصیدے کعبے کے دروازے پر- جہاں زمانۂ جاہلیت میں بھی ملک ملک کے آدمیوں کا ہر سال مجمع ہوتا تھا- اس غرض سے آویزاں کیے ہوں کہ ہے کوئی جو اِن کا جواب لکھے۔ وہ اس مقدس قانون کے ایک جملے پر قبل قبول مذہب' عجز و ندامت کے ساتھ اپنے قصائد اُتار لیں۔

دولت مند جتھے والے (جو مخالف کے قتل کو بائیں ہاتھ کا کھیل جانیں، خودسری اور آزادی کی وجہ سے قصاص سے بے خوف رہیں) کمیٹیاں کر کے کوشش کریں کہ اس قانون کے رواج کا کامل اِنسداد ہو جائے اور اُس کا مقدس منشا نافذ نہ ہونے پائے۔ پھر ثروت والوں کی ہر تدبیر بے کار ہو، اور اُسی کے قانون کا رواج و اِعتبار ہو۔ اس مجموعی حالت پر بے تعصّبانہ غور کرنے سے کیا منصف طبیعتیں اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمّدا رسول اللّٰه نہ کہہ اُٹھیں گی۔

اِسلام کی کتاب

اسلام کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی ہے، اور قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا خود قرآن سے ثابت کہ فرماتا ہے :

فَاْتُوْا بِسُ ... نْ مِّثْلِہٖ ۝ (بقرہ: ۲/۲۳)

اس کی سی ایک سورت تو لے آو!۔

اہل عرب کہ اُس زمانہ میں فصاحت پہ مرتے تھے، انتہا کی کوشش کرتے تھے اس کلام کو سُن کر حیرت زا سکوت میں آ گئے۔ ہزاروں فصیح ایمان لے آئے کہ ممکن ہی نہیں کہ یہ کلام غیرِ خدا کا کلام ہو۔ پھر قرآنِ مجید اتنی بڑی کتاب ہونے پر مسلمانوں بلکہ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو اپنے سنِ شعور کو بھی نہیں پہنچتے ہیں، نہ عربی اُن کی مادری زبان ہے، اس شان سے یاد ہو جاتا ہے کہ حرکت، سکون، اَوقاف، جائز، مطلق آیت، آدابِ قراءت وغیرہ وغیرہ بے مطلب سمجھے اُن کی زبان کی نوک پر ہوتے ہیں، اگر یہ کلام کلامِ الٰہی نہ ہوتا تو ان ناسمجھ بچوں کے ننھے ننھے دلوں اور کچے کچے کمزور حافظوں میں اتنی قدرت کہاں کہ اتنی بڑی کتاب اس طرح حفظ کر لیں!۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بچے کہانیاں بہت جی لگا کر سنتے ہیں، اور ایک ایک کہانی کئی کئی بار اُن کے کان تک پہنچتی ہے؛ مگر اُن میں یہ طاقت نہیں کہ وہ چھوٹی سی کہانی باوجود اپنی زبان ہونے اور دلچسپی کے اُسی طرح دوہرا سکیں۔ مخالفین کے یہاں ایسی ایک نظیر بھی دنیا بھر میں تلاش کیے نہ ملے گی، اور ہمارے یہاں ہر شہر میں سینکڑوں حافظ موجود ہیں۔

اِسلام کی عبادت

ہر مذہب میں عبادت کو ایک اعلیٰ رکن خیال کیا جاتا ہے۔ اب مسلمانوں کی عبادت کا دلکش سماں اِنصاف کی آنکھوں سے ملاحظہ ہو تو پاکیزگی اور سنجیدگی کا عالم نگاہ کے سامنے ہو جائے گا۔ اُس کا پہلا رکن پاکی یعنی وضو ہے۔ اُس کی اِبتدا 'اللّٰہ اکبر' یعنی اللہ کی بڑائی سے ہے۔ اور اِنتہا 'السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ' یعنی سلامتی اور خدا کی رحمت پر۔

ہم اِس مذہبِ مہذب کا شکریہ کسی طرح اَدا نہیں کر سکتے جس نے ہم کو آٹھویں دن گرجا میں سیٹیاں بجانے، تالیاں پھٹکارنے، غیر عورتوں کے ساتھ گانے اور غل مچانے سے روکا اور شوالے میں گھنٹے بجانے، ناقوس پھونکنے، پہاڑوں کے بچوں، انسانی صنعتوں یعنی بتوں کو خدا سمجھنے اور بھوگ لگانے سے منع کیا۔

ہمارے مذہب نے ہم کو ایک خدا کے سامنے سر جھکانے کی ہدایت فرمائی۔ جس مذہب میں عابدوں سے زیادہ معبود ہوں، یا جس میں تین زاویوں والے مثلث کی پرستش ہو، جس کا ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و نا تمام چھوڑ جائے (۱)، اُن کی جو حالت ہے اِنصاف پسند اور حق جُو طبیعت پر بخوبی روشن ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر سید عبداللہ طارق اپنے مقالہ ''دین حسن کا ایک جائزہ'' میں اس پیرا کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عیسائیوں کی عظیم اکثریت تین خداؤں کی قائل ہے یہ تین، عیسائی عقیدے کے مطابق اس طرح ہیں (نعوذ باللہ) باپ یعنی خدا، بیٹا یعنی عیسیٰ مسیح (علیہ الصلوۃ والسلام) اور رُوح القدس۔...... مزید تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ انتہائی ذو معنی اور مشرکانہ عقیدہ پر سہ طرفہ چوٹ ہے اول تو یہ کہ ''روح القدس'' کیا ہے اور کون ہے، اسے عیسائی پادری آج تک واضح نہیں کر سکے۔ ان کی خدائی تثلیث کا یہ وہ زاویہ ہے جو خود ان کے لیے

اِسلام کی تہذیب

پادری اور برہمن جو اپنے اپنے مذہب کے پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں، باوجود مالدار ہونے کے مذہبی طور پر بالعموم شدت سے طامع اور لالچی ہوتے ہیں کہ ان کے مقلدوں کی آمدنی کا ایک معقول حصہ اُن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ جیتے جی تو جیتے جی، مرنے پر بھی غریبوں کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ نوچا ناچی چلی جاتی ہے۔ ہر خوشی ہر غمی میں بے اُن کے شریک کیے کام نہیں چلتا؛ گویا مذہبی پیشوائی مالِ مفت ڈکارنے کی مشین، اور یہ ممتاز عہدہ بالجبر بھیک حاصل کرنے کا ایک پاس ہے، کہ 'جیو یا مرو، یاروں کا ٹکا ادھر دھرو'۔

اِسلام اپنے علما کو باوصف اِفلاس' طامع ہونے سے منع کرتا ہے۔ نہ اُن کے مقلد مذہبی طریقہ سے مجبور کیے گئے ہیں کہ بے اُن کی شرکت کے یا بغیر کچھ نذر پکڑے کوئی کام انجام نہ پائے؛ بلکہ اسلام نے طمع اور لالچ کے دروازے بہت زور سے بند کر دیے ہیں۔ اور حبِ دنیا کو ذلت کے ساتھ پس پشت ڈال دیا ہے، اور فرما دیا ہے کہ 'دنیا مومن کے حق میں جیل خانہ ہے، ملعونہ ہے، مُردار ہے، اس کے آرزومند اس کے طلبگار مُردار خوار کتے ہیں۔

......بقیہ: معمہ بنا ہوا ہے اور اس لیے الفاظ کی حد تک روح القدس کا نام آتا ہے؛ لیکن عموماً عیسائیوں کی پرستش (نعوذ باللہ) باپ اور بیٹے تک محدود ہے۔ دوم یہ کہ عیسائی عقیدے کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا کے اکلوتے بیٹے مسیح کو سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

''ایک زاویے کا مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جانا'' میں اسی عقیدہ پر مولانا نے لطیف طنز کیا ہے۔

سوم یہ کہ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ ''یہ تینوں خدا تین ہو کر ایک ہیں اور ایک ہو کر تین'' اس ناقابل فہم عقیدے کو سمجھانے کے لیے جو طرح طرح کے ناکام جتن وہ کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جیسے ایک مثلث کی تین لکیریں اور تین زاویے ہوتے ہوئے بھی مثلث ایک رہتا ہے ایسے ہی تین خدا ہوتے ہوئے بھی ایک ہی خدا رہتا ہے''

مولانا کا اشارہ اس طرف ہے کہ چاہے عملاً روح القدس کے بے کار رہنے سے یا بیٹے کے سُولی چڑھ جانے سے ہر دو شکلوں میں ایک لکیر یا ایک زاویہ خارج ہو گیا اور اس طرح مثلث والی توجیہ باطل ہوئی۔ (ماہنامہ سنی دنیا، حسن رضا نمبر: ۴۲-۴۱)

یہاں سے ہر عقل مند خیال کرسکتا ہے کہ جو مذہب اپنے مقلدوں کے پیشواؤں کو لالچی اور طماع بننے کی ہدایت کرے، اور اُن کی آنکھوں پر لالچ کی سنگین پٹی باندھ کر بٹھا دے (جس کے سبب سے وہ راہ دکھانا تو بڑی چیز ہے، بے دوسرے کے سہارے ہدایت کی راہ میں خود دو قدم چلنے کے قابل نہ رہے اور ع: 'بدوزد طمع دیدہ ہوشمند' کے مصداق بن بیٹھے) حق ہونے کی قابلیت رکھتا ہے، یا جس مذہب میں ایسے شیوے، یہ وتیرے ذلت کی نظر سے دیکھے جائیں، قابل نفرین وملامت ٹھہریں، وہ سچائی کی جان اور راستی کی کان ہوسکتا ہے!۔

ہمارے مہذبِ مذہب نے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی سے بھی باز رکھا۔ نہ مسلمان کھڑے ہوکر دھار لگائیں، نہ مذہبی کتاب کے اَوراق سے چوتڑ پونچھیں، نہ عورتوں کو کھلی سواریوں میں بٹھا کر باغوں کی سیر کریں، اور نہ ان کی عورتیں بھری محفل میں غیر مردوں سے نتھی ہوکر ناچیں، نہ عمدہ پوشاکوں، بیش قیمت زیوروں سے آراستہ ہوکر اپنی خوشی کی تقریب میں بے پردہ گاتی بجاتی، آزادانہ طور پر نکل کر راستہ گیروں کو سڑی سڑی گالیاں سُنائیں۔

(یہ سب) دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ مذہبی احکام ہیں جو عبادت سمجھ کر بے مزاحمت ِاحدے ومداخلتِ دیگرے بے دھڑک اَدا کیے جاتے ہیں، یا مذہب تو روکتا ہے مگر مذہبی پیشوا سونٹھ کی ناس لیے بیٹھے ہیں۔ اگر مذہب نے اجازت دی ہے تو ایسے مہذب اور حیادار مذہب کا کیا کہنا!، اور اگر مذہبی پیشواؤں نے نظارہ بازی کی طمع یا اس سے بھی بڑھ کر کسی دوسرے شرمناک لالچ سے سکوت اِختیار کرلیا ہے تو ہم اسی قدر کہنا کافی سمجھیں گے کہ مذہبی اَحکام کی اشاعت مذہبی پیشواؤں سے متعلق ہوتی ہے، جب اُن کا یہ حال ہے تو ہدایت کہاں کی!، پیرو بیچارے مارے پڑے۔ پیر خود درماندہ' شفاعت کس کی کریں!!۔

اِسلام کی حقانیت پر ایک روشن ومضبوط دلیل

قرآن مجید وفرقانِ حمید میں ہمارا خدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے:

وَ َعُ اۡ لَکَ َنَذِ ۡوَ فِ کُہ (الشرح:۹۴/۴)

ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کیا۔

اب دیکھنے والے ٹوپیاں تھام کر رفعتِ ذکر کے علو جاہ کو دیکھیں تمام ملأ اعلیٰ میں انھیں کا ذکر ہے، عالم بالا میں اُنھیں کی فکر ہے، حوروں کی انجمن میں اُنھیں کی یاد ہے، ملائکہ کی محفل اسی یاد سے آباد ہے، معظم اَماکن، مقدس مقامات میں ان کے اوصاف کی دُھوم ہے، کل کائنات سب مخلوقات کواُن کی وجاہت معلوم ہے۔

یہ امر کچھ بھی تعجب خیز نہیں کہ مسلمان اُن کے ثنا خواں ہیں۔ یہ بات ذرا بھی حیرت انگیز نہیں کہ ملائکہ اُن کی صفت میں تر زبان ہیں۔ سدرہ کے شاخوں پر بسنے والے اُن کی تعریف کیا ہی چاہیں، طوبیٰ کی ڈالیوں پر بیٹھنے والے اُن کا دم بھرا ہی چاہیں، گلشن والے اگر اُن کی یاد میں چہچہائے، یا جنگل والوں نے اُن کے گیت گائے تو اس کا کچھ بھی اچنبھا نہیں کہ یہ مقدس ذکر اُن کی جاں ہے، اور یہ مبارک فکر اُن کی روحِ رواں۔

تعجب کا مقام اور حیرت کی جگہ تو یہ ہے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے زبردست اَثر نے یہاں تک ترقی کی کہ مخالفین سے بھیَ ان کہی (ا) کہلوا چھوڑی اور جھوٹ بولنے والی زبانوں اور بد اندیش دلوں سے اپنی مدح کے بول بلوا لیے!۔

(ا) ڈاکٹر سید عبداللہ طارق لکھتے ہیں: ہندوؤں میں بہت سے ایسے راز سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں جن کو مسلمانوں سے حتی الامکان پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ''ان کہی'' ان رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ہندوؤں میں جاں کنی کے وقت نزع کی تکلیف سے بچانے کے لیے اسے پلنگ سے اٹھا کر زمین پر لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے کان میں ''ان کہی'' کی سرگوشی کی جاتی تھی، ''ان کہی'' کے الفاظ یوں ہیں :

لا الہ ہرنی پاپم الا اللہ پرم پدم
جنم بیکنٹھ پراب ہوتی توجپے نام محمدم

مفہوم اس کا یہ ہے کہ لا الہ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں الا اللہ کہنے سے پرم پد (مقام امامت) حاصل ہوتا ہے، اگر بہشت کی زندگی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا نام جپا کرو۔

ان الفاظ کی برکت سے جان کنی کے مریض کی روح آسانی سے جسم سے جدا ہو جاتی تھی۔ یہ طریقہ اب بھی کہیں کہیں رائج ہے۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی۔ حسن رضا نمبر:۴۳)

اے میرے سچے خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اے سچے رسول کے ظاہر کیے ہوئے سچے اِسلام!

ع: بول بالا رہے عالم میں ہمیشہ تیرا

قاعدے کی بات ہے کہ زمانے میں ہر درجہ کا آدمی مذہب تو مذہب اپنی ہر چیز کو اچھا سمجھتا ہے اور اُس کی تعریف کرتا ہے مگر حقیقت میں چیز وہ اچھی ہے جسے دشمن بھی اچھا کہیں

ع: والفضل ما شهدت به الاعداء [۱]

میں بڑے دھوم دھامی دعوے سے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ دنیا بھر کے مذہبوں میں یہ دولت صرف میرے پیارے مذہب اِسلام ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔اس کی آفتاب سے زیادہ روشن حقانیت نے دوسرے مذاہب کی طرح 'اپنے منہ میاں مٹھو بننا' پسند نہ کرکے اپنے بد گویوں سے اپنی مدح وثنا کہلوالی، پھر وہ بھی کھلے کھلے اَلفاظ میں ایسی تفصیل کے ساتھ کہ باید و شاید!۔

اِسلام کی تعریفیں اُس کی عبادات، اُس کے معاملات، اُس کے پیشواؤں، اُس کے پیروؤں وغیرہ وغیرہ کی مدح سرائیاں؛ غرض اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آتی، اور حقانیت اسلام کی زبردست شوکت اپنی دلکش تجلیاں دکھاتی ہے۔

میں اپنے باوقعت اور بالکل سچے دعوے کے واسطے 'مشتے نمونہ ازخروارے' چند گواہ پیش کرتا ہوں۔اگر اس قسم کے شواہد جمع کرنے میں تھوڑی سی کوشش کی جائے تو یقیناً ایک دفتر تیار ہو جائے۔ **وباللّٰه التوفيق وهو خير رفيق .**

[۱] اصل فضیلت وہ ہوتی ہے جو دشمن سے بھی خود کو منوالے۔

اِنتخاب لکچر پادری ایزک ٹیلر (۱)–مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور–

(ص ۱۷) جو شخص مذہب اِسلام قبول کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اسی مذہب کا ہو رہتا ہے، اور اُس کی گرفت بڑی مستحکم ہوتی ہے، عیسائی مذہب کی گرفت ایسی مستحکم نہیں ہے۔(۲)
......(چند سطر بعد)......عیسائی مذہب کا نمبر حد سے چڑھا اور بہت ہی بڑھا ہوا ہے؛ لیکن اسلام نے دنیا کے مہذب بنانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کام کیا ہے۔

مولف: اس کے بعد پادری صاحب اسلام کی وجہ سے جو اوصاف مسلمان ہو جانے والوں میں پیدا ہو جاتے ہیں بیان کرتے ہیں اُن میں سے دو وصف نقل کیے جاتے ہیں جو نہایت قابل لحاظ اور ایک سچے انصاف کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہیں۔

(ص ۱۸) بے حجابی کے ساتھ ناچنے کودنے اور علانیہ زن و مرد کے ہم صحبت ہونے کی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ عورات کی عفت کا ایک وصف خاص کے طور پر خیال کرتے ہیں......(چند سطر بعد)......ہم نے لکھوکھا (یعنی لاکھوں) اور کروڑہا روپیہ اور بے شمار جانیں افریقہ میں تلف کرا دیں، اور اُس کے معاوضہ میں بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جن کو ہم پیش کر سکیں تو عیسائیوں کا شمار ہزاروں میں کیا جا سکتا ہے اور نو مسلموں کا حساب لاکھوں کے ذریعہ سے لگ سکے گا۔ یہ بڑے بے ڈھب واقعات ہیں جن کا جواب دینا مشکل ہے اور اُن سے تجاہل کرنا سخت جہالت ہے۔

(ص ۱۹) اِسلام میں عملی طور پر اُخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔

---

(۱) **Isaac Taylor[1829-1901]**
ایزک ٹیلر کے اس لیکچر کا کچھ حصہ انگریزی رسالہ "**Victorian Studies**" کے **Autumn 1989** میں بھی شائع ہوا۔ آن لائن انسائیکلوپیڈیا "وکی پیڈیا" کے مطابق ایزک ٹیلر نے یہ لکچر ۱۸۸۷ء میں دیا۔

(۲) حاشیہ ص 39......[۱] وہی بات ہے جو ہرقل عالم بادشاہ نصاریٰ نے حضرت ابوسفیان سے کہ اُس وقت تک مشرف با اسلام نہ ہوئے تھے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حالات دریافت کر کے کہی تھی کہ تم کہتے ہو کوئی اُن کے دین میں جا کر نہیں پھرتا۔ ایمان کا یہی حال ہے جب وہ دل میں گھر کر لیتا ہے۔ ۱۲ مولف

(ص۲۱) پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا پرہیزگاری خیرات، راستی، باہمی اُخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام اک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لیے بہتر ہو۔ اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری ان تینوں برائیوں کو۔ جنھوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل وخوار کر رکھا ہے۔ یک قلم موقوف کر دیا۔

انتخاب لکچر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائیٹنر ۔مطبوعہ رحمانی پریس لاہور۔

(Dr. G.W.Leitner 1840-1899)

(یہ لیکچر انگلش مین اَخبار مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۹ء میں چھپا)

صفحہ نمبر۳، میں عیسوی موسوی مذاہب کا ذکر کر کے لکھا :

یہ دونوں مذہب دین اسلام کے زینے[۱] ہیں اور جس مذہب کی تعلیم حضرت نے کی وہ اُس کی بلندی کی کامل انتہا ہے۔ ہم بھی اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احکام الٰہی کی پوری تعمیل کریں۔ خدا کو اپنے روزانہ کاروبار میں ہر وقت حاضر وناظر سمجھیں؛ تاکہ ہم کو امن حاصل رہے جو فہم و اِدراک سے مبرا ہے، اور قضاے الٰہی کے تابع رہیں؛ لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ بڑھتے بڑھتے اُن کی مذہبی عمارت کا وہ پتھر بن گیا۔[۲] جو ٹھوکر کھانے والے کونے پر نکلا رہتا ہے۔

---

[۱] یعنی جو قدیم سے ان مذہبوں پر ہو جب نظر انصاف سے غور کرے کہ موسوی وعیسوی دین کی اصلی سچائی (جو بعد کی آمیزشوں سے پاک ومنزہ ہے) کیا چاہتی ہے، تو صاف صاف جان لے کہ جو وہاں تمنا وخواہش ہے، اسلام میں حاصل ہے۔ اسلام ہی سچا دین کامل ہے، لاجرم اسے قبول کرے اور اگر کوئی دہریہ' دہریت یا مشرک' شرک کی برائی سے بیزار ہو کر کسی ذریعہ سے یہودی یا نصرانی بنے اور ابھی تلاشِ حق اُسے باقی ہو تو انھیں زینوں سے اسلام تک رسائی ہو جیسا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے واقع ہوا۔

[۲] یہ پتھر ایک معمولی ہوتا ہے کہ بہت افراط اور ارزانی سے پایا جائے اسی طرح مسلمانوں میں یہ عقیدہ ہے جس کی تمنا اور مذہب کے عقلا کرتے ہیں اور نہیں ملتا۔ ۱۲ مؤلف

......(چند سطر بعد)......اپنے عیسوی اور موسوی مذاہب کی پوری واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنے مذہب کی بنیاد صرف دوسرے مذہبوں کی نقل کرنے، یا اُن کے عمدہ مسائل چن لینے ہی پر نہیں قائم کی؛ بلکہ اگر خداوند کریم کے پاس سے اِلہام آنا برحق ہے تو آپ کا مذہب الہامی بھی ضرور تھا۔ میں نہایت اَدب سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر نفس کشی، کاروبار میں راست بازی، اپنی تبلیغ پر پکا بھروسا، زمانے کی قباحتوں میں حیرت انگیز عبور، اُن کے دفع کرنے کے واسطے اچھے ذریعے حاصل کرنا اور اُن کا عمدہ طور پر کام میں لانا الہام کے ظاہر آثار ہوں تو حضرت محمد (ﷺ) کا مشن بے شک الہامی تھا۔

(ص۴) آپ کے اس خیال نے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب کی برکتیں میری ہی قوم تک محدود نہ رہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائیں، کروڑوں بنی نوعِ انسان کو مہذب اور شائستہ بنا دیا۔ اگر آپ ہمدردی کو دخل نہ دیتے تو یہ سب لوگ وحشی کے وحشی رہ جاتے، اور اُن میں وہ اخوت قائم نہ ہوتی جو اسلام نے فطری اور عملی طور پر کر کے دکھا دی۔

(ص۵) ظاہراً مسلمانوں کی مقدس کتابوں میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندیوں کے واسطے ضروری ہدایات موجود ہیں، چونکہ وضوٗ نماز سے قبل کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس مسئلۂ صفائی پر -کہ صفائی خداشناسی کا آسان ذریعہ ہے- مسلمان عملی طور پر پابند ہیں۔

(ص٦) زکوٰۃ دینے والے کو اس غرض سے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہو جائے، یہ ثبوت دینا ضروری ہے کہ وہ رقم اُس کے قبضے میں بطریق جائز آئی ہے۔

(ص۷) شراب، خنزیر، غیر ذبیحہ گوشت کی ممانعت اور اُن اشیا کے جدا کر دینے کے احکام جن کا رہ جانا باعث نقصان ہے مسلمانوں پر تکلیف دہی کی غرض سے نافذ نہیں کیے گئے ہیں بلکہ جسمانی وروحانی فائدہ رسانی کے لیے جاری ہوئے ہیں۔

(ص۸) جماعت اسلامی کا خاموش سکوت اور قاعدے سے نماز کے مختلف ارکان ادا کرنا دلوں کو عبادتِ الٰہی کا جوسماں دکھاتا ہے اُس سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ انگریز لکیر کے فقیر بننے پر معترض ہوتے ہیں؛ لیکن اکثر منشاے اصول چھوڑ کر وہ خود رسم ورواج کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ فی الحقیقت انگریزوں کی چھان بنان صدہا خرابیوں کی جڑ ہے۔

......(اوراسی صفحے پر)......ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قوانینؔ ہدایت عامہ کے واسطے موضوع ہوئے

ہیں اور اُن کی عبارت ہم پر حاوی نہیں ہے بلکہ ہم اُس پر حاوی ہیں؛ کیونکہ جو معنی چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں، جو بمقابلہ اصل عبارت کے زیادہ تر قابلِ لحاظ ہوتے ہیں۔ ہماری برائے نام خیرات، ہمارا مغلق مذہب اور ہمارے مکلّف قواعد، مشرقی جیتے جاگتے شاعرانہ اور خیالی اعتقادات سے- جن کو ہم نے اختیار کرلیا ہے- بالکل برعکس ہیں۔ اگر محمدی اُصول پر مغربی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی جائے تو یورپ سے سوشیانسٹ [۱] اور نہلسٹ [۲] فرقوں کا نام مفقود ہو جائے؛ کیونکہ بخلاف ہماری تہذیب کے اسلام نے قناعت کے برعکس تعلیم نہیں دی۔

(ص۹) ہندو اور عیسائیوں کی شادیوں کا طریقہ اصطباغی ہونے کی وجہ سے نکاح کا تقدس اس قدر معلوم نہیں ہوتا جتنا کہ مسلمانوں کے یہاں معلوم ہوتا ہے۔

(ص۱۰) مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ بھی پس وپیش نہیں ہے کہ اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مواشی (مویشی) پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

(ص۱۱) خوش قسمتی سے ہم کوئی قصہ کہانی نہیں لکھتے ہیں، بلکہ تاریخ کی رُو سے ایسے شخص کے حالات قلم بند کر رہے ہیں جس کا ہر قول فعل حدیث (مجموعہ روایات) میں موجود ہے، جو قرآن (مجید) کے بعد مسلمان کا ہدایت نامہ ہے۔ ان احادیث کی صحت کی کامل تحقیقات کی جاتی ہے، اور اگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث آپ کے کسی خاص صحابی کی زبانی سُنی تو وہ مجموعہ احادیث سے خارج کر دی جاتی ہے اور پھر یہ بحث ہوتی ہے کہ محدثین نے اس کو کہاں سے پایا، ہمارے خداوند یسوع مسیح کے قول وفعل کی تحقیقات کے واسطے اس طرح کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے۔

(ص۱۴) اِسلامی ملکوں میں نہ تو ٹیورن، قمار خانے اور کسبیوں کے چکلے ہوتے ہیں اور نہ وہاں طوائفوں کے ایکٹ جاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اُن کے روزمرہ کی گفتگو اکثر یورپین سے زیادہ مہذب ہوتی ہے۔

---

[۱] یہ فرقہ' یہ اُصول رکھتا ہے کہ ہر شخص کے پاس جائداد بحصہ ءمساوی ہونی چاہیے۔ حاکمی محکومی فضول چیزیں ہیں۔

[۲] اس فرقہ کا منشاے اصول بھی فرقۂ بالا کے قریب قریب ہے۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں پابندی کسی کی نہ رہے کوئی بادشاہ ہو نہ کوئی حاکم۔

اِنتخاب منقولات کتاب 'رِوائزڈ فیتھ آف اِسلام'

(Revised Faith of Islam)

-مصنفہ: ڈبلیو ایچ مسٹر عبداللہ کوئیلیم، مطبع اِسلام، آگرہ-

(W.H.Abdullah Quilliam 1856-1932)

دیوڈار کوھارٹ : مذہب اِسلام میں نہ تو نئے نئے قواعد اِختراع ہوتے ہیں اور نہ اُس میں نیا اِلہام ہوتا، ہے اور نہ کوئی نیا حکم ہوتا ہے، اور نہ کوئی امامت ہوتی ہے، اُس میں ایک مجموعہ قوانین واسطے ابنائے جنس اور ریاست کے ہے، جس کا عمل درآمد بہ پابندی مذہب ہوتا ہے۔

(ص ۱۵، ۱۶) **جوزف تامسن**، سیاح افریقہ از اخبار ایدانبرا : مجھے بمقابلہ آپ کے اور نامہ نگاروں کے مشرقی وسطی افریقہ کا زیادہ تجربہ ہے۔ میں دلیرانہ بیان کرتا ہوں کہ اس حصے میں بردہ فروشی اس وجہ سے مروّج ہے کہ وہاں دین اسلام کی تلقین نہیں کی گئی، اگر دین اسلام وہاں ہوتا تو یہ رسم بھی وہاں مسدود ہو جاتی۔

(ص ۴۳) **جون ڈیون پورٹ** کا قول کتاب 'محمد اینڈ قرآن' سے : تواریخ صحیح کے دیکھنے سے آنحضرت (ﷺ) کی وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ بمقابلہ جن کے مریسی پریڈو فریڈرک شلیگل وغیرہ کی متعصّبانہ تحریر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(ص ۴۶) **ٹامس کار لائل** : جب تم ایک دفعہ اچھی طرح سے قرآن کو پڑھ لوگے تو اصلی صورت اُس کی خود بخود تم کو نظر آنے لگے گی، اور یہ خوبی اُس میں ایسی ہے کہ عالمانہ تصانیف میں نہیں آسکتی۔ جو کتاب دل سے نکلی ہوگی وہی دلوں میں سرایت کرے گی۔ اُس کے آگے مصنّفین کے تمام صنائع بدائع ہیچ ہیں۔ اصلی خوبی قرآن کی اُس کا جُوں کا تُوں ہونا ہے جیسی (۱) یہ کتاب

---

[۱] کیسا کھلا اقرار ہے کہ توریت وانجیل وزبور بدل گئیں جیسی اُتری تھیں اُن کا نشان باقی نہیں۔ منصف کے لیے ایک یہی نکتہ قرآن کی حقانیت کے لیے کافی ہے۔ قرآن عظیم میں اگلی کتابوں کی نسبت فرمایا: بمَ ُحُا اُوُاُفِظُ ت تِبِ اللّٰہِ. (سورۂ مائدہ: ۵، ۴۴) اُن کی حفاظت اُن کے عالموں کے ذمہ رکھی گئی تھی۔ اُن سے نہ ہو سکی بلکہ خود اُنھیں نے اللہ کے کلام بدل دیے۔ جز کے جز لکھے اور مقدس کتابوں میں ملا دیے کہ یہ اللہ کے پاس سے ہیں، وَ ہ ہَ دِ اللّٰہِ وہ ہرگز خدا کے پاس سے نہیں......

بقیہ حاشیہ...... فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (سورۃ البقرۃ:۲/۷۹) خرابی ہے اُن کے لیے اُن کے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے اُن کے لیے اُن کی کمائی سے۔ بخلاف قرآن عظیم کہ اُس کی حفاظت اللہ عزوجل نے کسی کو سپرد نہ کی خود اس کی نگہبانی کا وعدہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:۱۵/۹) بے شک ہم نے اُتارا قرآن، اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

دیکھو کیسا آفتاب سے زیادہ روشن سچا وعدہ ہے، تیرہ سو برس سے زیادہ گزرے آج تک وہ ویسا ہی ہے، گویا ابھی اُترا ہے، اور اگر تیرہ کروڑ برس گزریں تو ایسا ہی رہے گا۔ اگر تمام جہان اکٹھا ہو کر اُس کا نقطہ بدلنا چاہے، ہرگز قدرت نہ پائے۔ دنیا عالم اَسباب ہے، قدرت ازلی یہاں ہر بات کے لیے ایک سبب پیدا فرماتی ہے۔ حفظ الٰہی نے دربارہ قرآن ان ظاہری پیرایوں میں جلوہ فرمایا کہ قرآن کا یاد کرنا آسان کیا جیسا کہ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورۃ قمر:۵۴/۱۷)

بے شک ہم نے آسان فرمادیا ہے یہ قرآن یاد کرنے کے لیے، سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

پھر اُس کے حفظ کی طرف متوجہ کیا، کوئی بتا سکتا ہے کہ کتنے کروڑ بندے خدا کے حافظ قرآن مجید ہوئے اور ہمیشہ ہوتے جاتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ ہر گلی کوچہ میں اس کی تلاوت، اس کے دور، اور اس کے حفظ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ جس شہر قصبہ گاؤں میں چاہو، جوان بوڑھے بچے اُس کے حافظ پاؤ۔ اگلی کتابوں کا ایک بھی کوئی حافظ نہ ہوسکا؛ یہاں تک کہ اُس کا حفظ ہونا انبیا کا معجزہ گنا جاتا۔

یہ ظاہر باہر نشانیاں ہیں جنھیں ماننے پر منصف مخالف مجبور ہیں؛ مگر عجب ہے آج کل کے بعض نئی روشنی والوں سے کہ بائبل کو بھی جوں کا توں مان رہے ہیں، اُس مجموعہ کو کلام خدا کہتے ہیں حالانکہ اُس میں پولس کے خط، بطریق کے مکتوب، یوحنا کے نامے، یہوداہ وغیرہ کی چٹھیاں بھری پڑی ہیں۔ پھر مسیح کا معاذ اللہ لعنتی ہونا (پولس کا خط گلتون کو باب ۳ ورس ۱۱ تا ۱۳) شریعت کا ایمان سے کچھ نسبت نہ رکھنا، شریعت سے راست بازی نہ ملنا، خداوند کا پچھتانا اور تھکنا (برسیانی کی کتاب باب ۱۵ ورس ۶) خدا کی دو جوروں کا زنا کرنا اور اُن کا نہایت شرمناک بیان (خرقی ایل کی کتاب باب ۲۳) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اوریا کی جورو سے زنا کرنا (سموایل کی کتاب باب ۱۱) لوط علیہ السلام کا معاذ اللہ اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کر کے حاملہ کرنا (پیدائش کی کتاب باب ۱۹ ورس (۳۱ تا آخر) خدا کا روٹی اور گوشت کھانا (ایضاً باب ۱۸ تا ورس ۸) مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کا معاذ اللہ اولاد زنا کی نسل سے ہونا (متی کی انجیل باب پہلا مع پیدائش کی کتاب باب ۳۸ ورس ۱۳ تا آخر باب) وغیرہ وغیرہ وہ شرمناک فواحش بھرے ہیں جنھیں سُن کر کوئی عاقل کلامِ الٰہی نہیں کہہ سکتا۔ ۱۲ مؤلف

صاحبِ کتاب کے منہ سے نکلی تھی، وہی ہے۔قرآن کے تمام مطالب بلاتصنع ہیں۔اس کو میں کتاب کی خوبی جانتا ہوں اور صرف یہی خوبی کتاب کے لیے کافی ہے، اور اسی ایک خوبی سے سب قسم کی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

(ص ۴۷) **سر ولیم میور** : اس احکم الحاکمین یعنی ذات باری کے وجود ثابت کرنے کے لیے اور انسان کو مطیع اور شکرگزار بنانے کو اس کی بادشاہت کا دعویٰ قائم کرنے کی غرض سے قرآن میں دلائل بھرے پڑے ہیں،

جن کو اس کی شان رزّاقی اور قدرت سے مستخرج کیا ہے، آنے والی دنیا میں برائی اور بھلائی کا عوض ملے گا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت اور مخلوق کی خوشی اور فرض یہی ہے کہ خالق کی اطاعت اور پرستش کرے اور اس قسم کے اور مضامین قرآن میں خوبصورتی اور زور شور سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان میں حقیقی [۱] شاعری بکثرت ہے، اسی طرح سے روز حشر کا عقل کے موافق ہونا بہت سے قوی خیالات کے ذریعہ سے سکھایا گیا ہے، اور خاص کر کے اُس تشبیہ کے ساتھ جنوبی ممالک میں محض دل پر نقش ہو جاتی ہے یعنی کہا گیا ہے کہ دیکھو ہم نے اس زمین کو جو مدت سے خشک اور مُردہ تھی یکایک آسمان سے دھواں دھار مینہ برسا کر کس طرح زندہ کر دیا ہے، پھر ہم کو آدمی کا مار کر جلانا کیا مشکل ہے!۔

(ص ۴۷) **واشنگٹن اردنگ** : قرآن کے اصول خالص، اعلیٰ اور مہربانی سے پُر ہیں۔

(ص ۴۷) **مُورخ گبن** : بحر اطلانطک سے دریائے گنگا تک قرآن قانون کی اصل مانا گیا ہے، صرف مذہب کا ہی نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی اُسی سے فیصل ہوتے ہیں ، اور انسان کے افعال اور مال کے معاملات خدا کی غیر مبدل منظوری سے انتظام پاتے ہیں۔

(ص ۴۸) **ایند منڈ برک** : مسلمانی قانون نے بادشاہ سے لگا کر فقیر تک سب کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ایسا عقلمندانہ، عاملانہ، روشن ضمیر، انتظامی قانون آج تک دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

[۱] یعنی دلکش فصاحت، دل رُبا بلاغت، جانفزا شیرینی، شورانگیز نمکینی، جسے اس قائل نے اپنی زبان میں حقیقی شاعری سے تعبیر کیا اور حقیقی کہہ کر خود بھی شاعری معروف سے متعالی کر دیا۔ ۱۲ مؤلف

(ص۵٦) **جیمس مانٹگمری** : نمازؔ روح کی حقیقی خواہش ہے، چاہے وہ پکار کر پڑھی جائے، یا آہستہ آہستہ......نمازؔ ایک پوشیدہ آگ کی حرکت ہے جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے...... نمازؔ ایک وزنی آہ اور ایک گرتا ہوا آنسو اور آنکھ اُٹھا کر آسمان کے خدا کی طرف دیکھنا ہے جس وقت کہ کوئی آس پاس نہیں ہوتا......نمازؔ ایک سیدھی سادی معصوم بچوں کی سی گفتگو ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو سیدھی آسمان پر خدائے ذوالجلال کے پاس پہنچ جاتی ہے ......نمازؔ ایک پشیماں گنہگار کی آواز ہے جسے اُس کی ہر اَدا سے پیدا ہونا چاہیے، اُس وقت فرشتے خوش ہو کے خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! دیکھ وہ نماز پڑھ رہا ہے......نمازؔ مسلمانوں کی روح رواں ہے......نمازؔ مسلمانوں کے لیے وطن کی ہوا ہے، اُن کے مرنے کے بعد بہشت کی کنجی ہے، وہ اسی سے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(ص۵۹) **لین** : مسلمانوں کی جماعت کی نماز میں حد سے زیادہ سنجیدگی اور تہذیب برتی جاتی ہے، وہ نماز میں کوئی ناشائستہ حرکت یا بدتہذیبی کی بات نہیں کرتے، اور بالکل اپنے خالق کی عبادت میں محو معلوم ہوتے ہیں، اُن کے چہرے سے ریاکاری یا جبر نہیں معلوم ہوتا۔

(ص٦٠) **باسورتھ اسمتھ** : خدا کی قدرت سے آنحضرت (ﷺ) میں تین (3) باتیں جمع ہیں: آپ ایک قوم اور ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں، جس کی نظیر تاریخ میں کہیں ملتی ہی نہیں۔ آپ خود ناخواندہ تھے، نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے، اس پر بھی آپ کی کتاب میں شاعری[۱] اور مجموعہ قوانین اور عام نماز اور مسائل مذہبی سب موجود ہیں۔ اور روے زمین کے انسانوں کا چھٹا حصہ اسے پاکیزگی، عبادت اور عقلمندی اور سچائی کا ایک معجزہ مانتا ہے۔......(دو فقرے بعد)......اور واقع میں معجزہ ہی ہے۔

(صفحہ٦٠) **ایسٹرن چرچ** مصنفہ، ڈین اسٹینلی ص۲۷۹: بلاشک قرآن کے احکامات کا بہت گہرا نقش دل پر ہوتا ہے، ایسا بائبل کا عیسائیوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔

(ص٦۵) **کار لائل** : علاوہ سب باتوں کے میں آنحضرت (ﷺ) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ آپ بازاری اور بیہودہ گفتگو سے بالکل بری ہیں، اور نہیں چاہتے کہ اپنی حیثیت سے اپنے کو

(۱) یعنی اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت وحلاوت وملاحت وسلاست ونفاست۔ ۱۲ مؤلف

بڑھا کر دکھلاویں (یعنی اپنے کو خدا کہلائیں) آپ سیدھے سادھے بے ساختہ اور اپنی مدد آپ کرنے والے باشندے عرب کے ویرانے کے ہیں۔ نہ تو آپ میں دکھلاوٹ کے لیے غرور تھا، نہ حد سے زیادہ انکسار۔ ہر موقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی آپ ہو جاتے تھے۔ اپنے پیوند لگے جوتے اور جُبّے میں صاف صاف ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے جیسی شاہانِ فارس یا سلاطین یونان کرتے ہیں، اور جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ بادشاہوں کو ماننا پڑتا تھا۔

-ص ٦٦- (مدح اسلام میں) اُس کے اصول عمدہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہے۔ بارہ سو برس سے وہ پانچویں حصۂ دنیا کا مذہب اور عزیز رہنما ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایسا مذہب ہے جو تہِ دل سے مانا جاتا ہے۔ عرب اپنے مذہب کو مانتے اور اُس پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

قدیم سے کوئی عیسائی بلکہ شاید حال کے اِنگلستانی پیورٹن بھی اس طور سے اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں جیسے مسلمان اپنے مذہب پر ہیں۔ وہ اپنے مذہب کو پورا پورا مانتے ہیں، اور وقت اور ابدی زندگی کا مقابلہ اُس کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں۔ آج کی رات بھی قاہرہ کی سڑکوں کا چوکیدار جب کہتا ہے کون

جاتا ہے؟ تو اپنے سوال کے جواب کے ساتھ مسافر سے 'لا الٰه الا الله' اور 'اللّٰہ اکبر' سنتا ہے۔ اسلام ان کروڑوں کالے آدمیوں کی روح اور روز مرّہ میں سمایا ہوا ہے۔

(ص٦٦) **ڈاکٹر مارکس ڈوڈس** : دو اعلیٰ درجہ کی خوبیاں مسلمانوں میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ عیاں ہیں، اُنھیں اپنے خدا کے اقرار میں ذرا تائل وخوف نہیں ہوتا اور یہ بڑا مسئلہ [۱] اُن کے عمل میں ہے کہ خدا کی عبادت مندروں (مسجدوں) یا کسی خاص جگہ کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

---

[۱] الحمدللہ! یہ وہی دولت ونعمت ہے جو پہلے اہل کتاب کو دی گئی تھی، اُنھوں نے خود ہی رد کر دی اور کریم کی عطا آپ ہی پھیر دی۔ اُس کرم والے ذوالجلال نے وہ نعمت ہمارے لیے رکھی جسے اب اُن کے منصف دیکھ دیکھ کر اشکِ حسرت بہاتے ہیں مگر انصاف کریں نہیں، نہیں توفیق پائیں تو حسرت کا کوئی محل نہیں۔ یہ نعمت نکل نہ گئی، موجود ہے، کیوں نہ اختیار کریں۔ سچے دین اسلام کو جہاں ایسی ایسی خوبیاں بے گنتی ہیں۔ **والحمدللہ رب العٰلمین**......

بڑی عزت ہے اُن نماز پڑھنے والے آدمیوں کی جن کی مسجد اُنھیں کے ساتھ ہر جگہ رہتی ہے جو شادیوں کے وحشیانہ شور میں، جنگ کے نہایت شدید انتظام میں، چلتے ہوئے جہاز پر، بھیڑ بھاڑ کے بازار میں، اجنبی ملک میں چاہے کتنا ہی مختلف ہو پہنچ سے، اُن کے خیالات، اُن کے طریقوں اور پوشاک یا گفتگو کے وہ خاموشی سے اپنی جانماز بچھالیں گے اور مکہ کی طرف اپنا عاجز منہ کرلیں گے، گویا تمام دنیا کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں اور ہر آواز کی طرف سے بہرے ہیں جو دل کو اُچٹاتی ہو، سادی زبان میں خدا کی حمد کرتے ہیں، دل سے اُس کے حضور میں مناجات کرتے ہیں اور نماز کے وقفوں میں اس طور سے ٹھہرے رہتے ہیں گویا اُس کی عظمت میں محو ہیں۔

-ص ٦٧- **منٹو**: مصنفہ 'ہمارے ہندوستانی مسلمان'، ص ١٧٩ : اسلام کی عظمتوں میں ایک عظمت یہ بھی ہے کہ اُس کے مندر (مسجدیں) ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں ہوتے اور اُس کی نماز خدا کی زمین پر اور اُس کے آسمان کے نیچے ہر جگہ ہوسکتی ہے۔

...... بقیہ حاشیہ: سرور القلوب شریف میں فرمایا: امت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعام الٰہی ہوا کہ میں تمہارے واسطے زمین کو مسجد اور طہور کرتا ہوں اور تم پر سکینہ نازل فرماتا ہوں اور حفظ تورات کی قدرت عنایت کرتا ہوں۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم سکینہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کلیسا کے سوا اور جگہ نماز نہ پڑھیں گے اور تورات کی تلاوت دیکھ ہی کر کریں گے۔ ارشاد ہوا قریب ہے میں اسے اُن کے لیے لکھوں گا جو پرہیزگاری کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے، وہ لوگ کہ اُس رسول نبی اُمی کی پیروی کریں گے جسے اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا پائیں گے۔ وہ اُنھیں اچھے کام کا حکم دے گا اور بُری بات سے منع کرے گا اور پاک چیزیں اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن سے اُن کے بوجھ اُتار لے گا اور سختیاں کہ اُن پر تھیں دُور فرمائے گا پس جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کی عظمت اور نصرت اور اُس نور کی جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا پیروی کی، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں وذلک قولہ تعالیٰ (فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ الاعراف: ۷/۱۵۶) ۱)۔
۱۲ مولف

اِنتخاب کتاب (اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے)

مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور، ص ۲ 'لائف آف محمد' (ﷺ) مصنفہ، سر ولیم میور

ہم بلاتأمل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو۔ جن کی تاریکی مدتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چھا رہی تھی۔ کالعدم کردیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہوگئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (ﷺ) کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اُصول ہوگیا ہے جیسا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے دل میں تھا۔

مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی ہیں، یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے، بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے برادرانہ محبت رکھیں، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے، نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اُس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

(ص ۴) **گبن مورخ** : حضرت محمد (ﷺ) کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لائق ہے، وہ یہ ہے کہ اُن کا عظیم وشان لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کے حق میں مفید ہوا یا مضر، جو لوگ کہ آنحضرت (ﷺ) کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجود پیغمبر حق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (ﷺ) نے دعویٔ رسالت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لیے اختیار کیا گو وہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ آنحضرت (ﷺ) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمیہ کی سچائی اور پاکیزگی اور اُن کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بُت خدا کے تخت کے رُوبرو توڑ دیے گئے اور انسان کے خون کے کفارے کو نماز روزے اور خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقے کی

عبادت ہے۔

......(دوفقروں کے بعد)......آنحضرت (ﷺ) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی روح ڈال دی، آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا، قومیں جو کہ مخالف تھیں، اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہوگئیں۔ خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہوگئی۔

(ص ۷) **جان ڈیون پورٹ**، مصنفہ اپالوجی فار دی محمد (ﷺ) اینڈ قرآن :

اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے، بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن (مجید) میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے، اُس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّا ہیں، وہ سب بلا تأمل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔

......(دوسطر بعد)......پس ایسے اعلیٰ وسیلے کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اَثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے، گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بیہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اُس مذہب کے عجیب وغریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اُس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔

اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہے اور اُن پر غور کی ہے اُن میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخرکار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا۔

(ص ۱۰،۱۱) **ٹامس کارلائیل**،(Thomas Carlyle) مصنف لکچرز آن ہیروز : اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل

اُس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو اُن کا کچھ خیال بھی نہ تھا اُس قوم میں ایک اُولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے بھیجا گیا اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور ہوگئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہوگئی۔ عرب کی بہادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی۔

......(۲ دوسطر بعد)...... یہی عرب اور یہی حضرت محمد (ﷺ) اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں کسمپرس ایک ریگستان تھا مگر دیکھو کہ یہ ریگستان زور شور سے اُڑ جانے والی باروت نے نیلے آسمان تک اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔

اِنتخاب کتاب مؤیدالاسلام

مصنفہ: جـــون ڈیـــون پـــورٹ (John Daven Port 1789-1877) مطبوعہ مطبع بدالدرجی واقع دہلی

(ص ۱۷) اِس کتاب کی تصنیف سے میری غرض یہ ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے اِلزامات اور بے اِنصافانہ بہتان ہوئے ہیں، اُن کو رفع کروں، اور یہ ثابت کروں کہ آپ فی الحقیقۃ خلق اللہ کے بڑے مربی اور نفع رساں تھے۔

وہ مصنف جنھوں نے تعصب مذہبی کے سبب سے اُس محبی عبادتِ واحدِ مطلق کے شہرے پر داغ لگایا ہے، اُنھوں نے یہی نہیں ظاہر کیا کہ ہم نا منصف اور اُس عدل سے خالی ہیں جس کی اِتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس قدر شد و مد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ اُنھوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کی ہے؛ کیونکہ ادنیٰ فکر میں اُن کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اُس زمانے کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اُس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں۔......(ایک فقرے بعد)......

یا بہ تبدیل اَلفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کو ایک شارعِ مذہب اور مقننِ ملت خیال کرنا چاہیے۔

(ص ۸) جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کے بعد کیسے ہو گئے۔ اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑ ہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت اور ثنا نہ کرنا بہت بڑی بے اِنصافی ہو گی!۔

(صفحہ۸) اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والوں میں ایک کا بھی نام اس طرح نہیں لیا جا سکتا جس کے وقائع عمری آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھے گئے ہوں۔

(ص ۱۵) آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے، اُن میں سب سے بڑے پادری نے حضرت کو بغور دیکھ کر ابو طالب کو ایک گوشہ میں لے جا کر کہا، اپنے بھتیجے سے خبر دار رہنا اور اُن کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا؛ کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔

(ص ۱۷) آپ کا دل آویز تبسم، عمدہ اور رسیلی آواز، آزادی اور صاف دلی سے بات کرنا ہر ایک آدمی کو -جس سے آپ خطاب کرتے- متوجہ کر لیتے تھے۔ آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں۔ آپ کی نصیحت جلد مؤثر ہوتی تھی۔ حافظہ خوب تھا۔ خیال بلند پرواز اور دلیرانہ تھا۔ رائے صائب تھی۔ طبیعت دلیر تھی اور آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت کسی کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو، آپ کا اِستقلال، پیروی میں اُس بڑے مطلب کی جس کے واسطے آپ پیدا ہوئے تھے ہر آدمی کی تعریف کو زبردستی اپنی طرف راجع کرتا تھا۔

(ص ۱۷) **ادگبن مؤرخ** : آنحضرت (ﷺ) حسن میں شہرۂ آفاق تھے۔...... (دو فقروں بعد)......لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے، تعریف کیا کرتے تھے۔

(ص ١٨) عبداللہ کے صاحبزادے نہایت عمدہ قوم میں تربیت والے ہوئے۔ اُنھوں نے نہایت فصیح عربی کا اِستعمال کیا اور اُن کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو اُن کی عقلمندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی۔

(ص ٢٣) یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہلِ خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ (معاذ اللہ) آپ

........ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور اُن پر بھی یہ..........ضرور ظاہر ہوتا۔[١]

(ص ٣٨) آپ میں چار (4) صفتیں مجتمع تھیں: آپ بادشاہ اور سپہ سالار اور قاضی اور واعظ تھے۔ سب کو اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور جیسے آپ کے معتقدین کو آپ سے ارادت اور محبت تھی ایسی کبھی کسی اور نبی کی اُمتوں کو اُس سے نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی اس قدر عظمت کرتے تھے کہ اگر کوئی چیز آپ کے بدن مبارک سے مس ہو جاتی تو اُس کو متبرک خیال کرتے۔ اگر چہ آپ کو شہنشاہ ہونے سے بھی زیادہ اِقتدار اور اختیار تھا مگر آپ نہایت سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے تھے۔

مولف: بارگاہِ رسالت سے سلاطین کے پاس فرامین جاری ہونے کی کیفیت اور فرمانِ عالی کی خدمت میں خسرو پرویز بد بخت کی گستاخیوں کی حالت اور اس کا حاکم یمن کو شہادت پر مقرر کرنا لکھ کر کہتے ہیں:

(ص ٤٦) جب آنحضرت (ﷺ) کو اس بے ادبی کی خبر ہوئی آپ نے یہ کلمات بآواز بلند فرمائے: اللہ تعالیٰ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کردے گا اور اُس کی دعاؤں کو نا مقبول فرمائے گا۔ تھوڑے عرصہ بعد خسرو کو اس کے بیٹے سرسبز (شیرویہ) نامی نے قتل کر ڈالا۔ بدہم (باذان) مع اپنی رعیت کے مسلمان ہوگیا۔...... (چند سطر بعد)......آنحضرت (ﷺ) کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت (ﷺ) میں صرف نیکو خصالی اور زور شمشیر ہی مجتمع نہ ہوا تھا بلکہ آپ کے

[١] یہاں 'گبن مورخ' کی عبارت میں سے مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ کی غیرتِ عشق رسول نے نامناسب لفظ کو حذف کردیا ہے۔

کلام میں بھی بہت اثر تھا۔آپ کی ہر ایک بات الہام شدہ معلوم ہوتی تھی اور اہل عرب کے دل پر بڑا اثر پیدا کرتی تھی،اور چونکہ زبان زدِ خواص وعوام ہوتی تھی؛ لہٰذا دُور دُور پہنچ جاتی تھی۔ وہ کتاب جو آنحضرت (ﷺ) نے مشرقی لوگوں پر ظاہر کی وہ بھی بڑے بڑے عمدہ اقراروں سے پُر ہے۔ اُس میں فرمانبرداری کم درکار ہے اور اُس کا صلہ بڑا ہے، اور اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بڑا حاکم ہے،اور ہر چیز کا خالق ہے۔

(ص۵۹،۶۰) **ٹامس کارلائیل**: اس صحرانشین شخص میں صرف سیر چشمی اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات بھی تھی آپ نہایت سنجیدہ تھے اور اُن میں سے تھے، جن کا شعار متانت ہے اور جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف باطن خلق کیا ہے اور لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ قواعد قدیم اور روایات پر عمل کرتے ہیں؛ مگر آپ صرف حق پر عملدرآمد کرتے تھے۔ مخلوقات کا راز آپ پر خوب اِفشا تھا اور آپ اُس کے خوفوں اور شان وشوکت سے خوب واقف تھے۔ روایاتِ قدیمہ کی اصل حقیقت اس بات کو آپ سے مخفی نہ کرسکتی تھی، اس طرح کی صاف باطنی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف سے محمول ہوسکتی ہے۔ ایسے آدمی کی آواز براہ راست خدا ہی کی آواز ہے۔ آدمی کو بغیر اُس کی تعمیل کیے بن نہیں آتی،اور تمام چیزیں اُس کے مقابل بے اصل ہیں۔

قدیم سے آنحضرت (ﷺ) کے دل میں ہر سفر میں اور ہر جگہ ہزار ہا خیالات رہتے تھے۔آپ سوال کیا کرتے تھے کہ 'میں کیا ہوں'؟ اور یہ بے انتہا چیز جسے لوگ 'دنیا' کہتے ہیں اور جس میں رہتا ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے؟ مجھے کس بات کا تعین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے؟۔

جبل حرا اور جبل سنیسا کے خوفناک ٹیلے اور صحرا کی تنہائی اور ریت نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور آسمان نے بھی جو مع اپنے ثوابت وسیار کے گردش کرتا ہے، اس کا ہرگز جواب نہ دیا، صرف آنحضرت (ﷺ) کی روح اور اللہ تعالیٰ کے اِلہام کو جو اُس میں تھا جواب دینا پڑا۔

(ص۶۸) اور یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے بعد ازاں اُس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہوجاتا ہے۔

(ص۷۲) ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار

(70,000) مرتبہ قرآن کو بہ تمام وکمال پڑھا ہے۔

(ص ۴۳،۴۷،۴۷) قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعۂ قوانین عامہ ہے۔ اُس میں قوانین مذہبی اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزا دہی سب موجود ہے۔ اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے۔ اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوقِ عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی اور بدی اور سزاے دینی اور دنیوی سب چیز پر حاوی ہے؛ لہٰذا قرآن شریف اصل میں انجیل سے بالکل مختلف ہے جس میں کہ 'کون صاحب' کی رائے کے موافق مسائل مذہبی نہیں ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جن سے خدا کی یاد اور تہذیب نفسی ہو موجود ہیں؛ مگر ان حکایات میں کچھ ربط ظاہری نہیں معلوم ہوتا۔ قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور عبادت ہی پر حاوی نہیں بلکہ اُس میں نظم ونسق ملکی کا بھی بیان ہے۔ اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں، اسی میں سے ہر ایک قانونِ ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اس کے موافق ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے آنحضرت (ﷺ) نے اس واسطے کوئی ایسا قانون نہ نکالا جس کے ذریعہ سے علماے اُمت کو عوام پر بہت اِقتدار حاصل ہو۔ آپ کو خوف تھا کہ مبادا یہ لوگ بھی عیسائی پادریوں کی طرح اپنے ہم مذہبوں اور اُن کی سلطنتوں کو خراب نہ کر دیں۔

(ص ۵۲) من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن شریف کے جس پر اہلِ اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو (2) باتیں نہایت عمدہ ہیں: اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس کی عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت اُن جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوسری تمام قرآن شریف اُن خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جاتے ہیں؛ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اُس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اُسے اوّل سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہو گی کہ جس سے ہنسی آ جائے۔

(ص۷۳) وہ مذہب جس کی قرآن شریف نے بِنا ڈالی ہے اُس میں کمال وحدانیت ہے اور اُس میں خدائے تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دِقّت و اِبہام نہیں ہے۔

(ص۷۳) سوا اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق اور جس میں کوئی ایسی کُنہ نہیں ہے جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔

(ص۷۳) اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے ماہیتِ اشیا اور اُس زمانہ کی قوموں کی حالت پر خوب غور کر کے یہ مذہب اِیجاد کیا ہے، ایسے مسائل نکالے ہیں جو خلافِ عقل نہیں، اس واسطے کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ اس عبادت نے اہلِ کعبہ کی بت پرستی اور سابائیوں (ہیکل پرستوں یا ستارہ پرستوں) کی پرستش اِجرام فلکی اور زردشتیوں کے آتش کدوں کا اِستیصالِ تامہ کر دیا۔

(ص۷۴) قتل اَطفال جو اُس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں رائج تھا اِسلام کے سبب سے بالکل معدوم ہو گیا۔

(ص۹۰، ۹۱) آنحضرت (ﷺ) کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے اگرچہ اس مذہب کو نکلے ہوئے ایک عرصۂ دراز منقضی ہو؛ مگر اس میں اور مذہبوں کی مانند خالق کی جائے مخلوق کی پرستش وغیرہ نہ ہوئی، اور اہلِ اسلام نے اپنے وہم اور قیاس کی متابعت نہیں کی، اور خدائے تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے اور اُس کی جائے بتوں کو نہ پوجنے لگے۔

(ص۹۰، ۹۱) حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے واسطے سرتاپا برکت تھا (اس کے بعد خونریزی پر بحث کر کے کہتے ہیں) لہٰذا یہ بات بالکل بیہودہ اور بیجا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے اُس نمونۂ قدرت کی کسرشان کریں اور جاہلانہ اُس کی بات میں گفتگو کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے انسان کی رائے اور دل میں اَثر ڈالنے کے واسطے پیدا کیا تھا۔

جب ہم اس تمام مضمون کو خیال کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب طور سے ظہور کیا اور ترقی پائی تو ہمیں بے شبہہ بہت تعجب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور عیسائی دونوں کی کتابوں کو پڑھا ہے، اُنھیں بیشک یہ شبہ ہوتا ہوگا کہ کون سا مذہب ان دونوں میں صحیح ہے اور اُنھیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہوگا کہ مذہب اِسلام بہت عمدہ مطالب کے

واسطے اِیجاد کیا گیا ہے۔

(ص ۱۴۹) اَب یہ امر یقینی ہے کہ بُت پرستی کا معدوم کرنا اور خدا تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسی قوم میں بناڈالنا جو نہایت درجہ کی بت پرست تھی اور خدا کو بالکل بھول گئی تھی حقیقت میں ایسا کام ہے جس کے واسطے خدا تعالیٰ نے نبی مقرر کیا ہو۔

(ص ۱۵۹) قرآن شریف میں ہم کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسے حکم منسوب ہوں جن کو انسان رحم اور انصاف کے خلاف گمان کرے؛ مگر توراۃ میں من جملہ اور بہت احکام کے یہ اَحکام بھی لکھے ہیں۔

محبوبِ ذوالجلال کی نعمت میں ہنود کے اَقوال

(از کتاب 'عجیب القصص' معروف بہ شبستانِ عشرت مطبوعہ مطبع نولکشور مصنفہ: منشی بخت سنگھ)

وگلہائے شاداب نعت گوناگوں نثار بارگاہ چمن طراز رسالت کہ ریاض دین بآبیاری رائے جہاں آرایش طراوت تازہ وآب ورنگ بے اندازہ گرفتہ واز ہارتمنائے خار در پاشکستگاں وادی معصیت بہ تنسیم نسیم شفاعتش گل گل شگفتہ۔

سحاب فیض آں دریادل گرد گناہ از دامن سیہ کاراں درہ گم کردگاں شستہ وبشرطہء لطف آں پاکیزہ گوہر سفینہ تختہ بنداں قعر عصیاں بساحل نجات پیوستہ گل اطاعتش سرافرازاں انجمن معرفت رابرسرواز رائحہ گلزار بدہ تمیش مشام دانش ارباب حقیقت معطر۔

گوہر یکتائے ملت درچار سوئے امکان، شش جہت جہان روز بازار از ویافتہ ولوائے والائے شریعت ذات عالی درجاتش درعرصۂ روزگار برافراشتہ وجود فائض جودش باعث وجودکون ومکان و ذات کرامت آیاتش موجب آرائش زمین وآسمان آئینۂ دین بمصقل ضمیر صافیش صفائے نیافتہ کز چہرۂ نجات دراں رونہ نماید وچراغِ اسلام بہ پرتو رائے منیرش فروغے نگرفتہ کہ تا صبح قیامت روشن نباشد۔

خدیو عالم جاں شاہِ لولاک — مقیمانِ درش سکانِ اَفلاک
سوارہ رہ شناس عرصۂ غیب — بساط آرائے خلوت گاہ لاریب
سرانِ ملک عرفاں را سرِ اُو — روانِ قدسیاں خاکِ دراو [۱]

تقریظ کتاب 'گلستانِ مسرت' ملقب بہ حدائق المعانی

مطبوعہ مطبع مصطفائی از: منشی رام سہائے عزیز

رنگینی معانی بارتسام نعت معجز بیانی ست کہ مجموعۂ موجودات از نظم شریعتش قافیہ وار انتظام گزیدہ و دیوان کائنات از رباعی چار یار و منتخب اہل بیتش بردیف احترام رسیدہ وجود جود افزائش فردی ست از بحر کامل عروج و کمال و اعضائے بیضا ضیایش ترکیب بندی از بحر وافر و فور جمال لراقمہ

---

[۱] خلاصہ: مدحت ونعت کے گلہاے رنگارنگ بارگاہِ رسالت کی نذر ہیں جنھوں نے چمنستانِ دین کی ایسی آبیاری فرمائی کہ پوری فضا معنبر معنبر اور مشام جہاں معطر معطر ہوگئے۔ معصیت کیش جو اپنے گناہوں کے باعث تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے جب انھیں بادِ شفاعت کی خنکی ملی تو ان کے چہرے کھل کھل اُٹھے۔ معدن جود وعطا کے فیض وکرم کی ایسی بارش ہوئی کہ گناہوں کی آلودگی میں لتھڑے ہوئے بدن پاکیزہ وشفاف ہوگئے، اوراس طرح انھیں گمراہی کی گھاٹی سے نکل کر ہدایت ونجات کی راہ پر گامزن ہونا نصیب ہوا۔ جنھوں نے اُن کی اطاعت کا قلادہ گلوگیر کرلیا سرفرازی ان کا مقدر بن گئی، دین کی تعلیمات وہدایات نے کائنات کے گوشے گوشے منور کردیے، زمین وآسمان کا مقدر جاگ اُٹھا، دلوں کے بخار وغبار صاف ہوگئے، اور چہرۂ نجات بالکل درخشاں وتاباں ہو اُٹھا، کوئی ابہام باقی نہ رہا، اس طرح اسلام کا چراغ اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ چمک اُٹھا؛ ورنہ شاید دنیا صبح قیامت تک نور وسرور کی خیرات کو ترستی رہ جاتی!۔

اشعار: شاہِ لولاک علیہ السلام ہی کائناتِ رنگ وبو کی جان ہیں، ان کی بارگاہِ عالی سے وابستہ حضرات پر فرشتہ ہونے کا شبہہ ہوتا ہے۔ غیب کے بھیدوں پر انھیں خوب اچھی طرح آگاہی نصیب ہے، بلاشبہہ خلوت گاہِ یار میں انھوں نے اپنا بستر جما لیا ہے۔ دنیاے عرفان کے لوگوں کے لیے ان کا ایک اِشارہ بہت ہوتا ہے، ان کے در کی خاک پر اُترنے کو فرشتے اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

بالغی کز بلاغِ فکرت او

گشتہ منظوم خمسۂ اِیماں

نظم حسان ہمین اِحسانش

یافت حسن نظام واِستحساں[۱]

از کتاب ’دستور الصبیان‘ مصنفہ: نوندھ رائے

ونعت متکاثر خبیرے راکہ اِملائے دانش وبینش نکتۂ از خامہ ہدایت اوست

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　امین خدا مہبطِ جبرائیل

کتب خانۂ چند ملت بشست　　امام رسل پیشوائے سبیل[۲]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

[۱] خلاصہ: نعت مصطفیٰ رقم کرنے کے لیے اَلفاظ ومعانی اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامانی کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں؛ کیوں کہ کائنات کی ہر چیز شریعت کے حسن نظم ونسق کو اپنے قافیہ کے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ دیوانِ کائنات چار یار اور اہل بیت اطہار کی رباعی سے مہکا مہکا اور ان کے احترام وعقیدت میں جیسے خمیدہ خمیدہ ہے۔ اُن میں کا ہر وجود عروج وکمال کے بحر کامل کا دُرّ یکتا ہے، اور ان کے روشن اعضا ہی سے کائنات کے رنگ میں حسن وجمال کی جھلکیاں ہویدا ہیں۔ کسی نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔

اشعار: اگر کوئی فکر اُن کی مدح کا حق اَدا کرنا چاہتی ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے کہ وہ (چار یار، اہل بیت) دراصل ایمان کے پانچ ارکان ہیں۔ حسان نے نظمیں کہہ کے ہم پر بڑا اِحسان کیا ہے کہ ان کی برکت سے ہمیں بھی کوئی فکر پیش کرنے کا کچھ سلیقہ ارزانی ہوگیا ہے۔

[۲] ترجمہ: یعنی اہل دانش وبینش کو خوب پتا ہے کہ نعت رقم کرنا کیسا عظیم کام ہے۔

اشعار: ایک درِیتیم نے آ کر لوگوں کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ سکھا دیا، جو خود رازدارِ خدا اور اورمہبطِ جبرئیل اَمین ہے۔ رسولوں کے امام اور پیشوائے انام نے دنیا کے کسی کتب خانے کی کوئی کتاب بھی ہاتھ نہ لگائی۔

از شاہنامہ اُردو، مصنفہ، منشی مول چند منشی دہلوی

پُر از مشک وعنبر نہ کیوں ہو دہاں
ثنائے محمد (ﷺ) ہے وردِ زباں

وہ ختم رُسل سرور نامور
فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر

سرسروراں ہے وہ عالی جناب
سپہر نبوت کا ہے آفتاب

جہاں جسکے دیں سے ہے روشن تمام
مہ اَنور اُس کا ہے داغی غلام

سرسروراں احمد (ﷺ) مجتبیٰ
رسولِ خدا سید اَنبیا

خردمند دانش ور و بے نظیر
بسیان مہ و مہر روشن ضمیر

سحابِ سخا و محیط کرم
یم جود و خوش خلق عالی ہمم

وہ مہر جہاں تاب اوجِ جلال
وہ سروِ سرافراز باغِ کمال

فروغ جہاں نور ایمان ودیں
وہ شمع شبستانِ عین الیقیں

شفیع گناہاں بروزِ جزا
کشایندۂ عقدۂ مدعا

فرازندۂ رایت سروری
درخشندہ خورشید پیغمبری

وہ ہے خاص خاصانِ پروردگار
کہ جس نے کیا دین کو اُستوار

قدم اُس نے معراج پر جب رکھا
تو پایہ بڑھا اور معراج کا

سپہر بریں کے زہے خوش نصیب
ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب

میسر ہوا جب کہ قربِ حضور
نظر اُس کو آیا وہ تابندہ نور

تجلی کہیں جس کو اہل یقیں
منور ہے جس سے زمان وزمیں

یہ بخشا اُسے پایہ گاہِ رفیع
ہوئے جس کے شاہانِ عالم مطیع

گرامی واشرف ہے انسان میں
غرض اسکی لولاک ہے شان میں

کروں اُس کے اصحاب کا اب بیاں
کہ ہیں صاحب عزت وفخر وشاں

ابوبکر، عثمان والا گہر — عمر اور علی وہ شہِ نام ور
کرے اب جو انصاف کا کچھ بیاں — نہ طاقت قلم میں نہ تابِ زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر — یہ ہے عرض میری کہ شام وسحر
معیں اور یاور رہو یا مصطفیٰ (ﷺ) — میرے دل کا برلاؤ تم مدعا(۱)
گناہ گار ہوں میں بروزِ حساب — مری کیجیو تم شفاعت شتاب
یہ منشی تمہارا ہے کم تر غلام — کرم اس پہ اپنا رکھو صبح وشام

از دیوان منشی ہرگوپال رائے تفتہ۔ ردیف نون

جرم بخش ما خدا خواہد شدن
شافع ما مصطفیٰ (ﷺ) خواہد شدن [۲]

از حدائق النجوم، مصنفہ رتن سنگھ زخمی لکھنوی بریلوی

سبحان اللہ! خداوندے کہ بنور نیر جہاں افروز احمدی وفروغ ذات اقدس محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) چراغ ہدایت بروسط السماء شریعت برافروخت واز برق شمشیر آبدار صاحب ذوالفقار قسیم جنت ونار خرمن ہستی مشرکین منحرف از جادۂ حق ویقین پاک سوخت، زہے رسولِ عالی ہمتے کہ گوہر شب چراغ ایمان را از بحر ذخار خفا ونہاں برآوردہ، چراغ راہ سالکاں مسالک خداشناسی ساخت، وخہے امام آفتاب شہرتے کہ از وقوع کسوفات محن ومصائب نیندیشیدہ پرتو ضیائے ایمان ویقین

[۱] خدا کی شان! یہ اِشعار گواہ ہیں کہ شاعر مذکور کافر تھا؛ مگر ''وہابی'' نہ تھا۔ عجب عجب کہ اللہ کے خلیفۂ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ قدر عظیم وشان کریم کہ کفار تک پر ظاہر وروشن ہے، اِن مدعیانِ اسلام سے یوں مخفی رہے!۔ ع: خیرہ ام در چشم بندی خدا۔ ۱۲ مولف

[۲] خدا کرے کہ میرے جرم وخطا معاف ہو جائیں۔ اور مجھے شفاعت مصطفوی علی صاحبہا السلام والتحیۃ سے حصہ نصیب ہو جائے۔

بر اقمار قلوب مؤمنین انداخت۔[۱]

اللّٰھم صل وسلم علیٰ افضل انبیائک و سند اولیائک واٰلھما وعترتھما الطاھرین الی یوم الدین

وبر خاتمۂ کتاب :

اللّٰھم لک نحمد و بک نستعین فصل علی سیدنا محمد واٰلہ الطاھرین .

تاریخ کتاب احیاء العلوم شریف

مصنفہ: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ازاں منشی کالکا پرشاد موجدؔ

نام مسمّی رسول حرف چو اصحاب داشت
چار مجلد ازاں آمدہ ارکان علم

تقریظ (تاریخ فرشتہ) مطبوعہ نولکشور از لالہ موجد مذکور

نقوۂ جیدۂ تحیات نذر شہنشاہِ اقلیم نبوت کہ درم ماہ بقرب سکۂ صولتش دو نیم گردیدہ، والقاب طیبہ صلوات نامزد سلطان کشور رسالت کہ گنبد فلک بقرع صدائے خطبۂ شوکتش جنبیدہ وسعت زمانی لیلۃ المعراج از کوتاہی شب وصال عاشقان مبرہن وخلوت مکانی 'لی مع اللّٰہ' از ناپسندی رقابت

[۱] خلاصہ: اے خداوند قدوس! تیری قدرت کے قربان کہ ذاتِ اقدس احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ عالم تاب سے آسمانِ شریعت پر ہدایت کا چراغ جگمگا اُٹھا۔ اور صاحب ذوالفقار قسیم جنت ونار کی شمشیر آبدار کی چمک نے جادۂ حق ویقین سے پھسل جانے والے مشرکین سے اس کو بالکل پاک کر دیا۔ آفریں ہے کہ رسولِ گرامی وقار علیہ السلام کی علو ہمت پر کہ انھوں نے ایمان کے گوہر شب چراغ کو سمندر کی تہوں سے نکال کر طشت از بام فرما دیا۔ (پھر کیا تھا!) سالکین کے لیے خداشناسی کی راہ ہموار ہوگئی، اور آفتابِ نبوت ماہتابِ رسالت کی عظمت وشہرت کی چاندنی مصائب ومحن کی گہنائی ہوئی فضاؤں سے نکل کر مسلمانوں کے قلوب کے اندر جاں گزیں ہوگئی۔

معشوقان میں عنکبوت خورشید در کہف گیتی بمقدمش تار شعاعی تناں استگریزۂ نجوم در مشت آسماں از نبوتش حرف روشن زناں لراقمہ

ز قوسین شق قمروا نمود ☆ کہ او صاحب قاب قوسین بود
بود مہر پشتش نشان صریح ☆ کہ وصل حدوث وقدم شد صحیح
چو بگذشت از سال وے اربعین ☆ شد اظہار قرب خدا بہر ایں
کہ از میم احمد خرد بگزرد ☆ براند کہ شد متحد با اَحد
مرا گشتہ رازے عیاں در ضمیر ☆ کہ شاہ آید اندر لباس سفیر[ا]

از کتاب خزانۃ العلم

مصنفہ، لالہ کانھجی کایستھ کہ برائے ہنری ڈکلس یوروپین نوشتہ

و صلی اللّٰہ علی خیر خلقه محمد و اٰله و اصحابه اجمعین .

از مجربات الحکمۃ، مصنفہ ہیرالال مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم دہلی

والصَّلوۃ والسلام علی رسوله محمد واله واصحابه اجمعین

[ا] خلاصہ: تحیات وتسلیمات کی حسین ڈالیاں تاجدارِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں پیش ہیں کہ جن کی عظمت ورفعت کا آوازہ سن کر خود چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ اور صلوٰۃ وسلام کے گجرے سلطانِ کشورِ رسالت کی جناب میں نچھاور ہیں کہ جن کی شہرت وشوکت کا خطبہ سن کر خود گنبد فلک حرکت میں آ گیا۔ اور شب معراج کی کم سے کم مدت میں لمبا لمبا سفر طے کر کے وصال یار نصیب ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ملاقات کا خصوصی شرفِ خلوت حاصل ہوا............اشعار:
دو قوس دراصل واقعہ شق القمر کے غماز ہیں؛ کیوں کہ آپ (ہی کا لقب) صاحب 'قاب قوسین' ہے۔
پشت مبارک پر مہرِ نبوت کی علامت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حدوث وقدم کا وصال صحیح ہے۔
جب وہ عمر مبارک کی چالیسویں بہار میں پہنچے تو قرب خداوندی سے فیض یاب ہوئے۔ لہٰذا جب عقل احمد کے میم سے گزر کر آگے بڑھے گی تب اسے اَحد کے ساتھ قربِ خاص نصیب ہوگا۔
میرے ضمیر پر جو راز عیاں ہوا ہے وہ یہی ہے کہ وہی شہنشاہِ دوجہاں 'سفیر بن کے جلوہ گر ہوا ہے۔

از جواہر الترکیب، مطبوعہ مطبع مصطفائی مصنفہ لالہ سیورام جوہر (بعد حمد و نعت)

لا الٰہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ   درود لامحدود بر رسول اللہ صلعم[۱] را

از گلزار نسیم، مصنفہ، دیبی شنکر نسیم لکھنوی

کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر   حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے   یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

از تمہید' مثنوی مولانا رومی رضی اللہ عنہ مصنفہ، منشی نولکشور آنجہانی مالک مطبع

دانکہ بود آئینہ اش مثل قمر   پر تو کامل درو شد جلوہ گر
مصطفیٰ شد نام آں بدر الدجی   مظہر عینیت شمس الضحیٰ
نور آل پاک و اَصحابِ کبار   عکس مہر از آئینہ شد بر جدار[۲]

از کلیات بنواری لال شعلہ مطبوعہ مطبع کایستھ پرکاش علی گڑھ

الٰہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز ☆ قدومِ ختم رسل پر ہو اختتام مرا
رہے گا قربِ خدا قافلہ شہیدوں کا ☆ ذرا بہشت میں ٹھہریں گے کربلا کے چلے
وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو
وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غم شبیر و شبر میں

---

[۱] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[۲] بالآخر اس کا آئینہ چاند کی مانند روشن و تابناک ہوگیا، اور اس کے اندر سے پرتو کامل جلوہ گر ہوگیا۔ اُس بدر الدجی کا نام مصطفیٰ قرار پایا، اور وہی درحقیقت منبع شمس الضحیٰ ہیں۔ (آپ کے) آلِ اَطہار و اَصحابِ کبار کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کا عکس آئینے سے چھن کر دیوار پر پڑ رہا ہو۔

بڑھے گی جب زِیادہ آفتابِ حشر کی گرمی
تری رحمت پکارے گی یہی میدانِ محشر میں

چلے آؤ، چلے آؤ، چلے آؤ گناہ گارو!
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبر میں

بے جرم نہیں گرچہ ہے مے خوار و ذلیل
ضامن ہے مرا بھی جو ہے اُمت کا کفیل

موجی رام موجیؔ لکھنوی، از سراپا سخن مطبوعہ نول کشور

محشر کے دن وسیلہ شفاعت کا ہو مجھے
موجیؔ جو ہاتھ آئیں حسین وحسن کے پاؤں

تقریظ ’انشاے صنعت‘ المعروف بارمغان ہند

تصنیف: بانکے لال نیار بدایونی، مطبوعہ مطبع انوار احمدی بریلی، ازاں لالتا پرشاد کھتر سب انسپکٹر درجہ اول سر دفتر انگریزی پولیس ضلع ہمیر پور

بمعجز بیانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاے کرام چراغ ہدایت بر عالمیان روشن کردہ، واز برکت اَنفاس ایشاں عماد دین ودنیا را باحسن طرق استحکام فرمودہ۔[ا]

ان مشتے نمونہ اَقوال کے بعد اب مخالفین کی عملی کارروائیوں پر بھی نظر کرلینی چاہیے جو بہت زور کے ساتھ ثابت کردیں گی کہ اسلام اور اُس کے پیروؤں اور اس کے مقدس معابد کو وہ لوگ محض

[ا] خلاصہ: اَنبیاے عظام اور اولیاے کرام کی (تعلیم وتربیت وتزکیہ اور) معجز بیانیوں سے ہدایت کا چراغ دنیا کے اندر روشن ومنور ہوا۔ اور انھیں نفوسِ قدسیہ کی برکتوں سے دین ودنیا کا ستون معتدل انداز میں اور عمدہ طریقے پر قائم واُستوار ہے۔

اِسلامی نسبت کے سب سے متبرک جانتے ہیں، اور برگزیدہ مانتے ہیں اگرچہ مسلمانوں سے ہنود سخت پرہیز و اِجتناب رکھتے، اور چھوت کے عجیب وغریب مسئلے پر بہت شدت کے ساتھ کاربند ہیں؛ مگر یہ پابندی اسی وقت تک محدود ہے جب تک وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ آفتاب سے زیادہ روشن امر ہے کہ ہنود جب ان کے یہاں کسی بھوت پلید وغیرہ کا (جن کی خوشامد بلکہ پوجا میں وہ رات دن سرگرم ہیں) خلل ہو جاتا ہے تو تعویذ مسلمانوں ہی سے لے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی سے اپنے گھر میں اَذانیں کہلواتے ہیں اپنے معابد (شوالوں) کو چھوڑ کر بچوں کو مساجد کے دروازوں پر نمازیوں سے دم ڈلوانے لاتے ہیں۔

رنجیت سنگھ جو لاہور کا بااختیار راجہ تھا ایسے سخت تعصب پر کہ مسلمانوں کو اَذان دینے سے روکتا، گائے کا گوشت نہ کھانے دیتا، سیدنا و مولانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے کرتا۔ **گوالیار کے راج** میں بھی یہ نیاز مبارکہ اور عشرۂ محرم شریف میں شربت وغیرہ کی سبیل ہوتی ہے۔

بڑودے کا گزشتہ راجہ جس سچی عقیدت کے ساتھ گیارہویں شریف کرتا، ظاہر و مشہور ہے۔ یہ نیاز شریف ہندوستان میں بھی اکثر ہنود کرتے ہیں؛ مگر اس کی کیفیت دکن والوں سے کوئی پوچھے کہ ہمارے حضور پُر نور رضی اللہ عنہ کی سرکار میں وہاں ہنود کیسا اعتقاد رکھتے اور کس دُھوم سے یہ پاک نیاز کرتے ہیں، اور کیسی کیسی کرامتیں اُن پر ظاہر ہوتی اور کس کس قسم کی دنیوی حاجتیں (جو دنیا میں کسی سے پوری نہ ہوں) عطا فرمائی جاتی ہیں!۔

دُور کیوں جایئے! ذرا **اجمیر شریف** میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کیجیے جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑگڑاتے، سجدے کرتے، حاضر ہوتے ہیں اور اپنی منہ مانگی مرادیں بارگاہِ سلطانی سے پاتے ہیں۔

میں نے جو کچھ لکھا یہ اجمیر شریف ہی کے ہنود کی حالت نہیں بلکہ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہندو صرف اسی سرکار میں حاضری کی عزت حاصل کرنے کو مال صرف کرتے اور سفر کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے، جاتے ہیں؛ مگر وہاں

سوا منڈ نے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے۔ غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے محض بوجہ طوالت قطع نظر کی جاتی ہے۔ بالجملہ بحمد اللہ تعالی اس دین متین کی خوبیاں بے حد و پایاں ایسی روشن و نمایاں ہیں کہ مخالفین تک (جنھیں ذرا بھی عقل وانصاف سے تعلق ہے) اُس کے مداح وثنا خواں ہیں۔

واللّٰہ قد شهد العدوُّ بفضله

والفضل ما شهدت به الاعداءُ [۱]

متعصب مخالفین اگر چاند پر خاک اُڑائیں، کیا ہوتا ہے!۔

ع: ہر کسے بر خلقت خودمی تند [۲]

ع: ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی مذہب وملت کے مخالفین یوں اُس کی مدح وستائش میں رطب اللسان رہے۔ یوں اپنی تصنیفوں کے دیباچے اُس کی تعریف وثنا کی برکات لینے سے مزین کیے ہوں، ہرگز ہرگز نہیں پھر آخر جاذبۂ حقانیت اور اسلام کی خداداد دلکش نورانیت کے سوا اور کیا ہے!!!

و اٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

والصّلوٰۃ والسّلام علی شفیع المذنبین رحمة للعٰلمین

وعلی اٰله الطاهرین و صحبه الطیبین و علینا معهم اجمعین

برحمتک یا ارحم الرّٰحِمین .

---

[۱] قسم بخدا! رقیبوں نے بھی اس کے فضل وکمال کا اعتراف کرلیا ہے اور فضلیت تو وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہو جائے۔

[۲] ہر شخص اپنی خوبیوں پر نازاں ہے۔

الحمدللہ کہ رسالہ مقدسہ
میلاد مبارک حضور پُرنور شافع یوم النُّشور رحمۃ للعالمین
سید الاوّلین والآخرین شہنشاہ اقلیم رسالت ﷺ مسمّٰی بنام تاریخی

نگارستانِ لطافت

۱۳۰۳ھ

ریختہ کلک متانت سلک طلیق اللسان فصیح البیان
جناب مولانا مولوی حاجی حسن رضا حسؔن زاداللہ من رضائہ الحسن

Qadri\Desktop\nigar.jpg not found.

[مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
لِّلْعٰلَمِیْنَ ... وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

غزل در حمد باری تعالیٰ جل شانہ الاعلیٰ

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
یاں دخل عقل کا ہے نہ کام اِمتیاز کا

شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ خردِ ہرزہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا

غش آگیا کلیم سے مشتاقِ دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اُس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا

افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بے کس نواز کا

مانند شمع تیری طرف لَو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

بندے پہ تیرے نفسِ لعیں ہو گیا محیط
اللہ کر علاج مری حرص و آز کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

حمد کی جان اُس نخل بند چمنستان کونین پر قربان جس نے گلشن عالم کو گلہائے رنگا رنگ عنایت فرما کر چمن چمن سیراب و شاداب کیا۔ سرو آزاد اُسی کی محبت میں گرفتار، گل کا اُسی کی جدائی میں گریبان تار تار، بلبل اُسی کی جستجو میں شاخ شاخ ڈالی ڈالی متوالی پھرتی ہے، قمری نے اُسی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا، فاختہ اُسی کی یاد میں کوبکو کُو کُو کرتی ہے۔ جہاں دیکھو جلوۂ ظہور کا نیا رنگ نرالا ڈھنگ ہے۔

تدرو ماہ کے عشق کی کہاں دُھوم نہیں، پروانہ و شمع کا معاملہ کسے معلوم نہیں، بیماروں کی شفا، اسیروں کی رہائی، ہماری لاج اُسی کے ہاتھ ہے، مالک ہے مختار ہے جسے جو چاہے دے جس سے جو چاہے چھین لے، کسی کو اُس کی سرکار میں مجالِ دم زدن نہیں، جس نے جو پایا یہیں سے پایا، جسے جو ملا یہیں سے ملا، گوہر کو آب، آب کو تاب، شاخ کو گل، گل کو رنگ و بُو، آسمان کو مہر و ماہ، مہر و ماہ کو ضو اور انسان ضعیف البنیان کو خلعت لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ (۱) اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۲) اِسی سرکار کا عطیہ ہے۔

---

(۱) اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔ پارہ ۱۵، بنی اسرائیل: ۷۰۔
(۲) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ پارہ ۳۰، التین: ۴۔

خضر والیاس علیہما السلام کو عمر جاوید بخشی، نارِ نمرود اپنے خلیل پر گلزار کی، کلیم کو ید بیضا دیا، مسیح کو لبِ جاں بخش عنایت ہوا، یوسف کو وہ حسنِ جاں فزا ملا کہ جس کا بیان تاب ِتحریر و یارائے تقریر سے باہر ہے اور ہم بے کسوں، گناہ گاروں، معصیت کوشوں، خطا کاروں، عصیاں پناہوں، پریشاں روزگاروں کو وہ نبی رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، باعث ایجاد عالم، شافع روز محشر، ساقی کوثر، رہبر رہبراں، ہادی گمرہاں، جان کی جان، ایمان کا ایمان، ٹوٹے دلوں کا سہارا، اُمیدوں کی کرن، بے یاروں کا یار، بے مددگاروں کا مددگار، بے مُونسوں کا مُونس، یتیموں کا وارث، غریبوں کا جاے پناہ، کونین کا بادشاہ، اسیروں کا آسرا، بے ٹھکانوں کا ٹھکانہ، ہر درد کا درماں، ہر دُکھ کا علاج، زندانیوں کا عقدہ کشا محتاجوں کا حاجت روا، بےکلوں کی کل، بے قراروں کا چین، بے چینوں کا قرار، مظلوم کا فریادرَس، بے بس کا بس، گمراہوں کا راہنما، راہنماؤں کا پیشوا، داد کا دینے والا، فریاد کا سننے والا عطا کیا۔

جس نے ہماری ڈوبتی کشتیوں کو کنارے لگایا، بیٹھے دلوں کو اپنی حمایت کے زور سے اُٹھایا، گدایانِ اُمت نے جو مانگا دیا، دونوں عالم کا بوجھ اپنے ذمہ لیا، بادشاہانِ دَہر اُس کی نظرِ عنایت کے محتاج، خسروانِ عالم اُس کے گداے پا شکستہ کے دست نگر۔

جو سر ہے وہ اُن کی طرف جھکا ہوا، جو ہاتھ ہے وہ اُن کی طرف پھیلا ہوا، خدا کے پیارے ہیں، دونوں عالم کے تاجدار، مشکلیں آسان کرنا اُن کا رات دن کا کام ہے، دلوں کے ارادوں پر انہیں اطلاع 'ما کان و ما یکون' کے عالم، محبوب ایسے کہ جو ہو گیا جو ہوگا جو ہو رہا ہے اُنھیں کی مرضی پر ہوا، اُنہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے اُنھیں کی مرضی پر ہوگا۔ ریگستان میں کون سا ذرّہ ہے جس پر اُس آفتابِ بنی ہاشم کو نظر نہیں، نخلستان میں کون سا پتہ کھڑکا جس کی اُس گل زیبا کو خبر نہیں، دینے والے نے اپنے خزانوں کی کنجیاں دے کر اُنھیں اجازت دے دی کہ جسے جو چاہو دو۔

عالم کا انتظام اُن کے دامن سے وابستہ۔ ممکن ہے جو بے اُن کے حکم کے کسی کو کچھ مل سکے!۔

سخی ایسے کہ خزانوں کے منہ کھول دیے ہیں جب دیکھو سرکار میں اہلِ حاجت کا ہجوم، جُودوعطا کی دُھوم ہے، آٹھ پہر لنگر جاری ہے، جو ہے اُن کے دَر کا بھکاری ہے، اُن کے مراتب کا اظہار غیر ممکن، اُن کے مناصب کا انحصار محال۔ ہاں ایک دن آنے والا ہے کہ اُن کی مثل ارفع واعلیٰ کے

دیدار سے محبوں کو شادمانی، منکروں کو پشیمانی حاصل ہو۔

منکر کان کھول کر سن لے جو اس تاجدار **لولاک لما خلقت الدنیا** کی قدر نہ جانے، مزہ سے آئے اور ابلیس پر تلبیس کا شریکِ حال ہو اس پر اللہ کیا رحمت کرے، جو اس کے محبوب کی تعظیم سے جلے اور اس جناب کو تمام مملکتِ الٰہی کا دُولہا نہ جانے اور اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ اور بہتر وجود و اصل مقصود و خلیفۂ مطلق و مختارِ کل نہ مانے۔

ہاں سنو جس کا دل اُن کی تعظیم سے جلتا ہے، اللہ اس دل کو ہمیشہ جلتا رکھے، خاک میں مل جا ان سے دشمنی رکھنے والے، تیرا غیظ تجھی کو کھائے گا، تیرا غضب تیرا غضب کیا خدائے قہار کا غضب تجھ پر ٹوٹے گا بلکہ درحقیقت تو اس وقت بھی قہرِ الٰہی میں گرفتار ہے جو ایسے پیارے آقائے نعمت کی طرف سے تیرے دل ناپاک میں بخار ہے دیکھ اس مرض صعب کا مداوا کر، ورنہ لاعلاج ہو کر تجھ کو معرضِ ہلاکت میں ڈالے گا۔

او ناداں! تو یہ جانتا ہے کہ تیری ہرزہ گوئی سے اس شانِ رفیع میں کمی پیدا ہو۔ او دیوانے، عقل و ہوش سے بیگانے! آسمان کا تھوکا منہ میں آتا ہے، چاند پر خاک ڈالنا اپنے ہاتھوں اپنی آنکھوں میں خاک بھرنا ہے، اور اپنے واسطے اس کے انوار میں کمی کرنا۔ معمول ہے کہ چاند نکلتا دیکھ کر سگانِ بے تمیز بھونکنے لگتے ہیں اُن کی صورت کر یہ چاند کو کیا مضرت پہنچا سکتی ہے اپنا ہی مغز کھاتے ہیں۔

مہ فشاند نور سگ عوعو کند

ہر کسے بر خلقت خود می تند(۱)

قرآن مسلمانوں کا ایمان ہے، دیکھ کیا کچھ فضائل ہمارے بادشاہِ اسلام پناہ کے ظاہر کر رہا ہے۔ اگر تو لیاقت نہیں رکھتا تو اتنا ہی سمجھ لے کہ جن پر قرآن نازل ہوا اُن کا مرتبہ درگاہِ احدیت میں کس قدر وجاہت رکھتا ہوگا۔ اگر اب بھی تیرے دل کو وہی خیالاتِ فاسد ورطۂ ضلالت میں ڈالے ہوئے ہیں تو اس دنیا کی آگ میں جل جل کر مشق پیدا کر کہ تجھ کو ہمیشہ ہمیشہ اس آگ میں رہنا ہوگا جس سے اللہ نے چاہا تو ہم سراپا معصیت اُن کے قدموں پر مچل مچل کر نجات پائیں گے۔

(۱) چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتا عوعو کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی خوبیوں پر نازاں ہے۔

بندۂ خدا! شیطان کی بیعت توڑ اور جہنم کی راہ سے منہ موڑ، تیرا بُرا عقیدہ تجھی کو لے ڈوبے گا اور اُنھیں کے خدا کی قسم اُنھیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اُن کی شان کی ارجمندی اُن کے ذکر کی بلندی وہ چاہتا ہے جو اُن کا اور تمام جہان کا مالک و مولیٰ ہے، اُس سے لڑائی ٹھانے کب ہے، تجھ سے ہزاروں خاک کا پیوند ہو گئے، اور اُن کا ڈنکا ہفت آسمان و تمام روے زمین میں بجتا رہا، اور ہمیشہ اسی آفتاب رسالت کا دور دورہ ہے، اور اپنی آتش غیظ میں جلنے والا ابھی کیا جلتا ہے، تجھے مبارک ہو بڑے جلنے کی جس سے بڑھ کر کوئی جلنا نہیں۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ اُنھیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے جیسے بلا تشبیہ دلھن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان سواری کے گرد و پیش کافۂ انبیا و مرسلین زیرنشان اولین و آخرین اُن کا منہ تکیں گے، اگلوں پچھلوں میں اُن کے مرتبہ کی دُھوم پڑ جائے گی، موافق مخالف اُنھیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزمِ شفاعت کا اُنھیں دُولہا بنائیں گے، گلو خلاصی سیہ کاراں کا سہرا اُنھیں کے سر رہے گا، سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے اور خدا محمد ﷺ کی رضا۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے، آفتاب جو پیٹھ کیے ہے اُس دن اِدھر منہ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اُس دن سروں پر ہوگا۔ شدتِ تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہنگامۂ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس بادشاہِ جلیل کو شانِ جلال پسند آئے گی، اُس دن جو عزت اُنھیں بارگاہِ احدیت میں دی جائے گی اُس کی قدر وہ جانیں یا اُن کا خدا رحمٰن تبارک وتعالیٰ۔

اُنھیں عرش کے دہنی طرف مقام بخشے گا یا اپنے ساتھ تختِ عزت پر بٹھائے گا اور وہ جلوس و مجلس سے پاک و منزّہ ہے۔ آدم و عالم اُن کے زیر نشان ہوں گے، کنجیاں خزائنِ رحمت و ابواب جنت کی اُن کے ہاتھ میں دیں گے، جسے چاہیں گے عزت بخشیں گے، جسے چاہیں گے کرامت دیں گے، اولین و آخرین اُن کے قدموں پر اُٹھتے ہوں گے، صفوفِ موقف میں اُن کے عز و جاہ کی ایک دُھوم پڑ جائے گی، اِس کنارے سے اُس کنارہ تک غلغلۂ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے آسمان گونجتے ہوں گے، کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی، گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام

زرّیں کمر خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنان بارگاہِ صمدیت مؤکلان عذاب و ملائکہ رحمت اشارۂ ابرو پر چلیں گے، جہان و جہانیان دم بخود خاموش بادۂ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى(۱) سے مدہوش اور حضور بتاجِ شفاعت برسر وحلۂ کرامت دربر مقام تقرب میں بار پاکر سجدہ فرمائیں گے، رب عزت بکمال رحمت اُن سے ارشاد فرمائے گا:

يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ(۲)

اے محمد اپنا سر اُٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

اور اُمتیں غایتِ خوف وخطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی اور ان کی امت مرحومہ کرم و رحمت کے دامن میں چین کرے گی۔

غرض جو اُنھیں اس دن ملے گا کسی کو ملا نہ ملے، پھر اس عظمت جاہ وجلال پر جو تشویش ان کے قلب نازک پر ہوگی اگر ایک ذرّہ اس کا آسمانوں پر رکھا جائے پاش پاش ہو جائیں، ایک شمہ اس کا پہاڑوں کو سنایا جائے ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائیں۔ قربان ان بازوؤں کی ہمت پر جو اس بوجھ اُٹھانے کے قابل ہیں۔

اے عزیز! غور کا مقام ہے، ایک اکیلی جان اور جہان بھر کا سامان، خود محض بے خطا، اپنا غم نہ اندیشہ، اور جنہیں اپنی اپنی فکر ہونی چاہیے، وہ سب ایسے ہوش وحواس باختہ کہ بات منہ سے نکلتی نہیں، نگاہ اوپر اُٹھتی نہیں۔ اگر کچھ فکر کریں بھی تو کیا کر سکتے ہیں، اتنا کوئی نہیں جو گرتوں کو اُٹھائے، پیاس سے دم نکلتا ہے، ایک قطرہ حلق میں ٹپکائے۔ باپ بیٹے سے بھاگتا ہے، بیٹا باپ کو نہیں پہچانتا ہے۔ جن سے کچھ اُمید تھی وہ سب جواب دے چکے، ہاتھ پاؤں چھوٹ گئے، ٹوٹی ہوئی کمریں اور اوپر سے گناہوں کا بوجھ گرے تو اُٹھا نہیں جاتا، پھسلے تو سنبھلنا کیسا۔ اب سب کا بار اُن پر آپڑا۔

پھر ایک ہو، دس ہوں، ہزار ہوں، لاکھ ہوں، کچھ گنتی نہ شمار۔ وہ گنجان ہجوم کہ پنڈلی سے پنڈلی شانہ سے شانہ چھلتا ہے، لاکھوں منزل کے گرد پھیلا ہوا کہ ہزار بار نظر اُٹھے، تھک رہے، ہرگز کام نہ

(۱) اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہوں اور نشہ میں نہ ہوں گے۔ (پارہ:۱۷، الحج:۲)

(۲) بخاری:۳۰۹۲ میں یہ الفاظ ہیں: یا محمّد ارفع رأسک و اشفع تشفع وسل تعطه.
اس کے علاوہ بخاری شریف: ۴۳۷۳ اور مسلم شریف: ۲۸۷ پر بھی یہ حدیث موجود ہے۔

کر سکے، پھر اس سرے سے اس سرے تک داد ہے، فریاد ہے۔ ارے کمر ٹوٹ گئی، ہائے غضب ٹوٹ پڑا، واویلا کیسی کروں، واحسرتا کیونکر اُٹھوں، میرے مولیٰ میں مرمٹا، آقا میرا دم چلا، پیارے کلیجہ نکل گیا، میں قربان کدھر ہو، للہ جلد خبر لو، جان لب پر آئی ہے، تاج والے کی دُہائی ہے، اس کے سوا کوئی آواز نہیں اب کس کس کی سنیں، کدھر کدھر جائیں، کیا کیا کریں، کیونکر سب کے زخم دل پر مرہم دھریں، لاکھوں کو وزن اعمال کے لیے لاتے ہیں، میزان کھڑی کی ہے، نامۂ اعمال کھولے جاتے ہیں۔

غزل(۱)

مجرمِ ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا
لطفِ شہ تسکین دیتا پیشِ یزداں لے چلا

دل کے آئینہ میں جو تصویرِ جاناں لے چلا
محفلِ جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

رہروِ جنت کو طیبہ کا بیاباں لے چلا
دامنِ دل کھینچتا خارِ مغیلاں لے چلا

گل نہ ہو جائے چراغِ زینتِ گلشن کہیں
اپنے سر میں میں ہوائے دشتِ جاناں لے چلا

روے عالم تاب نے بانٹا جو باڑا نور کا
ماہِ نو کشتی پیالا مہرِ تاباں لے چلا

گو زمانے کی کوئی نعمت نہیں مولیٰ کے پاس
پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا

تیری ہیبت سے ملا تاجِ سلاطیں خاک میں
تیری رَحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا

(۱) اوّل اشاعت میں یہ غزل نہیں ہے۔

ایسی شوکت پر کہ اُڑتا ہے پھریرا عرش پر
جس گدا نے آرزو کی اُن کو مہماں لے چلا

دبدبہ کس سے بیاں ہو اُن کے نامِ پاک کا
شیر کے منہ سے سلامت جان سلماں لے چلا

صدقے اُس رحمت کے اُن کو روزِ محشر ہر طرف
ناشکیبا شورِ فریادِ اَسیراں لے چلا

ساز و سامانِ گدائے کوے سرور کیا کہوں
اُس کا منگتا سروری کے ساز و ساماں لے چلا

دو قدم بھی چل نہ سکتے ہم سرِ شمشیر تیز
ہاتھ پکڑے رَ َ ِ سَ َبِّہبکا نگہباں لے چلا

دست گیرِ خستہ حالاں دست گیری کیجیے
پاؤں میں رعشہ ہے سر پر بارِ عصیاں لے چلا

وقتِ آخر نااُمیدی میں وہ صورت دیکھ کر
دِل شکستہ دل کے ہر پارہ میں قرآں لے چلا

قیدیوں کی جنبشِ اَبرو سے بیڑی کاٹ دو
ورنہ جرموں کا تسلسل سُوے زنداں لے چلا

روزِ محشر شاد ہوں عاصی کہ پیشِ کبریا
رَحم ان کو امتی گویاں و گریاں لے چلا

شکل شبنم راتوں کا رونا ترا ابرِ کرم
صبحِ محشر صورتِ گل ہم کو خنداں لے چلا

کشتگانِ ناز کی قسمت کے صدقے جایئے
اُن کو مقتل میں تماشاے شہیداں لے چلا

اخترِ اسلام چمکا کفر کی ظلمت چھٹی
بدر میں جب وہ ہلالِ تیغِ براں لے چلا

بزمِ امکاں کو خدا نے پہلے دیں آرائشیں
پھر مرے دولہا کو سوئے بزمِ امکاں لے چلا

اللہ اللہ صرصرِ طیبہ کی رنگ آمیزیاں
ہر بگولا نزہتِ سروِ گلستاں لے چلا

قطرہ قطرہ اُن کے گھر سے بحرِ عرفاں ہو گیا
ذرّہ ذرّہ اُن کے در سے مہرِ تاباں لے چلا

صبحِ محشر ہر ادائے عارضِ روشن میں وہ
شمعِ نور افشاں پئے شامِ غریباں لے چلا

شافعِ روزِ قیامت کا ہوں ادنیٰ امتی
پھر حسؔن کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لے چلا

آہ ہنگامۂ دار و گیر گرم ہے، ہزاروں کو اس تیز تلوار پر چلانے لے چلے ہیں جس کے نیچے کروڑوں منزل تک آگ کی لپٹیں نکلتیں، محلوں برابر چنگاریاں اُڑتیں، پاؤں ڈگمگا رہے ہیں، گرے تو کہیں پتا نہیں اور سہارا دیں تو یہی - اور نہ کوئی خبر گیراں، نہ پُرسانِ حالِ پریشاں۔

جو پار اُتر گئے اُن کا پیاس سے بُرا حال ہے، پانی پلائیں تو یہی پلائیں، اُدھر نہیں جاتے تو خدا جانے آفت رسیدوں پر کیا گزرے، کون سا پلہ بھاری ٹھہرے، اِدھر نہ آئیں تو یہ بے کس بے یار برباد ہو گئے، ٹھکانا نہ لگا رہا ایک اُن کا دم اور جہان بھر کی خبر گیری، اتنا عظیم ازدحام اور اِس قدر مختلف کام اور اس درجہ فاصلوں پر مقام اور اُنھیں کے خدا کی قسم اُنھیں ایک ایک اس سے زیادہ پیارا جیسے ماں کو اکلوتا بچہ۔ دل پر ہمومِ آلام، زبان پر خدا کا نام، آنکھوں سے اشک رواں، ہر طرف بے تابانہ دواں، اِدھر گرتے کو سنبھالا، اُدھر ڈوبتے کو نکالا، یہاں روتے کے آنسو پونچھے، وہاں جلتے کو بجھایا۔

غزل

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہو گا ❁ ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہو گا
گناہگار پہ جب لطف آپ کا ہو گا ❁ کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہو گا
خدا کا لطف ہوا ہو گا دستگیر ضرور ❁ جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہو گا
دکھائی جائیگی محشر میں شانِ محبوبی ❁ کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہو گا
خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی ❁ خدائے پاک خوشی اُن کی چاہتا ہو گا
کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہونگے ❁ کوئی اسیرِ غم اُن کو پکارتا ہو گا
کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ ❁ نہیں تو دَم میں غریبوں کا فیصلہ ہو گا
کسی کے پلہ پہ ہوں گے وقتِ وزنِ عمل ❁ کوئی امید سے منہ اُن کا تک رہا ہو گا
کوئی کہے گا دہائی ہے یا رسول اللہ ❁ تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہو گا
کسی کو لے کے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم ❁ وہ اُن کا راستہ پھِر پھِر کے دیکھتا ہو گا
شکستہ پا ہوں مرے حال کی خبر کر دو ❁ کوئی کسی سے یہ رو رو کے کہہ رہا ہو گا
خدا کے واسطے جلد اُن سے عرض حال کرو ❁ کسے خبر ہے کہ دَم بھر میں ہائے کیا ہو گیا
پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سنائے گا ❁ تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہو گا
زبان سوکھی دکھا کر کوئی لبِ کوثر ❁ جنابِ پاک کے قدموں پہ گر گیا ہو گا
نشانِ خسروِ دیں دُور کے غلاموں کو ❁ لوائے حمد کا پرچم بتا رہا ہو گا
کوئی قریبِ ترازو کوئی لبِ کوثر ❁ کوئی صراط پر اُن کو پکارتا ہو گا
یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی ❁ مقدس آنکھوں سے تار اشک کا بندھا ہو گا
وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ ❁ ہجومِ فکر و تردد میں گھِر گیا ہو گا
ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے ❁ پکار سُن کے اسیروں کی دوڑتا ہو گا
عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے ❁ خدا گواہ یہی حال آپ کا ہو گا

خدائی بھر اُنہیں ہاتھوں کو دیکھتی ہو گی ❁ زمانہ بھر اِنھیں قدموں پہ لوٹتا ہو گا

بنی ہے دَم پہ دہائی ہے تاج والے کی ❁ یہ غل یہ شور یہ ہنگامہ جابجا ہو گا

مقام فاصلوں پر کام مختلف اتنے ❁ وہ دن ظہورِ کمالِ حضور کا ہو گا

کہیں گے اور نبی اِ ِ ذ ذھَ یرِی بَ(۱)اِ ُ ❁ وامِرِے حضور کے لب پر اَ نَا لَھَ َ ہوگا ـــا

دُعائے اُمتِ بدکار وردِ لب ہو گی ❁ خدا کے سامنے سجدہ میں سر جھکا ہو گا

غلام اُن کی عنایت سے چین میں ہونگے ❁ عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہو گا

میں اُن کے در کا بھکاری ہوں فضلِ مولیٰ سے
حسنؔ فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ
رَ لِلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اوغافل بے پرواہ! اُن کی عظمت وشان سے ناآگاہ، اس کا نام 'مقامِ محمود' ہے، اے بڑی شوکت والے تاجدار! حسنؔ کی جان تیرے قربان ؎

منکروں میں نہ مری جان نکوکاروں میں
صدقے جاؤں ترے میں بھی ہوں گناہ گاروں میں

خدا کے واسطے اس رُسوائے عالم کو رُسوائے محشر نہ ہونے دینا۔ او لاج رکھنے والے! میری لاج تیرے ہاتھ ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اے عزیز! محبت اُس جناب کی عین ایمان بلکہ ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہے۔ یاد پاک واسطۂ نجات کونین وفلاح دارین۔ ارشاد ہوتا ہے :

(۱) بخاری :۳۰۹۲، ۶۹۵۶، ومسلم:۲۸۶، ۲۸۷۔

اَلاَ لاَاَ ِ َ ِي يُ ُ ّ مُمَمَّةَ لَحَحَا اَنَ. َ ب بَ ا اِ ِ ِمَمَ َ نَنُ ُ لالا

یعنی جس کے دل میں (میری) محبت نہیں، ایمان نہیں۔

اور فرمایا جاتا ہے :

لا يُ ُ َ ُ ـ حَ َ ُ ُ ـم طِ ُ ى اَحُكُمُ ُ حَ اَنَ اَ اِ ِ يَـبلَ ا ُ الله ِ ِ ِ لملهِ ِ َ هاهُ ِ ُ ووو َ

اَجُ َ ُ ـه ه َ ء عِ ِ يِ يُ ُ نَ نَ َ

یعنی تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔

اور قاعدہ کی بات ہے جو جسے زیادہ عزیز رکھتا ہے اسی کا ذکر اسے وظیفہ ہو جاتا ہے :

من احب شيئا اكثر من ذكره .

ذکر حضور کے سامنے اور کسی کے ذکر کا کیا ذکر، مگر یہاں بالعکس نظر آتا ہے۔

بھولے بیٹھے ہیں ہم اُن کو، چاہتے ہیں وہ ہمیں
اُلٹی موجیں مارتا ہے اے حسؔن دریائے عشق

خیال کی جگہ ہے کہ جو روزِ ولادت سے آج تک ہماری یاد اپنے دل پاک سے فراموش نہ فرمائے، اسے ہم یوں بھلا دیں۔ ہیہات ہیہات! محسن کے احسان کبھی یاد نہ آئیں۔ پیارے نبی ﷺ کا تو خیالِ امت میں یہ حال اور کیفیتِ اُمت دیدنی۔

عمل مولد کہ عمدہ طریقہ یادِ والا کا ہے، اس کے واسطے ربیع الاوّل شریف کو ایسا خاص کر لیا گیا کہ گویا اور کسی مہینہ میں مجلس کرنا روا ہی نہیں۔ جیسے عید الفطر کے واسطے شوال اور عید الاضحیٰ کے لیے ذی الحجہ۔ اس خصوصیت بے جا پر ایک اور آفت ہے کہ جو حضرات اس کے عامل ہیں، ان میں سے کوئی بطور رسم بجا لاتا ہے کہ ہمارے باپ دادا مجلسیں کرتے آئے ہیں، ہم نہ کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے، کوئی نام کے واسطے اتنا زیر بار ہوتا ہے۔

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ ❁ آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ

(۱) صحیح بخاری: ۲۴/۱ حدیث: ۱۴...... صحیح مسلم: ۱۵۶/۱ حدیث: ۶۳ ...... سنن نسائی: ۲۱۱/۱۵ حدیث: ۴۹۲۷ ...... سنن ابن ماجہ: ۶/۱ حدیث: ۶۶۔

یہاں تک تو پھر خیریت تھی۔ بعض حضرات خاص مولد کے جواز وعدم جواز میں کلام کرتے ہیں۔ کہیں اگر بپاس ملاقات طوعاً وکرہاً جاتے ہیں تو جہاں تک ہوسکتا ہے کہیں بیٹھ بٹھا کر بعد قیام آتے ہیں، شاید کبھی جبراً قہراً آ گئے تو قیام کا نام سنتے ہی جی بیٹھ گیا اُداسی چھا گئی۔

اِ اَا اِلّٰہِ نِ نلّا لمویو لا لہ ا و وخرذ ونوانقوجتلا لاُولِاللّٰہِلا لاِلع لاّالاللا لا ظظی یی

یــا ر صبل و م سسد دبدبلا لا ا اائا مم ا ا ا

عَ ٰی حَلیٖلکَ بَخیَ الخَلقِ کُلّھم

پھر بہار آئی، ہوئے سامان پھر میلاد کے
عرش سے آنے لگے تحفے مبارک باد کے

غنچے چٹکے، گل کھلے، چلنے لگی بادِ نسیم
رنگ لائے چہچہے پھر بلبل ناشاد کے

حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

یا جابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ. (۱)

اے جابر! بے شک اللہ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

---

(۱) المواہب اللدنیہ، بحوالہ عقد الجوہر الثمین فی اربعین حدیثا من احادیث سید المرسلین، امام عجلونی، حدیث: ۱۹۔ امام الحجہ، رحلۃ المحدثین شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی (۱۱۶۲ھ) نے اس اربعین کی ترتیب (تحصیل سند حدیث کی غرض سے) یوں کی ہے کہ چالیس مشہور کتب احادیث کی سب سے پہلی حدیث اس میں نقل فرمائی ہے، جس کی انیسویں حدیث مصنف عبد الرزاق صنعانی کے حوالے سے 'حدیث نور' ذکر کی ہے۔ اب اگر اس حدیث کے تعلق سے امام عجلونی کو کچھ شبہہ ہوتا تو کم از کم ایسی بابرکت کتاب میں اس کے ذکر سے احتراز کرتے کہ جس کی قراءت وسماع سے ہزاروں لاکھوں نے سند حدیث پائی، اور پا رہے ہیں۔ (گزشتہ ہفتہ شیخ محمد بن یحییٰ بن محمد الحسینی النینوی الحلبی الشافعی کے بدست ناچیز بھی اس کی قراءت وسماعت کی اجازت سے مفتخر ہوا)۔ نیز فضیلۃ الدکتور عیسیٰ بن عبد اللہ بن مانع حمیری نے اس حدیث کی تحقیق بلیغ فرمائی ہے، اور الجزء المفقود من المصنَّف میں اس مظلوم حدیث کی داستانِ خونچکاں کھول کے رکھ دی ہے۔ نیز اُس سے بھی قبل محقق بے بدل شیخ عبد القادر ارناؤط اس تعلق سے دلچسپ حقائق آشکار کر چکے ہیں۔

روزِ اوّل کہ آدم وحوا، چاند سورج، زمین و آسمان، کل موجودات، تمام مخلوقات سراپردۂ عدم میں تھی اور وہ نور سراپا ظہور عرشِ معلیٰ پر جگہ پائے ہوئے آئینہ داریِ جمالِ الٰہی میں مصروف تھا۔ بحر قدم کا موجِ اوّلین، نخل کائنات کی اصل متین یہی نور رہے۔ اگر کشتی نوح کی آپ ناخدائی نہ فرماتے موجِ تلاطم سے رہائی غیر متصور تھی۔ اور اگر جنابِ خلیل اس امانت کے امین نہ ہوتے تو نارِ نمرود غیرتِ خلد کیونکر بنتی۔ عالم ایجاد میں کوئی شے ایسی نہیں جو حضور کی ذاتِ مستجمع صفات سے بہرہ وَر نہ ہو۔

ذاتِ کریم کنزِ مخفی تھی، جب منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو پیدا کریں، اور اپنی اور اپنے محبوب کی شان جلوۂ ظہور پائے، اپنے نور سے نور محمدی ﷺ بنایا، پھر اس نور منور کو جو ہر لطیف بنا کر دس ٹکڑے کیے، نو ٹکڑوں سے عرش وکرسی لوح وقلم، جنت ودوزخ، چاند سورج، ملائکہ بنائے، دسویں ٹکڑے سے وہ پیاری پیاری رُوح جلوہ ظہور کی شمع انجمن ہوئی جس کی ادنی چمک سے چودہ (۱۴) طبق روشن ہوجائیں۔ ایک جھلک سے تحت الثریٰ سے عالم بالا تک عالم چراغاں ہو، پھر جبریل امین کو حکم رب العالمین جل شانہ پہنچا کہ سطح خاک پر جا اور جہاں کی خاک پاک دیکھے، لا۔

روحِ اعظم، حکم محکم پاکر زمین پر آئے، اور زمین مکہ سے خاک طلب کرنے لگے، زمین اس طلب کو سن کر اس قدر فرح ناک ہوئی کہ خوشی کے سمانے کی گنجائش نہ رہی، اور حالتِ وجد میں شق ہو گئی گویا زبانِ حال سے گویا تھی کہ اے ایسی خوشی کی خبر سنانے والے! میں تیرے قربان، ایسے پیارے محبوب کی طینت پاک کے لیے تو اس افتادہ وخاکسار کی جان حاضر ہے۔

جبریل علیہ السلام وہاں کی خاک لے کر زیر عرش پہنچے، پھر اس خاک پاک کو آبِ طہور سے تخمیر کر کے طینتِ حضور بنائی اور اطباق افلاک وزمین میں پھرایا مگر یہ پھرانا اس سبب سے تھا کہ آسمانوں کے بسنے والے اور زمینوں کے رہنے والے آگاہی پائیں کہ یہ سلطانِ کونین محبوب رب المشرقین ہے جس کا سر اس جناب میں جھکا وہ جنابِ باری میں سربلند ہے، جس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اُس کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

یَ َ ًّا طھرًّ وَ َلَ بِلھُبِسُ سَ َ دبًّ َلَ ل َلالگئِ ً ِ اِمامً ً ا ا ا ا

عَ ىٰ حَلَیْلِکَ بُخَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

جب قالب حضرت آدم علیہ السلام بن کر تیار ہوا اور نفخ روح کو حکم کردگار ہوا۔ رُوح اُس کالبد خاکی کو دیکھ کر گھبرانے لگی، جب اس شمع بزم انبیا سے جبین ابوالبشر کی تقدیر چمکی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے قربان ہو کر جسم پاک میں در آئی پھر قوم انسان کا سلسلہ بڑھ چلا یہاں تک کہ وہ آفتابِ عرب اصلابِ طیبہ و ارحامِ طاہرہ (۱) سے نقل کرتا زیبِ بُرج ہاشمی ہو کر چشم و چراغ عبدالمطلب ہوا۔

روایت ہے حضرت عبدالمطلب ایک روز وسادۂ راحت پر محوخواب تھے کہ تقدیر آنکھیں ملتی ہوئی جاگ اُٹھی، ناگہاں عالم رؤیا میں دیکھا کہ ایک شجر سرسبز وشاداب زمین سے اُگا اور طرفۃ العین میں اتنا بلند ہوا کہ آسمان تک پہنچا اور اُس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیل گئیں اور اُس سے وہ نور عظیم چمکا کہ ضیاے آفتاب سے ستر (70) حصہ زیادہ تھا۔ عرب وعجم کو اس کے حضور سجدہ کناں دیکھا اور وہ درخت آناً فاناً بڑھتا اور زیادہ بلند وروشن ہوتا جاتا ہے، کبھی میری نظر سے چھپ جاتا کبھی ظاہر ہو جاتا اور کچھ قریشی لوگ دیکھے کہ اس کی شاخیں پکڑے بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ اس کے قطع وبرید میں ہیں۔

جب وہ اس کے قریب جاتے ہیں ایک جوان کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار کسی کو نہ دیکھا تھا اُن کی پیٹھیں توڑ ڈالتا اور آنکھیں نکال لیتا ہے، انہوں نے اپنا ہاتھ بلند کیا کہ اس درخت سے بہرہ یاب ہوں۔ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ یہ تو ان کا حصہ ہو چکا ہے جو آگے سے اس تک پہنچ گئے ہیں اور اس کی ڈالیاں پکڑ لی ہیں۔

اس خواب نے وہ مسرت تازہ وفرحت بے اندازہ بخشی کہ نصیب کے ساتھ ہی آنکھ بھی کھل گئی۔ حضرت عبدالمطلب اُٹھے اور کس کیفیت میں کیف بادۂ دیدار سے آنکھیں جھکی ہوئیں، تجلیاتِ پیہم سے دل ایک نور کا پتلا بنا ہوا چشمۂ چشم سے بحر طلعت طور کا کنارہ ملا ہوا، نسیم صبح سعادت سے دامن مراد کی کلیاں کھل گئیں، دونوں جہان کی مرادیں ایک ہی نظارہ میں مل گئیں۔

اس زمانہ میں ایک کاہنہ علم کہانت میں بے مثل تھی۔ حضرت عبدالمطلب نے اس سے ماجرائے

---

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين یعنی میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم، جلد ا ص: ۵۷) -قادری-

خواب بیان کیا۔ سنتے ہی رنگ رو کے ساتھ ہوش بھی پرواز کر گئے، گھبرا گئی، حواس باختہ ہوئی۔ بولی اگر یہ خواب سچا ہے تو اے عبدالمطلب! تمہاری صلب سے وہ چمکتا آفتاب طلوع کرے گا جس کی ضیا سے گرفتارانِ ظلمت کفر کے دن پھریں گے، جس کی روشنی تحت الثریٰ سے تاعالم بالا پہنچے گی، اور قریب ہے کہ وہ بادشاہِ اسلام پناہ، اُمت پرور، غریب نواز، بےکسوں کا والی، بے یاروں کا حمایتی پیدا ہو جس کی قاہر حکومت عظیم سلطنت مشرق و مغرب کو گھیر لے جس کے حضور تمام سرکشانِ عالم گردن جھکائیں، سلطان و گدا سب اُسی کا دم بھرتے نظر آئیں۔

عبدالمطلب تعبیر سن کر بہت شاد و خرم واپس ہوئے، پھر اس نور پر تو تجلی طور نے پشتِ جناب عبداللہ میں قرار پکڑا۔

لکھا ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: جب میں وادیِ بطحا جاتا ہوں میری پیٹھ سے ایک نور نکلتا ہے اور بشکل چتر میرے سر پر سایہ گستر ہوتا ہے، در ہائے فلک کھلتے ہیں پھر وہ نور سراپا ظہور بسان ابر وہاں جاتا ہے پھر میری پشت میں سما جاتا ہے جس درخت خشک کے نیچے بیٹھتا ہوں ہرا ہو جاتا ہے۔

سچ فرمایا تو نے اے بڑی امانت کے امین! درخت کیوں نہ ہرے ہوں، اس بہار گلزار کونین کا تو نام لیے دل پژمردہ ہرے ہوتے ہیں، آنکھوں میں ٹھنڈک، کلیجہ میں خنکی آتی ہے، مدینہ طیبہ کس کے قدوم کی برکت سے طیب و طاہر ہے، جنت سے پُر بہار باغ پر مدینہ نے کس پھول کے دارالسلطنت بننے سے فضیلت پائی۔

غزل (۱)

کہوں کیا حال زاہد گلشن طیبہ کی نزہت کا
کہ ہے خلدِ بریں چھوٹا سا ٹکڑا میری جنت کا

تعالیٰ اللہ شوکت تیرے نامِ پاک کی آقا
کہ اب تک عرشِ اعلیٰ کو ہے سکتہ تیری ہیبت کا

(۱) اوّل اشاعتمیں یہاں یہ غزل تھی۔
عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ ☆ کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

وکیل اپنا کیا ہے احمدِ مختار کو میں نے
نہ کیونکر پھر رہائی میری منشا ہو عدالت کا

بلاتے ہیں اُسی کو جس کی بگڑی وہ بناتے ہیں
کمر بندھنا دیارِ طیبہ کو کھلنا ہے قسمت کا

کھُلیں اسلام کی آنکھیں ہوا سارا جہاں روشن
عرب کے چاند صدقے کیا ہی کہنا تیری طلعت کا

نہ کر رُسوائے محشر واسطہ محبوب کا یا رب
یہ مجرم دُور سے آیا ہے سن کر نام رحمت کا

مرادیں مانگنے سے پہلے ملتی ہیں مدینہ میں
ہجومِ جود نے روکا ہے بڑھنا دستِ حاجت کا

شبِ اسریٰ ترے جلووٴں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرشِ اعظم منتظر ہے تیری رحمت کا

یہاں کے ڈوبتے دم میں اُدھر جا کر اُبھرتے ہیں
کنارا ایک ہے نہرِ ندامت بحرِ رحمت کا

غنی ہے دل بھرا ہے نعمتِ کونین سے دامن
گدا ہوں میں فقیر آستانِ خود بدولت کا

طوافِ روضۂ مولیٰ پہ ناواقف بگڑتے ہیں
عقیدہ اور ہی کچھ ہے ادب دانِ محبت کا

خزانِ غم سے رکھنا دُور مجھکو اس کے صدقے میں
جو گل اے باغباں ہے عطر تیرے باغِ صنعت کا

الٰہی بعدِ مردن پردہ ہائے حائل اُٹھ جائیں
اُجالا میرے مرقد میں ہو اُن کی شمعِ تربت کا

سنا ہے روزِ محشر آپ ہی کا منہ تکیں گے سب
یہاں پورا ہوا مطلب دلِ مشتاقِ رویت کا

وجودِ پاک باعثِ خلقتِ مخلوق ٹھہرا
تمھاری شانِ وحدت سے ہوا اظہار کثرت کا

ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنانِ کوچۂ جاناں
سلامِ شوق پہنچے بیکسانِ دشتِ غربت کا

حسنؔ سرکارِ طیبہ کا عجب دربارِ عالی ہے
درِ دولت پہ اک میلا لگا ہے اہل حاجت کا

روایت ہے جب حضرت عبداللہ سِنِ بُلوغ کو پہنچے شاہانِ دَہر و محتشمانِ زمانہ آپ کی طلب میں سرگرم ہوئے۔ بعد بسیار جد و کد حضرت آمنہ سے نامزد کیا، پھر وہ نورِ مبارک صلب پدر سے نکل کر رحم مادر میں جاگزیں ہوا۔

آمنہ پاک فرماتی ہیں: پہلے مہینے میں حضرت آدم، دوسرے میں جناب ادریس، تیسرے میں حضرت نوح، چوتھے میں جناب خلیل، پانچویں میں حضرت اسمٰعیل، چھٹے میں جناب کلیم، ساتویں میں حضرت داوٗد، آٹھویں میں سلیمان، نویں میں جناب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام مژدۂ ولادت پسر نام وَر سنانے آئے، اور حضرت مسیح نے فرمایا: جب یہ نورِ خدا جلوہ فرما ہو تو اس کا نام پاک 'محمد' رکھنا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور فرماتی ہیں جب میں حاملہ ہوئی، کسی شخص نے مجھ سے خواب میں کہا: تیرے پیٹ میں اس امت کا سردار ہے۔ اور فرماتی ہیں مجھ کو کوئی اَثر حمل کا معلوم نہ ہوا جتنے جتنے دن قریب آتے گئے آواز 'مرحبا' چارطرف سے زیادہ زیادہ آنے لگی۔ اس سے پہلے قریش سخت سخت مصیبتوں میں گرفتار تھے، اشجار و اثمار سب خشک بے ساز و برگی کے سوا کوئی پھولا پھلا نہ تھا، جب حضور بطن مادر میں جلوہ گستر ہوئے سب عُسرت عشرت ہوگئی، بے دست و پائی نے مخلوق سے ہاتھ اُٹھایا، تہی دستی سے ہاتھ خالی ہوئے، شب ولادت عرش جھوما، ستارے زمیں کی طرف مائل، گھر گھر شادی کی رُسوم، ہر طرف مبارکباد کی دُھوم، شورِ مرحبا سے کان پڑی آواز نہ سنائی دی۔

بُشرٰی لَکُم کی صدائیں بلند، درودیوار پر بہاریں لوٹیں، خزاں وشیطان مقید، نسیم بہار چلی، شاخ شاخ سے گلے ملی۔ فاختہ شور کُو کُو چھوڑ کر منتظر لقا، بلبل ناشاد کے دن پھرے، گل فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائے، کلیوں کی چٹک سے صدائے الصلوٰۃُ والسلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ آئی، سروِ آزاد منتظر نرگس کو پلک مارنا دُشوار، سحابِ رحمت اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیدنا النبیِّ الکریم کہتا گھر آیا، بوندیاں شوقِ دیدار میں درود پڑھتی اُتریں۔ بجلیوں نے سورۂ نور وِردِ زبان کی۔

اے انجمن والو! ہوشیار، با اَدب بانصیب بے ادب بےنصیب، دست بستہ ہوکر درود پڑھو، یہ وقت وہ ہے کہ آفتاب رسالت باہزاراں جاہ وجلال اُفق سعادت سے چمکنے والا ہے۔ گلِ بستانِ نبوت ساتھ سو رنگینیوں کے کھلا چاہتا ہے، جن وانسان وملک، وحوش وطیور چشم براہ، گوش برآواز ہیں۔ انبیائے کرام ومرسلین عظام منتظر کہ کب وہ شمع بزم خلوت رونق انجمن جلوت ہو۔ ملائکہ پرّے جمائے دست بستہ فرطِ ادب سے سر جھکائے اُس نوشاہ کی سلامی کو حاضر۔

اے گدایانِ کوے محمدی صلاۃ وسلام عرض کرو، تمہارے حامی، تمہارے والی، تمہارے یاوَر، تمہارے سرور، تمہارے آقا، تمہارے مولیٰ، تمہارے سردار، تمہارے غم خوار، تمہارے پیارے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری آتی ہے۔ ہاں اے مشتاقانِ دیدار! آنکھوں کے فرش کرنے کا وقت آ پہنچا، ہاں کشتگانِ فراق کچھ خبر ہے، مژدہ ہو کہ وہ جانِ مسیح، جاں بخش عالم تشریف لاتا ہے۔

غزل(۱)

سرِ صبحِ سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالمِ امکاں سے نکالا

پیدائشِ محبوب کی شادی میں خدا نے
مدت کے گرفتاروں کو زِنداں سے نکالا

---

(۱) اوّل اشاعت میں یہاں یہ غزل ہے۔
کیا مژدۂ جاں بخش سنائے گا قلم آج

رحمت کا خزانہ پئے تقسیم گدایاں
اللہ نے تہ خانۂ پنہاں سے نکالا

خوشبو نے عنادِل سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

ہے حسنِ گلوے مہِ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر اُن کے گریباں سے نکالا

پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اٹھایا
صَرصَر کا عمل صحنِ گلستاں سے نکالا

اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا

اے مہرِ کرم تیری تجلی کی اَدا نے
ذرّوں کو بلاے شبِ ہجراں سے نکالا

صدقے ترے اے مردمکِ دیدۂ یعقوب
یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا نے مدد کی
گرداب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا

اُمت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا

ان ہاتھوں کے قربان کہ ان ہاتھوں سے تم نے
خارِ رہِ غم پاے غریباں سے نکالا

اَرمان زدوں کی ہیں تمنائیں بھی پیاری
اَرمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

یہ گردنِ پُر نور کا پھیلا ہے اُجالا
یا صبح نے سر اُن کے گریباں سے نکالا

گلزارِ براہیم کیا نار کو جس نے
اُس نے ہی ہمیں آتشِ سوزاں سے نکالا

دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت
تھوڑا سا نمک اُن کے نمکداں سے نکالا

قرآں کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے
مضموں یہ خطِ عارضِ تاباں سے نکالا

قربان ہوا بندگی پر لطفِ رہائی
یوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا

اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی
کیوں تو نے دُھواں سینۂ سوزاں سے نکالا

مدفن نہیں پھینک آئیں گے احباب گھڑے میں
تابوت اگر کوچۂ جاناں سے نکالا

کیوں شور ہے کیا حشر کا ہنگامہ بپا ہے
یا تم نے قدم گورِ غریباں سے نکالا

لاکھوں ترے صدقے میں کہیں گے دم حشر
زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا

جو بات لب حضرتِ عیسیٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبش داماں سے نکالا

منہ مانگی مرادوں سے بھری جیب دو عالم
جب دست کرم آپ نے داماں سے نکالا

کانٹا غم عقبیٰ کا حسنؔ اپنے جگر سے
امت نے خیال سر مژگاں سے نکالا

غزل(۱)

پرُ نور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پرَدہ اٹھا ہے کس کا صبح شبِ ولادت

جلوہ ہے حق کا جلوہ صبح شبِ ولادت
سایہ خدا کا سایہ صبح شبِ ولادت

فصلِ بہار آئی شکل نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبح شبِ ولادت

پھولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے
عہدِ بہار آیا صبح شبِ ولادت

پژمردہ حسرتوں کے سب کھیت لہلہائے
جاری ہوا وہ دریا صبح شبِ ولادت

گل ہے چراغِ صرصر گل سے چمن معطر
آیا کچھ ایسا جھونکا صبح شبِ ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا گل میں ہزار گلشن
نشوو نما ہے کیا کیا صبح شبِ ولادت

جنت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبح شب ولادت

دل جگمگا رہے ہیں قسمت چمک اٹھی ہے
پھیلا نیا اُجالا صبح شب ولادت

(۱) یہ غزل اوّل اشاعت میں نہیں ہے مولانا حسن نے دوسری اشاعت میں اضافہ کیا۔

چکٹے ہوئے دلوں کے مدت کے میل چھوٹے
ابر کرم وہ برسا صبح شبِ ولادت

بلبل کا آشیانہ چھایا گیا گلوں سے
قسمت نے رنگ بدلا صبح شبِ ولادت

ارض و سما سے منگتا دوڑے ہیں بھیک لینے
بانٹے گا کون باڑا صبح شبِ ولادت

انوار کی ضیائیں پھیلی ہیں شام ہی سے
رکھتی ہے مہر کیسا صبح شبِ ولادت

مکہ میں شام کے گھر روشن ہے ہر نگہ پر
چمکا ہے وہ اُجالا صبح شب ولادت

شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکانِ کسریٰ صبح شبِ ولادت

خطبہ ہوا زمیں پر سکہ پڑا فلک پر
پایا جہاں نے آقا صبح شبِ ولادت

آئی نئی حکومت سکہ نیا چلے گا
عالم نے رنگ بدلا صبح شبِ ولادت

رُوحُ الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اُڑا پھریرا صبح شبِ ولادت

دونوں جہاں کی شاہی ناکتخدا دولہن تھی
پایا دولہن نے دولہا صبح شبِ ولادت

پڑھتے ہیں عرش والے سنتے ہیں فرش والے
سلطانِ نو کا خطبہ صبح شبِ ولادت

چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی
آیا کرم کا داتا صبح شبِ ولادت

عالم کے دفتروں میں ترمیم ہو رہی ہے
بدلا ہے رنگِ دنیا صبح شبِ ولادت

ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں
کاٹا گیا سیاہا صبح شبِ ولادت

ملکِ ازل کا سرور سب سروروں کا افسر
تختِ اَبد پہ بیٹھا صبح شبِ ولادت

سوکھا پڑا ہے ساوا دریا ہوا سماوا
ہے خشک و تر پہ قبضہ صبح شبِ ولادت

نوّابیاں سدھاریں جاری ہیں شاہی آئیں
کچا ہوا علاقہ صبح شبِ ولادت

دن پھر گئے ہمارے سوتے نصیب جاگے
خورشید ہے وہ چمکا صبح شبِ ولادت

قربان اے دوشنبہ تجھ پر ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبح شبِ ولادت

پیارے ربیع الاوّل تیری جھلک کے صدقے
چمکا دیا نصیبہ صبح شبِ ولادت

وہ مہر مہر فرما وہ ماہِ عالم آرا
تاروں کی چھاؤں آیا صبح شبِ ولادت

نوشہ بناؤ ان کو دولھا بناؤ ان کو
ہے عرش تک یہ شہرہ صبح شب ولادت

شادی رچی ہوئی ہے بجتے ہیں شادیانے
دولھا بنا وہ دولھا صبح شبِ ولادت

محروم رہ نہ جائیں دن رات برکتوں سے
اس واسطے وہ آیا صبح شبِ ولادت

عرشِ عظیم جھومے کعبہ زمین چومے
آتا ہے عرش والا صبح شبِ ولادت

ہشیار ہوں بھکاری نزدیک ہے سواری
یہ کہہ رہا ہے ڈنکا صبح شبِ ولادت

بندوں کو عیش شادی اَعدا کو نامرادی
کڑکیت کا ہے کڑکا صبح شبِ ولادت

تارے ڈھلک کر آئے کاسے کٹورے لائے
یعنی بٹے گا صدقہ صبح شبِ ولادت

آمد کا شور سن کر گھر آئے ہیں بھکاری
گھیرے کھڑے ہیں رستہ صبح شبِ ولادت

ہر جان منتظر ہے ہر دیدہ رہ نگر ہے
غوغا ہے مرحبا کا صبح شبِ ولادت

جبریل سر جھکائے قدسی پرّے جمائے
ہیں سرو قد ستادہ صبح شبِ ولادت

کس داب کس ادب سے کس جوش کس طرب سے
پڑھتے ہے ان کا کلمہ صبح شبِ ولادت

ہاں دین والوں اُٹھو تعظیم والوں اُٹھو
آیا تمہارا مولا صبح شبِ ولادت

اُٹھو حضور آئے شاہِ غیور آئے
سلطانِ دین و دنیا صبح شبِ ولادت

اُٹھو ملک اُٹھے ہیں عرش و فلک اُٹھے ہیں
کرتے ہیں اُن کو سجدہ صبح شبِ ولادت

آؤ فقیر آؤ منہ مانگی آس پاؤ
بابِ کریم ہے وا صبح شبِ ولادت

سُوکھی زبانوں آؤ اے جلتی جانوں آؤ
لہرا رہا ہے دریا صبح شبِ ولادت

مرجھائی کلیوں آؤ کملائے پھولوں آؤ
برسا کرم کا جھالا صبح شبِ ولادت

تیری چمک دمک سے عالم جھلک رہا ہے
میرے بھی بخت چمکا صبح شب ولادت

تاریک رات غم کی لائی بلا سِتم کی
صدقہ تجلّیوں کا صبح شبِ ولادت

لایا ہے شِیر تیرا نورِ خدا کا جلوہ
دل کر دے دودھ دھویا صبح شبِ ولادت

بانٹا ہے دو جہاں میں تو نے ضیا کا باڑا
دے دے حسنؔ کا حصہ صبح شبِ ولادت

عرضِ سلام بدرگاہ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام(۱)

السلام اے خسروِ دنیا و دیں ❁ السلام اے راحتِ جانِ حزیں
السلام اے بادشاہِ دو جہاں ❁ السلام اے سرورِ کون و مکاں
السلام اے نورِ ایماں السلام ❁ السلام اے راحتِ جاں السلام
اے شکیبِ جانِ مضطر السلام ❁ آفتاب ذرّہؔ پرور السلام
درد وغم کے چارہ فرما السلام ❁ درد مندوں کے مسیحا السلام
اے مرادیں دینے والے السلام ❁ دونوں عالم کے اُجالے السلام
درد وغم میں مبتلا ہے یہ غریب ❁ دم چلا تیری دہائی اے طبیب
نبضیں ساقط روح مضطر جی نڈھال ❁ دردِ عصیاں سے ہوا ہے غیر حال
بے سہاروں کے سہارے آپ ہیں ❁ حامی و یاور ہمارے آپ ہیں
ہم غریبوں پر کرم فرمایئے ❁ بد نصیبوں پر کرم فرمایئے
بے قراروں کے سرہانے آیئے ❁ دل فگاروں کے سرہانے آیئے
جاں بلب کی چارہ فرمائی کرو ❁ جانِ عیسیٰ ہو مسیحائی کرو
شام ہے نزدیک منزل دُور ہے ❁ پاؤں کیا یاں جان تک رنجور ہے
مغربی گوشوں میں پھوٹی ہے شفق ❁ زردیِ خورشید سے ہے رنگ فق
راہ نامعلوم صحرا پُر خطر ❁ کوئی ساتھی ہے نہ کوئی راہبر
طائروں نے بھی بسیرا لے لیا ❁ خواہش پرواز کو رخصت کیا
ہر طرف کرتا ہوں حیرت سے نگاہ ❁ پر نہیں ملتی کسی صورت سے راہ
سو بلائیں چشم تر کے سامنے ❁ یاس کی صورت نظر کے سامنے
ظلمتیں شب کی غضب ڈھانے لگیں ❁ کالی کالی بدلیاں چھانے لگیں

---

(۱) یہ سلام بھی دوسرے ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔

دل پریشاں بات گھبرائی ہوئی ❁ شکل پر اَفسردگی چھائی ہوئی
ان بلاؤں میں پھنسا ہے خانہ زاد ❁ آفتوں میں مبتلا ہے خانہ زاد
اے عرب کے چاند اے مہرِ عجم ❁ اے خدا کے نور اے شمعِ حرم
فرش کی زینت ہے دَم سے آپ کے ❁ عرش کی عزت قدم سے آپ کے
آپ سے ہے جلوۂ حق کا ظہور ❁ آپ ہی ہیں نور کی آنکھوں کے نور
آپ سے روشن ہوئے کون ومکاں ❁ آپ سے پُرنور ہے بزمِ جہاں
اے خداوندِ عرب شاہِ عجم ❁ کیجیے ہندی غلاموں پر کرم
ہم سیہ کاروں پہ رحمت کیجیے ❁ تیرہ بختوں کی حمایت کیجیے
اپنے بندوں کی مدد فرمائیے ❁ پیارے حامی مسکراتے آئیے
ہو اگر شانِ تبسم کا کرم ❁ صبح ہو جائے شبِ دیجورِ غم
ظلمتوں میں گم ہوا ہے راستہ ❁ المدد اے خندۂ دنداں نما
ہاں دکھا جانا تجلی کی اَدا ❁ ٹھوکریں کھاتا ہے پردیسی ترا
دیکھیے کب تک چمکتے ہیں نصیب ❁ دیر سے ہے لو لگائے یہ غریب
ملتجی ہوں میں عرب کے چاند سے ❁ اپنے رب سے اپنے رب کے چاند سے
میں بھکاری ہوں تمہارا تم غنی ❁ لاج رکھ لو میرے پھیلے ہاتھ کی
تنگ آیا ہو دلِ ناکام سے ❁ اس نکمّے کو لگا دو کام سے
آپ کا دربار ہے عرش اشتباہ ❁ آپ کی سرکار ہے بیکس پناہ
مانگتے پھرتے ہیں سلطان و امیر ❁ رات دن پھیری لگاتے ہیں فقیر
غمزدوں کو آپ کر دیتے ہیں شاد ❁ سب کو مل جاتی ہے منہ مانگی مراد
میں تمہارا ہوں گدائے بے نوا ❁ کیجے اپنے بے نواؤں پر عطا
میں غلام ہیچ کارہ ہوں حضور ❁ ہیچ کاروں پر کرم ہے پَر ضرور
اچھے اچھوں کے ہیں گاہک ہر کہیں ❁ ہم بدوں کی ہے خریداری یہیں
کیجیے رحمت حسنؔ پر کیجیے ❁ دونوں عالم کی مرادیں دیجیے

بعد ولادت حضور حضورِ ربّ قدیر میں سجدہ کناں ہوئے اور اُنگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھا کر لبِ اعجاز سے فرمایا :

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سوا خدا کے کوئی سچا معبود نہیں بے شک میں رسول خدا ہوں۔

پھر شانِ کرم نے اور ہی جلوے دکھائے، غریبانِ اُمت یاد آئے، دعاے مغفرت کے لیے لبِ جاں بخش کو تکلیفِ جنبش دی، جناب باری میں عاجزانہ طور سے یہ عرض کی :

یَا رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ

یعنی اے رب! میرے گنہگارانِ اُمت کو مجھے دے ڈال۔

قربان اے ہم سے غافلوں کی یاد کرنے والے۔ ہاں عاصیو! ایسے محسن پیارے پر نثار ہونا چاہیے۔ دیکھو بعد اداے کلمۂ شہادت و اظہارِ شانِ رسالت تمہاری ہی یاد آئی، تمہاری ہی رستگاری کی دعا فرمائی، اللہ جلّ شانہٗ نے فرمایا :

وَهَبْتُ لَكَ اُمَّتَكَ بِبَرَكَةِ هِمَّتِكَ

ہم نے تمہیں بخش دی تمہاری امت بہ سبب تمہاری ہمت بلند کے۔

پھر ملائکہ سے ارشاد ہوا :

اِشْهَدُوْا يَا مَلٰٓئِكَتِیْ اَنَّ حَبِيْبِیْ لَا يَنْسٰى اُمَّتَهٗ عِنْدَ الْوِلَادَةِ فَكَيْفَ يَنْسَاهُمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اے میرے فرشتو! گواہ رہو تحقیق حبیب میرا نہ بھولا اپنی اُمت کو وقت ولادت کے، پس کیونکر بھولے گا دن قیامت کے۔

اور ہاتف غیب نے ندا دی جو اس اُمت کے والی پر ایک درود بھیجے گا جناب ِباری تعالیٰ اُس پر دس درود بھیجے گا، اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں بڑھائے گا، اور دس برائیاں مٹائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى هٰذَا النَّبِیِّ الْكَرِيْمِ

اے عزیز! درود وسیلۂ مغفرت و موجبِ سعادت ہے، جو دم اس سے غفلت میں گزرتا ہے اس

دولتِ ابد مدت میں تیرے لیے کمی ہوتی جاتی ہے۔

ہاں! فقیر دامن پھیلا، ہاتھ بڑھا، اپنی جھولی بھر۔ غافل! خواب غفلت سے جاگ۔ 'جاگے سو پائے'۔ ہوشیار! اس پیارے پیارے وسیلۂ نجات کو ہاتھ سے نہ دینا۔ دیکھ تو دنیا وآخرت میں اس کے کیسے کیسے صلے ملتے ہیں۔ جس کا ہاتھ اس سے خالی ہے اُس کو دامن مراد تک کیونکر دسترس ہو سکتی ہے۔ طائر دعا بے اس کے بے پر و بال ہے، آشیانۂ قبول تک رسائی محال ہے، اور وعدہ فرماتے ہیں جو ہم پر بکثرت درود پڑھے گا ہم اپنا جلوۂ عالم افروز دکھائیں گے اور اس کے بگڑے کام بنائیں گے۔

اے عزیز! اب دونوں جہاں کی نعمتیں ایک پلہ میں اور یہ دولت گراں سنگ ایک پلہ میں رکھ کر میزان ایمان میں تول اور چشم انصاف کھول۔ دیکھ کون سا پلہ جھکتا ہے۔

اور فرماتے ہیں: جس نے میری زیارت کی اس نے شفاعت اپنے حق میں واجب کر لی۔(۱)

ان دونوں پیارے ارشادوں کے ملانے سے کیا کیا پیارا پیارا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

اے گرفتارانِ گردابِ معصیت! اب بھی بیڑا پار ہونے میں کچھ شک ہے، پڑھو :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی لمسَّلِدَا مُ یُذَّ دُ جَعَ ِ نَلشُّمیُنمِ ُذنبِ لعِن ہ ہ وَاجِ صُصَمَ حَجِ

اور کثرتِ درود پر ناز کرنا اپنے کھرے مال میں بٹا لگانا ہے۔ غنی کی سرکار غنی ہے، تو محنت کرے گا تو اُجرت پائے گا بلکہ یہاں اُجرت کا دعویٰ محض بے جا ہے، تو غلام ہے مزدور نہیں جو اُجرت کا مستحق ہو، سرکار کا محض فضل ہے، تیرا کچھ استحقاق نہیں۔

ع: زہے عشق از برشوت دوست خواہی داشت جاناں را

سبحان اللہ، آقائے نعمت پر کاہے کا احسان ہے، شہنشاہِ عرش بارگاہ کی سرکارِ باوقار میں تیرا بے قدر عمل کچھ قدر و منزلت نہیں رکھتا، درود کو پڑھنے کے طور پر پڑھ، اس خیال سے بھی بچ کر چل کہ اپنی مغفرتِ جرائم کے لیے پڑھتا ہوں۔ یہ تیرا معاملہ تو تیرے والی نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، تیرا سرپرست تیری بگڑی بنی دیکھنے والا تیری مدد پر ہے، تجھ کو چاہیے کہ دائماً احسانِ محسن کے شکریہ میں تہِ دل سے عرض کرتا رہ۔

(۱) کنز العمال: ۶۵۲/۱۵ حدیث: ۴۲۵۸۴...... کشف الخفاء عجلونی: ۲۵۱/۲۔

سلام

اے دین حق کے رہبر تم پر سلام ہر دم
میرے شفیع محشر تم پر سلام ہر دم

اِس بے کس و حزیں پر جو کچھ گزر رہی ہے
ظاہر ہے سب وہ تم پر تم پر سلام ہر دم

دُنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت
پیارے پڑھوں نہ کیونکر تم پر سلام ہر دم

دِل تفتگانِ فرقت پیاسے ہیں مدتوں سے
ہم کو بھی جامِ کوثر تم پر سلام ہر دم

بندہ تمہارے در کا آفت میں مبتلا ہے
رحم اے حبیبِ دَاور تم پر سلام ہر دم

بے وارثوں کے وارث بے والیوں کے والی
تسکینِ جانِ مضطر تم پر سلام ہر دم

للہ اب ہماری فریاد کو پہنچئے
بے حد ہے حال ابتر تم پر سلام ہر دم

جلادِ نفسِ بد سے دیجے مجھے رہائی
اب ہے گلے پہ خنجر تم پر سلام ہر دم

دریوزہ گر ہوں میں بھی ادنیٰ سا اس گلی کا
لطف و کرم ہو مجھ پر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم

غم کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں ہر طرف سے
اے مہر ذرّہ پرور تم پر سلام ہر دم

بلوا کے اپنے در پر اب مجھ کو دیجے عزت
پھرتا ہوں خوار دَر دَر تم پر سلام ہر دم

محتاج سے تمہارے کرتے ہیں سب کنارا
بس اک تمھیں ہو یاور تم پر سلام ہر دم

بہرِ خدا بچاؤ ان خارہائے غم سے
اک دل ہے لاکھ نشتر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہمارا ہم کس کے دَر پہ جائیں
اے بیکسوں کے یاور تم پر سلام ہر دم

کیا خوف مجھ کو پیارے نارِ جحیم سے ہو
تم ہو شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اپنے گدائے دَر کی لیجے خبر خدارا
کیجے کرم حسؔن پر تم پر سلام ہر دم

مسلمانو! اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ۲۲، الاحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ اور اللہ کے فرشتے اس محبوب (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ ہے ہمارے بادشاہِ عالم پناہ کا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود کے فضائل نامحدود ہیں، مگر یہ فضل سب سے افضل ہے کہ خداوند جلیل بھیجنے والا، محمد مصطفیٰ سے پیغمبر پر بھیجے۔ جلّ شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

منقول ہے کہ جو اس ممدوحِ باری پر درود بھیجتا ہے وہ مع اپنے ہدیہ کے حضور معلیٰ میں ذکر کیا جاتا ہے۔(۱)

ہزار جان گرامی ایسے وسیلہ پر قربان جس کے سبب سے ہم سے رُوسیاہ آلودہ گناہ ایسے پاک کے دربارِ دُربار میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

کیوں نہ مرجانے کی حسرت جانِ بسمل میں رہے
میں نہ ہوں اور ذکر میرا تیری محفل میں رہے

درود آئینہ ایمان کی جلا، لاعلاج امراض کی دوا ہے۔ یہ بھی ثابت کہ اس کے ذاکر کے دل میں وہ پیارا چہرہ تجلی طور جس کی ہر اَدا سے نمایاں، بہارِ جنت جس کا دھوون، جس کے دیدار سے کلیجے ٹھنڈے ہوں، آنکھوں میں روشنی آئے اکثر جلوہ آرا رہتا ہے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یہ بھی وارد کہ ہنگامۂ محشر میں کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، سب کو اپنی اپنی پڑے گی، دل دہی دل جوئی کس کی تسلی، تشفی کیسی، اُس وقت جاں گزا و ہنگامۂ ہوش رُبا میں عاملِ درود کے سینہ پر دلاسے کے لیے حضور وہ دست پاک دھریں گے جس سے ہزاروں عقدۂ لاحل کھل گئے، لاکھوں معصیت نامے دُھل گئے۔ جو ہماری دعا کے واسطے جناب باری میں اُٹھا رہے جو ہاتھوں ہاتھ خدا تک پہنچائے، جس کی عطا پر دونوں جہان کی نگاہیں ہیں جو گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالے گا جو گرتوں کی روک تھام ہے جس کا یدُ اللّٰہ نام ہے، جو یتیموں کے سر پر ہے، جو ہم سے ناکاروں کو دو جہان کی نعمتیں دے، نثار ہو جاؤں جب ایسا مختارِ کل تاجدارِ رُسل تسلی دے اور مجرم کا دل ہاتھ میں لے۔ پھر ہولِ محشر کی کیا جان جو دل میں جگہ پائے، آفتابِ قیامت کا کیا منہ جو ذرا تیزی دکھائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَ
صَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔(۲)

(۱) مجمع الزوائد، حدیث:۱۷۲۹۱۔
(۲) اوّل اشاعت میں یہاں درود پاک نہیں ہے۔

روایت ہے: جو آپ پر سلام بھیجتا ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔(۱)

مسلمانو! اگر اپنی قسمت پر فدا ہو جاؤ تو بجا ہے۔ خدا لگتی کہنا تمہارا منہ ہے کہ ایسی سرکار میں تمہارے سلام کی رسائی ہو اور وہ اپنے لبِ اعجاز کو تکلیف جواب دیں۔

سلام(۲)

اے مدینہ کے تاجدار سلام ❁ اے غریبوں کے غمگسار سلام
تری اک اک ادا پہ اے پیارے ❁ سو درودیں فدا ہزار سلام
رَ ّ سَبَبّمُ کِلِکھِنےوالے پر ❁ جان کے ساتھ ہو نثار سلام
میرے پیارے پہ میرے آقا پر ❁ میری جانب سے لاکھ بار سلام
میری بگڑی بنانے والے پر ❁ بھیج اے میرے کردگار سلام
اس پناہ گناہ گاراں پر ❁ یہ سلام اور کروڑ بار سلام
اُس جوابِ سلام کے صدقے ❁ تا قیامت ہو بے شمار سلام
ساتھ لے جائیں اُن کی محفل میں ❁ حسرتِ جانِ بے قرار سلام
پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو ❁ اے میرے حق کے راز دار سلام
وہ سلامت رہا قیامت میں ❁ پڑھ لیے جس نے دل سے چار سلام

عرض کرتا ہے یہ حسنؔ تیرا
تجھ پہ اے خلد کی بہار سلام

(۱) سنن ابی داوٗد: ۵/۴۱۷ حدیث: ۱۷۴۵......شعب الایمان بیہقی: ۹/۱۹۴ حدیث: ۴۰۰۲۔
(۲) اوّل اشاعت میں یہاں یہ سلام درج ہے: ’السلام اے خسروِ دنیا و دیں‘

درود پڑھنے والے کو درود غیبت سے مصئون و محفوظ رکھتا ہے......۔حشر میں سایۂ عرش عظیم اس کے سر پر ہے......۔پلہ اس کی نیکیوں کا گراں ہوگا۔

روایت ہے کہ میدان حشر سے ایک شخص کو حضور جناب کبریا میں لائیں گے، اس کا نامۂ اعمال سراسر کبائر سے معمور ہوگا، پلہ اس کی نیکیوں کا ہلکا ہو جائے گا، ملائکہ عذاب اس کو دوزخ میں لے جانے پر مستعد ہوں گے، ناگاہ ایک نیسان کرم رحمت کا مینہ برساتا جانب میزان تشریف فرما ہوگا۔ اور ایک پرچۂ قرطاس نیکیوں کے پلے میں داخل فرمائے گا وہ پلہ گراں ہو کر اُس گرفتار کو غم جان گسل سے سبکدوش کرے گا۔فرشتوں سے پوچھے گا یہ کون ہیں کہ میرے ٹوٹے حال میں شریک ہوئے۔ یہ کس نے میرے کلیجے کو ٹکڑے ہونے سے امان دی۔ملائکہ جواب دیں گے یہ گناہ گارانِ اُمت کے حمایتی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تھے، اور یہ پرچہ وہ تھا جس پر تو نے درود لکھا تھا۔

اے ایمان والو! اُس مجرم کی قسمت تو دیکھو ادھر عذاب سے نجات پائی، ادھر دولت دیدار ہاتھ آئی۔اگر سچ پوچھو تو ہزاروں جنتیں اس ایک نگاہ پر قربان جو ایسے روئے رنگین کے دیدار سے مستفیض انوار ہو۔

اِلٰهِي فَصَلِّ وَ سَلِّمْ سُفَرَ كَيْدِ رُرً اا

عَ ىٰ مَ لَ لَمَا نَنْ بَنَ شَلِشَا يِيدِيُّ رُرُرً اً اا ا ذ

مشائخ کرام فرماتے ہیں: مرید کو اگر پیر کامل نہ ملے درود کی کثرت کرے یہ خدا تک پہنچانے کو کافی ہے۔

مولانا شاہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: درود پڑھنے والو تم دریائے رحمت کے شناور ہو، جب اَللّٰھُ مہم تو بحر کرم ربانی میں غوطہ زن ہوئے، جس وقت عَ ىٰ سَلِدَا وَ يِذَ ذَ مَ نَمُوَ دِ جلالِ بان منہ مزہ پایا تو بحر رسالت کی موجوں میں تھے، جس دم وَ ىَ الِہٖ کہا تو دریائے جو دِ آل میں لہریں کر رہے ہو۔

اے تشنگانِ بادیۂ معصیت! کسی طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے ایسے بحار پُر انوار سے جن سے کشت تمنا سرسبز ہو، گلشن ایمان ہرا بھرا لہلہا تا رہے تم تشنہ کام و مایوس پھرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

روایت ہے: ایک صاحب محمد نامی درود کی مزاولت رکھتے، ایک رات خواب میں دیکھا کہ گھر منزل قمر شرف لے گیا ہے، تجلیاں درودیوار سے جھلکتی ہیں، شمیم فردوس مشام جان معطر کررہی ہے، گھر کی کرسی آسمان سے اُونچی، حضور رحمت عالم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں اپنا منہ میرے پاس لا، میں بوسہ لوں کہ تو اس منہ سے مجھ پر درود بھیجتا ہے، گواس وقت پاسِ ادب سمجھا رہا تھا کہ تیرا کیا منہ جو قرب لب ہاے مبارک حاصل کرے؛ مگر تعمیل ارشاد لطف بنیاد سے مجبور ہوکر اپنے منہ کو نا قابل اعتبار کرکے رُخسارہ پیش کیا، حضور نے بوسہ لیا، جب سوکر اُٹھا تمام گھر مشک کی خوشبو سے مہکتا پایا اور وہ نگہت جاں فزا آٹھ دن تک نہ گئی۔(۱)

اے مسلمانو! یہ فضیلت اُنہوں نے درود مقدس کی وجہ سے پائی، یہ دولت بے بہا اسی ذریعہ سے ان کے ہاتھ آئی۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس کے رُخسارہ پر حضور بوسہ دیں اُس کو نارِ دوزخ کی گرمی تک ستائے۔ قسم اس کی جس نے دونوں جہان میرے آقا کے سبب سے پیدا کیے، ان شاءاللہ وہ جنتی ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

منقول ہے کہ جناب کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیامِ باری پہنچا کہ اگر تو مجھ سے اتنا قریب ہونا چاہتا ہے جیسے کام وزبان یا چشم وبصر تو میرے محبوب پر درود بھیج۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں: درود اس طرح گناہوں کو مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔(۲)

جناب انس فرماتے ہیں جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں اُن کے جدا ہونے سے پہلے ربّ غفور اُن کے گناہ عفو فرما دیتا ہے۔(۳)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فضائل جہاد وحج بیان فرمائے کہ جو حج کر کے جہاد کو جائے ایک جہاد کا ثواب چار سو حج کے برابر پائے، وہ لوگ جن میں طاقت جہاد کی باقی نہ رہی

(۱) القول البدیع:۱۳۵......سعادۃ الدارین:۱۲۳......جذب القلوب:۲۶۵۔

(۲) القول البدیع:۱۲......سعادۃ الدارین:۸۸۔

(۳) مسند ابی یعلی، حدیث:۲۹۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

تھی اس کو سن کر دل شکستہ ہونے لگے حضور پُر نور نے ارشاد فرمایا: جو مجھ پر درود بھیجے گا وہ ایسی جزا پائے گا جو چار سو مرتبہ کے مجاہد کو ملنا چاہیے۔

اے مسلمانو! درود پڑھو اپنے غمگسار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

يَ هصارٍّ وَ الِهٖ بسَ دبدَ لا لا عَلٰٓى حَلَيۡلِ الۡمُكۡمِبُ خَيۡرِ الۡخَلۡقِ كُلِّهِمِ

روایت ہے: حضور والا نے چند روز بی بی آمنہ کا دودھ پیا پھر ثویبہ کنیز ابولہب جنہیں اُس نے خوش خبری ولادت سن کر آزاد کیا تھا اس کام پر مقرر ہوئیں۔

اے میلاد کی خوشی منانے والو! مقام غور ہے جب بولہب سا کافر ظالم خدا ناترس ناحق کوش جس کی مذمت قرآن فرمائے اس خوشی میں اپنی کنیز کو آزاد کر دے تو کیا وہ رؤف و رحیم اپنے بندوں کو اس خوشی کے صلے میں بندِ غم سے آزاد نہ فرمائے گا۔

ان روزوں قحط عظیم تھا اور ہوائے مکہ نہایت گرم، اس لحاظ سے یہ دستور تھا کہ دودھ پلانے والیاں اور شہروں سے آتیں اور اطفالِ شیر خوار کو لے جا کر پرورش کرتیں بعد اتمام ایام رضاعت پہنچا کر حق خدمت لیتیں۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جس وقت قافلہ طائف سے مکہ کی جانب چلا میں بھی بطمع دُنیوی اُس کے ہمراہ ہوئی میرا مرکب سب مرکبوں سے زیادہ نحیف وضعیف تھا اور جو عسرت مجھ پر تھی کسی پر نہ تھی لیکن راہ میں وقتِ نزول وارتحال یہ حال ظاہر ہوتا۔

مثنوی

آئی میرے کان میں صدا یہ ❁ سنتی میں نوید جاں فزا یہ
خالق کی قریش پر عطا ہے ❁ لڑکا وہ نصیبہ ور ملا ہے
مختار ہے کبریا کے گھر کا ❁ مصداق ہے افضل البشر کا
محبوب خدائے انس و جاں ہے ❁ سلطانِ دیارِ کن فکاں ہے
ہر روز ہے روزِ عید اس کا ❁ اقبال ہے زر خرید اس کا
محکوم ہیں خاص و عام اس کے ❁ شاہانِ جہاں غلام اس کے

جس روز سے باغِ 'کُنْ کھلا ہے' ❁ جب سے یہ چمن ہرا بھرا ہے
غنچے بھی چٹک گئے ہزاروں ❁ اور پھول مہک گئے ہزاروں
ایسا کوئی گل کھلا نہ ہو گا ❁ ایسا کوئی ہوا نہ ہو گا
روتوں کو یہ ہے ہنسانے والا ❁ بگڑی باتیں بنانے والا
کونین کا تاجدار ہے یہ ❁ غم گینوں کا غمگسار ہے یہ
یہ رنگ جو عورتوں نے پائے ❁ ایک ایک چلی قدم بڑھائے
سوشوق بھرے ہوئے دلوں میں ❁ دشوار قیام منزلوں میں
ایک ایک یہ کر رہی تھی تاکید ❁ ارمان لقاؤ حسرتِ دید
ہاں کام یہ دیر کا نہیں ہے ❁ ہنگام یہ دیر کا نہیں ہے
یہ دولت جاوداں نہ چھوٹے ❁ یہ تاجورِ جہاں نہ چھوٹے
خوش بخت ہے جس کی گود میں آئے ❁ دیکھیں تو وہ کس کی گود میں آئے
پر مجھ پہ گراں تھا ضعف مرکب ❁ اک دشمن جاں تھا ضعف مرکب
اک یاس تھی بختِ نارسا سے ❁ پر لو تھی لگی ہوئی خدا سے

بعد قطع منازل جب قافلہ مکہ میں داخل ہوا، مرکب اوروں کے جو تیز خرام تھے اُنہوں نے پہلے پہنچ کر قبائل اغنیا کے لڑکے لیے۔ جب میں پہنچی تو دیکھا سب عورتیں لڑکے لا چکی ہیں، وہاں سے مایوس ہو کر پھری۔ راستہ میں ایک پیر باوقار عیاں ہوا۔ جب میں نے پوچھا، لوگوں نے کہا عبدالمطلب ہیں۔

جب قریب آ کر سلام کیا، جواب دے کر نام پوچھا، حلیمہ بتایا۔ کام پوچھا، تلاش طفل کی ظاہر کی۔ فرمایا میں بھی مُرضِعہ کی جستجو میں پھرتا ہوں۔ میں نے اپنے شوہر سے کیفیت بیان کی، اُس نے کہا، جا اور اس دولت کو لے، جب آمنہ خاتون کے پاس پہنچی اور اُس اخترِ بُرج کرامت گوہر دُرج نبوت کو پوچھا، فرمایا: خوابِ استراحت میں ہے، قریب گئی تو یہ ماجرا دیکھا۔

مثنوی

آرام میں ہے وہ ماہ پیکر ❁ ہے ایک حریر سبز بستر
وہ آن کہ جس پہ جان صدقے ❁ وہ شکل کہ دوجہان صدقے
عطر ارواح قدس کھچ کر ❁ مخلوق ہوا وہ جسم اطہر
رنگ گلزار مُصطفائی ❁ آئینۂ ذاتِ کبریائی
مصباحِ مدینۂ کرامت ❁ مفتاحِ خزینۂ کرامت
آخر نہ رہا قرار دم بھر ❁ آغوش میں لے لیا اٹھا کر
ناگاہ کھلی حضور کی آنکھ ❁ وہ عینِ کرم وہ نور کی آنکھ
دیکھا جو مجھے تو کیا تبسم ❁ جانِ دل و خوش نما تبسم
حاصل مجھے ہوئی یہ خدمت ❁ کونین کی مل گئی ہے دولت
اس خسروِ کن فکاں کو پایا ❁ یا دولت دوجہاں کو پایا

جب میں نے پستانِ راست پینے کو دی، حضور نوش فرماتے رہے، جب پستانِ چپ نذر کی، اِبا فرمایا، اس کو میرے فرزند کے واسطے چھوڑا۔ القصہ بعد تین دن کے قافلہ کے ہمراہ بی بی آمنہ سے رُخصت ہو کر چلی۔ اب میرا مرکب سب مرکبوں سے تیز اور سبک خرام ہو گیا جس جگہ اُس کا قدم پڑتا سبزہ اُگ آتا، عورتیں قافلہ کی مجھے ندا دیتیں، اے حلیمہ! ذرا لگام تھام، کل تک تو تجھ کو راہ چلنا بھی دُشوار تھا، آج کیا یہ ماجرا ہے!۔

مثنوی

مرکب یہ کلام سن کے بولا ❁ اے بے خبرو خبر نہیں کیا
ہے آج سوار مجھ پہ وہ چاند ❁ ہے چاند بھی جس کے سامنے ماند
شادابی گلشن تجلے ❁ روشن کن ایمن تجلے
بیداد کی داد دینے والا ❁ عالم کو مراد دینے والا

پھر صحرا میں ایک گلہ بکریوں کا نمودار ہوا، قریب آکر سب نے میرے قدم چومے اور بزبان فصیح کہا: یہ تیرا رضیع محبوب رب سید عرب ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب گھر پہنچی، تمام عسرت ’عشرت ہوگئی، میرے گھر جو بکریاں تھیں سب تندرست و شیر دار ہوگئیں۔ حضور پُرنور کے جمالِ بے زوال کی وہ روشنی رہتی کہ مجھے چراغ کی احتیاج کبھی نہ ہوئی، اگر اتفاق سے جسم والا کھلتا، ملائکہ چھپاتے جب نو مہینے کی عمر والا ہوئی، نہایت فصاحت سے کلام فرمایا، بعد تمام ہونے ایام رضاعت کے جناب حلیمہ نے حضور رحمتِ عالم کو مکہ پہنچانے کا اہتمام کیا۔

لکھتا ہوں فسانۂ جدائی ❁ آفت ہے زمانۂ جدائی
پیغامِ قضا ہے فرقت دوست ❁ چھوٹے نہ کسی سے صحبت دوست
دل کو نہ نصیب ہو غم ہجر ❁ ہے سخت عذاب ماتم ہجر
ٹھہری ہے بجھے چراغِ طائف ❁ تاراجِ خزاں ہو باغِ طائف
طائف سے چلے نگارِ کعبہ ❁ کعبہ میں رہے بہارِ کعبہ
مکہ کو وہ تاجور رواں ہو ❁ منزل کی طرف قمر رواں ہو
کعبے وہ فلک جناب جائے ❁ تحویل میں آفتاب آئے
کٹ جائیں یہ انتظار کے دن ❁ پھر آئیں کھلے بہار کے دن
بے چین رہے دلِ حلیمہ ❁ سنسان ہو محفل حلیمہ
دل سینہ میں بے قرار رہ جائے ❁ یہ وقت بھی یادگار رہ جائے

غرض جناب حلیمہ اپنے پیارے رضیع ہم گناہ گاروں کے شفیع کو با دلِ بریاں و دیدۂ گریاں لے کر ہر مقام پر مقام، ہر منزل پر قیام کرتی وادیٔ بطحا تک آئیں، یہاں غیب سے آواز سنی کوئی کہنے والا کہتا ہے: اے حطیم! مبارک ہو کہ آفتابِ جود و سخاوت شاہ جوانِ دولت تجھ میں تشریف لاتا ہے۔

حضور کو حطیم میں بٹھا کر گوئندہ کی تلاش میں نکلیں، جب واپس آئیں جناب کو نہ پایا، اس وقت حضرت حلیمہ کے دل پر جو گزر گئی، کس کی زبان میں یارا جو عشر عشیر اُس کا بیان کر سکے۔ رنگ زرد، لب پر آہِ سرد، دل سے وفورِ بے تابی پیدا، چہرہ سے پریشانی ہویدا، اُفتاں و خیزاں چار طرف جاتی

تھیں، اُس یوسف مصر نبوت دُرّ یتیم رسالت کا پتہ نہ پاتی تھیں؛ گویا اُن کی زبانِ حال باہزاراں رنج وملال یوں مرثیہ سنج ماتم دل تھی۔

مثنوی

کچھ عجب آج حالتِ دل ہے ❁ طائر روح مرغِ بسمل ہے
کچھ نہ پوچھو جو کوفت ہے دل پر ❁ اک قیامت ہے جانِ بسمل پر
کیا کروں حالِ دل کہوں کس سے ❁ قصۂ جاں گسل کہوں کس سے
دل میں ہے کردوں چاک سینے کو ❁ جی نہیں چاہتا ہے جینے کو
زندگی ہو گئی گراں مجھ پر ❁ ابھی ٹوٹا ہے آسماں مجھ پر
کسی پہلو نہیں قرار مجھے ❁ ہائے کس کا ہے اِنتظار مجھے
اپنے پیارے کو کس طرح پاؤں ❁ اب کہاں سے میں ڈھونڈ کر لاؤں
کام ناکام چھٹ گیا مجھ سے ❁ اک دل آرام چھٹ گیا مجھ سے
مجھ پہ للہ رحم کھاؤ کوئی ❁ جاتے دیکھا ہو تو بتاؤ کوئی
کیا کہوں مجھ سے کون چھوٹا ہے ❁ کس کے غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے
آبروے بہار محبوبے ❁ تاجدارِ دیار محبوبے
راحتِ جانِ بے قرار ہے وہ ❁ میری آغوش کی بہار ہے وہ
ملک عالم کا تاجور ہے وہ ❁ آمنہ بی بی کا پسر ہے وہ
سب رسولوں میں وہ یگانہ ہے ❁ اُس سے آگاہ اِک زمانہ ہے
کون ہے جو نہ جانتا ہو اسے ❁ کون ہے جو نہ مانتا ہو اسے
پتھر اس سے کلام کرتے ہیں ❁ پیڑ جھک کر سلام کرتے ہیں
ذرّوں میں روشنی اسی سے ہے ❁ شمع کی لو لگی اُسی سے ہے
نورِ حق اس سے آشکارا ہے ❁ میرا پیارا خدا کا پیارا ہے

کبھی کھوتی تھیں جان رو رو کر ❁ کبھی کہتی تھیں مضطرب ہو کر
چشمِ بصیرت زدہ کے تارے آ ❁ جانِ بے تاب کے سہارے آ
گل باغِ طرب مہک للہ ❁ آفتابِ عرب چمک للہ
بے کسی دل مراد کھاتی ہے ❁ تیری فرقت میں جان جاتی ہے

اسی اثنا میں ایک پیر مرد ملا، جناب حلیمہ کو بے تاب دیکھ کر حال پوچھا، آپ نے سنایا، کہا میں تمہیں ہبل کے پاس لیے جاتا ہوں، وہ بہت غیب کی باتیں بتاتا ہے، جو اس کے پاس جاتا ہے اپنی مراد پاتا ہے۔ الغرض! یہ اس کے ساتھ بت خانہ میں گئیں۔

پیر مرد نے بت کو سجدہ کر کے کہا: اے خداوند عرب و دریائے کرم! یہ حلیمہ مسافرہ تیری پناہ میں آئی ہے اور تجھ سے اپنی مراد چاہتی ہے اس کا بیٹا محمد (ﷺ) تیرے ملک میں گم ہو گیا یہ کلمہ سنتے ہی ہبل اور تمام بت زمین میں سرنگوں گر پڑے اور اُن سے آواز آئی کہ اے شخص کس کا نام لیتا ہے، ہمارے زخم دل پر کیوں نمک چھڑکتا ہے، یہ وہ تاجدارِ ذوی الاقتدار کوہ شکوہ آسمان وقار ہے جو ہم کو سنگ سار و بے اعتبار کرے گا، ہماری کیا مجال جو اُس کے معاملے میں دخل دیں، جس کا نام سنتے ہی ہمارے سب حیلے اور فتنے مٹ گئے۔ پیر مرد نے یہ ماجرائے عجیب و غریب دیکھ کر کہا: مبارک ہو وہ لڑکا ہرگز گم نہ ہوگا بلکہ گمراہوں کو راہ بتائے گا۔

جب وہاں بھی دُرِّ مقصود کا پتا نہ ملا، حلیمہ زار زار مایوسانہ ایک ایک کا منہ تکتی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بادیدۂ پُرنم حاضر ہوئیں۔ یہاں سب بے فکر بیٹھے تھے، جناب حلیمہ کی یہ حالت دیکھ کر زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی، گھر بھر گھبرا گیا، ایک ایک کو سکتہ ہو گیا، حضرت عبدالمطلب بے قرار ہو کر دریافت فرمانے لگے: کیوں حلیمہ تیرا کیا حال ہے، خیر تو ہے، اتنی پریشان کیوں ہے، تجھے اکیلا دیکھ کر جی بے چین ہوا جاتا ہے؟۔

حلیمہ نے کلیجہ تھام کر جواب دیا: اے سردار! میں تمہارے فرزند ارجمند کو وادیِ بطحا تک بخیر و سلامت لائی، یہاں اِس نامراد کے ہاتھ سے وہ دامنِ دولت چھٹ گیا، حلیمہ ناشاد کا خرمن صبر و قرار لٹ گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے جو یہ خبر وحشت اثر سنی، کوہِ صفا پر اِدھر اُدھر دوڑے اور فرطِ بے تابی سے پکار پکار کر کہنے لگے۔

فریاد اے معشرِ قریش، میری خبرلو۔ آفتاب ہاشمی آج صحراے بطحا میں گم ہو گیا۔ قریش اس صداے دردناک کو سن کر گریبانِ صبر چاک کیے ہوئے دوڑے اور صحرا میں ہر سمت تلاش کی، پتہ نہ چلا۔ ناچار عبدالمطلب جانب حرم چلے اور اس کی بارگاہ بے کس پناہ میں رو رو کر عرض کرنے لگے۔ الٰہا بادشاہا! اگرچہ میں اس قابل نہیں کہ میری بات تیرے آستانے پر سنی جائے مگر اس طفل جواں دولت میں تیری رحمت کے آثار پاتا ہوں؛ اس لیے اُسی کو تیری جناب میں شفیع لاتا ہوں کہ اُس جانِ جہاں آرام جاں کو مجھ سے ملا۔

حضرت عبدالمطلب گریہ وزاری کر رہے تھے، ناگاہ ملہم غیب نے ندا دی لوگو! غم نہ کھاؤ، محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک خدا ہے جو اسے ضائع نہ چھوڑے گا۔ عبدالمطلب نے کہا: اے ندا کرنے والے! یہ بتا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے؟۔

کہا: وہ محبوب کردگار وادیِ تہامہ میں ایک درخت کے نیچے جلوہ فرما ہے۔ اس نوید جان فزا کو سن کر مجمع قریش جانب تہامہ روانہ ہوا۔ تلاش کیا، دیکھا ایک ماہِ رُخسار جس کے چہرہ سے جمالِ ہاشمی کے انوار نمودار ہیں جلوہ آرا ہے۔ قریب آ کر فرطِ ادب سے نام نامی پوچھا، ارشاد ہوا: میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

حضرت عبدالمطلب نے عرض کی: میری جان! تیرے قربان، میں ہوں تیرا دادا عبدالمطلب۔ پھر اس دُرِّ مقصود کو صدف آغوش میں لے کر جانب جناب آمنہ روانہ ہوئے۔ دم کے دم میں اس مایۂ قرار کے دیدار سے مادر غمگین کے دل کو تسکین دی، سب کی جان میں جان آئی۔ برگشتہ قسمتیں سیدھی ہوئیں، خوشی کی گھڑی آئی میٹھی مراد پائی۔

کنول پھولے دلوں کے کھل گئے اُمید کے غنچے
تیرا آنا بہارِ جاں فزا ہے باغِ عالم کو

پھر جناب حلیمہ کو باخلعت ولباس وزرِ بے قیاس روانہ کیا اور اس کے شکریہ میں بے شمار اونٹ اور بکثرت سونا خدا تعالیٰ کے نام پر دیا۔

یَ ّ اصلِّ وَ لِّ بسُ دبدَ لَ لدالدائً عَ ٰی حمّیلک باخیا الخلق کلھم

تمہید ذکر معراج شریف

ساقی کچھ اپنے بادہ کشوں کی خبر بھی ہے ❁ ہم بے کسوں کے حال پہ تجھ کو نظر بھی ہے
جوشِ عطش بھی شدّتِ سوزِ جگر بھی ہے ❁ کچھ تلخ کامیاں بھی ہیں کچھ دردِ سر بھی ہے
ایسا عطا ہو جام شرابِ طہور کا
جس کے خمار میں بھی مزہ ہو سُرور کا

اب دیر کیا ہے بادۂ عرفاں قوام دے ❁ ٹھنڈک پڑے کلیجہ میں جس سے وہ جام دے
تازہ ہو رُوح پیاس بجھے لطف تام دے ❁ یہ تشنہ کام تجھ کو دعائیں مدام دے
اُٹھیں سرور آئیں مزے جھوم جھوم کر
ہو جاؤں بے خبر لبِ ساغر کو چوم کر

فکرِ بلند سے ہو عیاں اقتدارِ اوج ❁ چھلکے ہزار خامہ سرِ شاخسارِ اوج
ٹپکے گل کلام سے رنگِ بہارِ اوج ❁ ہو بات بات شانِ عروج افتخارِ اوج
فکر و خیال نور کے سانچوں میں ڈھل چلیں
مضموں فرازِ عرش سے اُونچے نکل چلیں

اِس شان اِس اَدا سے ثنائے رسول ہو ❁ ہر شعر شاخِ گل ہو تو ہر لفظ پھول ہو
ھُضّار پر سحابِ کرم کا نزول ہو ❁ سرکار میں یہ نذرِ محقر قبول ہو
ایسی تعلّیوں سے ہو معراج کا بیاں
سب حاملانِ عرش سنیں آج کا بیاں

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے ❁ فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے ❁ اعزاز ماہِ طیبہ کی رُؤیت کی رات ہے
پھیلا ہوا ہے سرمۂ تسخیر چرخ پر
یا زلف کھولے پھرتی ہیں حوریں اِدھر اُدھر

دل سوختوں کے دل کا سویدا کہوں اِسے ❁ پیر فلک کی آنکھ کا تارا کہوں اِسے
دیکھوں جو چشمِ قیس سے لیلیٰ کہوں اِسے ❁ اپنے اندھیرے گھر کا اُجالا کہوں اِسے

یہ شب ہے یا سوادِ وطن آشکار ہے
مشکیں غلافِ کعبۂ پروردگار ہے

اس رات میں نہیں یہ اندھیرا جھکا ہوا ❁ کوئی گلیم پوشِ مراقب ہے با خدا
مشکیں لباس یا کوئی محبوبِ دلربا ❁ یا آہوے سیاہ یہ چرتے ہیں جا بجا

ابرِ سیاہ مست اُٹھا حالِ وجد میں
لیلیٰ نے بال کھولے ہیں صحراے نجد میں

یہ رُت کچھ اور ہے یہ ہوا ہی کچھ اور ہے ❁ اب کی بہارِ ہوش رُبا ہی کچھ اور ہے
روے عروسِ گل میں صفا ہی کچھ اور ہے ❁ چبھتی ہوئی دلوں میں اَدا ہی کچھ اور ہے

گلشن کھلائے بادِ صبا نے نئے نئے
گاتے ہیں عندلیب ترانے نئے نئے

ہر ہر کلی ہے مشرق خورشیدِ نور سے ❁ لپٹی ہے ہر نگاہ تجلیِ طور سے
رونق ہے سب کے منہ پہ دلوں کے سُرور سے ❁ مردے ہیں بے قرار حجابِ قبور سے

ماہِ عرب کے جلوے جو اُونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

ہر سمت سے بہار نواخوانیوں میں ہے ❁ نیسانِ جودِ ربّ گہرافشانیوں میں ہے
چشمِ کلیم جلوے کے قربانیوں میں ہے ❁ غل آمدِ حضور کا رُوحانیوں میں ہے

اک دُھوم ہے حبیب کو مہماں بلاتے ہیں
بہرِ براق خلد کو جبریل جاتے ہیں

سبحان اللہ! کیا رات ہے، اس رات کی کیا بات ہے، طالب ومطلوب ملتے ہیں، غنچہ ہائے وصل کھلتے ہیں۔ رنگ بے رنگی کی نیرنگیاں چمن چمن بہاریں دکھارہی ہیں۔ یکتائی و وحدت کی کلیاں کیا کیا کھل کھلا رہی ہیں۔ مطلوب اپنے طالب کا طالب، طالب اپنے مطلوب کا مطلوب، یہ اُس کا پیارا وہ اس کا محبوب، رُوحِ اعظم کا براق لے کر آنا تواظہر من الشّمس ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا.(۱) سے تو کچھ اور ہی جلوے چمکتے ہیں، اور ہی رنگ ٹپکتے ہیں۔ ربودن ورفتن میں جو فرق ہے۔ مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ ہے، نازک مقام ہے یہاں عقل کا کیا کام، دل بے خبر خبر دار ہوش میں آ، دیکھ آپے کو سنبھال حد سے آگے قدم نہ ڈال۔

ع: ترا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں

ہاں یہ وہ رات ہے کہ آفتاب عالم تاب اس سے کسب ضیا کرتا ہے جب تو اس کے پرتو کے مقابل بڑے بڑے مہر جمالوں کی آنکھ نیچی ہوتی ہے جب تو اس کی تابش ذرّوں کو چمکاتی، عالم کو روشن بتاتی ہے۔ اللہ رے ہجوم تجلّی کہ قمر نے رات بھر نکلنے کی جگہ نہ پائی۔ وادیِ طور میں جس جلوہ پر ہزاروں پردے تھے، آج بے نقاب ہے۔ وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جنابِ کلیم کو بے خود کیا تھا اس رات بے حجاب ہے۔

اس کے جلوہ کا تو کیا کہنا مگر
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

مکان عالم بالا کا مزاج عالم بالا پر ہے، جگہ جگہ مشتاقوں کا ہجوم، آمد آمد کی دُھوم، ایک منتظر سر جھکائے، ایک ہجوم شوق میں نقد ہوش گمائے۔ کوئی مایۂ دل نثار کرنے کو حاضر، کوئی متاعِ جان کی نچھاور لیے منتظر۔ کوئی کہتا ہے اپنی آنکھیں اُن کے قدموں پر ملوں گا، کسی کا قول ہے آج دامن پر مچل مچل کر ایک ایک مراد لوں گا، کوئی مشتاق بادلِ بے تاب و دیدۂ پُر آب سرِ نیاز جھکائے دستِ طلب پھیلائے بے قرار ہو کر عرض کر رہا ہے۔

(۱) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔
(پارہ ۱۵، بنی اسرائیل:۱)

غزل

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں

اِدھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مُشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ باد دامن کا
اُمیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہ گزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہماری بگڑی بنی اُن کے اختیار میں ہے
سپرد اُنھیں کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسؔن ہے جن کی سخاوت کی دُھوم عالم میں
اُنھیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار، ہم بھی ہیں

سبحان اللہ! سمک سے سماک تک ایک غلغلۂ شادمانی وطنطنۂ کامرانی بلند۔ ذرّہ ذرّہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں وخورسند۔ زمین آسمان کے حضور سر جھکائے کہ آج تو جلوہ گاہِ شاہی ہے، آسمان زمین کے قربان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے، زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی، آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی۔ خوشی کی گھڑی منانے والو دوست شاد دشمن پامالِ الٰہی، سرکار ابد قرار عرش وقار کا روز افزوں جاہ واقبال۔

ہاں کھو اُمیدوں کے غنچے چٹک کر مرادوں کے شادیانے بجائیں، دلوں کے سوز چمک کر شوق کی مشعلیں جلائیں۔ ہاں کدھر ہیں سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبال عالی، کہو، جلد حاضر آئیں، پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں، گلزارِ شریعت میں داہنے ہاتھ کو جو فَاسْتَوٰی کی کیاری ہے اُس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں، گلستانِ طریقت میں 'خلق عظیم' جو لہلہاتا تختہ ہے، اس کی مہکتی کلیوں سے ہار گوندھیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۱) کا جھلکتا سہرا، یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۲) کا جھمکتا گجرا، دل ہے وجان نثار یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی نچھاور، کچھ عجیب بڑھتی دولت ہے کہ ایک اُٹھاتے ہیں دس پاتے ہیں۔ فقیروں کی چاندی ہے، غنی کی برکت ہے۔

ہاں خدا کو سجود نبی پر درود۔ مداح کو جنت، جنت کو اُمت، اُمت کو شفاعت، شفاعت کو وجاہت، فقیروں کو ثروت، ذلیلوں کو عزت، ضعیفوں کو قوت، حزینوں کو عشرت، آنکھوں کو نور، دل کو سرور، مجھ جیسے بے دست و پا کو لطف حضور کہ اب وہ سہانی گھڑی خیر سے آتی ہے کہ دارین کے دولہا کو شبستانِ والا سے مسجد اعلیٰ، مسجد اعلیٰ سے مقصدِ بالا تک لے جائیں گے۔ پا سمک سے تاجِ سماک، فرشِ خاک سے عرشِ پاک تک سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ کا ڈنکا بجالائیں گے۔ دونوں جہاں میں اُن کے نام کی دہائی پھرے گی، مہر و ماہ پر سکہ پڑے گا، نقیب سرکار منبر سدرہ پر مدحِ سلطان کا خطبہ پڑھے گا۔ عرش وفلک تلووں کی جھلک نعلین کی چمک دیکھ کر سر بسجدہ ہوں گے کہ اے سزاوار شاہی ع: خاکِ درت برسر ما تاج باد

(۱) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (پارہ ۳۰، الشرح: ۴)
(۲) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (پارہ ۲۶، الفتح: ۱۰)

حور و ملک رحمت کی جب تک بخشش کی کڑک مست و مدہوش بادل پُر جوش دست بدعا ہوں گے کہ الٰہی ع: ہر شب عمرت شب معراج باد

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ... لا لا

ماہِ مبارک رجب المرجب کی ستائیسویں شب تھی کہ رسولِ مکین جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بحکم احکم رب اکرم جل جلالہ وعم نوالہ براق برق دم پری جمال گوہرین سم عنبرین بال مرغزار جنت سے لے کر درِ دولت عرش منزلت پر مجرا کیا۔

اللہ اللہ وہ اسپ چمان جانِ خرام ایمان جولان برق ونگاہ جس کے حضور پا بجولاں جسے روز اوّل سے حق تعالیٰ نے سواری شہر یارِ مدینہ کے لیے چنا تھا، چشم بدؐ دور وہ مایۂ سرور بے عیب و تقصیر سراپا نور کی تصویر بنا تھا، پھر ماشاء اللہ اس رات کی سجاوٹ بے تکلف بناوٹ کچھ اور ہی عالم دکھاتی تھی۔ گام گام پر حسن خرام پر بادِ بہاری قربان جاتی تھی۔ چھلبل کی تعریف، شوخی کی توصیف تو جب لکھیے کہ نگاہ رَسا اس برقِ تجلی کے حضور تھم سکے، وہ شوخ تصور، وہ پری تصویر آئینہ دل میں کہیں جم سکے۔

سبحان اللہ! اس مبارک بارگی جان شائستگی کو لگام سے کیا کام جس کے سایہ سے ابلقِ دہر کی بد لگامیاں بھاگیں، خصوصاً وہ بھی ایسے سوار بلند اقتدار کے لیے جس کے ہاتھ میں کاروبارِ دو عالم کی باگیں مگر رہوار کے لیے لگام وجہ زینت ہے، دستور وعادت ہے۔

یا یوں کہیے کہ اس بحر رواں کے گوہر دندان کی بڑھتی جوت و بوفور جوش منہ میں نہ سمائی اُمنڈا مل کر گرد سر قربان ہونے میں بھنور کی صورت دکھائی، زین زرین زین تزئیں حالت سفر میں مسند شاہی کا مختصر جانشین تنگ نہ کہیے، نور نظر جو دامن زین کی چمک پا کر عین بے قراری میں بجلی سا تلملا کر پلٹا ہے جلدی میں اپنے پاؤں سے آپ ہی اُلجھ کر تارِ نگاہ میں لچھا پڑ گیا ہے۔

یا یوں کہیے کہ فراخی عالم اس مبارک رخش قبلۂ درخش کے جولان کے لیے اپنی کوتہی دیکھ کر شرم سے سمٹی ہے۔ دفع خجالت رفع ندامت کو گستاخانہ اس لمعۂ نور مایۂ سرور کے سینے سے لپٹی ہے۔ قبلۂ عالم سید اکرم ﷺ خواب نوشین میں تھے۔ خادم سلطان مخدوم قدسیاں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے

آقائے بیدار بخت، سزاوارِ خسرو تخت کو خواب نوش سے باادب جگایا، حق تبارک وتعالیٰ کے یاد فرمانے کا مژدہ سنایا۔

حضوراقدس ﷺ نے یہ نوید عشرت خیز فرحت انگیز استماع فرما کر بیت الحرام میں نماز شکر ادا فرمائی۔ روحِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سینۂ اقدس چاک کر کے وہ بھاری ودیعت عظیم دولت جو روزِ ازل سے خاص ذات گرامی کے لیے امانت رکھی تھی، قلب والا کو تفویض کی، پھر تہیۂ سفر پر کمر باندھی۔ جب بُراق سراپا اِشتیاق پر سوار ہونا چاہا، وہ شوخی کرنے لگا، رُوحِ اعظم نے کہا: اے براق! یہ جائے ادب ہے، تو اس وقت مرکبِ سلطانِ عرب ہے۔ سن لے ان سے بہتر کوئی شخص تجھ پر سوار نہ ہوا۔

براق کو اس کلمہ کے سننے سے عرق آ گیا اور شوخی سے باز رہا، پھر وہ یکہ تازمیدانِ رسالت، فارس مضمارِ نبوت، زینت افزائے پشت راہوار صبا رفتار ہو کر عازمِ مسجد اقصیٰ ہو کر دم کے دم میں صبح مقصود نے منہ دکھایا، سوادِ کشور شام نظر آیا، مسجد اقصیٰ میں کچھ دیر اقامت فرمائی۔ انبیاے سابقین کی امامت فرمائی، پھر شیر شراب سامنے آئی اس آفتاب صبح کرامت نے شیر نوش فرمایا۔

ایما ہوا کہ اُمت کو ہدایت بخشی، ضلالت سے بچایا۔ پھر آسمانوں کی سیر انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات، عجائب وغرائب راہ کے ملاحظہ کے بعد، زیب بیت معمور ہو کر سدرۃ المنتہیٰ سے ترقی فرمائی۔ جبریل امین کو طاقت پرواز طاق نظر آئی۔ حضور نے سبب پوچھا: عرض کی اے سرکار! ہم غلاموں میں سب کا ایک مقام معین ہے جس سے آگے تجاوز نہیں، اگر پورے برابر آگے بڑھوں جل جاؤں۔

ظاہر ہے کہ ایسا وقت نصیب سے ہاتھ آتا ہے۔ اللہ جل جلالہ بلانے والا مصطفیٰ ﷺ سا جانے والا، اس سے بڑھ کر عرض کا کیا موقع ہو گا۔ عقلِ کل کے حسن دانش پر نثار جاؤں، کیا وقت پا کر وہ پیاری پیاری گزارش کی ہے جس کے سبب خود حضرت سلطانی کے قلب انور میں جگہ زیادہ ہو تو یہ معلوم ہی تھا کہ اس بادشاہِ غربا پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر آن اپنی اُمت کی بھلائی مدنظر ہے، خدام میں جو اس قدر خیر خواہ اُمت ہے، اتنا ہی سلطان سے قریب تر ہے۔

لہٰذا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یوں اپنی تمنا حضور سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ!

جب حضور پُر نور مقام دَ نیٰ فَتَدَلّٰی میں بار یاب ہوں، راز و نیازِ محبوب کے کشف حجاب و فتح باب ہوں، حضور اس مہجور کی یہ عرض یاد رکھیں کہ جب امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا روزِ قیامت صراط پر گزرے، ان کے آقائے بے کس نواز کا یہ خادمِ دیرینہ زیر قدم فرش پر کرے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے بخوشی ان کی عرض قبول فرما کر رو براہِ مقصود کیا۔ اب تو چار طرف سے انوارِ غیب کی پیہم تجلّیوں نے راستہ بھر دیا۔

مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حجاب نور کے متصل پہنچے، جلو کے فرشتے نے پردہ ہلایا۔ دربان نے نام پوچھا: کہا، میں ہوں فلاں اور میرے ساتھ محمد رسول اللہ سرورِ دو جہاں ہیں۔

صلی اللہ تعالی علیه وسلم .

کہا کیا یہ بلائے گئے ہیں؟۔

کہا ہاں۔ کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

غیب سے ندا آئی: صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ اَنَا اَکْبَرُ میرے بندہ نے سچ کہا، میں ہوں بہت بڑا، میں ہوں بہت بڑا۔

فرشتہ نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جواب آیا: صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا میرے بندے نے سچ کہا میں ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔

فرشتے نے کہا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ندا ہوئی: صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا میرے بندے نے سچ کہا، میں نے ہی محمد کو رسول بنایا۔

صلى الله تعالى عليه وسلم .

فرشتہ نے کہا: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

خطاب آیا: صَدَقَ عَبْدِیْ ... (۱)

(۱) الحاوی للفتوی، جز اوّل، ص ۲۱۲۔

میرے بندے نے سچ کہا اور میری عبادت کی طرف بلایا۔

پھر اس فرشتہ نے حضور پُر نور ﷺ کو گود میں لے کر چشم زدن میں دوسرے پردے تک پہنچایا۔ وہاں کے حاجب سے بھی وہی ماجرا پیش آیا، یوں ہی ستر ہزار حجاب طے فرمائے کہ ہر پردہ سے دوسرے پردے تک پانچ سو برس کی راہ تھی۔ بعدہ رفرف کہ ایک سبز بچھونا نورانی تھا ظاہر ہوا۔ حضور اقدس ﷺ کو اپنے اوپر سوار کر کے عرش تک پہنچا کر غائب ہوگیا۔ سرور عالم ﷺ شانِ جلال کے مراقبہ سے اس پوری تنہائی کے عالم میں گھبرائے، ناگاہ بندۂ جاں نثار یارِ غمگسار سچے رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی آواز آئی کہ عرض کرتے ہیں :

قِ ِ ففُ ّدُ ُا َ یرَ ّقَ ِکَ نَ یُا ُا ّمُ صُب (۱) حح َ ا ا َ مم

اے محمد! وقفہ کیجیے کہ آپ کا رب صلاۃ کرتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا دل انور یارِ وفادار کی آواز سن کر ٹھہرا؛ مگر اب ان حیرتوں نے گھیرا کہ الٰہی صدیق یہاں کہاں سے آیا، اور معبودِ مطلق کا صلاۃ کرنا کیا معنی!۔ اتنے میں عرشِ عظیم سے ایک قطرہ ٹپکا، حضور نے نوش فرمایا، شہد سے زیادہ شیریں پایا اور در حقیقت یہ بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے، ہمارے استعمال میں کوئی چیز شہد سے بڑھ کر میٹھی نہ آئی؛ لٰہذا اسی کا نام لے کر تفہیم فرمائی۔

ورنہ کجا شہد کجا وہ قطرۂ رازِ خدا ساز، جس کی ماہیت پلانے والا جانے یا پینے والا۔ واللہ اگر ہمارا محبوب سید عرب شیریں دہن نوشیں لب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریاے شور میں لعابِ دہن اقدس ڈالے تمام سمندر شہد ہو جائے، پھر ایسے کے پینے کو ایسی جگہ سے ایسے وقت میں جو چیز بھیجی گئی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ شہد اور شہد سے ہزار درجہ میٹھی چیز کو اس سے کیا نسبت ہو سکتی ہے، اس قطرہ کے نوش فرماتے ہی تمام اولین و آخرین قلبِ اقدس پر منکشف ہو گئے، پھر عرش اعظم سے خطاب آیا :

اُدُ ُ ُ َ حَ نُ ُ کُمُ یَ یُ نَ نَ ّللُلُدُاُ یُ یُ اُ اَ لُن لُبَ ا یعِ یَرِ (۲) حجاجاالا خَ مم

پاس آ اے احمد، پاس آ اے محمد، پاس آ اے تمام جہان سے بہتر۔

---

(۱) تفسیر حقی، جز ۱۱، باب ۴۳، ص ۲۷۔

(۲) تفسیر حقی جز ۷ باب اول، ص ۱۵۸، نزہۃ المجالس، جز اول باب فصل فی المعراج، ص ۲۱۵۔

حضور اقدس ﷺ بار بار ترقی فرماتے تھے اور ادھر سے مکرر ارشاد ہوتا تھا۔ ہزار بار یہی خطاب آیا یہاں تک کہ دَ یُ فتَدَ نّٰی فَکَانَ اَبَ قَوۡ قَ قَوۡسَیۡ اَ ٰیۡ نُ نِن

اللہ، محمد ﷺ سے نزدیک ہوا اور انہیں اپنے سے نزدیک کیا یہاں تک کہ رہ گیا فاصلہ دو کمان بلکہ اس سے بھی کم کا۔

یہاں خردِ خردہ بین دست و پا گم کردہ ہے، ایک بازاریِ بے وقار کی کیا مجال کہ محبوب و محبّ کے رازِ خاص میں دخل دے، کلام الٰہی بے واسطہ سنا دیدار الٰہی بچشم سر دیکھا۔

ع: شنیدن بحق بود و دیدن بہ حق

بلکہ حقیقت میں تو چشم کہاں، اور سر کیسا، دیکھنے والا کون، اور دیکھنا کجا، ظل ذات، عین ذات میں گم ہوگیا۔ ھو الاوّل والآخر و الظاھر و الباطن . .

اللہ بس باقی ہوس۔ ع: ورق در نوشتند و گم شد سبق

فَاَوۡ حٰی اِ ـ بۡ وۡ ٰ لٰحی . ہ ہ مَ ا ا ا

کی اپنے بندہ کو جو وحی کی۔

بھلا جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے، بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے۔ اے عقل، خبردار یہاں مجالِ دم زدن نہیں، اے وہم، ہوشدار کہ یہ جائے نادیدہ رفتن نہیں۔

ع: تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں

کہتے ہیں کہ سایہ نے ذات سے عرض کی:

اَنۡتَ نَا وَ وَ مَ لا لِ ا تَلرَکۡتُ کُجُوۡ لاَلِیۡ ذِ ک

الٰہی تو ہے اور میں ہوں، اور جو کچھ اس کے سوا ہے میں نے سب تیرے لیے چھوڑ دیا۔

ذات نے سایہ سے اشارہ فرمایا:

اَنَا وَ نۡتَ ا ا وَ وَ لِ مَ مَخَلَقۡتُ اَ جۡ لاَلِلِ یَ عکہ

اے محبوب میں ہوں اور تو اور جو کچھ اس کے سوا ہے سب میں نے تیرے لیے بنایا۔

---

(۱) پارہ ۲۷، النجم: ۹۔ (۲) پارہ ۲۷، النجم: ۱۰۔

غزل

یہ اکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا ❁ کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفیٰ کا
یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا ❁ کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا
چمکتا ہوا چاند ثور و حرا کا ❁ اُجالا ہوا بُرجِ عرشِ خدا کا
لحد میں عمل ہو نہ دیوِ بلا کا ❁ جو تعویذ میں نقش ہو نقشِ پا کا
جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا ❁ جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا
مرے گیسوؤں والے میں تیرے صدقے ❁ کہ سر پر ہجومِ بَلا ہے بَلا کا
ترے زیرِ پا مسندِ ملکِ یزداں ❁ ترے فرق پر تاجِ مُلکِ خدا کا
سہارا دیا جب مرے ناخدا نے ❁ ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رُخ ہوا کا
کیا ایسا قادر قضا و قدر نے ❁ کہ قدرت میں ہے پھیر دینا قضا کا
اگر زیرِ دیوارِ سرکارِ بیٹھوں ❁ مرے سر پہ سایہ ہو فضلِ خدا کا
ادب سے لیا تاجِ شاہی نے سر پر ❁ یہ پایا ہے سرکار کے نقشِ پا کا
خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیّت ❁ خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا
اَذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو ❁ پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا
کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہولے ❁ تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا
یہ ہے تیرے ایمائے اَبرو کا صدقہ ❁ ہدف ہے اَثر اپنے تیرِ دُعا کا
ترا نام لے کر جو مانگے وہ پائے ❁ ترا نام لیوا ہے پیارا خدا کا
نہ کیوں کر ہو اُس ہاتھ میں سب خدائی ❁ کہ یہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا
جو صحرائے طیبہ کا صدقہ نہ ملتا ❁ کھلاتا ہی تو پھول جھونکا صبا کا
عجب کیا نہیں گر سراپا کا سایہ ❁ سراپا سراپا ہے سایہ خدا کا

خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے ❁ مرے مصطفےٰ کا مرے مصطفےٰ کا
خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب ❁ خدا اُس کا پیارا وہ پیارا خدا کا
جہاں ہاتھ پھیلا دے منگتا بھکاری ❁ وہی در ہے داتا کی دولت سرا کا
ترے رُتبہ میں جس نے چون وچرا کی ❁ نہ سمجھا وہ بدبخت رُتبہ خدا کا
ترے پاؤں نے سر بلندی وہ پائی ❁ بنا تاجِ سر عرش ربِّ عُلا کا
کسی کے جگر میں تو سر پر کسی کے ❁ عجب مرتبہ ہے ترے نقشِ پا کا
ترا دردِ الفت جو دل کی دوا ہو ❁ وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا
ترے بابِ عالی کے قربان جاؤں ❁ یہ ہے دوسرا نام عرشِ خدا کا
چلے آؤ مجھ جاں بلب کے سرھانے ❁ کہ سب دیکھ لیں پھر کے جانا قضا کا
بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضا سے ❁ بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا

مروی ہوا خطاب یہ تھا :

اَلْجَنَّۃُ حُرِّمَتْ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا وَحُرِّمَتْ عَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا اُمَّتُکَ.

جنت حرام ہے انبیا پر جب تک اے سردار انبیاء تو اس میں رونق افروز نہ ہو۔ اور حرام ہے سب امتوں پر جب تک تیری امت داخل نہ ہولے۔

غرض خدا جانے یا مصطفےٰ کہ کیا عرض تھی، کیا خطاب ہوا، مگر ان شاء اللہ اس قدر اُمید واثق ہے کہ جو کچھ تھا ہم غریبوں کے نفع کے لیے تھا۔

اللہ کریم ست و رسول او کریم ☆ صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

پھر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عرض یاد آئی، رحمتِ الٰہی نے مستجل بہ مہر قبول فرمائی، صدیق اکبر کی آواز اور اس کلمہ سر بستہ راز کا تذکرہ یاد آیا، حق جل وعلا نے ارشاد فرمایا: جب ہم نے موسیٰ کو طور پر بلایا وہ بھی گھبرایا تھا، اُسے عصا کی باتوں میں مشغول کیا کہ اس سے زیادہ مانوس تھا، جب تمہارے قلب پر وحشت پائی، ایک فرشتہ ہم آوازِ صدیق بنایا کہ اس کی آواز سے تسکین پاؤ اور میرا اصلاۃ کرنا یہ ہے کہ میں تم پر درود بھیجوں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین .

مروی ہے حضور اقدس ﷺ سے، ارشاد فرمایا گیا: آؤ تمہیں اپنی سلطنت کا دولہا دکھائیں، پھر ایک مکان عالی شان دکھایا گیا، شہ نشین میں پردہ پڑا تھا۔ جب حجاب اُٹھا نظر آیا کہ خود حضور اقدس ﷺ کی تصویر ہے۔

سبحان اللہ! مقامِ غور ہے۔ اس پیارے مضمون کو کس پیرایہ میں ادا فرمایا گیا۔ اگر یوں ہی ارشاد ہوتا کہ تم ہماری سلطنت کے دولہا ہو تو یہ بات نہ تھی اور اس طریقہ میں کہ اوّل یوں شوق دلائیں پھر تصویر دکھائیں لطف ہی جداگانہ ہے۔

سبحان اللہ و صلی اللہ علی حبیبہ و عروس ملائکتہ و بارک وسلم

پھر پچاس برس کی نماز فرض کر کے خلعتِ رُخصت عطا ہوا۔ راستہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی حضور اس قدر نمازیں بہت ہیں، آپ کی امت سے اَدا نہ ہوسکیں گی، میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، حضور واپس گئے اور تخفیف چاہی دس معاف ہوئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی یہ بھی بہت ہیں۔

غرض یوں ہی چند بار کے آنے جانے میں پانچ رہیں، اور ارشاد ہوا گنتی میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس۔ جو اِن پانچ کو ادا کرے گا اسے پچاس کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اب کی بار بھی وہی گذارش کی کہ ہنوز کثیر ہیں، حضور پھر جائیں اور تخفیف چاہیں۔

فرمایا: میں نے اپنے رب سے اتنا مانگا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ پھر بخیر و برکت باہزاراں نعمت کروڑوں برس کی مسافت چند ساعت میں طے کر کے دولت خانۂ اقدس کو واپس تشریف لائے، ہنوز بستر خواب گرم پایا، اور زنجیر در جنبش۔ واقعی اس نور نگاہِ جلالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ کی جو تعریف کیجیے اس کے شایاں ہے بلکہ استغفر اللہ تعریف کرنے کی لیاقت کہاں ہے۔

مخوان اورا خدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قصیدہ از تصنیف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عالم اہل سنت حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی احمد رضا خان صاحب مدظلہم الاقدس

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
مَلک فلک اپنی اپنی لَے میں گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دُھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے

نئی دولہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تِل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذاتِ بحت کے تھے

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دولہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسنِ تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے لہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پُر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دِکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جِناں کا دولہا بنا رہے تھے

اُتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلیِ حق کا سہرا سر پر صلوۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرّے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سَر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک! گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بُکّے اُڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجومِ امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل اُمڈ کے جنگل ابل رہے تھے

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ مَلتے مَلتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

براق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنیٔ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و اَفلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب اُلٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی ٹپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوششِ نور کا اَثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جِلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دَم تیور آ گئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اُڑے تو اُڑنے کو اور دَم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر اُن کے قدموں کا پاؤں بوسا یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مَل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد، قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا صدا تھی، یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری ، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سُراغِ اَینَ و مَتٰی کہاں تھا نشانِ کیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پر اُن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دَنیٰ تَدَلّیٰ کے سلسلے تھے
ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا
دَنیٰ کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے
کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اُتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے
اٹھے جو قصرِ دَنَا کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے
وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکّر میں دائرے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے
وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ اِمکاں کے جھوٹے نقطوتم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اُدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اِدھر سے انعامِ خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوے پُر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شُنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سُننی تھی سن چکے تھے

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اِس قمر کے قدم گئے تھے

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوشِ ضدّین تھا کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لیے تھے

نبی رحمت شفیعِ اُمت رضؔا پہ للّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ ، قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

قصیدہ دیگر

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۞ شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود ۞ گل باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم ۞ نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود ۞ نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
عرش کی زیب و زینت پہ عرشی دورد ۞ فرش کی طیب ونزہت پہ لاکھوں سلام
نورِ عین لطافت پہ الطف درود ۞ زیب و زین نظافت پہ لاکھوں سلام
قطۂ سر وحدت پہ یکتا درود ۞ مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شق القمر ۞ نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
جس کے زیر لوا آدم و من سوا ۞ اس سزاے سیادت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں ۞ اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
اصل ہر بود و بہبود و تخم وجود ۞ قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام
فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود ۞ ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شرقِ انوارِ قدرت پہ نوری درود ۞ فتق ازہارِ قربت پہ لاکھوں سلام
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل ۞ جوہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام
سر غیب ہدایت پہ غیبی درود ۞ عطر جیب نہایت پہ لاکھوں سلام
ماہِ لاہوتِ خلوت پہ لاکھوں سلام ۞ شاہِ ناسوتِ جلوت پہ لاکھوں سلام
کنز ہر بے کس و بے نوا پر درود ۞ حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں پہ سلام
پر تو اسم ذات احد پر درود ۞ نسخہ جامعیت پہ لاکھوں سلام

مطلع ہر سعادت پہ اسعد درود ❁ مقطع ہر سیادت پہ لاکھوں سلام
خلق کے داد رس سب کے فریاد رس ❁ کہف روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں سلام ❁ مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم دنیٰ ھو میں گم کن انا ❁ شرحِ متن ہویت پہ لاکھوں سلام
انتہاے دوئی ابتداے یکی ❁ جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام
کثرت بُعد قلت پہ اکثر درود ❁ عزتِ بُعد ذلت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود ❁ حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود ❁ ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
فرحت جانِ مومن پہ بے حد درود ❁ غیظ قلب ضلالت پہ لاکھوں سلام
سبب ہر سبب منتہاے طلب ❁ علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام
مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود ❁ مظہر مصدریت پہ لاکھوں سلام
جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں ❁ اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام
قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت ❁ ظل محدودِ رأفت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں ❁ اس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینۂ حق نما ❁ اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں ❁ اس سر تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
وہ کرم کی گھٹا گیسوے مشک سا ❁ لکۂ ابر رأفت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق ❁ مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
لخت لخت دل ہر جگر چاک سے ❁ شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام
دُور ونزدیک کے سننے والے وہ کاں ❁ کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
چشمہ مہر میں موج نور جلال ❁ اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا ❁ اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی ۞ ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ ۞ ظلہ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام
اشکباریِ مژگاں پہ برسے درود ۞ سلک درِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام
معنی قَدْ رَاٰی مقصدِ مَا طَغٰی ۞ نرگس باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا ۞ اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود ۞ اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے ۞ ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
ان کے خد کی سہولت پہ بے حد درود ۞ ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے ۞ اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
چاند سے منھ پہ تاباں درخشاں درود ۞ نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
شبنم باغِ حق یعنی رخ کا عرق ۞ اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام
خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن ۞ سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ۞ ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں ۞ ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا ۞ چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان وجناں ۞ اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے ۞ اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں ۞ اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درود ۞ اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں سلام ۞ اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول ۞ اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے ۞ ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں ❁ اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں ❁ اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام
دوش بر دوش ہے جس سے شانِ شرف ❁ ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
حجر اَسود و کعبہ جان و دل ❁ یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام
روے آئینہ علم پشت حضور ❁ پشتی قصر ملت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا ❁ موجِ بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کو بارِ دوعالم کی پروا نہیں ❁ ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں ❁ ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم ❁ اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں ❁ انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال ❁ ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام
رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود ❁ شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام
دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں ❁ غنچہ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا ❁ اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی ❁ اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام
انبیا تہ کریں زانو ان کے حضور ❁ زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
ساق اصل قدم شاخِ نخل کرم ❁ شمع راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم ❁ اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند ❁ اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود ❁ یادگاریِّ اُمت پہ لاکھوں سلام
زرع شاداب دہر ضرع پُر شیر سے ❁ بَرَکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام
بھائیوں کے لیے ترک پستاں کریں ❁ دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

مہد والا کی قسمت پہ صد ہا درود ❁ برجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن ❁ اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
اُٹھتے بوٹوں کی نشو ونما پر درود ❁ کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام
فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود ❁ کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام
اعتلائے جبلت پہ عالی درود ❁ اعتدالِ طویت پہ لاکھوں سلام
بے بناوٹ اَدا پر ہزاروں درود ❁ بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود ❁ پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
میٹھی میٹھی عبارت پہ شریں درود ❁ اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام
سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود ❁ سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام
روز گرم و شب تیرہ نار میں ❁ کوہ وصحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام
جس کے گھیرے میں ہیں انبیا و ملک ❁ اس جہانگیر بعث پہ لاکھوں سلام
اندھے شیشے جھل جھل دمکنے لگے ❁ جلوہ ریزیِ دعوت پہ لاکھوں سلام
لطف بیداریِ شب پہ بے حد درود ❁ عالم خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام
خندۂ صبح عشرت پہ نوری درود ❁ گریۂ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام
نرمی خوے لینت پہ دایم درود ❁ گرمی شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں ❁ اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی ❁ آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
میرے اُستاد ماں باپ بھائی بہن ❁ اہل وُلد و عشیرت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں ❁ شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور ❁ بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ ❁ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

❁❁❁

الحمدللہ! یہ رسالہ حضرت مولیٰ علی ﷜ کے فضائل عالیہ پر مشتمل ہے، نیز اِس میں حضراتِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تفضیل پر بھی اِختصاراً عام فہم دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، اِس رسالے کا باعتبارِ ہجری وعیسوی تاریخی نام ہے:

الرَّائِحَةُ الْعَنْبَرِيَّةُ مِنَ الْمِجْمَرَةِ الْحَيْدَرِيَّةِ [۱۳۰۰ھ]

(حیدری انگیٹھی سے [پھوٹ کر مشامِ ایماں معطر کرنے والی] عنبری خوشبو)

تزکِ مرتضوی

{۱۸۸۳ء}

-: تالیفِ لطیف :-

علامہ حسن رضا خان حسنؔ قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی

بہ فرمائش: حضرت مولانا غلام شبر قادری برکاتی ابوالحسینی بدایونی

Qadri\Desktop\tuzk.jpg not found.

[مطبع جماعت تجارت اسلامیہ میرٹھ، سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَ ـدُ ہمِ لِ رکُولَدُ الوَ بُہن لِ الشش

حَ ـدً ملہَ اُ اہُوَ وُ ویوَمَ مُحُوَلَ اُہَ صَصمَہُ اُ غِرِ نِ

وَ فُضَلُ اُالصَّلٰو ا الکِ لٰی اَلز ا اتِ

خیَ الْبَ یّۃِ رَ رجِی الُنَّاس مُنۃ نِ (۱) سسَ

اَلْحَ ہِ مُطلُحِ ۃ فُ لِہِ مُ حُولُودُ مُہِ لِ الِاحجدُ اُہ لُم لَ لَاۃُ عَلَلِّ ا لَلطُھا یِ

الْحُ یّ وُبآلِ بالْحُ یّ وُب بَ صطلحَ یّ لوجُب فضُلِ وَلا جُ ا الا اہ

دَ لَ اَ آلمَ لسۃ اولِ رَ رلالِہلا ضُ حجُدُ ا لعُرعِ ربِدٌ لا ملجُدُ اِطِ یلعِ ع یِ لِ اہٗ۔ ن ن

رَ الْعَبَہِ ا الِیِ ن ن

اَمابعد! فقیر حقیر سراپا تقصیر محمد حسن رضا حسؔن قادری برکاتی بوالحسینی بریلوی -غَفَرَ اللّٰہُ الْقَوِیُّ ذَنْبَہُ الْخَفِیَّ وَ الْجَلِیَّ - اپنے ربِّ قدیر جل جلالہ کی اِعانت اوراُس کے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عنایت پر توکل کر کے ناظرانِ حق بیں اور برادرانِ دِیں کی خدمت میں بحض ہمدردی وخیر خواہی سلسلہ جُنبانِ خبرت وآ گاہی کہ اِس زمانۂ شوروفتن اورشرومحن میں مسئلہ تفضیل بھی اِک عجب مخمصہ خیزاورتعجب انگیز مسئلہ ہوتا جارہا ہے۔ راہِ قدیم اورصراطِ مستقیم اہل سنت-نَصَرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی- سے بہک کر'ہر جاہل عامی پختہ کار خامی کا مسلک جدا ہے۔

---

(۱) ترجمہ: ہرقسم کی تعریف وتوصیف اللہ رب العزت کے لیے زیبا ہے جوکل کائنات اور بنی نوعِ انساں کا پروردگار ہے۔ایسی تعریف جو بلا اِنقطاع وحصر تسلسل ودوام کے ساتھ ہوتی رہے۔ اورافضل وپاکیزہ درودوں کے گجرے نچھاور ہیں سرورِکائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جولوگوں کوآتش دوزخ سے نجات دلانے والے ہیں۔

حضراتِ تفضلیہ کا تو ذکر ہی کیا ہے، وہ تو اپنے ذِہن میں جو فرمائیں، اُن کو سزا ہے؛ مگر بعض صاحبوں نے تفریط کی ضد میں اِفراط کی ٹھہرائی، اور حضراتِ شیخین کی تفضیل ہر اِعتبار سے بتائی۔ اہلِ سنت کو تو اِفراط و تفریط اور خبط و تخلیط سب کا اُٹھانا؛ لٰہذا فقیر نے بعض خصائص جلیّہ و فضائل علیّہ حضرت والا سیّد و مولیٰ شیر خدا بازوے مصطفیٰ علی مرتضٰی -کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْاَسْنٰی- کا نہ جاننے والوں کو بتانا، بھولے ہوؤں کو یاد دِلانا اَنسب و اَولیٰ جانا کہ اِس میں علاوہ اور فائدوں کے رحمتِ اِلٰہی کا نزول کیسا ہے!۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی: 'علی کا ذِکر عبادتِ خدا ہے'۔(۱)

اور وارد ہوا: 'اچھوں کی یاد کفارۂ ذنوب ہے'۔(۲)

اور فرمایا: ایک شخص کا ہدایت پانا ہفت اِقلیم ملنے سے خوب ہے۔(۳)

کیا عجب کہ اِن چند سطور سے بھی کوئی بندۂ خدا راہ پا جائے۔ اور دفع اَوہام و رفع اِیہام اور تذکیر خواص و تفہیم عوام کا اَجرِ تام فقیر کے نام لکھا جائے۔

ع: گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

اِ ـَّ ذٰلِ ـِ نَ عَلَی اللّٰہِ ـِ یسِیْ ـَ ـَ ـسِـ ـِ ـیُ ـُ ـُ رٌ

(سورۂ حج: ۷۰/۲۲)

بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

اِس لیے پیش اَز مقصود چند حرفِ معدود، بطورِ تمہید بطرزِ جدید اصل مسئلہ کے متعلق فہم عام کے لائق لکھ دیے کہ شاید اِتنا ہی کسی کے کام آئے۔

---

(۱) ذِ ـرُ ـُ کُ ـعِ ـَ ـٌ . کنز العمال لِی الِی اعبا حدیث ۳۲۸۹۴...۵. جامع الاحادیث، سیوطی: ۴۰/۱۳ حدیث: ۱۲۵۰۴......جمع الجوامع، سیوطی: ۱/۱۲۶۴۲ حدیث: ۱۲۶۸۶۔

(۲) .....ذکر الصالحین کفارة الذنوب .... کنز العمال: ۹۱۸/۱۵ حدیث: ۴۳۵۸۴...... جامع الاحادیث: ۴۰/۱۳ حدیث: ۱۲۵۰۳......جمع الجوامع، سیوطی: ۱/۱۲۶۴۱ حدیث: ۱۲۶۸۵۔

(۳) ترجمے کے مطابق کوئی حدیث تو نہ ملی؛ تاہم اس تعلق سے ایک مشہور متفق علیہ حدیث یہ ہے: واللّٰہِ لأن یُ ـُ ـھ ـکَ رَجلٌ ـو ـاحِـ ـِ ـدد خیرٌ لک ـِ النَّعمِ ـِن ـحُـ ـمُ بخدا تمہاری ذریعہ سے کسی ایک شخص کا ہدایت پا جانا تمہارے لیے سرخ اونٹنیوں سے بہتر ہے۔

درخانہ اگر کس ست ☆ یک حرف بس است (☆)

اِ ّ الـلّٰہَ نَ ٰی کُلِّ عَشَیٍّ ّلَمَلِہٖ ءِ یِیْدُ قُوّتِہِمْ وَفِیْہِ اِلَیْہِ یَا اُ طِلْطُلٰی تُذْرِ اُعُلُوْ وُ وَ ّ ل لَ

التَّحُ ُوَقِ حَایَطِیَّہٗ ُ سُوْقٌ بُوْکُرِ کُحِ لَا وَلَا عَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ا ّ الْمُلِ ی

الْعَ ِ عَظِیْمِ ِ یُ یُ ُ مم

بِکَ الْعَ ُ اُ ہِیْ لَیْ لَشَا لَمَکَ لَمَّ ککا ا

سِ ِ وَیَوْ ّنَا یَا لَا رَلْزَکْلَا الْمُنْبُوْ (۱)

عَلِیِ اَعلٰی، ولی والا، مالک ومولیٰ، بلندوبالا، سب خوبیوں والا، سب سے نرالا، ذوالاسماءِ الحسنٰی و الصفات الاسنٰی اللہ جل وعلاو تبارک وتعالیٰ قرآنِ عظیم وفرقانِ حکیم میں اِرشاد فرماتا ہے :

اِ ّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۂ حجرات:۴۹/۱۳)

بے شک تم سب میں بزرگ تر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا اَتقٰی ہے۔ یعنی سب میں بڑا پرہیزگار۔

یہاں تو اَتقٰی کو سب پر تفضیل اور زیادتِ کرامت عنداللہ میں ترجیح دیتے ہیں اور دوسری [۲] جگہ فرماتا ہے :

(☆) یعنی اگر مجلس میں کوئی حرف شناس موجود ہو؛ تو اس کے لیے ایک اِشارہ ہی کافی ہے۔

(۱) ترجمہ: اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اِس سے کہ تیرے سوا کسی اور کو (اپنے معاملات ومہمات میں) حَکَم و فیصل بناؤں۔ اے مالک ومولا! وہ تو ہی تو ہے جو نذریں پوری فرماتا ہے، (اور بندوں کی آرزوئیں بَر لاتا ہے)۔

(۲) یہاں بعض حضرات اِرشاد فرمانے لگتے ہیں کہ آیت میں ''اتقٰی'' سے ''تقی'' مراد ہے۔ تفصیلی جواب اِس خدشے کا تصانیفِ جلیلۂ حضرت مولانا المعظم حامی السنن ماحی الفتن جناب مولوی احمد رضا خاں مدظلہم العالی کا حصۂ خاصہ ہے، خصوصاً رسالہ 'الزلال الانقٰی' کہ خاص اِسی آیت کی تفسیر میں نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ تالیف فرمایا جس میں بدلائل وبراہین سے روشن مبیّن ومبرہن کہ نہ یہ قول' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول اور نہ ہی صحابہ وتابعین سے؛......(یہاں بیاض ہے)...... اور جو ضرورت......(یہاں بیاض ہے)......کی سراپا غلط اور صحیح بھی مانو تو بغیر اس تکلف کے مندفع اور لطف یہ کہ اس تاویل سے دفع نہیں ہوتی. اور نہ قرآن کو بلاوجہ ظاہر سے پھیرنا روا، نہ بر تقدیرِ تسلیم اِس تاوِیل سے ہمارے اِستدلال میں کچھ سقم آیا۔ غرض اِن مباحثِ دَقیقہ کی تفصیل تو اُسی رسالہ میں ہے، بالفعل ذرا ''تفسیرِ عزیزی'' ملاحظہ ہو جائے، فرماتے ہیں :

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى (اللیل: ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱)

یعنی اور نزدیک ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب میں بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو اور اُس پر کسی کا ایسا اِحسان نہیں جس کا بدلا دیا جائے سوا اپنے برتر پروردگار کی رضا چاہنے کے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ائمہ دِین فرماتے ہیں :

آیۂ کریمہ میں بالاجماع اَتقٰی سے جناب سیّدنا اِمام المتّقین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور یہ معنی اَحادیثِ کثیرہ سے بھی ثابت؛ حتی کہ طبرسی نے باوجود رِفض 'تفسیر مجمع البیان' میں اِسی کو مقبول رکھا اور اِنکار کا یارا اور اِقرار سے چارا نہ پایا۔

اب یہاں تو یہ فرمایا کہ صدیق اَتقٰی ہیں اور پہلی آیت(۱) میں یہ اِرشاد ہو چکا کہ ہمارے

بقیہ گزشتہ: 'فرقۂ تفضیلیہ گویند: مراد اَز اتقی دریں آیت تقی ست، زیرا کہ ابوبکر صدیق در تقوی کم تر از جناب پیغمبر بودند'۔ اہل سنت جواب می گویند کہ اتقی را بہ معنی تقی گرفتن خلاف لغتِ عربیت است۔ پس حمل کلامِ الٰہی کہ قرآن عربی ست براں درست نہ باشد وضرورتے کہ دریں حمل بیان کردہ اند مندفع ست بہ آں کہ کلام دریں ہا بر ناس ست نہ در پیغمبراں علیہم الصلاۃ والسلام الخ'' اھ ملخّصاً۔ و التفصیل فیہ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲۔ عبدہ حسن عفی عنہ

(ترجمہ: فرقہ تفضیلیہ کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اتقی سے مراد تقی ہے؛ کیوں کہ ابوبکر صدیق تقوٰی میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمتر ہیں۔

اہلسنّت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ 'اتقی' کو تقی کے معنی میں لینا عربی لغت کے خلاف ہے؛ تو کلامِ الٰہی کو- جو کہ عربی زبان میں ہے- اس پر محمول کرنا کب درست ہوسکتا ہے!۔ لہٰذا اس اِشکال کو ختم کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ یوں کہا جائے: یہاں خطاب لوگوں سے ہے نہ کہ پیغمبروں سے.)

(۱) جب بعض حضرات مدعیانِ علم وذکا کی رگِ منطقیت جوش میں آتی ہے، تو فرماتے ہیں: کریمہ اولیٰ میں اکرم موضوع ہے اور اتقی محمول، تو اِنتظام شکل' غیر معقول، اور عکس کیجیے تو کلیت کرے نامقبول؛ حالاں کہ شانِ نزول کا لحاظ، طرق تخاطب کا اِعتبار روشِ کلام کا اِقتضا ہے۔ حضورِ اقدس! تفاسیر واَخبار اِس فلسفیانہ (سوچ کی) بیخ کنی کر رہے ہیں۔

نزدیک اَکرم وہ ہے جو اتقیٰ ہو، تو گواہیِ اِلٰہی سے صاف ثابت ہولیا کہ صدیق' اللہ کے نزدیک تمام اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اَکرم وافضل اور اعظم واَجل ہیں۔ وھُ ُ ـُ ـوَ َ ا المـق الحمُ ُ ہٰ دِدُ ِ ر رَبِّ لّلہ ِ یّ لینَ العٰلـَ . .

بقیہ گزشتہ: مولانا رضا مدظلہ الاعلیٰ نے رسالہ مذکورہ میں بہ براہین قاطعہ ثابت فرما دیا ہے کہ درحقیقت یہاں اتقی موضوع ہے اور اکرم محمول اور نہ بھی مانو، تو صحتِ عکس میں کلام کرنا باطل ومخذول اور نہ بھی مانو تو یوں ہی ان آیات سے......(اس جگہ بیاض ہے)......اکابر محققین علما وفقہا ان آیات سے تفضیل صدیق پر اِستدلال کرتے آئے، کچھ تو سمجھتے ہوں گے یا اُن سب کی نظر سے آپ کی نظر وسیع اور سب کے پایہ سے آپ کا پایہ رفیع! خیر' سر دست کی صفر شکنی کو' تفسیر کبیر' ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: 'فان قیل: الآیۃ دلت علی أن کل من کان اکرم کان اتقی ، و ذلک لا یقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم . قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاھد، ووصف کونہ أفضل غیر معلوم ولا مشاھد، و الإخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھو الطریق الحسن، اما عکسہ فغیر مفید، فتقدیر الآیۃ کانہ وقعت الشبھۃ فی ان الاکرم عند اللّٰہ من ھو؟ فقیل: ھو الأتقی، و اذا کان کذلک کان التقدیر اتقاکم اکرمکم عند اللّٰہ.' انتھٰی. و اللّٰہ تعالی اعلم. ۱۲ عبدہ حسن غفرلہ

یعنی اگر یہ اِعتراض کیا جائے کہ مذکورہ آیت سے تو یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ہر اکرم' اتقی ہے؛ لیکن اس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر اتقی اَکرم بھی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک رہی بات کسی آدمی کے اَتقی سے متصف ہونے کی تو یہ بدیہی اور مشاہدے کی بات ہے؛ لیکن افضلیت سے متصف ہونے کا معاملہ غیر معلوم وغیر مشاہد ہے۔ اور (استدلال کا) بہترین طریقہ یہ مانا گیا ہے کہ ایک معلوم چیز کی خبر غیر معلوم چیز سے دی جائے؛ کیوں کہ اگر اس کے برعکس کیا گیا تو وہ خبر بے فائدہ ہوگی۔

تو اب اس قاعدے کی روشنی میں آیت پاک کو دیکھئے، اور یوں سمجھئے کہ گویا اس بات میں شبہہ ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک 'اکرم' کون ہے؟، تو اسی کا جواب دیتے ہوئے کہا گیا کہ وہ 'اتقی' ہے۔ لہٰذا اَب آیت کی تقدیر یہ ہوگی کہ تمہارا اَتقی ہی اللہ کے نزدیک اکرم ہے۔

تدلی جبروتِ الٰہی

ہاں کدھر گئے اَفضلیتِ صدیق میں رخنے ڈالنے والے!

کیا ہوئے اِس منصبِ رفیع کو ہلکی باتوں پر ڈھالنے والے!!

ربِّ جبار قہار سے شرمائیں اور ذرا اکرم عند اللہ کا لحاظ فرمائیں!!!

کیا یہاں سے محض سیاست وخلافت وغیرہا اُمورِ ظاہریہ کی خبر ملتی ہے، یا نسیمِ تحقیق سے اللہ کے نزدیک زیادتِ عزت وعلوِ مرتبت وبلندیِ منزلت کی کلی کھلتی ہے!، واللہ الموفق۔

الا تعال ای الم لتار خخ ضر

صلی اللہ ی الم تار خ ضر (۱)

ملک العٰلمین مالک الاوّلین والآخرین بندۂ خالق ومولائے خلائق حضور پُرنور محمد رسول اللہ اَرواحُنا فِداہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحابِہٖ وَ بارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَحْبَابِہٖ اِرشاد فرماتے ہیں :

ابو ... عمر ... والآخرین ... والمرسلین الا ... خیر ...

اہل ... الارض ... الا النبیین ... السماء ... الا ...

ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں سے اور بہتر ہیں تمام فرشتوں سے اور بہتر ہیں تمام آدمیوں سے سوا اِنبیاو مرسلین کے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔ (۲)

–رواہ الامام ابو عبد اللّٰہ الحاکم صاحب الصحیح المستدرک علی البخاری و المسلم فی الکنٰی و الامام ابن عدی فی "الکامل" و الحافظ الخطیب فی 'التاریخ' کلّھم عن سیّدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

(۱) لوگو! آؤ آؤ اُس مختارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ بےکس پناہ کی طرف جن کا اِنتخاب اللہ پاک نے بنومُضَر سے فرمایا ہے۔ اے اللہ! تو بھی مضر کے اس برگزیدہ اور چنندہ (رسول) پر رحمتیں نازل فرما۔

(۲) الکامل ابن عدی: ۱۸۰/۲...... جمع الجوامع سیوطی: ۵۰۶/۱ حدیث: ۲۳۰...... کنز العمال: ۵۶۰/۱۱۔

تجلی جلالِ مصطفوی

کیوں صاحبو! اگر قربِ اِلٰہ و کرامتِ جاہ و علوِ پایٔ گاہ میں رُتبہ حضرت مولیٰ ہی کا زائد ہوتا تو یہ اَلفاظ شیخین ہی کی نسبت تو (نہ) فرمائے جاتے!۔ ہم تو جانیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس کی قدر زیادہ، وہی سب زمین و آسمان والوں اور اگلوں پچھلوں سے بہتر ہوگا۔ یہ طرفہ تماشا ہے کہ مرتبہ میں وہ بڑے اور جہان بھر میں بہتری ان کو!۔

کیوں منصفو! کیا قربِ اِلٰہی و کمالِ معرفت میں علو و تناہی کوئی ایسی کم قدر چیز ہے جسے ہرگز مبنائے اَفضلیت نہ ٹھہرالیں اور اُس کے ہوتے ہوئے جہان بھر میں بہتری و برتری دوسرے پائیں!۔

کلا وَاللہ! اصل کام، قربِ خداوندی ہے اور جسے اِس میں زیادتی اُسی کو سب سے بہتری و بلندی ہے، اور اگر -معاذ اللہ- حدیث میں اسی سیاست و خلافت و ملک داری و ملک گیری پر نظر ہے اور اسی میں ابو بکر و عمر کو سب سے بہتر فرمایا گیا، تو ہمیں معلوم نہیں کہ ملائکۂ آسمان نے سلطنت چھوڑ کہیں کی صوبہ داری بھی کی ہو، پھر اُن سے اِس بات میں زیادہ ہونا کیا معنی!۔

خلاصہ یہ کہ ہم یہاں **ما فیہ التفاضل** کو (یعنی جس چیز میں فضیلت دی گئی ہے اس کی بابت) پوچھتے ہیں اور اُس کا مفضل اور مفضل علیہ میں اِشتراک لازم **کما لا یخفی**.

اِ ِ بِتَن اُنّھَ ُفَ نذشَی طَلَفَاُرِ ُءُ َ لَوادَوَلِہٗ ِ لاُ لَق

فَالُحَقُّ ُ یَ ُھَ َظُظرَ لَفَاُظِہٖ ِ مغو ِ َ (١) اُلِرِن ُ ١ ١

امیر المومنین اِمام العادِلین غیظ المنافقین حضرت سیّدنا و مولانا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَو َو ُنَ ِ َ زِ زَا بَلِیَ ِ ُ ِبِدِیبِایبُہٖ َ ِلمنکسکُن بایلمانُ لَرَ َ َ ُ ا اجَ َ َ حَحَ َ َ ا ایمان اب

---

(١) ترجمہ: اگر جی نہ بھرے تو جاؤ عدالت فاروقی رضی اللہ عنہ میں جا کر اِس مسئلے کی بابت پوچھ لو، اُن کے الفاظِ گہر بار بھی اِسی حقیقت کو بے غبار کرتے نظر آئیں گے۔ (اور ان کی زبان سے تو ہمیشہ حق ہی نکلتا ہے)۔

—رواه اسحٰق بن راهویه و البیهقیّ ّ ّ ف فی 'شعب الایمان' بسند صحیح—

اگر ابوبکر کا اِیمان سب آدمیوں کے اِیمان سے تولا جائے، تو بے شک ابوبکر کا اِیمان غالب آئے۔(۱)

بلکہ 'کامل' امام ابن عدی و 'مسند الفردوس' میں بہ روایت حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مروی حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

لَوْ وُ [illegible]

اگر ابوبکر کا اِیمان اِس تمام اُمت کے اِیمان پر رکھا جائے، البتہ (یقیناً) ابوبکر کا اِیمان ہی غالب آئے گا۔(۲)

اور یہ حدیث چند طرق سے مروی ہوئی، اور اِمام عبداللہ بن مبارک نے اپنی کتاب 'الزہد' اور معاذ بن المثنیٰ نے 'مسند مسدد' میں بھی روایت کیا ہے اور اصل حدیث صحیح ہے اور صحاح[۳] میں اُس کا شاہد موجود۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔

صولتِ فاروقی

بعض جلد باز ایسی حدیثیں سن کر یہ تو خیال کرتے نہیں کہ جب حدیث صحیح ہے، تو قبول سے کیا چارہ، اور اِعتراض کا کیا یارا!۔ بمقتضائے نافہمی کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو صاحبو! صدیق کا اِیمان سب سے بڑھا دیا تو —معاذ اللہ— اوروں کا اِیمان ناقص ٹھہرا؛ حالاں کہ اُن عاقلوں کو یہ خبر نہیں کہ مرتبۂ کمالِ تام اور تمامیِ کامل کے بعد اکملیّت کے ہزاراں ہزار درجے ہیں جن میں کسی کو —عیاذاً باللہ— ناقص نہیں کہہ سکتے؛ مگر پھر بھی آپس میں تفاوت ہے۔

---

(۱) مسند اسحٰق بن راہویہ: ۳/۱۷۲ حدیث: ۱۱۳۴...... شعب الایمان: ۱/۴۲ حدیث: ۳۵...... الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۳/۱۸۳ حدیث: ۱۱۵۵...... کنز العمال: ۱۲/۴۹۳ حدیث: ۳۵۶۱۴۔

(۲) الکامل ابن عدی: ۵/۲۶۰...... اُصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ لالکائی: ۶/۱۸ حدیث: ۱۹۸۰۔

(۳) و لـه شـاهد فی 'السنن' ایضا عن ابی بکرة مرفوعا انّ ّ ر رجلا قال : یارسول اللّٰہ رایت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت و ابو بکر فرجحت انت، ثم وزن ابوبکر عن بقی فرجح. الحدیث انتهٰی المقاصد الحسنة للامام السخاوی .

لے برادر بے نہایت در گہیست ☆ آنچہ برتومی رسد بروے مالیت (۱)

دیکھو! ایک وقت وہ تھا کہ افضل الانبیاء والمرسلین بعد النبی ﷺ یعنی سیّدنا اِبراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ اِلٰہی میں عرض کیا :

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى

اِلٰہی! مجھے دکھادے تو کیوں کر مردے جِلاتا ہے؟۔

اِرشاد ہوا : اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

کیا تجھے یقین نہیں!۔عرض کیا :

بَلٰى

یقین کیوں نہیں!۔

وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ (سورۂ بقرہ:۲۶۰/۲)

لیکن آنکھوں سے دیکھنا اِس لیے چاہتا ہوں کہ میرے دِل کو خوب اِطمینان ہو جائے۔

تو دیکھو! حسن اِیمانِ اِبراہیمی کہ بعد ایمان حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام عالم کے اِیمان سے اَقویٰ واکمل ہے، اُس کے بعد بھی ایک درجہ اور تھا، جس کی خواستگاری کی گئی۔اور اُس پر بھی اور مرتبہ وراء الورا کا ہے، جو ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل۔اب کیا -معاذ اللہ- کوئی اِیمان خلیل اللّٰہی کو کسی وقت میں ناقص کہہ سکتا ہے!-واستغفر اللہ العظیم-

---

بقیہ گزشتہ: اقول: علاوہ بریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد ہے کہ ہم نے دیکھا ترازو اُتری۔ میں اور ابوبکر تولے گئے۔مَیں غالب آیا، پھر ابوبکر کو میری ساری اُمت سے تولا، ابوبکر کا پلہ غالب رہا، پھر عمر کو باقی اُمت سے تولا، عمر راجح ٹھہرا۔اِلیٰ آخر الحدیث۔

متعدد ائمہ مثل امام احمد، اِمام طبرانی، امام اِبن عدی، اِبن قانع، اِبن مندہ اور اِبن مردویہ نے بہت سے صحابہ کرام مثل حضرت عبد اللہ بن عمر وحضرت معاذ بن جبل وحضرت اُسامہ بن شریک وحضرت عبد اللہ بن عباس وحضرت ابواُمامہ باہلی اور حضرت محاربی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ **كما ذكره مولانا اخی المعظّم فی کتاب التفضیل فليرجع اليه من حاول التفصيل . و الله تعالٰی اعلم**۔۱۲حسن غفرلہ

(۱) یعنی اے میرے بھائی! اس درگاہ کی کوئی اِنتہا نہیں، جس منزل پر بھی پہنچو، وہیں ٹھہر مت جاؤ۔ (بلکہ آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہو) کچھ یہی مفہوم اُردو کے شاعر نے یوں باندھا ہے۔

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی ☆ جو بڑھ کے خود اُٹھالے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

هَـلُمَّ اَسْرِعُ نُسِرُ عُلَمَاءُ نِ نَحِلَ يَ يُ دَ رَ رَ

اَنْ تَقُوْلُوْا لَا حَلَّ لَهٗ لَا اِلٰی عُمَرَ (۱) رَ

امیر المومنین اِمام الواصلین قاتل الخوارج دامغ الروافض قامع المفضّلین حضرت سیّدنا و مولانا علی اَسداللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے(۲) ہیں :

---

(۱) ترجمہ: اَب آؤ جلدی کرو، چلتے ہیں دربارِ حیدری (باب العلم) میں، اور اِس مسئلے کا حل معلوم کرتے ہیں۔ تاکہ تمھیں یہ کہنے کا چارہ نہ رہے کہ 'ہم نے تو صرف عمر فاروق ہی سے فیصلہ لیا ہے'۔

(۲) **حدیثِ مرتضوی** : دار قطنی حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے- جو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین کرم اللہ تعالی وجہہ کے مقرب بارگاہ تھے اور جناب امیر اُنھیں ''واہب الخیر'' فرمایا کرتے- روایت کرتے ہیں :

انّہ کانّ یری انّ علیّاً افضل الامّۃ فسمع اقواما یخالفونہ فحزن حزنا شدیدا، فسألہ علي بعد ان اخذہ بیدہ و ادخلہ بیتہ ما احزنک یا ابا جحیفۃ! فذکر لہ الخبر. فقال لہ: الا اخبرک بخیر الامۃ خیرھا ابو بکر ثمّ عمر. قال ابو جحیفہ: فاعطیت اللّٰہ تعالیٰ عھدا ان لا اکتم ھذا الحدیث بعد ان شافھنی بہٖ علي ما بقیت .

یعنی اُن کے اِعتقاد میں تھا کہ جناب امیر افضلِ اُمت ہیں، پھر لوگوں کو اپنے خلاف کہتے سنا، تو اُنھیں سخت رنج ہوا۔ جنابِ مرتضوی ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت خانۂ اسد اللّٰہی میں لے گئے اور غم کی وجہ پوچھی۔ اُنھوں نے کیفیت عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تمھیں خبر نہ دوں کہ بہترین اُمت کون ہے؟۔ ابوبکر ہیں، پھر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

ابو جحیفہ فرماتے ہیں: پھر میں نے خدا سے عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا، اِس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اِس کے کہ خود جناب امیر نے میرے روبہ رو ایسا اِرشاد فرمایا۔

فائدہ: یہاں سے خوب دفع ہو گیا وہم اُن نادانوں کا جو اِس قسم کے کلماتِ مرتضویہ کو تواضع پر محمول کرتے ہیں کہ اگر تفضِیل مرتضوی حق تھی تو اپنے ایک سچے دوست کے سچے عقیدہ کو بدل دینا اور اِس اِہتمام کے ساتھ الگ لے جا کر- معاذ اللہ- غلط بات تعلیم فرمانا کون سی تواضع ہے! ۔۱۲عبدہ حسن عفا اللہ تعالیٰ عنہ

یـرحـمـک اللّٰہ یا ابا بکر کنت اوّ ّل القوم اسلاما و اخلصھم ایمانا و اشـدھـم یـقـیـنـا و اخـوفھـم لـلّٰـہ و اکثرھم مناقب و ارفعھم درجة و اقـربھم وسیلة و اشبھھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ھـدیا و سمتا و رحمة و فضلا و اشرفھم منزلة و اکرمھم علیہ فواللّٰہ لـن یـصـاب الـمـسـلـمـون بـعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم بمثلک ابدا .

–رواہ الامام ابو عمر بن عبد البر فی ''الاستیعاب'' عن امیة بن صفوان رضـی الـلّٰـہ تعالی عنہ و ابن السمان فی ''الموافقة'' و المحبّ ّ ا الطبري فـی ''الـریاض النضرة'' فی حدیث طویل جامع لفرائد فوائد تقطع دابر التفضیل–

یعنی اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر مہر (رحم) کرے۔آپ کا اِسلام سب سے آگے تھا...... آپ کا اِیمان سب سے زیادہ خالص......اور آپ کا یقین سب سے مضبوط......اور خوفِ اِلٰہی آپ کو سب سے بڑھ کر......اور منقبتیں آپ کی سب سے اکثر......اور درجہ آپ کا سب سے بلند تر......اور وسیلہ آپ کا سب سے زیادہ نزدیک......اور جیسے آپ چال ڈھال، مہربانی، اور بزرگی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے، ایسا کوئی نہ تھا......اور آپ کا رُتبہ سب سے شریف تر......اور آپ کی عزت بارگاہِ رسالت میں سب سے بڑھ کر۔سوٗ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں پر کسی کا اِنتقال وہ مصیبت نہ ہوگا جیسا آپ کا انتقال!!۔

طرۂ اَسد اللّٰہی (۱)

(۱) **اِرشادِ علوی** : ابوعمرو بن عبدالبر ''اِستیعاب'' میں حکم بن حجل سے اور دارقطنی اپنی ''سنن'' میں راوی سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں :

لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ

(ترجمہ: اگر میں نے کسی کو اس حال میں پالیا کہ وہ مجھ کو ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت وفوقیت دیتا ہے تو میں یقیناً اُس پر بہتان باندھنے والے کی طرح حدنافذ کروں گا)۔

ہاں! کہاں ہیں تحقیق طلب دِل اور اِنصاف پسند آنکھیں! ذرا خوابِ غفلت سے جاگیں اور اِس اِرشادِ ہدایت بنیاد حضرتِ اسد اللّٰہی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کو بہ نگاہِ اِیمانی غور کریں کہ یہاں جو حضرت مولیٰ علی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو سب پر تفضِیل دے رہے ہیں، انھیں اُمورِ ظاہری ملک داری و ملک گیری وغیرہ بالائی باتوں میں کلام فرماتے ہیں یا خلوصِ اِیمان وقوت وشدتِ خوفِ اِلٰہی وکثرتِ مشابہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہ روحِ ولایت ومغزِ معرفت ہے، اور یہ لفظ بھی خیال سے نہ اُتریں کہ 'ابوبکر کی خوبیاں سب سے زیادہ اور درجہ سب سے اُونچا اور مرتبہ سب سے بزرگ اور بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں عزت سب سے افزوں'۔

طنطنۂ خیبر کشائی

یہاں بھی بعض حضرات فرمانے لگتے ہیں کہ جب وہ اعلیٰ اولیٰ ہوئے، تو یہ اَدنیٰ ٹھہرے۔ اِس مغالطہ کا پورا حل تو وہی ہے جو 'صولتِ فاروقی' میں گزرا، اور مرتبۂ اِجمال میں آکر (اُن) حضرات سے اتنا پوچھ لیجیے کہ آخر حضرت مولیٰ کی ولایت ومعرفت' معرفت وولایت حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تو ضرور اَرفع واَعلیٰ ہے۔ اَب کیا - معاذ اللہ - دونوں شہزادوں کی ولایت اَدنیٰ درجہ میں رکھو گے! یا - عیاذاً باللہ - اُن کو ولی ناقص کہو گے!!۔ خدارا! ایسی تو نہ کہا کرو جو اُلٹی (خود اپنے ہی سرآ) پڑے!۔ واللّٰہُ ُ ا الھَ َ ا ادِ ِ یِي.

بقیہ گزشتہ: **فـــائـدہ**: اِمام ذہبی نے اِس حدیث کی تصحیح فرمائی اور اِسی کے قریب اِمام ابوالقاسم طلحہ نے کتاب 'السنۃ' میں جناب علقمہ سے روایت کیا۔

تنبیہ: اب تو پتہ نہ لگا رہا اُس وہم کاذِب کا کہ جناب اسد اللّٰہی حضرات شیخین کو بطور اِنکسار اپنے اُوپر تفضیل دیتے تھے!۔ اچھا انکسار ہے کہ مخلوقِ خدا پر سچی بات میں مفتری ٹھہرا کر اَسّی (۸۰) کوڑوں کا حکم ہوا، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تفضیل شیخین حضرت مولیٰ کے نزدیک قطعی تھی جب تو اُس کے اِنکار پر حد جاری فرمائی؛ ورنہ حدود تو اَدنیٰ شبہہ سے دفع ہو جاتی ہیں۔ خود مولیٰ علی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوِی: ادُ ؤُا الحُدُوُ ُ ُ ... ہیں سے مرفوع ہو اور قول جو در بارۂ عدم تضعیف معمر سے منقول ہوا۔ ظاہر ہے کہ کجا معمر و کجا اَسدِ حیدر!۔ ۱۲ منہ حسن۔

اِ ـِ سُکَلَامُ اُوَلُ ـِمَـمَعِی لِیَ اِنْالِعِرعُ ـمَا اُ فَلَا فَلا ا

فَـفِ ـِمُ ـُیـِیـُ ا الْاَلْعِجُھُرُ ی لِسَفْقَبِرِ(۱)مُنَ نُ عُ عُ تُ ت

علما واَولیا کے اَقوال درکار ہوں تو اِمام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ 'اِحیاء العلوم' شریف میں فرماتے ہیں :

'ابوبکر وعمر کی شہرت تو خلافت وسیاست میں ہے اور اُن کی افضلیت معرفت وولایت میں'۔

اور فرماتے ہیں :

'جس کی جس قدر معرفت زیادہ، اُسی قدر اُس پر تجلی اِلٰہی افزوں۔ اِسی لیے ابوبکر پر خاص تجلی ہوگی اور اَوروں پر عام'۔(۲)

سیّدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ جنھیں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے 'بحر الحقائق' لقب دیا، 'فتوحات' شریف میں فرماتے ہیں :

'مقاماتِ ولایت میں ابوبکر سے اعلیٰ کوئی نہیں۔ اُن کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہے۔ اُن کا مقام نبوت سے نیچے اور صدیقیت سے اوپر ہے۔ اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیچ میں کوئی نہیں۔ وہ اپنے وقت کے یکتا ہیں اور اُن کے ماسوا سب اُن کے زیرِ حکم'۔

اور فرماتے ہیں :

'غوث ہر دور میں ایک ہی ہوتا ہے اور وہ اپنے وقت کے تمام اولیا کا سردار ہے، اور چاروں خلیفہ اپنے اپنے وقت کے غوث تھے'۔

قطب العالم اِمام شعرانی کتاب 'الیواقیت والجواہر' میں فرماتے ہیں :

---

(۱) ترجمہ: (اب ذرا لگے ہاتھوں) اَربابِ علم وعرفان کے کلامِ حق بیان بھی سنتے چلو؛ کیوں کہ ایک صاحبِ اعتبار کے لیے ان کی باتیں بھی کسی عظیم نمونہ (اور روشن دلیل) سے کم نہیں ہوتیں!۔

(۲) احیاء علوم الدین: ۱/۲۳۔

’تمام اولیاے محمدین میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین‘۔

افندی محمد رومی برکلی ’طریقۂ محمدیہ‘ میں فرماتے ہیں :

’افضل ولی ابو بکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ اور اُن کی خلافت بھی اِسی ترتیب پر ہے‘۔(۱)

سیّدی عبدالغنی نابلسی ’حدیقہ ندیہ‘ میں فرماتے ہیں :

’صدیق اکبر جو تمام اُمتِ محمد ﷺ سے افضل ہیں، تو اُس راز کے سبب افضل ہیں جو اُن کے سینہ میں متمکن ہے، جس کے سبب اُنھیں اُس قسم کا قربِ اِلٰہی ملا کہ قیامت تک کسی صدیق کو نہ ملے گا، پھر اگر بعض اولیا مرتبۂ تکمیل میں اُن سے بڑھ جائیں اور طریقۂ ہدایت و اِرشاد اُن سے زیادہ جانیں، تو کچھ ہرج لازم نہیں آتا‘۔

اقول: الحمدللہ کہ اس اِمامِ اجل ولی اکمل کے اِرشاد نے حق خوب واضح کر دیا اور مخالفین کے سارے شکوک مٹا دیے۔ یہی عقیدہ ہے ہمارا کہ حضرت جناب شیر خدا - کرم اللہ تعالیٰ وجہہ - کو مرتبۂ اِرشاد و تکمیل میں وہ رُجحانِ روشن حاصل کہ صدیق کو ہرگز نہیں۔ اِس لیے سلاسل اَولیا اُس جناب تک منتہی ہوتے ہیں اور وصول اِلی اللہ اُن کے دامن سے وابستہ؛ مگر اس سے صدیق کے قربِ ربانی اور معرفتِ نفسانی میں بیشی و بیشی نہیں مٹتی۔ وھَ َ َ و وَ َ َ ا الم َ ّٰہ ِ ق قصودُ ُ ُ و والحَ َ َ مدُ ُ ُ ا للہ

امام زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ ’شرح مواہبِ لدنیہ‘ میں فرماتے ہیں :

ابو بکر ’صدیق اکبر‘ ہیں اور علی ’صدیق اصغر‘۔

اور فرماتے ہیں :

’قطب تمام مقاماتِ ولایت کا جامع و مدار اور اپنے زمانہ میں سب اولیا کا سردار ہوتا ہے اور جمہور اولیا کے نزدیک پہلے قطب نبی ا کے بعد صدیق ہیں، پھر فاروق، پھر عثمان، پھر علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین‘۔

(۱) بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ: ۳/۲۔

شیخ الوقت سیّدی علی الہجویری -قدس سرہ النوری- جن کی عظمتِ شان اور جلالتِ عرفان دریافت کرنی ہو،تو مولانا جامی کی 'نفحاتُ الانس' دیکھیے، 'کشف المحجوب' شریف میں فرماتے ہیں :

'اگر سچا پکا صوفی درکار ہے،تو صفاے کامل تو صدیق پر نثار ہے کہ وہ تمام اولیا کے اِمام وسردار وپیشوا ہیں۔اُن کے بعد ہر باب میں عمر تمام جہان کے سیّد وسردار ومقتدا ہیں'۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :

'اکابر اولیا کا اِجماع ہے کہ معرفت وولایت میں صدیق کو کوئی نہیں پہنچتا'۔

مخدوم سیّد اشرف جہاں گیر چشتی سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں :

'اگر پیر ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ اور مرید ہیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ'۔

خدمت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری وغیرہ اکابر اولیا فرماتے ہیں :

'جب تک جہان ہے، نہ رسول اللہ ﷺ سا پیر ہوگا، نہ صدیق اکبر سا مرید'۔

اور 'شرح آداب المریدین' میں فرماتے ہیں :

'عظمت وجلالِ اِلٰہی جیسا ابو بکر کے دل میں تھا، کسی کے دِل میں نہ تھا،عمر وعثمان وعلی اور تمام صحابہ کے لیے مقاماتِ عالیہ ہیں؛ مگر جو کچھ اِن سب سے وراا اور مقامات سے برتر و بالا ہے، وہ خاص صدیق اکبر کا حصہ ہے'۔

قاضی القضاۃ مخدوم شیخ شہاب الدین دولت آبادی فرماتے ہیں :

'ابو بکر افضل الاولیا ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی۔ جو مولیٰ علی کو ابو بکر وعمر سے بہتر بتائے، وہ رافضی ہے'۔

ملک العلما بحر العلوم 'شرح مثنوی مولوی معنوی' میں فرماتے ہیں :

'ابو بکر وعمر ولایت ومعرفت میں سب سے افضل ہیں، مولیٰ علی کو ولایت کی رُو سے افضل اُمت کہنا مذہبِ روافض پر درست ہوسکتا ہے'۔

بالجملہ مصطفیٰ ﷺ کا وہ فرمان، صحابۂ کرام کا یہ اِذعان، خود جناب ولایت مآب کا وہ اِرشاد، علما و اولیا کا یہ اِعتقاد، پھر سنی ہو کر اِن سب کو پس پشت ڈالنا اور دِل سے گڑھ کر نئی راہ نکالنا کیوں کر بنا!۔

یہ دو حرف بطورِ نمونہ عرض کیے گئے کہ شاید کسی حق طلب کو اِسی قدر کفایت کرے؛ ورنہ تحقیق بالغ و تنقیح کامل درکار ہو تو تصانیفِ شریفہ حضور پرنور سیّدنا و مولانا و مرشدنا و ماوانا سیّد الواصلین سند الکاملین قبلۂ دِینی کعبۂ یقینی حضرت **سیّدنا ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب** قادری برکاتی احمدی رسولی مارہروی مسند آرائے سرکار مارہرہ دامت برکاتہم الباطنہ و الظاہرہ، اور توالیفِ لطیفۂ حضرت اخی المعظم عالم اعلم نخلِ نو خیز گلشن تحقیق نفحۂ عطر بیز گلبن تدقیق حضرت **مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب** قادری برکاتی احمدی رسولی بریلوی دام ظلّہ العلیّ السمیّ کو مطالعہ کیجیے کہ خدا اِنصاف دے، تو - اِن شاء اللہ تعالیٰ - آنکھیں کھل جائیں اور غفلت و ناواقفیت کے نشے نعرۂ شیرانہ کے حضور ہرن ہوتے نظر آئیں۔

بیا بیا کہ تجلائے حق نما اِیں جاست
بیا بیا سر باطل بہ زیرِ پا اِیں جاست (۱)

اِ ِ ااِنَنَ نُ دُ َ ءُ عِبُكُ كُ ُ نْ هَبُهَدُ نِ نَاُ َ ا اِ لَمَنّا فَ
اَمُ لَاُاَ ِ َ ُ سِمِ مَ ِ ُوُ وَا َاِمِ وَصِبُ اِلَّاُ الطَط َ ا ار

غرش کوسِ حیدری

حضرات سے کوئی اِتنا تو پوچھے کہ ہماری دلیلیں آپ کی سمجھ سے وراسہی؛ مگر آپ جو تفضیل حضراتِ عالیہ شیخین میں طرح طرح کی شاخیں نکالتے اور اِجماعی مسئلہ اہل سنت میں تاویل و تبدیل کے ہاتھوں رنگ رنگ کے رخنے ڈالتے ہیں، آپ کے پاس بھی کوئی حجت ہے یا محض اِیجاد بندہ پر قناعت ہے!۔

---

(۱) یعنی آجاؤ، چلے آؤ، یہی وہ جگہ ہے جہاں حق کے اَنوار و تجلیات برستے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں باطل کا سر (حق کے) قدموں تلے کچلا پڑا ہے۔

(۲) ترجمہ: اگر (اپنے دعوے کے ثبوت میں) تمہارے پاس کوئی دلیل ہو تو اسے بلا تکلف ہمارے سامنے پیش کرو؛ مگر ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس محض اِصرار اور تکبر و شیخی کے کوئی چارۂ کار نہیں۔

زیادہ نہیں دو ہی ایک آیت قطعی الدلالت یا اَحادیث صحیح المتن والسند سے شیخین کا ولایت ِ ذاتیہ میں کم ہونا ثابت کر دیجیے، یا سلف وخلف اکابرِ اُمت کا سوادِاعظم آپ کی طرف ہو، تو اُنھیں کے اَقوال پیش کیجیے؛ ورنہ کیا ہم پر جبر کیا جاتا ہے کہ ہم تو اپنے دلائلِ قاہرہ سے درگزریں اور حضرات کے خیالی پلاؤ بگھریں۔

کدھر ہے شرمِ تفضیل کی غیرت!

خدارا! ذرا حمیت وہمت کو کام فرمایئے اور ولایت ومعرفت میں کمیِ شیخین پر دلائل سنایئے۔ آیت ہے تو کیوں نہیں بتاتے، حدیث ہے تو کیوں نہیں دکھاتے، صحابہ سے خبر پہنچی تو سکوت کیوں ہے، اہل بیت نے تصریح فرمائی تو اِدعاے بے ثبوت کیوں ہے؟۔

خود حضرت مولیٰ نے کچھ فرمایا تو دکھاؤ! کس کھو میں چھپایا، جماہیر ائمہ نے کچھ اَقوال دیے تو اُٹھا رکھنا کس دِن کے لیے، اور جب ہر طرف سے پشیمانی تو کس برتے پر تتا پانی؛ مگر اِتنا یاد رہے کہ تحریف وتصرف کے کاوے، تاوِیل وتکلف کے چھلاوے، زورِ زبان کا جلوہ دکھانا، ناموافق کو موافق بتانا، اہل حق نے تو کاہے کو مانا، جو نص ہو صریح ہو، جو حدیث ہو صحیح ہو، اَقوال ہوں تو جمہور کے، دلائل ہوں تو شعور کے، طرقِ تمسُّک اور وجوہِ تعارُک محفوظ رہیں، علوم ثلاثۂ اصلین ومناظرہ ملحوظ رہیں؛ ورنہ تقصیر معاف!۔

ع: مغزما خوردو حلق خود بہ درید☆، سے کیا حاصل فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ. (یعنی اگر تم اپنے دعوے پر دلیل نہ لاسکو اور تم ہرگز کبھی نہیں لا سکتے؛ تو اَب تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ خائنوں کو کبھی راہ یاب نہیں فرماتا)۔

ہیہات ہیہات اِقامتِ دلائل نصیبِ دشمناں، کاش! دوسروں کی تحریر ہی غور سے سنیں سمجھیں تو کیوں ناحق جھگڑیں، بے وجہ بگڑیں، کانٹوں میں اُلجھیں، اور نہیں تو وہ سوالات ہی دیکھیں جو اہل سنت کی طرف سے مطبوع ہوئے کہ اگر چہ بہ ظاہر سوال ہیں؛ مگر خدا سمجھ دے تو دلائلِ نفیسہ کی ہری

(☆) یعنی (کیا دانش مندی ہے کہ) ایک طرف تو اپنی بے بنیاد باتوں سے ہماری دماغ سوزی کی، اور دوسری طرف بیجا دعوے کر کے اپنے گلے پھاڑے!۔

بھری ڈالیاں، تحقیق کے بھینے بھینے پھولوں سے مالا مال ہیں۔ کاش! سب مل کر اُنھیں کے جواب پر ہمت فرمائیں کہ تعصب نہ ہوتو۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ۔ بہ نگاہِ اَوّلین صراطِ مستقیم پر آجائیں۔

وَ ٰکِنَّ الْهِدَ ـَةَ لَنْ اُیْنَـاَلاَ تَ☆ بِلاَ فَضْلٍ مِ ـُ ـِ ـمِنْ نِیْ تَعَ وِیْٓ (١)للہُ لاا ا

وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل

مَ ـَ رَا ـاَلِ ـَنَلہ اَکِیِّ تَلْشَلِتِّ ـِ اَعْلِیْمِیْمْ ـَدَ لَملطلطاا

اِ ـَّ ـِ الشَّیِن ـَ یَیِ ـیَـدَا ـاَ مَاھِمْکِنْ ـِ(٢) ـَم رَا ال

پرتوِ شانِ شبری

اچھا! نہ سہی، ہم تمہاری خاطر سے یوں ہی مانے لیتے ہیں کہ۔ خدانہ کردہ۔ حضرات کی طرف بھی دلائلِ صریحہ صحیحہ موجود ہیں؛ مگر آخر یہ اَحادیث واَقوالِ علما واَولیا جو ہم پیش کرتے ہیں، جن میں ہمارے مذہب کی صاف صریح روشن تصریح ہے، یہ بھی تو اہل سنت کے قدوہ وپیشوا ہیں، پھر نقول بھی اِس بلند پایہ کی کہ اُن مذہب کو مذہب جمہورِ اَولیا فرمائیں، اورا کابر صوفیہ اِجماعِ اکابر بتائیں۔

اَب اگر ہم غریبوں نے اُن کے پاک مبارک دامنوں سے وابستگی کی، تو کون سا گناہ ہوا، جس پر۔ خدا کی پناہ۔ بغض وحسد، غیظ وغضب وشتم وسب کے طومار بندھے، خانۂ تعصب میں اَلقابِ سیئہ خروج ونصب کے بندھنوار بندھے۔

اِتنا تو دیکھا ہوتا کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ اُن ائمہ دِین، علماے عاملین اوراولیاے کاملین کے کلماتِ طیبات میں حرف بہ حرف مصرَّح ہے یا نہیں؟، اگر نہ ہو، تو ہم ملزم اور ہو تو اِتنا دکھادو کہ آج تک ان علما واولیا پر اِس مسئلہ میں کبھی طعن وتشنیع کے لام بندھے، یا۔ معاذ اللہ۔ خارجی ناصبی نام رکھے گئے، اور جب ایسا نہیں تو عزیزو! اُن کے پیرو پر کیوں غضب کی نگاہیں ٹوٹ پڑیں!۔

(۱) ترجمہ: لیکن جب تک مولا جل مجدہ کا خاص فضل اور اُس کی عنایت شامل حال نہ ہو منزلِ ہدایت تک کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوتی۔

(۲) ترجمہ: آخر یہ کیا بات! کہ میں تجھے اَربابِ علم وفقہ پر زبانِ طعن دراز کرتا دیکھ رہا ہوں۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ سب وشتم ہمیشہ کبر ونخوت کی کوکھ سے جنم لیا کرتے ہیں۔

ہائے قحطِ اِنصاف! اوّل تو تمہاری طرف تصریحات کب ہیں!، اور ہوں بھی تو ایسے مشاہیر ائمہ کہاں!! اور ہوں بھی تو جمہور وشاذ کا فرق کدھر جائے گا۔ اور نہ بھی سہی تو اُن کی وجہِ ترجیح کیا۔ اور ہو بھی تو غایت درجہ مسئلہ اہلِ سنت میں خلافی ٹھہرے گا، پھر تمہارے ان کلمات خشم وشتم کا کچھ حساب خدا کے یہاں ہے یا نہیں!۔

من آں چہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال(۱)

واللّٰہ ... تالله ... ادِ ... ی ...
العبد ... یُبلِی ... بِمولا ... ه ... ده ... ة
اشهیٰ ... مّن ... ابّ ... با ... (۲) ... الد

بوسۂ پائے قنبری

جب ہمارے مہربان مخالف -بحمد اللہ- عاجز آتے اور ہمارے اصل مذہب میں کوئی ذریعۂ طعن نہیں پاتے تو ناچار ہو کر اِفترا و بہتان کی پناہ میں جاتے ہیں کہ فلاں بندۂ خدا تو -معاذ اللہ، معاذ اللہ- حضرت جناب مولیٰ علی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کی تنقیصِ شان کرتا ہے۔ فلاں تو -استغفر اللہ، استغفر اللہ- حضرات شیخین کی تفضیل مِن جمیع الوجوہ کا دم بھرتا ہے؛ حالاں کہ علمائے اہلِ سنت کے رسائل وتحریرات میں اِس جہالت کا صاف وصریح ردّ مذکور ہے، بلکہ جو جزوِ عقائد مہری دستخطی ان حضرات کے بعض اکابر نے حضرت اخی المعظم مولانا مدظلہ الاکرم سے بہ حیلۂ قبول مذہب واختیار سنّیت منگوایا تھا، اُس میں بھی تفضیل من کل الوجوہ پر کھلی تشنیع مسطور ہے؛ مگر اِغوائے عوام کے لیے طومار بندیوں سے باز نہیں آتے اور مواخذۂ ... مطلق ... نہیں لاتے۔

---

(۱) یعنی میرا کام پند ونصیحت کے چراغ جلاتے جانا ہے، سو میں وہ کام کر رہا ہوں، اب آپ خواہ اس سے نصیحت کی روشنی حاصل کریں یا ملال کی آگ میں جھلسیں، (یہ آپ کی اپنی مرضی ہے)۔

(۲) ترجمہ: جب ایک بندہ اپنے مالک ومولا کی اپنے خاص آہنگ وترنگ میں حمد وثنا بیان کر رہا ہوتا ہے تو وہ اس کے لیے دودھ سے کہیں زیادہ لذیذ اور موتیوں سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہوتا ہے۔

ہر چند کہا جاتا ہے کہ تعظیم شانِ رَفیع و مکانِ مَنیع حضرت شیر خدا مشکل کشا - کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ - ہم سنیوں کا عین اِیمان اور جو مردود اُس جنابِ گردوں قباب کو - معاذ اللہ - اَدنیٰ نگاہِ تحقیر و تنقیص سے دیکھے، جہنم کا کندہ، اِبلیس کا بندہ، پکا شیطان ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ ہم حضرات شیخین کو اُس جناب سے افضل جانتے ہیں؛ مگر یہ خاص ہمارا ہی عقیدہ نہیں، تمام ائمہٴ اہل سنت ایسا ہی مانتے ہیں۔

اگر تفضِیلِ افضل توہینِ مَفضُول ٹھہرے تو آدمی اپنے اِیمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اَنبیاے سابقین سے افضل نہ کہے تو خدا کا غضب نازل ہو، کہے تو تمہارے طور پر توہینِ اَنبیا کا مرتکب ٹھہر کر جہنم اَبدی میں داخل ہو۔ بے چارہ کس بلا میں پڑا، نہ راہے رفتن نہ روے ماندن۔(۱)

اِسی لیے ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ فضل شیخین، فضل ختنین سے زائد ہے، بے اِس کے کہ فضل ختنین میں - معاذ اللہ - کوئی قصور وفتور راہ پائے۔

لیکن کون سنتا ہے، وہاں وہی تہمت و اِفترا کی دُھن بندھی ہے، توہین توہین کی رٹ لگی ہے؛ لہٰذا فقیر حقیر اُن حضرات کی غرور افگنی اور تکبر شکنی کو حضرت اخی المعظم مولانا رضا مدظلہ کی کتاب تفضِیل سے یہ چند سطر بطور نمونہ نقل کرتا ہے اور اِس رسالہ کا 'اَلـرَّائِ ـ الْعَـبْـرِيَّةُ مِنَ ـِتَرَةِ ـنِ نَ ـ ا ال الْحَـ ـيَّتِيِ بِنَامِ تاریخی لِدَورِ 'تزکِ مرتضوی' مشعر سالِ عیسوی لقب دھرتا ہے۔

وَ ـّٰه ـ لَمُاللّٰقُ اُلو وَمُوُ وَ ـفِعِ نَلسَالَعِيَ ـ تَ ـتِيعِ الُحُ نَ ـنُ لَوَ لِسَ لِرَ لَ بِلَمُ لُحُدُ فِيلاَ فُلِا ـنَ ـنِ يَ

تفضِیل کا جو یا نہ ہو مولا کی وِلا میں
یوں چھوڑ کے گوہر کو نہ تو بہر خذف جا
مولیٰ کی اِمامت سے محبت ہے تو غافل
اَربابِ جماعت کی نہ تو چھوڑ کے صف جا☆

(۱) یعنی نہ تو بھاگنے کے لیے کوئی راستہ ہے اور نہ ہی کوئی سمت۔

(☆) موقع کی مناسبت سے یہ اَشعار صاحب کتاب کے مشہور دیوان 'ذوقِ نعت' سے ماخوذ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقل تبصرۂ سابعہ از تبصراتِ عشرۂ مقدمۂ ثانیۂ رِسالہ
تفضِیل تصنیف منیفِ حضرت رضا مدظلہ الجلیل

برداشتن داغِ حسرت وبارِ نکبت، بردلِ حاسداں وسرِ مفسداں گذاشتن (۱)

تبصرۂ سابعہ

قَالَ ... ظِ ... اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ ... وَلَمْ ...

سُنّیت اُس صراطِ مستقیم کا نام ہے جس میں لَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا (۲) طرفین میں افراط وتفریط کی طرف میلان -بحمد اللہ- حرام ہے؛ لٰہذا ہم جس طرح اِن تبصرات میں اپنے مخالفِ اوّل یعنی فرقۂ تفضیلیہ کے خیالاتِ باطلہ واَوہامِ عاطِلہ کی بیخ کنی کرتے آئے ہیں، واجب کہ کچھ دیر اِدھر سے باگ پھیر کر دو چار باتیں اُن حضرات سے بھی کر لی جائیں جنھوں نے بعض متاخرینِ ہند کے بعض کلماتِ زور آزمائی دیکھ کر بداہتِ عقل وشہادتِ نقل کو بالائے طاق رکھا اور حضرات شیخین یا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کی تفضِیل مِن جمیع الوجوہ کا دعویٰ کر دیا کہ جس طرح وہ فرقہ ہمارے طریقِ مراد میں سنگِ راہ ہے، اِن لوگوں کی خلش بھی چشمِ اِنصاف میں خارِ دامانِ نگاہ ہے۔

جب طرفین کے شبہات کا علاج ہو جائے گا، تو ہم -اِن شاء اللہ تعالیٰ- اپنے نزدیک جو معنۂ تفضِیل ہیں، اُن کے چہرۂ تحقیق سے نقاب اُٹھائیں گے کہ مقصودِ اعظم اِن مباحث سے وہی ہے۔

وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔

---

(۱) یعنی (اب ہم) حسرت ونکبت کے گراں بار بوجھ سے گلوخلاصی کر کے اُسے حاسدوں کے دل اور فسادیوں کے سر پر رکھ چھوڑتے ہیں۔

(۲) اور اس میں اصلاً کوئی کجی نہ رکھی۔ (سورۂ کہف: ۱۸/۱)

اب ذرا تبصرۂ اُولیٰ کی تقریر پر دوبارہ نظر ڈالیے کہ جس طرح اُس سے یہ اَمر منصۂ وضوح پر جلوہ گر ہو چکا کہ مجرد کسی فضیلت سے اِختصاصِ مناطِ اَفضلیت واکرمیت نہیں؛ ورنہ تناقض بیّن لازِم آئے کہ صحابہ میں اکثر حضرات فضائل خاصہ سے ممتاز تھے جو اُن کے غیر میں نہ پائے جاتے، اور بہ ہمیں وجہ بعض آحاد صحابہ' خلفاے اَربعہ سے افضل قرار پائیں جو کہ خلافِ اِجماع ہے۔ اِسی طرح یہ مقدمہ بھی اِنجلاے تام پا چکا کہ ان حضرات میں ایک کو دوسرے سے بہ جمیع وجوہ افضل اور تمام اَفرادِ محامد میں اعلیٰ واکمل نہیں کہہ سکتے؛ ورنہ خصائص' خصائص نہ رہیں کَمَا لَا یَخْفٰی۔

فقیر حیران ہے یہ حضرات مفضولیتِ مطلقہ اور اِختصاص بہ خصائص میں منافات نہ مانیں گے یا مولیٰ علی کے مناقبِ خاصہ ہی سے اِنکار کر جائیں گے۔ خدارا! ذرا آنکھ کھول کر کتبِ حدیث دیکھیں جس قدر خصائص وافرہ(۱) حضرت مولیٰ کے مالک ومولیٰ نے اُنھیں عطا فرمائے، دوسرے کو تو ملے بھی نہیں، پھر صریح آفتاب کا اِنکار کیوں کر بن پڑے گا!۔

بحمد اللہ ہمارے آقاے نامدار پر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ(۲) کا ایسا پرتوِ جلیّہ ہے کہ اُن کے فضائل علیّہ ہمارے نشر و تذکیر کے محتاج نہیں، نہ ہماری قدرت اُس کی وسعت رکھے؛ مگر حبیب کا ذِکر حبیب اور رحمتِ اِلٰہی کا نزول قریب؛ لہٰذا شوقِ دِلی جوش زن ہے کہ شیخین کی تفضِیل مِن جمیع الوجوہ ماننے والے ذرا سنبھل کر بتائیں کہ وہ کون تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) اعلم انّ الفضیلة شیئ والافضلیة شیئ آخر والاولٰی مما یقبل فیه الضعاف ما لم یشتد ضعفها بخلاف الثانی و هذه نکتة یجب حفظها فقد غفل عنها کثیر من ابناء الزمان، واللّٰه الهادی. ۱۲منه

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ فضیلت اور اَفضلیت دو الگ الگ چیزیں ہیں؛ کیوں کہ فضیلت میں ضعیف روایتیں بھی قبول کر لی جاتی ہیں اگر ان میں ضعف بہت شدید درجے کا نہ ہو؛ جب کہ افضلیت میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ نکتہ بطورِ خاص ذہن نشیں رکھنا چاہیے؛ کیوں کہ بہت سے ابناے زمانہ (اور دعویدارانِ علم) اِسے بھولے بیٹھے ہیں۔ اور ہدایت فقط اللہ کی توفیق سے ملتی ہے۔

(۲) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (سورۂ الشرح:۹۴/۴)

'لوگ مختلف پیڑوں سے ہیں اور میں وہ ایک درخت سے'۔(۱)

ہاں! وہ علی مرتضٰی ہے، مصطفٰی کی شاخ، آلِ مصطفٰی کی جڑ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمْ وَسَلَّمَ و رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں! وہ کون تھا، جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا۔ جب وہ ہمارا پیارا محبوب روانہ ہوا، محبتِ مصطفوی ﷺ نے جوش فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند فرما کر دعا کی :

اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔(۲)

اِلٰہی! مجھے دُنیا سے نہ اُٹھانا جب تک علی کو نہ دیکھ لوں۔

ہاں! وہ علی ہے محبوبِ خدا و مطلوبِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہاں! وہ کون ہے، جس کی نسبت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے :

'اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذرّیت اُس کے صلب میں رکھی اور میری ذرّیت اِس کی پشت میں ہے'۔(۳)

ہاں! وہ علی ہے ابو الائمۃ الطاہرین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں! وہ کون ہے، جسے بشارت دیتے ہیں :

'تو روزِ قیامت قسیم نار و جناں ہے'۔(۴)

---

(۱) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔۱۲ منہ...... جمع الجوامع سیوطی: حدیث: ۲۸۳...... میزان الاعتدال: ۳۰۶/۲ حدیث: ۳۸۵۰...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل علی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۲۹۴۳، جلد ۱۱، ص ۲۷۹۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(۲) عن امّ عطیۃ رضی اللہ عنہا۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، مناقب علی رضی اللہ عنہ، دار الفکر بیروت، جلد ۵ ص ۴۱۲...... معجم کبیر طبرانی: ۲۴۵/۱۸ حدیث: ۲۰۶۷۹...... فضائل الصحابہ احمد بن حنبل: ۱۰۰۳/۱۷/۳...... تاریخ کبیر بخاری: ۲۰/۹ حدیث: ۱۴۹...... تہذیب الکمال: ۱۸۶/۳۳ حدیث: ۷۲۷۸۔

(۳) طب عن جابر، خط عن ابن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہم۔۱۲ منہ مدّ ظلّہ [کنز العمال، کتاب الفضائل ذکر الصحابۃ، حدیث: ۳۲۸۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جلد ۱۱ ص ۲۷۵]

(۴) کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل علی، حدیث ۳۶۴۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد ۱۳ ص ۶۶۔

ہاں! وہ علی ہے سیّد الابرار و قاتل الکفار رضی اللہ عنہ۔

ہاں! وہ کون ہے، جسے اُس معراج کے جانے والے، عرش پر قدم رکھنے والے نے حکم دیا :

'میرے (۱) کندھوں پر چڑھ کر سقفِ کعبہ سے بت گرا دے'۔

اور جب وہ بلند اختر چڑھا، اپنے کو ایسے مقامِ رفیع پر پایا کہ فرمایا :

(☆) قولہ: میرے کندھوں پر چڑھ کر الخ۔۔ذ۔

حضرت مقدام المحققین امام المدققین بقیۃ السلف حجۃ الخلف سیّدنا العلامۃ الفہامۃ خدمت والد ماجد قدس اللہ سرہ العزیز کتاب 'سرور القلوب فی ذکر المحبوب' کے باب اوّل میں بہ تقریب ذِکر گراں باری وحی ورسالت اِرشاد فرماتے ہیں :

'اِسی وجہ سے فتح مکہ کے روز جب مولیٰ علی نے درخواست کی کہ آپ میرے کندھوں پر پاؤں رکھ کر بتوں کو کعبہ کی چھت سے اُتار لیجیے اور تصویریں مٹا دیجیے، منظور نہ فرمائی کہ خیبر شکنی اور بات ہے اور بارِ نبوت اُٹھانا اور بات! ۔ حضرت علی میں یہ قوت کہاں تھی کہ بارِ گراں نبوت اپنے کندھے پر اُٹھاتے ۔ لہٰذا اُن سے فرمایا کہ تمہیں میرے کندھے پر چڑھ کر بت گراؤ اور تصویریں مٹا دو!'۔

انتہٰی بلفظہ الشریف قدّ سرہ اللطیف.

اب بعض حضرات کا جوشِ تعصب دیدنی ہے۔ جب سے کتابِ مستطاب میں یہ عبارت سنی ہے، بہ زعم خود گویا چڑھ بنی ہے۔ اپنے حواشی وحوارین کو بار بار یہ عبارت سنائی جاتی ہے اور بہ راہِ اِغوا و مغالطہ دہی اُن بے چارے جاہلانِ بے خرد سے کہا جاتا ہے'' دیکھیے حضرت! یہ صریح توہین ہے حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کہ اُن میں بارِ نبوت اُٹھانے کی قوت نہیں بتاتے'۔

اقول: اوّل تو معترض بہادر کو اِتنی خبر نہیں کہ جو کچھ حضرت مقدام المحققین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بالکل ترجمہ ہے حدیث کا، پھر اگر اِعتراض ہے، تو حدیث پر زیادہ لیاقت نہ ہو، تو 'مدارج النبوۃ' دیکھیے :

'علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم وجہہ بعرض رسانید کہ یارسول اللہ ﷺ پاے مبارک را بر کتف من بنہ واِیں اَصنام را فرود آر آں سرور فرمود یا علی! ترا طاقت برداشت بارِ نبوت نیست، تو پاے بر کتف من نہ اِیں کار بکن الخ'۔

(مدارج النبوت؛ وقائع سالِ ہفتم؛ ذکر فتح مکہ؛ وصل در ذکر شکستن اصنام در کعبہ 2/291)

ثانیاً: اگر اِس میں کمی رُتبہ سمجھی گئی، تو حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اِس قدر بھی دلِ نازک پر گراں ہے اور چشم باریک بیں مثل بعض غلاۃِ بے دیں ملاحظہ امر خفی کی طرف نگران ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔۱۲حسن غفر اللہ تعالیٰ لہ

انّہٗ یٰ یّال اُخی خّانی لٰو لتُّاشئت لُفُقُّءا لما السّما اءِ . . .

مجھے خیال آتا تھا اگر چاہوں تو آسمان کا کنارہ چھولوں۔

ہاں! وہ علی ہے بالا منزلت والا مرتبت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں! وہ کون ہے؟ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ لے گئے۔

عرض کیا :

'حضور! مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں'۔

اِرشاد ہوا :

'کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ (☆) سے بہ منزلہ ہارون کے ہو وہ موسیٰ سے؛ مگر میرے بعد نبی نہیں'۔(۱)

---

(۱) یعنی رواہ الامام احمد فی مسندہ و النسائیّ فی "الخصائص" بطرق عدیدۃ عن سیّدنا علي ، وذھل الفاضل الدھلوي في "التحفة" فلیحفظ ۱۲منہ ظلہ العالی۔
مسند بزار:۱/۴۵۱ حدیث:۷۶۹......مسند ابویعلی موصلی:۱/۲۸۰ حدیث:۲۷۶......مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، حدیث ۶۴۴، دار الفکر بیروت، جلد ۱ ص ۱۸۳۔

(☆) یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السلام تیس رات کے وعدے پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے کلام کرنے گئے، تو ہارون علیہ السلام سے فرما گئے تھے :

اُخلفنِی فِی قومِی ۵ (اعراف ۱۴۲/۷)

'میری قوم میں میری نیابت کرنا'۔

یوں ہی ہم بھی جہاد کو تشریف لیے جاتے ہیں اور تمہیں پس ماندوں پر اپنا خلیفہ و نائب چھوڑتے ہیں، تو تمہاری ہماری نسبت اِس وقت بالکل ایسی ہوئی جیسی حضرت موسیٰ و ہارون کی تھی۔ فرق یہ ہے کہ ہارون صرف نائب ہی نہ تھے، بلکہ امام مستقل بھی کہ خود بھی نبوت رکھتے تھے، تم فقط نائب ہو نہ اس قسم کے امام مستقل کہ ہمارے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں جو بہ ذاتِ خود اولی ہو۔ یہ ہیں معنی حدیث اور اُس کے سوا جو معنی اَوہامِ فاسدہ تراشیں، وہ اُن پر مردود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) خ م عن سعد بن ابی وقاص، ا ر عن ابی سعید الخدریّ ، طب عن أسماء بنت عمیس و امّ سلمۃ حبیش بن جنادۃ و ابن عمر و ابن عباس و جابر بن سمرۃ و علیّ و البراء بن عازب و زید بن ارقم رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ ۱۲منہ ظلّہ العالی......صحیح البخاری، مغازی غزوہ تبوک، حدیث ۴۴۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد ۳ ص ۱۴۴۔

ہاں! وہ علی ہے برادرِ احمد وخلیفہ امجد رضی اللہ عنہ۔

ہاں! وہ کون ہے، جو تمام مسلمانوں کا مولیٰ بنا اور تاکید اکید اِرشاد ہوا :

'جس کا مَیں مولیٰ، اُس کا یہ مولیٰ۔ اِلٰہی! دوست رکھ اُسے جو اِسے دوست رکھے اور دُشمن رکھ اُسے جو اِس سے دشمنی کرے'۔(۱)

ہاں! وہ علی ہے امیر المومنین ومولی المسلمین کرم اللہ تعالی وجہہ۔

ہاں! وہ کون ہے کہ روزِ خیبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

'کل یہ نشان اُسے دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی، خدا اور رسول اُسے پیارے اور وہ خدا و رسول کا پیارا'۔(۲)

رات بھر لوگوں میں چرچا رہا، دیکھیے، کسے عطا ہو! صبح اُس فتح نصیب کو بلا کر نشان عطا کیا۔

ہاں! وہ علی ہے حرزِ اِسلام وشیرِ ضرغام رضی اللہ عنہ۔

ہاں! وہ کون ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد اقدس میں بہ حالت جنابت گزرنا اپنے لیے جائز رکھا یا اُس کے لیے۔(۳)

---

(۱) ا عن البراء بن عازب و عن بريدة بن الحصيب. ت س، ضم عن زيد بن ارقم. ق عن البراء رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم. ۱۲ منہ مدّ ظلّہ العالی
سنن النسائی الکبری، کتاب الخصائص، باب قول النبی من کنت ولیہ فعلی ولیہ، حدیث: ۸۴۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت جلد۵ ص ۱۳۰۔

(۲) خ م عن سهل بن سعد. طب عن ابن عمر و ابن ابی لیلی و عمران بن حصین. ر عن ابن عبّاس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم اجمعین. ۱۲ منہ
صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: ۴۹۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد۲ ص ۴۹۴۔

(۳) ت عن ابی سعید. ر عن سعید. س مس عن عمرو بن میمون عن ابن عبّاس فی حدیث طویل. مس ایضا عن الفاروق من قوله رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم اجمعین و الحدیث ممّا تعلق به مفضلة الزمان و لا حجة لهم فیه کما لا یخفی و قد ذکرنا تحقیقه فی محلّہ. ۱۲ منہ
سنن الترمذی، المناقب عن الرسول، باب مناقب علی، حدیث: ۳۷۴۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد۵ ص ۴۰۸۔

ہاں! وہ علی ہے طاہر اطہر طیب اعطر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں! وہ کون ہے کہ جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرام میں مواخات کی، وہ مصطفیٰ ﷺ کا پیارا روتا آیا کہ مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

اَنْتَ خِ اَ اِیٌنیُ فَاْخِاوِ یِ یَا اَللا َ ۃ ۃِ . .

'تو تو میرا بھائی ہے دُنیا و آخرت میں'۔(۱)

ہاں! وہ علی ہے آفتابِ مکارم ماہ تابِ بنی ہاشم رضی اللہ عنہ۔(۲)

ہاں! وہ کون ہے جسے فصلِ قضا و رفعِ خصومات میں تمام صحابہ پر ترجیح بیّن ہے یہاں تک کہ فاروق جیسا خلیفۂ بلند رتبہ پناہ مانگے اس قضیۂ دُشوار سے جس میں وہ حاضر نہ ہو اور بار ہا کہے اگر وہ نہ ہوتا عمر ہلاک ہو جاتا۔(۳)

ہاں! وہ علی ہے صاحبِ رائے ثاقب و فکرِ صائب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں! آج کس شیر شرزہ سے غضب ناک ہو کر سپر ہاتھ سے گری ہے تو خیبر جیسے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر سپر بنایا ہے، جس کے زورِ بازو کا ملأ اعلیٰ میں شور پڑ گیا ہے۔

ہاں! وہ علی ہے اسد حیدر ضیغم غضنفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں! آج میدانِ اُحد میں کس صف شکن شمشیر زن شیر افگن نے تیغِ شرر بار کی وہ بجلیاں چمکائی ہیں کہ شمر☆ لشکر ظفر پیکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں منادی پکار رہا ہے۔

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔۱۲ منہ۔ سنن الترمذی، المناقب عن الرسول، باب مناقب علی، حدیث ۳۷۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد ۵ ص ۴۰۱۔

(۲) نوٹ: یہاں پر تزکِ مرتضوی کا دستیاب نسخہ مکمل ہو جاتا ہے؛ لیکن چونکہ یہ مضمون امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی کتاب مطلع القمرین سے لیا گیا ہے اس لیے ہم نے افادیت کی خاطر مذکورہ کتاب سے اس تبصرہ کو مکمل نقل کر دیا ہے۔

(۳) کنز العمال، کتاب العلم، من قسم الافعال، حدیث ۲۹۴۹۵ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۰/۱۳۳۔

☆ یعنی ابن ہشام بلفظة حدثنی اهل العلم ان ابن ابی نجیح قال نادی مناد یوم احد لاسیف ... الخ ۱۲ منہ

'لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الاعلی نِ الکرِ ار۔(۱)

ہاں! وہ علی ہے شیرِ خدا، بازوے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہاں! وہ کون ہے جسے روزِ قیامت ساقیِ کوثر بنائیں گے اور اس کے ہاتھ سے تشنگانِ اُمت کو سیراب فرمائیں گے۔ ہاں وہ علی ہے ابرِ سخاوت بحرِ کرامت۔کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں! وہ کون ہے کہ معرکۂ محشر میں صراط کا بندوبست اس کے ہاتھ ہوگا، جب تک وہ پروانۂ اِجازت نہ لکھ دے گزر نہ ملے گا؟، ہاں! وہ علی ہے ہادیِ کریم وصراطِ مستقیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۲)

اے رضاے دل افگار ہماری تو جانِ زار اس ماہروی گلعذار گلروئ ماہ رخسار کی ہر اَداے شیریں پر نثار جو فاطمہ جیسی دلہن کا دولہا بنا، اَنۡتَ ... ی وَمَنّٰدَمِ ... کَ(☆) کا سہرا بندھا۔(۳)

صدیق وفاروق نے درخواست کی، صغرسن کے عذر سے قبول نہ ہوئی۔(۴)

جب علی نے عرض کیا مرحباً و اھلاً جواب ملا۔(۵)(ذٰلِ ... فَضۡلُ اللّٰہِ ... یُ ... یَّشَآءُ ... ہُ وَالۡفَضۡلِ الۡعَ ... یۡمِ)(٦)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

كانت لعلي ثمانية عشر منقبة ما كانت لاحد من هذه الامة.(۷)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام، غزوہ احد، غسل السیوف، دارالمعرفۃ، بیروت، ۸۷/۲۔

(۲) مک یعنی ابن السماک عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(☆) ترجمہ: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

(۳) سنن النسائی الکبری، کتاب الخصائص، ذکر اختلاف ابی اسحاق، حدیث ۸۴۵۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۲۷/۵۔

(۴) س فی الحلیۃ . . . . عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ۔

(۵) سنن النسائی الکبری، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ما یقول اذا خطب امرأۃ، حدیث ۱۰۰۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۷۳/۲۔

(٦) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔(سورۂ حدید: ۲۱/۵۷)۔

(۷) المعجم الاوسط، باب من اسمہ محمود، حدیث ۸۴۳۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۸۰/٦۔

علی کے لیے اُٹھارہ☆ منقبتیں ایسی تھیں کہ اس اُمت میں دوسرے کے لیے نہ تھیں۔

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لقد اعطی علي ثلث خصال لان تکون لی خصلة منها احب الي من حمر النعم .

علی تین خصلتیں ایسی دیے گئے کہ اگر میرے لیے ان میں سے ایک ہوتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے پیاری ہوتی۔

اور یہ (سرخ اونٹنی) ایک مثل ہے عرب میں نہایت محبوب چیز کے لیے۔

فسئل و ما هي ؟.

دریافت کیا گیا وہ خصلتیں کیا ہیں؟۔

قال: '**تزویجه ابنته**'.

فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی انہیں دینا۔

'**و سکناه فی المسجد لايحل لي فيه ما يحل له**'.

اوران کا مسجد میں رہنا کہ میرے لیے اس میں حلال نہیں جو انہیں حلال ہے۔

'**والرأية يوم خيبر**'.

اور روزِ خیبر کا نشان۔(۱)

☆ قولہ: اٹھارہ، اصول میں مبرہن ہو چکا کہ عدد کے لیے مفہوم نہیں اور ایک عدد کا ذکر زیادت کا منافی یا زائد کا نافی نہیں۔ سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

فضلت علی الانبياء بست . (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع: ۲۶۶۔ حدیث ۵۲۳)

میں انبیا پر چھ بات میں تفضیل دیا گیا ہوں۔ حالانکہ حضور کی وجوہِ تفضیل حد احصا سے خارج ہیں ہم نے یہاں بہ تبعیت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھارہ خصائص پر اقتصار کیا اور جو چھوڑ دیا اس سے بدر جہا زائد ہے جو قید تحریر میں آیا۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، فضائل علی ابن ابی طالب، حدیث ۳۶، دار الفکر، بیروت، ۷/۵۰۰۔

اے عزیز! صوفیہ کے دل سے پوچھ کہ جو اِحسانات ان پر اس جناب آسمان قباب کے ہیں، خدا تک وصول بے ان کا دامن پکڑے محال اور راہِ سلوک میں قدم رکھنا بے ان کی عنایت و اِعانت کے خام خیال۔ تکمیل و اِرشادِ باطنی کا سہرا اِسی نوشاہِ بزمِ عرفان کے سر ٹھہرا۔ غوث، قطب، ابدال، اوتاد اِسی سرکار کے محتاج اور طالبانِ وصلِ الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبین سائی معراج۔ ؎

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے
علی ہے ہاں علی ہے ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابتِ عامہ وخلافتِ تامہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل، عالمِ علوی وسفلی میں ان کا حکم جاری، فرماں روائی کُن کو ان کی زبان کی پاس داری، تدبیر وتصرف کی باگیں ان کے ہاتھ میں دی گئیں اور کاروبارِ عالم کی کنجیاں ان کے قبضہ اِقتدار میں رکھی گئیں، منشور خلافتِ مطلقہ وتفویض تام کا ان کے نام نامی پر پڑھا گیا اور سکہ وخطبہ ان کا ملأ ادنی سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ دنیا ودین میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اِشتباہ سے ملتا ہے۔ حضور ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں :

اعطیت مفاتیح الارض۔ مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں۔(۱)

اور فرماتے ہیں: اوتیت مفاتیح کل شیئ . (۲)

مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علما فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خزانۂ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہو نہ ان کے سوا دوسرے سرکار سے کوئی نعمت خلق پر فائض ہو، جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، عالم میں کوئی ان کے اِرادہ ومشیت کا پھیرنے والا نہیں۔

امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارحِ صحیح بخاری شریف مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشھید، حدیث ۱۳۴۴، دار الفکر، بیروت، ص ۳۱۷۔
(۲) المعجم الکبیر، عبد اللہ بن عمر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۲/ ۲۷۶ ۔

'فھو صلی اللّٰہ علیه وسلم وان تأخرت طینته فقد عرفت قیمته فھو خزانة السر وموضع نفوذ الأمر فلا ینفذ امر الا منه ولا ینقل خیر الا عنه –الی أن قا ل– ۔

اذا رام امرا لا یکون خلافه
ولیس لذاک الامرفی الکون صارف(☆) (۱)

پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر منصبِ جلیل حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مرحمت ہوا، تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم، مدبرات الامر میں سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکامِ عزل ونصب، عطاومنع، کن ومکن انہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرفِ امضا پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب ومقاصد میں ان سے اِستمداد کرتے اور آستانِ فیض نشان پر سرِ ارادت دھرتے ہیں؛ یہاں تک کہ عرفِ مسلماناں میں ''مولیٰ مشکل کشا'' اس جناب کا نام ٹھہرا، اور ناد علیا مظھر العجائب کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا۔

پھر بہ نیابتِ مرتضوی حضرت محبوب ذی الجلال، قطب الارشاد والابدال، تفسیرِ باطنِ قرآن، راحتِ روحِ ایمان، قبلۂ جان ودل، بے لوثِ آب وگل، سرالسر، نورالنور، سیدالکونین، غوث الثقلین ،قطب ربانی، محبوب سبحانی، سیدنا ومولانا محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی –قدسنا اللّٰه بسر ہ الکریم ورحمنابه یوم لا ولی ولاحمیم –(☆) وسادہ خسروی ومسندِ حاجت روائی پر جلوہ افروز ہوئے۔

---

(۱) المواھب اللدنیہ، المقصد السابع، الفصل الثالث فی ذکر محبۃ اصحابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۵۴۵/۲۔

(☆) ترجمہ: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ آخر میں تشریف لائے؛ مگر آپ کی قیمت بتلا دی گئی، آپ خزانۂ راز ہیں، انہیں کے توسط سے عالم کے تمام کام نفاذ پاتے ہیں، لہٰذا جملہ امور انہیں سے نافذ ہوتے ہیں اور سب بھلائیاں انہیں سے منتقل ہوتی ہیں– یہاں تک کہ فرمایا– جب آپ کسی کام کا اِرادہ فرماتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں ہوتا اور عالم میں کوئی اس کام کو پھیرنے والا نہیں۔

(☆) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے کریم راز کے صدقے ہمیں برکت دے اور ہم پر اس دن رحم فرمائے جس دن کوئی حمایتی اور دوست نہیں ہوگا۔ آمین۔

فاضل علی قاری 'نزہۃ الخاطر' اور شطنوفی 'بہجۃ الاسرار' اور امام یافعی اپنی بعض تالیفات اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی 'اخبارالاخیار' میں اس جناب ملائک رکاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور فرماتے ہیں :

' من توسل بي في شدة فرجت عنه ومن استغاث بي في حاجة قضيت له ومن صلى بعد المغرب ركعتين يصلي ويسلم على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ثم يخطوا إلى جهة العراق احدى عشر خطوة يذكر فيها اسمي قضى اللّٰه حاجته '. (۱)

یعنی جو کسی سختی میں مجھ سے توسل کرتا ہے وہ سختی اس کی دور ہوجاتی ہے، اور جو کسی حاجت میں مجھ سے فریاد کرتا ہے وہ حاجت اس کی برآتی ہے، اور جو بعد نمازِ مغرب دو رکعتیں پڑھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لیتا جائے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روا فرمائے۔

---

(۱) بہجۃ الاسرار، ذکر فضل اصحابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص۱۹۷۔

(اخبارالاخیار میں اس کی ذرا سی تفصیل یوں ہے:) فرمود ہر گاہ از خدا چیزے خواہید بوسیلۂ من خواہید تا خواہش شما باجابت رسد، وفرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربتے کشف کردہ شود آن کربت از وہر کہ منادی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آن شدت از وہر کہ وسیلہ کند بمن بسوئے خدا در حاجتے قضا کردہ شود آن حاجت ومراد اورا، فرمود کسے کہ دو رکعت نماز گزارد وبخواند در ہر رکعت بعد ازفاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد از ان درود بفرستد بر پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد از سلام یازدہ بار بخواند آن سرور صلی اللّٰہ علیہ وسلم را بعد از ان یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا بگیرد وحاجت خود را ازدرگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آن حاجت اورا قضا گرداند بمنہٖ وکرمہٖ۔ (اخبارالاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی:۱۹)۔

ترجمہ: اور جو کوئی مجھے کسی حاجت میں پکارے تو اس کی وہ حاجت پوری ہو اور جو کوئی میرا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرے تو اس کی حاجت پوری ہو اور فرماتے ہیں جس کسی نے دو رکعت نماز ادا کی تو وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پر درود بھیجے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرے پھر اس کے بعد گیارہ قدم عراق کی جانب چلے اور (ہر قدم پر) میرا نام لے پھر اپنی حاجت کو ذکر کرے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی حاجت کو پورا فرمادے گا۔

سچ ہے سچ ہے اے مصطفےٰ کے بیٹے ! ہم تیرے اِرشاد پر یقین لائے: الغیاث الغیاث یاسیدي الغیاث .

غوثِ اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ اِیماں مددے (۱)

عزیزو! ساداتِ صوفیہ کہ ائمۂ باطن و حضارِ مواطن ہیں، ان امور کو اپنے مشاہدے سے بیان فرماتے ہیں، اور علمائے شرع ان سے بہ تسلیم و تائید پیش آتے ہیں، آنکھ والوں نے دیکھ کر جانا، ماننے والوں نے سن کر مانا، حرمان نشانہ وہ جسے نہ یہ ملا نہ وہ۔

اے مدعیِ کج فہم، کہنہ تختۂ مشق وہم! کیوں بہ چشم خشم نگراں ہے، چھوڑ کے تیرا دست تعنت میرے دامن پر گراں ہے، سمجھا نہ سمجھا عبث اُلجھا، بے وجہ جھگڑا، ناحق بگڑا، خدا کو مان، روے سخن اپنی طرف نہ جان، بے گانہ وار ادھر نہ گزر، مجلس یاراں منغص نہ کر، اُٹھ کہ اس باطنی دفتر میں لـــم و لانسلم کا قصہ نہیں، ہمارے گرم تر ساغر میں فقیہِ سرد و زاہدِ خشک کا حصہ نہیں۔

غوث اعظم کا اِرشاد ہمارا دین ہے اور مشاہدات صوفیہ پر کامل یقین۔ مورِ ناتواں تھے پر ہدہد سے لپٹ گئے، قسمت میں ہے تو سلیمان تک پہنچ ہی جائیں گے؛ ورنہ پا مالیوں سے تو نجات پائیں گے۔ تجھے اگر یہ روش ناپسند ہے جا انہیں بوعلی و فلاطون کے کھودے ہوے کنووں میں گر، یا تیرہ صدی کی تازہ بدعتوں کے بارہ باٹ راستوں میں پھر، ہمارا وقت پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

بہر خدا مطرب شیریں نواز
ساز کن آہنگ مقام حجاز (۲)

---

(۱) اے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں بے سرو ساماں ہوں میری مدد فرمایئے، اے قبلۂ دیں میری مدد فرمایئے اے کعبۂ ایماں میری مدد فرمایئے۔
(۲) اے دل آویز گانے والے! خدا کے لیے اپنے ساز کو مقامِ حجاز کے ساز کے مطابق ڈھال۔

ناواقفانِ راز کے منہ کہاں تک لگیے، تفریحِ قلب کو کوئی منقبت سراپا برکت چھیڑیے۔

غزل در منقبت

علی مرتضٰی سا شیر صفدر ہو تو میں جانوں (☆)

غرض کیا کیجیے کیا نہ کیجیے، نہ چھوڑے بنتی ہے کہ شوقِ تمنا افزائشوں پر ہے، نہ طول دیے گزرتی ہے کہ فوتِ مقصود کا ڈر ہے۔

رباعی

یک چند بہ مداحیِ اُو دل بستیم
عمرے قدم اشہب خامہ خستیم
دیدیم رضآ حوصلہ فرسا کاریست
کاغذ بہ دریدیم و قلم بشکستیم (۱)

(☆) قلمی نسخہ میں منقبت کے ایک مصرع کے بعد آدھے صفحہ تک بیاض ہے۔

(۱) ہم ان کی تھوڑی سی تعریف کرنے پر پھولے نہیں سماتے (کہ ہم نے ان کی بہت تعریف بیان کر دی ہے)؛ (مگر حقیقت یہ ہے کہ) ہم ان کے اَشہب خامہ کے قدموں کی خاک کی تعریف بیان کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ بس اے رضا! ہم نے دیکھ لیا کہ یہ حوصلہ فرسا کام ہے اسی لیے ہم نے کاغذ کو پھاڑ دیا اور قلم کو توڑ دیا ہے۔

ختم شد

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب در رسالہ نایاب مشعر حالاتِ شہادت مسمّٰی بہ

آئینۂ قیامت

مولفہ
ماحی بدعت، حامی سنت، مداح وجاں نثارِ شانِ رسالت
حضرت مولانا مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب قادری برکاتی بوالحسینی
روح اللہ روحہ ونور مرقدہ

[مطبع حسنی بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَ ہِمِ الْعُ اَ بِلْبِلَیِللّٰوۃ وُبِلَ لَاَمُ اعُویُوسَلِلَاَا وَاِلِض نَنَہُمَ دُحِجِ لالا

وَّاٰلِ صَہٖ وَہٖ اَجْحَا اُ مَامَابَ ععِ یُ یُ نن

ہمارے حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات وصفات کا مجمع خلق فرمایا۔ حضور کے سے اوصافِ حمیدہ وخصائلِ پسندیدہ کسی مَلک، کسی بشر، کسی رسول، کسی پیغمبر میں ممکن نہیں۔ بنظر ظاہر، صرف فضلِ شہادت، اس بارگاہِ عرش اشتباہ کی حاضری سے محروم رہا۔ اس کی نسبت علمائے کرام کا خیال ہے اور کتنا نفیس خیال ہے کہ جنگِ اُحد شریف میں اس روحِ مصور، جانِ مجسم ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہونا سب شہیدوں کی شہادت سے افضل ہے۔ اور جس وقت حضور پُرنور ﷺ کا تعلقِ خاطر شہزادوں کے ساتھ خیال میں آتا ہے تو اس امر کے اظہار میں کچھ بھی تامل نہیں رہتا کہ ان حضرات کی شہادت حضور ہی کی شہادت ہے، اور انہوں نے نیابۃً اس شرف کو سرسبزی وسرخروئی عطا فرمائی۔

ایک بار حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوکر حضور پُرنور کے شانہ ہائے مبارک پر سوار ہوگئے، ایک صاحب نے عرض کیا: صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: 'اور سوار کیسا اچھا سوار ہے!'۔(۱)

حضور پُرنور ﷺ سجدے میں تھے کہ امامِ حسن پشت مبارک سے لپٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے سجدے کو طول دیا کہ سر اُٹھانے سے کہیں گر نہ جائیں۔(۲)

امامِ حسن اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔(۳)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن، الحدیث ۳۸۰۹، ج ۵، ص ۴۳۲۔
(۲) مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث ۳۴۱۵، ج ۳، ص ۲۱۔
(۳) سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث ۳۷۹۳، ج ۵، ص ۴۲۶۔

اور فرمایا جاتا ہے ان کا دوست ہمارا دوست، ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔(۱)

اور فرماتے ہیں: یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں۔

اور فرماتے ہیں: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین سبط ہے اسباط سے۔(۲)

ایک روز حضور پُرنور ﷺ کے داہنے زانو پر امامِ حسین اور بائیں پر حضور کے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم بیٹھے تھے، حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ان دونوں کو خدا حضور کے پاس نہ رکھے گا ایک کو اختیار فرما لیجیے۔ حضور نے امامِ حسین کی جدائی گوارا نہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد جب حاضر ہوتے، آپ بوسے لیتے اور فرماتے: مَرحَبًا بِمَن فَدَيتُهُ بِابنِي اِبرَاهِيمَ، مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔(۳)

اور فرماتے ہیں: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔(۴)

بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینہ انور سے لگا لیتے۔(۵)

جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے یہ ارشاد اور شہزادوں کی ایسی پاسداریاں، ناز برداریاں یاد آتی ہیں اور واقعاتِ شہادت پر نظر جاتی ہے تو حسرت کی آنکھوں سے آنسو نہیں، لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں، اور خدا کی بے نیازی کا عالم آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے، یہ مقدس صورتیں خدا کی دوست ہیں، اور اللہ جل جلالہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے دوستوں کو بلاؤں میں گھرا رکھتا ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل الحسن والحسین، الحدیث ۱۴۳، ج۱، ص۹۶۔

(۲) سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث ۳۸۰۰، ج۵، ص۴۲۹۔

(۳) تاریخ بغداد، ج۲، ص۲۰۰

(۴) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن الخ، الحدیث ۳۷۹۴، ج۵، ص۴۲۷۔

(۵) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن الخ، الحدیث ۳۷۹۷، ج۵، ص۴۲۸۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ میں حضور سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: فقر کے لیے مستعد ہو جا۔ عرض کی اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا: بلا کے لیے آمادہ ہو۔

اور فرماتے ہیں سخت ترین بلا انبیا علیہم الصلوٰۃ والثنا پر ہے، پھر جو بہتر ہیں پھر جو بہتر ہیں۔(۱)

ع: نزدیکاں را بیش بود حیرانی☆

ع: جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خدا نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ نے اُٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔

اللہ اللہ محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا.

اے محبوب میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اِختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔

اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں دنیا کی آسائش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

---

(۱) مسند امام أحمد، الحدیث ۲۷۱۴۷، ج ۱۰، ص ۳۰۶۔

☆ یعنی مقربین کو حیرانی زیادہ ہوتی ہیں۔

(۲) فردوس الأخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج ۲، ص ۴۵۸۔

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شاہی لباس دیکھیے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دُھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش وعشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھیے تو اس کملی والے تاجدار کی شوکت اوراس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضاجُو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو (جنہیں اخشبن کہتے ہیں) سونے کا بنادوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔(۱)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کو نفس مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں بسر فرماتے اور آسائش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ کا پروردگار آپ کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اُتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا۔ ایسی حالت میں یہ بلا پسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہوکر آئے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف ومصیبت جن سے عاقبت میں حضور کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرمارہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف الخ، ج۴، ص۱۵۵، الحدیث:۲۳۵۴۔

حضرت بتول زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، جاؤ تم بھی اپنے لیے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، تو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمدللہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔(۱)

ایک بار حضور پُر نور ﷺ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرت بتول نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجیے۔ مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا کا محبوب تکلیف و مصیبت میں۔ ارشاد ہوا: کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو۔(۲)

حضرتِ سری سقطی سے بذریعہ الہام فرمایا گیا: اے سری! میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟۔ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے!۔

پھر میں نے دنیا بنائی، نو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی التسبیح الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰۔

پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: تو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے؛ مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ان کی نسبت ارشاد ہوا :

اُولٰٓئِکَ اَوْلِیَآءِ حَقًّا حَقًّا

یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہلِ بیت کرام کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سُوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع: آنچہ از دوست می رسد نیکوست☆

امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا اللہ ابوذر پر رحم کرے؛ مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حظ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان

ہجرت کا ساٹھواں سال اور رجب کا مہینہ کچھ ایسا دل دُکھانے والا سامان اپنے ساتھ لایا، جس کا نظارہ اسلامی دنیا کی آنکھوں کو ناچار اس طرف کھینچتا ہے، جہاں کلیجا نوچنے والی آفتوں، بے چین کر دینے والی تکلیفوں نے دیندار دلوں کے بے قرار کرنے اور خدا پرست طبیعتوں کو بے تاب بنانے کے لیے حسرت و بے کسی کا سامان جمع کیا ہے۔

یزید پلید کا تخت سلطنت کو اپنے ناپاک قدم سے گندہ کرنا ان ناقابل برداشت مصیبتوں کی تمہید ہے جن کو بیان کرتے کلیجا منہ کو آتا اور دل ایک غیر معمولی بے قراری کے ساتھ پہلو میں پھڑک جاتا ہے۔اس مردود نے اپنی حکومت کی مضبوطی، اپنی ذلیل عزت کی ترقی اس امر میں منحصر سمجھی کہ اہلِ بیتِ کرام کے مقدس و بے گناہ خون سے اپنی ناپاک تلوار رنگے۔

☆ یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔

اس جہنمی کی نیت بدلتے ہی زمانے کی ہوا نے پلٹے کھائے اور زہریلے جھونکے آئے کہ جاوداں بہاروں کے پاک گریباں، بے خزاں پھولوں، نوشگفتہ گلوں کے غم میں چاک ہوئے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہری بھری لہلہاتی پھلواری کے سہانے نازک پھول مرجھا مرجھا کر طراز دامنِ خاک ہوئے۔

اس خبیث کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا۔ جعدہ زوجہ امام عالی مقام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔ وہ شقیہ بادشاہ بیگم بننے کے لالچ میں شاہانِ جنت کا ساتھ چھوڑ کر، سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر، جہنم کی راہ پر ہولی۔ کئی بار زہر دیا، کچھ اَثر نہ ہوا، پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے، اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا؛ یہاں تک کہ مصطفیٰ ﷺ کے جگر پارے کے اعضاے باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔

یہ بے چین کرنے والی خبر سن کر حضرت امام حسین اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر ہوئے۔ سرہانے بیٹھ کر گزارش کی: حضرت کو کس نے زہر دیا؟۔ فرمایا: اگر وہ ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ بڑا بدلہ لینے والا ہے، اور اگر نہیں، تو میں بے گناہ سے عوض نہیں چاہتا۔(۱)

ایک روایت میں ہے، فرمایا: بھائی لوگ ہم سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ہم اُن کی شفاعت فرما کر کام آئیں، نہ یہ کہ ان کے ساتھ غضب اور اِنتقام کو کام میں لائیں۔

واہ رے حلم کہ اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
پھر بھی ایذاے ستم گر کے روادار نہیں

پھر جانے والے امام نے آنے والے امام کو یوں وصیت فرمائی، حسین! دیکھو سفیہانِ کوفہ سے ڈرتے رہنا، مبادا وہ تمہیں باتوں میں لے کر بلائیں، اور وقت پر چھوڑ دیں، پھر پچھتاؤ گے اور بچاؤ کا وقت گزر جائے گا۔

بے شک امامِ عالی مقام کی یہ وصیت موتیوں میں تولنے کے قابل اور دل پر لکھ لینے کے لائق تھی؛ مگر اس ہونے والے واقعے کو کون روک سکتا، جسے قدرت نے مدتوں پہلے سے مشہور کر رکھا تھا۔

(۱) حلیۃ الاولیاء، الحسن بن علی، الحدیث ۱۴۳۸، ج ۲، ص ۴۷ ملخصاً۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ملا۔

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا ☆ شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

کیا حسین کے قاتل یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اُن کے نانا کی شفاعت پائیں گے۔

یہی شعر ارضِ روم کے ایک گرجا میں لکھا پایا گیا اور لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔

کئی حدیثوں میں ہے، حضور سرورِ عالم ﷺ اُم المؤمنین حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاضری کی اجازت لے کر آستان بوس ہوا۔ حضور پُرنور ﷺ نے ام المومنین سے ارشاد فرمایا: دروازے کی نگہبانی رکھو، کوئی آنے نہ پائے۔ اتنے میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھول کر حاضرِ خدمت ہوئے اور کُود کر حضور پُرنور ﷺ کی گود میں جا بیٹھے، حضور پیار فرمانے لگے۔

فرشتے نے عرض کی: حضور انہیں چاہتے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔

عرض کی وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی اُمت انہیں شہید کرے گی، اور حضور چاہیں وہ زمین حضور کو دکھا دوں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے۔ پھر سرخ مٹی -اور ایک روایت میں ہے- ریت -ایک میں ہے- کنکریاں حاضر کیں۔

حضور نے سونگھ کر فرمایا:

رِیْحُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ

بے چینی اور بلا کی بو آتی ہے۔

پھر اُم المؤمنین کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد ہوا جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا۔ اُنہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔ اُم المؤمنین فرماتی ہیں، میں کہا کرتی: جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہوگا!۔(۱)

(۱) المعجم الکبیر، الحدیث ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ج ۳، ص ۱۰۸۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ صفّین کو جاتے ہوئے زمین کربلا پر گزرے، نام پوچھا لوگوں نے کہا: 'کربلا'۔ (یہ سن کر آپ) یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

پھر فرمایا میں خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم ﷺ میں حاضر ہوا، حضور کو روتا پایا، سبب پوچھا، فرمایا: ابھی جبریل کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائے گا۔ پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی، مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور آنکھیں بہہ نکلیں۔

ایک روایت میں ہے، مولیٰ علی اس مقام سے گزرے جہاں اب امامِ مظلوم کی قبر مبارک ہے فرمایا: یہاں اُن کی سواریاں بٹھائی جائیں گی، یہاں اُن کے کجاوے رکھے جائیں گے، اور یہاں اُن کے خون گریں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین وآسمان روئیں گے۔ (۱)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

امامِ مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر کے جب یزید پلید نے اپنے ناشاد دل کو خوش کرلیا، اب اس شقی کو امامِ حسین یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بیعت کے لیے کہے، اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابنِ زبیر جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا اِنتظار نہ کرے گا۔

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا، امام نے فرمایا چلو آتے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا، دربار کا وقت نہیں، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی، ہمیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے۔

ابن زبیر نے عرض کی میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا: میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔

(۱) دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبھانی، ج ۲، ص ۱۴۷۔

ابن زبیر نے کہا: مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔فرمایا وہ میرا کچھ نہیں کرسکتا۔ پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے ،ہمراہیوں کو ہدایت کی، جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو،اندر چلے آنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں، کہیں ہل کر نہ جانا۔

یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے ۔ولید کے پاس مروان کو بیٹھا پایا،سلام علیک کر کے تشریف رکھی، ولید نے خط پڑھ کر سنایا، وہی مضمون پایا جو حضور کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا: مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے ،سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو۔

ولید نے بنظر عافیت پسندی عرض کی بہتر تشریف لے جائیے۔

مروان بولا اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے ،ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا،ابھی روک لے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ گردن مار دے۔

یہ سن کر امام نے فرمایا ابن الزرقا! تُو یا وہ، کیا مجھے قتل کرسکتا ہے خدا کی قسم تُو نے جھوٹ کہا اور پاجی پن کی بات کی۔ یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا: خدا کی قسم اب ایسا موقع نہ ملے گا۔

ولید بولا مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین کو قتل کروں، مجھے تمام جہاں کے ملک ومال کے بدلے میں بھی حسین کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہوگا وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔

مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا تو نے ٹھیک کہا۔(۱)

دوبارہ آدمی آیا،فرمایا صبح ہونے دو۔اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے ارادے سے مع اہل وعیال سفر فرمایا جائے گا۔

یہ رات امام نے اپنے جد کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ منورہ میں گزاری کہ آخر تو فراق کی ٹھہرنی ہے، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم (ﷺ) کی مقدس گود سے لپٹ لیں، پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔امام آرام میں تھے کہ خواب دیکھا،حضور پُر نور (ﷺ) تشریف لائے ہیں اور امام کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں :

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر بیعت یزید، ج۳،ص ۳۷۷ ملخصاً۔

'حسین وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں'۔

یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اُٹھے اور روضۂ مقدس کے سامنے رُخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔ مسلمانو! حیاتِ دُنیوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہو گئے ہیں...... غم فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے...... آنکھوں سے لگا تار آنسو جاری ہیں...... رقت کے جوش نے جسم مبارک میں رعشہ پیدا کر دیا ہے...... بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے...... دل کہتا ہے سر جائے مگر یہاں سے قدم نہ اُٹھایئے...... صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے...... دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں...... حب وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو...... غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو...... شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں...... مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے پہر کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے، تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی پہل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جا رہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں، سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں، محمل کس گئے ہیں، پردے کا انتظام ہو چکا ہے، ادھر امام کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھر والے سوار ہو رہے ہیں، اُدھر امام مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے ہیں، محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی، میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہل بیت سے حضرت صغریٰ امامِ مظلوم کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہ مولیٰ علی کے بیٹے باقی رہ گئے۔ اللہ اکبر ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کافروں کی اِیذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا، اور آنکھوں میں شادیٔ عید کا نقشہ کھنچ

گیا...... آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا...... منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک اُن کی نظر پہنچتی، ٹکٹکی باندھ کر تکتیں ...... اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دُور سے دیکھ کر چونک پڑتے ...... جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے، ایک دن اور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے، کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی :

اے راہ دیکھنے والو! پلٹو تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔

اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں :

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ☆ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ☆ مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

(یعنی وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔)

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں :

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّار

یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَار

یعنی ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

غرض مسرت کا جوش تھا، درو دیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی۔

ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں ایک ایک کر کے رُخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار، ناز اُٹھانے والی

ماں کا پڑوس، ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کر امام پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کا قرب۔

کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں، آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی!۔ اگر امام کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے، اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے؛ مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام کے ناقہ کو قضا مہار پکڑے اُس میدان کی جانب لیے جاتی ہے جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کیے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔

مدینے کی زمین جس پر آپ گھٹنوں چلے ...... جس نے آپ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں ...... جس پر آپ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں ...... اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ

'اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی گود کے سنگھار، کلیجے کی ٹیک، زندگی کی بہار، کہاں کا ارادہ فرما دیا...... وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں- جو میری آنکھوں کے تارے ہیں- شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں'۔

اے تماشا گاہ عالم روے تو

تو کجا بہر تماشا مے روی ☆

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دُور ہوتا جاتا ہے اُسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی کے منارے سر اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہو گئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

راستے میں عبداللہ بن مطیع ملے، عرض کی: کہاں کا قصد فرما لیا؟۔

فرمایا: فی الحال مکہ کا۔

☆ یعنی آپ نظارہ کے لیے کہاں جا رہے ہیں جبکہ دنیا کی نگاہیں آپ کے روئے انور پر مرتکز ہیں۔

عرض کی: کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ کے والدِ ماجد شہید ہوئے، آپ کے بھائی سے دغا کی گئی، آپ مکے کے سوا کہیں کا اِرادہ نہ فرمائیں، اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو خدا کی قسم ہمارا ٹھکانا نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنا لیے جائیں گے۔

بالآخر حضور مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن وامان کے ساتھ قیام فرما رہے۔(۱)

کوفیوں کی شرارت اور امام مسلم کی شہادت

جب اہل کوفہ کو یزید خبیث کی تخت نشینی اور امام سے بیعت طلب کیے جانے اور امام کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی، فریب دہی وعیاری کی پرانی روش یاد آئی۔ سلیمان بن مرو جز خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے، ہم مشورہ ہو کر امام کو عرضی لکھی کہ تشریف لائیے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچائیے۔ ڈیڑھ سو عرضیاں جمع ہو جانے پر امام نے تحریر فرمایا کہ اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اطلاع دیں گے تو ہم جلد تشریف لائیں گے۔

حضرت مسلم کوفہ پہنچے۔ ادھر کوفیوں نے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام کو مدد دینے کا وعدہ کیا، بلکہ اٹھارہ ہزار (18,000) داخل بیعت بھی ہو گئے اور حضرت مسلم کو یہاں تک باتوں میں لے کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام کو تشریف لانے کی نسبت لکھا۔

ادھر یزید پلید کو کوفیوں نے خبر دی کہ حسین نے مسلم کو بھیجا ہے۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، کوفہ کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج۔

اُس نے عبد اللہ ابن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کرے یا کوفہ سے نکال دے۔

جب یہ مردک کوفہ پہنچا، امام کے ہمراہ اٹھارہ ہزار کی جماعت پائی، امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا، کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں امام مسلم کے پاس صرف تیس

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین . . . الخ، ج۳، ص۳۸۱۔

(30) آدمی رہ گئے۔ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ دیکھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ کہیں پناہ لیں۔ جب دروازہ سے باہر آئے، ایک بھی ساتھ نہ تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔۔

آخر ایک گھر میں پناہ لی۔ ابن زیاد نے یہ خبر پا کر فوج بھیجی، جب امام مسلم کو آوازیں پہنچیں، تلوار لے کر اُٹھے اور اُن روباہ منشوں کو مکان سے باہر نکال دیا، کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے، شیرِ خدا کا بھتیجا پھر تیغ بکف اُٹھا اور آن کی آن میں اُن شغالوں کو پریشان کر دیا، کئی بار ایسا ہی ہوا جب اُن نامردوں کا اِس اکیلے مردِ خدا پر کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے، پتھر اور آگ کے لوکے پھینکنے شروع کیے۔

شیر مظلوم کا تن اُن ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا؛ مگر وہ تیغِ برکف و کف برلب حملہ فرماتا باہر نکلا، اور راہ میں جو گروہ کھڑے تھے اُن پر عقابِ عذاب کی طرح ٹوٹا۔ جب یہ حالت دیکھی، ابن اشعث نے کہا کہ آپ کے لیے امان ہے نہ آپ قتل کیے جائیں نہ کوئی گستاخی ہو۔

مسلم مظلوم تھک کر دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے، خچر سواری کے لیے حاضر ہوا، اس پر سوار کیے گئے، ایک نے تلوار حضور کے ہاتھ سے لے لی، فرمایا: یہ پہلا مکر ہے۔

ابن اشعث نے کہا: کچھ خوف نہ کیجیے۔ فرمایا: وہ امان کدھر گئی...... پھر رونے لگے۔

ایک شخص بولا تم جیسا بہادر اور روئے۔ فرمایا :

’اپنے لیے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور اُنھیں اس مکر و بدعہدی کی خبر نہیں‘۔

پھر ابن اشعث سے فرمایا: ’میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی امام حسین کے پاس بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے فریب میں نہ آئیں‘۔

جب مسلم (رضی اللہ عنہ) ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ وہ خبیث بولا: تجھے امان دینے سے کیا تعلق؟ ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔ ابن اشعث چپ رہے، مسلم اس شدت محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے، ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھا۔

فرمایا: مجھے اس میں سے پلا دو۔ ابن عمرو باہلی بولا: دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا ہے، تم اس میں سے ایک بوند نہ چکھنے پاؤ گے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم میں آبِ گرم پیو۔

امام مسلم نے فرمایا: او سنگ دل درشت خو آبِ حمیم و نارِ جحیم کا تو مستحق ہے۔

پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیش کیا۔

امام نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا، تین بار ایسا ہی ہوا۔

فرمایا: خدا کو ہی منظور نہیں۔

جب ابن زیاد بدنہاد کے سامنے گئے، اُسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔ فرمایا: تو مجھے وصیت کر لینے دے۔

اُس نے اجازت دی۔

مسلم مظلوم نے عمرو بن سعد سے فرمایا :

'مجھ میں تجھ میں قرابت ہے اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے'۔

اس سنگدل نے کہا: میں سننا نہیں چاہتا۔

ابن زیاد بولا: سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔ وہ الگ لے گیا۔

فرمایا: 'کوفہ میں میں نے سات سو درہم قرض لیے ہیں وہ اَدا کر دینا، اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لے کر دفن کرا دینا اور امام حسین کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا'۔

ابن سعد نے ابنِ زیاد سے یہ سب باتیں بیان کر دیں۔ وہ بولا: کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے، یعنی اُنھوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا، تو نے ظاہر کر دیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر، اور حسین اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم اُن کا نہ کریں گے؛ ورنہ ہم اُن سے باز نہ رہیں گے۔ رہا مسلم کا جنازہ، اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں، پھر حکم پا کر جلاد ظالم اُنھیں بالائے قصر لے گیا، امام مسلم برابر تسبیح و اِستغفار میں مشغول تھے یہاں تک کہ شہید کیے گئے اور اُن کا سر مبارک یزید پلید کے پاس بھیجا گیا۔(۱)

(۱) الکامل فی التاریخ، دعوۃ اھل الکوفۃ . . . الخ، ج ۳، ص ۳۹۵، ۳۹۷۔

امام جنت مقام مکہ سے جاتے ہیں

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

٦٠ھ کا پچھلا مہینہ ہے اور حج کا زمانہ، دنیا کے دُور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب جل جلالہ کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں، دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے، اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے، صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دن ہے۔

مسلمان خانۂ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظّمہ میں ہر وقت کی چہل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ براءت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھیے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جن کی ہوش رُبا تاثیروں، دلکش کیفیتوں نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں۔

عاشقانِ دِلدادہ فرقت کی مصیبتیں، جدائی کی تکلیفیں جھیل کر جب خوش قسمتی سے اپنے پیارے محبوب کے آستانہ پر حاضری کا موقع پاتے ہیں، ادب وشوق کی الجھن، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئند تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں :

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوے یار میں آئے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دُھوم دھامی جلسہ جو ایک غرضِ مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے درِ دولت پر حاضر ہے، اپنی بھرپور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے؛ مگر امامِ مظلوم کے مقدس

چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے، یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اُٹھا کر کچھ ایسا عالم دکھا دیا ہے کہ اُن کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں۔

اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حجِ نفل کے فوت ہونے پر اظہار افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر زبانِ حال سے کہہ اُٹھتی ہے کہ حسین تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج نہ کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لیے حجِ اکبر کا سامان مہیا کیا ہے، اور کمر شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک اِحرام چست باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کے لیے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لیے مکے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔ حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیراب ہو کر پیو۔

حاجی بقرعید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنی گود کے پالوں کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھو گے۔ حاجیوں نے مکہ کی راہ میں مال صرف کیا ہے، تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لٹا دو گے۔ حاجیوں کے لیے مکہ میں تاجروں نے بازار کھولا ہے، تم فرات کے کنارے دوست کی خاطر اپنی دکانیں کھولو گے۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں، وہاں تم جانیں بیچو گے، یہاں حاجی خرید وفروخت کو آتے ہیں، تمہاری دکانوں پر تمہارا دوست جلوہ فرمائے گا، جو پہلے ہی ارشاد کر چکا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں مول لے لیے ہیں۔

غرض ان کیفیتوں نے کچھ ایسا از خود رفتہ بنا دیا ہے کہ امام عالی مقام نے بقرہ عید کی آٹھویں تاریخ کوفے کا قصد فرما لیا۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس اِرادے کا خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے۔

فرمایا: جو ہونی ہے، ہو کر رہے گی۔

---

(۱) پارہ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا، اور عرض کی کچھ دنوں تامل فرمایئے اور انتظار کیجیے، اگر کوفی ابن زیاد کو قتل کردیں اور دشمنوں کو نکال باہر کریں تو جانیے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں، اور اگر وہ اُن پر قابض اور دشمن موجود ہیں ہرگز وہ حضور کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے۔

فرمایا: میں استخارہ کروں گا۔

عبداللہ ابن عباس پھر آئے اور کہا: 'بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے، عراقی بدعہد ہیں، اُنھوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا، آپ کے بھائی کا ساتھ نہ دیا، آپ اہل عرب کے سردار ہیں، عرب ہی میں قیام رکھیے، یا عراقیوں کو لکھیے کہ وہ ابن زیاد کو نکال دیں، اگر ایسا ہو جائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں، گھاٹیاں ہیں اور وہ ملک وسیع زمین رکھتا ہے'۔

فرمایا: بھائی! خدا کی قسم میں آپ کو ناصح مشفق جانتا ہوں؛ مگر میں تو اِرادہ مصمم کر چکا۔

عرض کی: تو بیبیوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایئے۔

یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابن عباس 'ہائے پیارے! ہائے پیارے' کہہ کر رونے لگے۔

اسی طرح عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا، نہ مانا، اُنھوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا: 'اے شہید ہونے والے! میں تمھیں خدا کو سونپتا ہوں'۔

یوہیں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روکا۔

فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں'۔

جب روانہ ہو لیے راہ میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خط ملا، لکھا تھا: 'ذرا ٹھہریئے میں بھی آتا ہوں'۔

حضرت عبداللہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم کے لیے ایک خط امان اور واپس

بلانے کا مانگا اُنہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو واپس لانے کے لیے ساتھ کر دیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔

فرمایا: ’میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اُس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے‘۔

پوچھا وہ خواب کیا ہے؟۔

فرمایا: ’جب تک زندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا‘۔ یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔(۱)

نظم

سب نے کی عرض کہ شہزادۂ حیدر مت جا
اے حسین ابن علی ، سبط پیمبر مت جا

صدمے واں پہنچے علی اور حسن کو کیا کیا
جانا کوفہ کا تو ہرگز نہیں بہتر مت جا

حق نما آئینہ ہے رُخ ترا ، اندھے ہیں وہی
لے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر مت جا

سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا
ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر مت جا

گل شادابِ نبی اپنے چمن سے نہ نکل
نازنیں پھول ہے تو کانٹوں کے اندر مت جا

چلتے ہیں صرصرِ آفات کے مُظلِم جھونکے
شمع رُو قلعہ فانوس سے باہر مت جا

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ . . . الخ، ج۳، ص۳۹۹ ملخصا۔

بوسعید، ابن عمر، جابر، و ابن عباس
تھا یہی کلمہ سب اصحاب کے لب پر 'مت جا'
بیدلؔ اس شاہ کو مقتل میں قضا لے ہی گئی
کہتے سب رہ گئے اے دین کے سرورمت جا

جب امام کے بھائی امام محمد بن حنفیہ کو روانگی امام کی خبر پہنچی، طشت میں وضو فرما رہے تھے، اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر دیا، امام تھوڑی دُور پہنچے ہیں کہ فَرُ َ َ ُ شاعزکوَفے دسےآَتے َ قُق ُ ملے، کوفیوں کا حال پوچھا۔

عرض کیا: 'اے رسول اللہ کے جگر پارے! اُن کے دل حضور کے ساتھ ہیں اور اُن کی تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ...... قضا آسمان سے اُترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے'۔

غرض ادھر تو امام روانہ ہوئے، اُدھر ابن زیاد بدنہاد بانی فساد کو جب یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان وکوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناکہ بندیاں کرادیں اور قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرنے اور کلیجوں میں گھاؤ ڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔

امام مظلوم نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کوفے بھیجا، جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کر کے اس خبیث کے پاس لے گئے۔

اُس مردود نے کہا: اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دو۔

یہ سن کر وہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہل بیت رسالت کا شیدائی چھت پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا:

'حسین آج تمام جہان سے افضل ہیں...... رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں...... مولیٰ علی کی آنکھوں کے نور، دل کے سرور...... میں اُن کا قاصد ہوں، اُن کا حکم مانو اور اُن کی اطاعت کرو'۔ پھر کہا: 'ابن زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت'۔

آخر کار اُس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کیے جائیں۔(۱)

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۲۔

اس وقت اس بادۂ اُلفت کے متوالے کا بے قرار دل، امامِ عرش مقام کی طرف منہ کیے التجا کے لہجے میں عرض کر رہا ہے :

بجرم عشق تو ام مے کشند غو غائیست

تو نیز برسر بام آ کہ خوش تماشائیست ☆

رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ .

امام مظلوم آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔ دن بھر امام کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ ایک روز امام نے بلا بھیجا، بہ کراہت آئے، خدا جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو واپس آئے تو اپنا اسباب امام کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا :

'جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے ورنہ یہ ملاقات پچھلی ملاقات ہے'۔

پھر اپنا سامان لے آنے اور امام کے ساتھ ہو جانے کا سبب بیان کیا کہ شہر منجز پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر غنیمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

'جب تم جوانانِ آلِ محمد کے سردار کو پاؤ تو اُن کے ساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا'۔

اب وہ وقت آ گیا، میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا: گھر جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔(۱)

خدا جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر انہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے نہ زن و فرزند کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جو مولیٰ علی سے کدورت رکھتے اور رات کو امام

(☆) یعنی تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اس لیے شور وغوغا ہے تو بھی چھت پر آ کے دیکھ بہت خوبصورت نظارہ ہے۔

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۳۔

سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ اُنھیں کیا ہوگیا؟، اور کس کی ادا نے باز رکھا جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑنے، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہو کر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہو گئے۔

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ اس سے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلیے۔

مسلم شہید کے عزیزوں نے کہا: ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم سے جاملیں گے۔

امام نے فرمایا: 'تمہارے بعد زندگی بے کار ہے'۔

پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہو لیے تھے اُن سے ارشاد کیا: 'کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا'۔

یہ اس غرض سے فرمادیا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے تھے کہ امام ایسی جگہ تشریف لیے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخل بیعت ہو چکے ہیں، یہ سن کر سوا ان چند بندگانِ خدا کے جو مکہ معظّمہ سے ہم رکاب سعادت مآب تھے، سب اپنی اپنی راہ گئے۔

پھر ایک اور عربی ملے، عرض کی کہ اب تیغ وسناں پر جانا ہے آپ کو قسم ہے کہ واپس جائیے۔ فرمایا: جو خدا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔(۱)

اب امام عالی مقام موضع شراف سے آگے بڑھے ہیں۔ یہ دوپہر کا وقت ہے، یکایک ایک صاحب نے بلند آواز سے 'اَللّٰہُ اَکْبَرُ' کہا، فرمایا: کیا ہے؟

کہا: کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔

قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا: اس زمین میں کھجور کبھی نہ تھے۔

فرمایا: پھر کیا ہے؟۔ عرض کی: سوار معلوم ہوتے ہیں۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج ۳، ص ۴۰۳ ملخصاً۔

فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے، اچھا تو یہاں کوئی پناہ کی جگہ ہے کہ اسے ہم اپنی پشت پر لے کر اطمینان کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرسکیں۔

کہا: ہاں کوہِ ذوحسم، اگر حضور ان سے پہلے اس تک پہنچ گئے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سوار نظر آئے اور امام سبقت فرما کر پہاڑ کے پاس ہو لیے، جب وہ اور قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حُر ہیں جو ایک ہزار سواروں پر افسر بنا کر امام کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے جانے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اس ٹھیک دوپہر میں اصحاب امام کے سامنے اُترے۔

مالکِ کوثر کے بیٹے نے حکم دیا کہ انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔ ہمراہیانِ امام نے پانی پلایا۔ جب ظہر کا وقت ہوا، امام نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا:

تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا، اب اگر اطمینان کا اقرار کرو، تو میں تمہارے شہر کو چلوں؛ ورنہ واپس جاؤں۔

کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا تکبیر کہو۔

امام نے حر سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے۔

کہا: نہیں آپ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں گے۔

بعد نماز حر اپنے مقام پر گئے۔

امام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا:

’اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کے لیے پہچانو تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہل بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں ولی الامر ہونے کے مستحق ہیں، بایں ہمہ اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں‘۔

حر نے عرض کی: واللہ ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد۔

امام نے دو خورجیاں بھرے ہوئے خط نکال کر سامنے ڈال دیے۔

حر نے کہا: میں خط بھیجنے والوں میں نہیں، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ کو پاؤں تو کوفہ ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں۔

فرمایا: تیری موت نزدیک ہے اور یہ اِرادہ دُور۔

پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ واپس چلیں۔

حر نے روکا۔

فرمایا: تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے۔

کہا: سنیئے خدا کی قسم! آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برابر سے کہتا۔ کسے باشد؛ مگر واللہ آپ کی ماں کا نامِ پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔

فرمایا: آخر مطلب کیا ہے؟۔

عرض کی: ابن زیاد کے پاس حضور کا لے چلنا۔

فرمایا: تو خدا کی قسم میں تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔

کہا: تو خدا کی قسم آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

جب بات بڑھی اور حُر نے دیکھا امام یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ میں دن بھر تو حضور کے ساتھ سے علیحدہ ہو نہیں سکتا، ہاں جب شام ہو تو آپ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریئے، اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جایئے، میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ وہ صورت کرے کہ میں کسی معاملہ میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کرسکوں۔(۱)

جب 'عذیب الہجانات' پہنچے، کوفے سے چار شخص آتے ملے، حال پوچھا، مجمع بن عبید اللہ عامری نے عرض کی: شہر کے رئیسوں کو بھاری رشوتوں سے توڑ لیا گیا اور ان کی تھیلیوں کو روپیوں اشرفیوں سے بھر دیا گیا ہے، وہ تو ایک زبان حضور کے مخالف ہو گئے۔ رہے عوام ان کے دل حضور کی جانب جھکتے ہیں اور کل انہیں کی تلواریں حضور پر کھنچیں گی۔

فرمایا: میرے قاصد قیس کا کیا حال ہے؟۔

کہا: قتل کیے گئے۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین . . . الخ، ج ۳، ص ۴۰۷ ملخصاً۔

امام بے اختیار رو پڑے اور فرمایا: ’کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، الٰہی! ہمیں اور انہیں جنت میں جمع فرما‘۔

طرماح بن عدی نے عرض کی آپ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں، اگر حر کی جماعت ہی آپ سے لڑے تو کفایت کر سکتی ہے، نہ کہ وہ جماعت جو چلنے سے ایک دن پہلے میں نے کوفہ میں دیکھی تھی جو آپ کی طرف روانگی کے لیے تیار ہے، میں نے اپنی عمر میں اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی، میں حضور کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ان سے ایک بالشت بھر جدائی کی قدرت ہو تو اسی قدر کیجیے اور اگر وہ جگہ منظور ہو جہاں باذن اللہ تعالیٰ آرام واطمینان سے قیام فرما کر تدبیر فرمائیے تو میرے ساتھ ’کوہِ آجاٗ‘ کی طرف چلیے، واللہ اس پہاڑ کے سبب سے ہم بادشاہانِ غسان وحمیر اور نعمان بن المنذر بلکہ عرب وعجم کے سب حملوں سے محفوظ رہے، حضور وہاں ٹھہر کر آجاء وسلمی کے رہنے والوں کو فرمان تحریر فرمائیے، خدا کی قسم دس دن نہ گزریں گے کہ قومِ طے کے سوار و پیادے حاضر خدمت ہوں گے، پھر جب تک مرضی مبارک ہو ہم میں ٹھہریئے اور اگر پیش قدمی کا قصد ہو تو بنی طی سے بیس ہزار جوان حضور کے ہمراہ کر دینے کا میرا ذمہ ہے، جو حضور کے سامنے تلوار چلائیں گے اور جب تک ان میں کوئی آنکھ پلک مارتی باقی رہے گی حضور تک دشمن نہ پہنچ سکیں گے۔

ارشاد ہوا: ’اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہمارا اور کوفیوں کا کچھ قول ہو گیا ہے جس سے ہم پھر نہیں سکتے‘۔ یہ فرما کر اُنھیں رخصت کیا۔(۱)

امام نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے ہوئے اُٹھے۔ امام زین العابدین نے عرض کی:

اے میرے والد! میں آپ پر قربان کیا بات ملاحظہ فرمائی۔

فرمایا: خواب میں ایک سوار دیکھا، کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور اُن کی قضائیں اُن کی طرف چل رہی ہیں۔ میں سمجھا کہ ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔

حضرتِ عابد نے کہا: اللہ آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔

فرمایا: ضرور ہیں۔

(۱) المرجع السابق، ص۴۰۹۔

عرض کی: جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پرواہ ہے۔

فرمایا: اللہ تم کو اُن سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی بیٹے کو کسی باپ کی طرف سے ملے۔(۱)

جب نینویٰ پہنچے تو ایک سوار کوفے سے آتا ملا، اس نے حُر کو ابن زیاد کا خط دیا، لکھا تھا حسین پر سختی کر، جہاں اُتریں میدان میں اُتریں، پانی سے دُور ٹھہریں، یہ قاصد برابر تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ مجھے خبر دے کہ تو نے میرے حکم کی کیا تعمیل کی۔ حر نے خط پڑھ کر امام سے گزارش کی کہ مجھے یہ حکم آیا ہے میں اس کا خلاف نہیں کرسکتا کہ یہ قاصد مجھ پر جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زہیر بن قین نے عرض کی: خدا کی قسم اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے سخت تر ہوگا اس گروہ کا قتال ہمیں آئندہ آنے والوں کے قتال سے آسان ہے۔

ارشاد ہوا ہم ابتدا نہ کریں گے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آفتاب غروب ہوگیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا، دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔(۲)

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزمِ فلک کی شمعیں روشن ہوتی جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خدا کی آزاد مخلوق پرند چہچہا چہچہا کر خاموش ہوگئے ہیں، زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری اسلامی سن کی تقویم جسے قدرت کے زبردست ہاتھ نے عرجونِ قدیم کی حد تک پہنچا دیا ہے، کچھ اپنی دلکش ادائیں دکھا کر رُوپوش ہوگئی، تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہوگیا ہے۔

نگاہیں جو تقریباً دو گھنٹے پہلے دنیا کی وسیع آبادی میں دُور کی چیزوں کو بہ اطمینان تمام دیکھتی اور پرکھ سکتی تھیں، اب یہ تھوڑے فاصلہ پر بھی کام دینے میں اُلجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آجاتا ہے تو رات کی سیاہ چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہوجانے نے سناٹا پیدا کر دیا ہے، رات اور بھی بھیانک ہوگئی ہے۔ شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑتی ہیں، سونے والے لمبیاں تانے سو رہے ہیں، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے۔

(۱) المرجع السابق، ص۲۱۱۔
(۲) المرجع السابق ص۲۱۱۔

حر کے لشکر سے نفیر خواب بلند ہوئی ہے، امام جنت مقام جنہوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے، کوچ کی تیاریاں فرما رہے ہیں، اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرایا گیا ہے۔ اب یہ مقدس قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہو گیا ہے کہ رات زیادہ ہے، دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دُور نکل جائیں گے، باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزری۔

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھیے کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں، کربلا کے میدان میں۔

یہ محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے۔ عمرو بن سعد اپنا لشکر لے کر امام کے مقابلے پر آ گیا ہے، اس بدبخت کو ابن زیاد بدنہاد نے کفار دیلم کے جہاد پر مقرر کیا۔ اور فتح کے صلے میں حکومت رَے کا فرمان لکھ دیا تھا۔ امام مظلوم کی خبر پائی، بدنصیب کی نیت بدی پر آئی، بلا کر کہا کہ ادھر کا قصد ملتوی رکھ، پہلے حسین سے مقابل ہو، فارغ ہو کر ادھر جانا۔ کہا مجھے معاف کرو۔ کہا بہتر؛ مگر اس شرط پر کہ ہمارا نوشتہ واپس دے۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگ کر احباب سے مشورہ کیا، سب نے ممانعت کی اور اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا :

'اے ماموں میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین سے مقابلہ کر کے گناہ گار نہ ہوگا، اللہ کی قسم اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اُسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تو خدا سے حسین کا قاتل ہو کر ملے'۔

کہا: نہ جاؤں گا؛ مگر ناپاک دل میں تردّد رہا، رات کو آواز آئی، کوئی کہتا ہے :

اَاَترُکُ مُلکَ الرَّیِّ [illegible] اَم اَرجِعُ [illegible] بِقَتلِ حُسَینٍ [illegible]
وَ [illegible] فِی [illegible] النَّارُ الَّتِی [illegible] ☆ [illegible] وَمُلکُ الرَّیِّ قُرَّۃُ عَینِی [illegible]

کہا 'رے' کی حکومت چھوڑ دوں اور وہ بڑی مرغوب چیز ہے یا قتل حسین کی مذمت گوارا کروں۔ اور اُن کے قتل میں وہ آگ ہے جس کی روک نہیں اور 'رَے' کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔(۱)

(۱) المرجع السابق، ص۴۱۲۔

آخر قتل امامِ مظلوم ہی پر رائے قرار پائی۔ بے دین نے اَلدِ ... الدُّنیا(۱) کی ٹھہرائی۔ فرات کے گھاٹوں پر پانسو (500) سوار بھیج کر، ساقیِ کوثر کے بیٹے پر پانی بند کیا۔ ایک رات امام نے بلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔ دیر تک باتیں رہیں، امام نے سمجھایا کہ اہل باطل کا ساتھ چھوڑ۔ کہا: میرا گھر ڈھایا جائے گا۔

فرمایا: اس سے بہتر بنوا دوں گا۔ کہا: میری جائیداد چھن جائے گی۔

ارشاد ہوا: اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔(۲)

تین چار راتیں یہی باتیں رہیں، جن کا اثر اس قدر ہوا کہ ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابن زیاد کو لکھا کہ حسین چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو، یا یزید کے پاس لے چلو، یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں، اس میں تمھاری مراد حاصل ہے۔

حالانکہ امام نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہرگز نہ فرمایا تھا۔

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: بہتر ہے۔

شمر ذی الجوشن خبیث بولا: کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے، خدا کی قسم! اگر حسین بے تیری اطاعت کیے چلے گئے تو ان کے لیے عزت وقوت ہوگی، اور تیرے واسطے ضعف وذلت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں، اگر تو سزا دے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا احسان ہے، میں نے سنا ہے کہ حسین اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتی ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: تیری رائے مناسب ہے، تو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا، اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تو سردارِ لشکر ہے، اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے حسین کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ تو اُن سے دست کش ہو یا اُمید دلائے اور ڈھیل دے یا اُن کا سفارشی بنے، دیکھ حسین سے میری فرمانبرداری کے لیے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے؛ ورنہ اُنھیں اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا اِنعام ملے گا؛ ورنہ ہمارا لشکر شمر کے لیے چھوڑ دے۔

---

(۱) دین دنیا کی کھیتی ہے۔

(۲) المرجع السابق، ص۱۴۳۔

جب شمر نے خط لیا تو عبداللہ ابن ابی المحلی بن حزام اس کے ساتھ تھا، اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی زوجہ اور پسرانِ مولیٰ علی، حضرت عباس وعثمان وعبداللہ وجعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی والدہ تھیں، اس نے ابن زیاد سے اپنے ان پھوپھی زاد بھائیوں کے لیے امان مانگی، اس نے لکھ دی۔ وہ خط اس نے ان صاحبوں کے پاس بھیجا، انہوں نے فرمایا :

'ہمیں تمہاری امان کی حاجت نہیں، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے'۔(۱)

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بدنہاد کا خط دیا، اُس نے کہا :

'تیرا برا ہو، میرا خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری اُمید تھی، حسین تو ہرگز اطاعت کو قبول کریں گے ہی نہیں، خدا کی قسم! اُن کے باپ کا دل اُن کے پہلو میں رکھا ہوا ہے'۔

شمر نے کہا: اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟۔ بولا: جو ابن زیاد نے لکھا۔

شمر نے عباس اور اُن کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا :

اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔

وہ بولے: 'اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر، ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو امان نہیں'۔

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم ۶۱ ہجری کی نویں تاریخ ہے، اس وقت سردارِ جوانانِ جنت کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی ہے، اور وہ مئے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمۂ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے، خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینہ پر دستِ اقدس رکھے فرمارہے ہیں :

اَللّٰھُمَّ اَعْ [illegible]

الٰہی حسین کو صبر واَجر عطا کر۔

---

(۱) المرجع السابق، ص۴۱۴۔

(۲) المرجع السابق، ص۴۱۴۔

اور اِرشاد ہوتا ہے کہ اب تم قریب ہم سے ملا چاہتے ہو اور اپنا روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کیا چاہتے ہو۔ جوشِ مسرت میں امام کی آنکھ کھل گئی، ملاحظہ فرمایا کہ دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہے ہیں، جمعہ کے خیال اور پسماندوں کو وصیت کرنے کی غرض سے امام نے ایک رات کی مہلت چاہی۔ ابن سعد نے مشورہ لیا۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: اگر دیلم کے کافر بھی تم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو دینی چاہیے تھی، غرض مہلت دی گئی۔(۱)

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیے گئے، طنابوں میں طنابیں ملا دیں، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر نرکل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دی۔ اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور امام اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرما رہے ہیں :

'صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے، میں نے بخوشی تمام تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ اور ایک ایک شخص میرے اہل بیت سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ تم سب کو جزائے خیر دے، دیہات وبلاد میں متفرق ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کریں گے'۔

یہ سن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی :

'یہ ہم کس لیے کریں، اس لیے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں، اللہ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں'۔

مسلم شہید کے بھائیوں سے فرمایا گیا :

'تمہیں مسلم ہی کا قتل ہونا کافی ہے۔ میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ'۔

عرض کی : 'اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں، یہ کہیں کہ اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں، نہ ان کے ساتھ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری'۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے

(۱) المرجع السابق، ص۴۱۵۔

قدموں پر فدا کر دیں گے، تم پر قربان ہو کر مر جائیں گے اللہ اُس زندگی کا برا کرے جو تمہارے بعد ہو۔

خوشا حالے کہ گرد م گرد کویت

رخے برخوں گریباں پارہ پارہ☆

مسلم بن عوسجہ اسدی نے عرض کی: کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی ہم نے حضور کا کوئی حق اَدا کر کے اللہ کے سامنے معذرت کی جگہ نہ پیدا کی، خدا کی قسم! میں تو آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے، وار کیے جاؤں، خدا گواہ ہے اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ ہوتے تو میں پتھر مارتا، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مارا جاتا۔(۲)

اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔

اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے، اور جنات الفردوس میں امام عالی مقام کا ساتھ اور اُن کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سایہ عطا فرمائے، اور دنیا و آخرت وقبر وحشر میں ہمیں ان کے برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ امین امین یاارحم الراحمین۔

اسی رات میں امام نے کچھ ایسے شعر پڑھے جن کا مضمون حسرت و بے کسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دے:

'زمانہ صبح وشام خدا جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کرتا ہے اور جسے قتل کرنا چاہتا ہے اس کے بدلے میں دوسرے پر راضی نہیں ہوتا'۔

ہونے والے واقعے کی خبر دینے والی دل خراش آواز حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے کان میں پہنچی، صبر نہ ہو سکا بے تاب ہو کر چلاتی ہوئی دوڑیں:

---

(۱) یعنی وہ سماں بہت اچھا ہوگا جب میں تیرے کوچے کے ارد گرد پھروں گا اس حالت میں کہ میرا چہرہ خون آلودہ اور گریبان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔

(۲) المرجع السابق، ص ۴۱۵۔

'کاش اس دن سے پہلے مجھے موت آگئی ہوتی......، آج میری ماں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال ہوتا ہے...... آج میرے باپ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دنیا سے گزرتے ہیں...... آج میرے بھائی حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ نکلتا ہے......اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...... اے گزرے ہوؤں کی نشانی...... اور پسماندوں کی جائے پناہ......'

پھر غش کھا کر گر پڑیں۔

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔

جب ہوش آیا تو فرمایا:

'اے بہن! اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے، اللہ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کی راہ چلنی چاہیے۔(۱)

اب قیامت قائم ہوتی ہے

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواری جراحت کی
فضا ہر زخم کی دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں اُمت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اَسیرانِ محبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

(۱) المرجع السابق، ص ۲۱۶، ملخصاً۔

کرم والوں نے دَر کھولا تو رحمت نے سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فضل شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دُھوم ہے اِن کی سیادت کی

زمین کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور وظلمت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جانِ تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے رُوح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزم گل رُخاں میں لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

اُدھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لیے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہارِ خوشنمائی پر ہے صدقے رُوح جنت کی

ہوائیں گلشن فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالی عطر میں ڈوبی ہوئی ہے رُوح نکہت کی

دلِ پُر سوز کے سُلگنے اگر سوز ایسی حرکت سے
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اُٹھی حسنِ ازل کے پاک جلوؤں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمین کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفےٰ کے چاند پر گھر گھر کر آئی ہیں
سیہ کارانِ اُمت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اُس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیر خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا
پَرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اِس شجاعت کی

تصدق ہو گئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی اَدا پر رُوح جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمین کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی اُن کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی رہے رُوئیت کے شربت کی

شہید ناز رکھ دیتا ہے گردن آبِ خنجر پر
جو موجیں باڑ پر آ جاتی ہیں دریاے اُلفت کی

یہ وقتِ زخم نکلا خوں اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہو گئی مشعل شبستانِ محبت کی

سرِ بے تن تن آسانی کو شہر طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی مُلکِ شہادت کی

حسؔن سُنّی ہے پھر افراط و تفریط اِس سے کیوں کر ہو
اَدب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سُنت کی

روزِ عاشورا کی صبح جانگزا آتی اور جمعے کی سحر محشر زا منھ دکھاتی ہے۔ امام عرش مقام خیمۂ اطہر سے برآمد ہو کر اپنے بہتر (72) ساتھیوں، بتیس (32) سواروں، چالیس (40) پیادوں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔

داہنے بازو پر زہیر بن قین، بائیں پر حبیب بن مظہر سردار بنائے گئے اور نشان برداری پر حضرت عباس مقرر فرمائے گئے ہیں، اور حکم دیا گیا ہے کہ خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔

اس انتظام کے بعد امام جنت مقام تہیۂ شہادت کے واسطے پاکی لینے تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ، یزید بن حصین ہمدانی خیمے کے دروازے پر منتظر ہیں کہ بعد فراغ امام خود بھی یہ

سنت اَدا کریں۔ ابن حصین نے عبد الرحمٰن سے کچھ ہنسی کی بات کہی، وہ بولے یہ ہنسی کا کیا موقع ہے۔ کہا: خدا گواہ ہے میری قوم بھر کو معلوم ہے کہ جوانی میں بھی کبھی میری ہنسی کی عادت نہ تھی، اس وقت میں اس چیز کے سبب سے خوش ہو رہا ہوں جو ابھی ملا چاہتی ہے۔ تم اس لشکر کو دیکھتے ہو جو ہمارے مقابلہ کے لیے تلا کھڑا ہے، خدا کی قسم ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں اتنی ہی دیر باقی ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہم پر جھک پڑیں۔

امام جنت مقام باہر تشریف لائے، اور ناقہ پر سوار ہو کر اتمامِ حجت کے لیے اَشقیا کی طرف تشریف لے گئے، قریب پہنچ کر فرمایا :

’لوگو میری بات غور سے سنو اور جلدی نہ کرو، اگر تم انصاف کرو تو سعادت پاؤ؛ ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر و اور جو کرنا ہے کر گزرو، میں مہلت نہیں چاہتا، میرا اللہ جس نے قرآن اُتارا، اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے میرا کارساز ہے‘۔

امام کی یہ آواز اُن کی بہنوں کے کان تک پہنچی بے اختیار ہو کر رونے لگیں۔ امام نے حضرت عباس اور امام زین العابدین کو خاموش کرنے کے لیے بھیج کر فرمایا: خدا کی قسم! انہیں بہت رونا ہے۔ پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے :

’ذرا میرا نسب تو بیان کر و اور سوچو تو میں کون ہوں؟‘۔

اپنے گریبان میں منہ ڈالو، کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے؟۔ میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے؟۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں؟۔ کیا تم نے نہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا: تم دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہو، کیا اتنی بات تمہیں میری خوں ریزی سے روکنے کے لیے کافی نہیں!‘۔

شمر مردک نے کہا: ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو۔

حبیب بن مظہر نے فرمایا: اللہ نے تیرے دل پر مہر کر دی تو کچھ نہیں جانتا۔

پھر امام مظلوم نے فرمایا:

’خدا کی قسم میرے سوا روے زمین پر کسی نبی کا کوئی نواسہ باقی نہیں۔ بتاؤ تو میں نے تمہارا کوئی آدمی مارا یا مال لوٹا یا کسی کو زخمی کیا آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ چاہتے ہو‘۔

کوئی جواب دہ نہ ہوا تو نام لے کر فرمایا: اے شیث بن ربعی !......اے حجاز بن ابجر!......اے قیس بن اشعث !......اے زید بن حارث !......کیا تم نے مجھے خطوط نہ لکھے۔

وہ خبیث صاف مکر گئے۔فرمایا: ضرور لکھے۔

پھر ارشاد ہوا: اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند رکھتے ہو تو واپس جانے دو۔

اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔

پھر فرمایا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ مجھے سنگسار کرو اور پناہ مانگتا ہوں اُس مغرور سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لائے۔

یہ فرما کر ناقہ شریف سے اُتر آئے۔

زہیر بن قین ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے :

'اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی جلد آتا ہے۔مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ نصیحت کرے، ہم تم ابھی دینی بھائی ہیں، جب تلوار اُٹھے گی تم الگ گروہ ہو گے ہم الگ'۔ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد کے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔میں تمہیں امام حسین کی مدد کے لیے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس سے ظلم و ستم کے سوا کچھ نہ دیکھو گے'۔

کوفیوں نے کہا: جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل نہ کرلیں یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔

زہیر نے فرمایا: خدا کی قسم! فاطمہ کے بیٹے، سمیہ کے بیٹے سے زیادہ مستحق محبت و نصرت ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو ان کے قتل کے بھی درپے نہ ہو۔

اس پر شمر مردود نے ایک تیر مار کر کہا: چپ بہت دیر سے تو نے ہمارا سر کھایا ہے۔

زہیر نے فرمایا: او ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کرتا، تو نرا جانور ہے، میرے خیال میں تجھے قرآن کی دو آیتیں بھی نہیں آتیں، تجھے قیامت کے دن دردناک عذاب اور رُسوائی کا مژدہ ہو۔

شمر بولا: کوئی گھڑی جاتی کہ تو اور تیرا سردار قتل کیا جاتا ہے۔

فرمایا: کیا مجھے موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم! اُن کے قدموں پر مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ جینے سے پسند ہے۔ پھر بلند آواز سے کہنے لگے :

'اے لوگو! یہ بے ادب اُجڈ فریب دیتا اور دین حق سے بے خبر کرنا چاہتا ہے، جو لوگ اہل بیت یا اُن کے ساتھیوں کو قتل کریں گے، خدا کی قسم! محمد ﷺ کی شفاعت اُنھیں نہ پہنچے گی'۔

امامِ عالی مقام نے واپس بلایا۔(۱)

اب شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم کی طرف حرکت دی۔ حر نے کہا: تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑے گا۔ کہا: لڑوں گا اور ایسی لڑائی لڑوں گا جس کا ادنیٰ درجہ سروں کا اُڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔ کہا: وہ تین باتیں جو اُنھوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں۔ کہا: میرا اختیار ہوتا تو مان لیتا۔(۲)

حر مجبورانہ لشکر کے ساتھ امام کی طرف بڑھے؛ مگر یوں کہ بدن کانپ رہا ہے اور پہلو میں دل کے پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر اُن کے ایک ہم قوم نے کہا :

'تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے، میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام اہل کوفہ میں بہادر کون ہے، تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں'۔

بولے: میں سوچتا ہوں کہ ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھلے ہیں، اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے ہیں، اور میں اگر پرزے پرزے کر کے جلا دیا جاؤں تو جنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔

یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ دی اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر عرض کی: اللہ مجھے حضور پر قربان کرے، میں حضور کا وہی ساتھی ہوں جس نے حضور کو واپس جانے سے روکا، جس نے حضور کو حراست میں لیا، خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ بدبخت لوگ حضور کا اِرشاد قبول نہ کریں گے، اور یہاں تک نوبت پہنچائیں گے۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۴۱۷۔

(۲) الکامل فی التاریخ، انضمام الحر . . . الخ، ج ۳، ص ۴۲۰ ملخصاً۔

میں اپنے جی میں کہتا تھا خیر بعض باتیں ان کی کہی کرلوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری اطاعت سے نکل گیا اور انجام کار تو وہ حضور کا ارشاد کچھ نہ کچھ مان ہی لیں گے، اور خدا کی قسم! مجھے یہ گمان ہو کہ یہ کچھ نہ مانیں گے تو مجھ سے اتنا بھی ہرگز واقع نہ ہو، اب میں تائب ہوکر حاضر آیا ہوں اور اپنی جان حضور پر قربان کرنی چاہتا ہوں، کیا میری توبہ حضور کے نزدیک مقبول ہوجائے گی؟۔

فرمایا: ہاں اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخش دینے والا ہے۔

حر یہ مژدہ سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے، کیا وہ باتیں جو امام نے پیش کی تھیں منظور نہیں۔ ابن سعد نے کہا: ان کا ماننا میری قدرت سے باہر ہے۔

فرمایا: اے کوفیو! تمہاری مائیں بے اولادی ہوں۔ تمہاری ماؤں کو تمہارا رونا نصیب ہو۔ کیا تم نے امام کو دشمنوں کے ہاتھ میں دے دینے کے لیے بلایا تھا، کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ اپنی جانیں اُن پر نثار کروگے، اور اب تمھیں اُن کے قتل پر آمادہ ہو، یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اللہ کے کسی شہر میں چلے جائیں جہاں وہ اور اُن کے بال بچے امان پائیں، تم نے اُنھیں قیدی بے دست و پا بنا رکھا ہے، فرات کا بہتا پانی جسے خدا کے دشمن پی رہے ہیں اور گاؤں کے کتے سؤر جس میں لوٹ رہے ہیں۔ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے بچوں پر بند کیا گیا ہے۔ پیاس کی تکلیف نے اُنھیں زمین سے لگا دیا ہے۔ تم نے کیا برا معاملہ کیا ذریت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے۔ اگر تم توبہ نہ کرو اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ تو اللہ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے۔(۱)

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرت حر پر پتھر پھینکنے شروع کیے، یہ واپس ہوکر امام کے آگے کھڑے ہوگئے، لشکر اشقیا سے زیادہ کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلہ کے لیے مبارز طلب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی سامنے آئے، دونوں بولے ہم تمہیں نہیں جانتے، زہیر بن قین یا حبیب بن مظہر یا بریر بن حضیر کو ہمارے مقابلہ کے لیے بھیجو۔ حضرت عبداللہ نے یسار سے فرمایا:

'او بدکار عورت کے بچے! تو مجھ سے نہ لڑے گا تیری لڑائی کے لیے بڑے بڑے چاہئیں۔

(۱) المرجع السابق، ص ۴۲۱۔

یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا وہ قتل ہوا، سالم نے آپ پر وار کیا بائیں ہاتھ سے روکا، انگلیاں اُڑ گئیں، داہنے سے وار کیا، وہ بھی مارا گیا۔

یہ عبداللہ کوفے سے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور ان کی بی بی اُم وہب ان کے ساتھ تھیں۔ وہ خیمے کی چوب لے کر جہاد کے لیے چلیں اور اپنے شوہر سے کہا: میرے ماں باپ تیرے قربان قتال کر ان ستھرے پاکیزہ نبی زادوں کے لیے۔

کہا: تم عورتوں میں جاؤ، نہ مانا اور کہا: تمہارے ساتھ مروں گی۔ آخر حضرت امام نے آواز دی کہ اے بی بی اللہ تجھ پر رحمت کرے، پلٹ آ کہ جہاد عورتوں پر فرض نہیں۔ واپس آئیں، پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا، امام کے ساتھیوں نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیزے سامنے کیے، گھوڑے نیزوں کی سنانوں پر نہ بڑھ سکے، پیچھے پلٹے تو ادھر سے تیر چلائے گئے۔ وہ کتنے ہی زخمی ہوئے، کتنے ہی مارے گئے۔

ایک مردک ابن حوزہ نے پوچھا کیا تم میں حسین ہیں؟۔ کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا، لوگوں نے کہا: تیرا کیا کام ہے؟ بولا اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت ہو۔

فرمایا: تو جھوٹا ہے، میں اپنے مہربان رب کے پاس جاؤں گا۔ پھر اس کا نام پوچھا۔ کہا: ابن حوزہ۔ دعا فرمائی :

اَللّٰھُمَّ حُزْہُ اِلَی النَّارِ

الٰہی! اسے آگ کی طرف سمیٹ۔

یہ سن کر وہ مردود غضب ناک ہوا، حضور کی طرف گھوڑا اچھالا۔ قدرتِ خدا کہ گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا، ایک پاؤں رکاب میں اُلجھ کر رہ گیا، اب گھوڑا اُڑا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی، سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، آخر اسی حال میں واصل جہنم ہوا۔

مسروق بن وائل حضرمی، امامِ مظلوم کے سر مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ ابن حوزہ کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا، خدا کی قسم! میں تو اہل بیت سے کبھی نہ لڑوں گا، پھر یزید بن معقل، حضرت بریر سے کہنے لگا، خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا فرمایا، اچھا کیا۔ کہا: تم نے جھوٹ کہا اور میں تم کو آج سے پہلے جھوٹا نہ جانتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔

فرمایا: تو آؤ ہم تم مباہلہ کرلیں کہ اللہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جھوٹا سچے کے ہاتھ سے قتل ہو۔ وہ راضی ہوگیا۔ مباہلہ کے بعد ابن معقل نے تلوار چھوڑی، خالی گئی، حضرت بریر نے وار کیا، خود کاٹتا ہوا بھیجا چاٹ گیا۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی دوڑا اور حضرت بریر سے لپٹ گیا، کشتی ہونے لگی، حضرت بریر نے دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، پیچھے سے کعب بن جابر ازدی نے نیزہ مارا کہ پشت مبارک میں غائب ہوگیا، نیزہ کھا کر رضی کے سینے سے اُترے اور اس مردک کی ناک دانتوں سے کاٹ لی، کعب نے تلوار ماری کہ شہید ہوئے، جب کعب پلٹا، اس کی عورت نے کہا: میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی، تو نے فاطمہ کے بیٹے کے ہوتے دشمن کو مدد دی اور عالموں کے سردار بریر کو شہید کیا۔(۱)

پھر امام کی جانب سے عمرو بن قرظہ انصاری نکلے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوئے۔ حضرت حر نے قتالِ شدید کیا۔ یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے قتل فرمایا، نافع بن ہلال مرادی میدان میں آئے، مزاحم بن حرث ان کا مزاحم ہوا۔ مرادیِ بامراد نے اس نامرد نامراد کو قتل کیا، یہ حالت دیکھ کر عمرو بن الحجاج چلایا، اے لوگو! تم جانتے ہو کن سے لڑ رہے ہو تمہارے سامنے وہ بہادر ہیں جنہیں تو مرنے کا شوق ہے، ایک ایک ان سے میدان نہ کرو، وہ بہت کم ہیں، خدا کی قسم! تم سب مل کر پتھر مارو گے تو قتل کرلو گے۔

ابن سعد نے یہ رائے پسند کرکے لوگوں کو تنہا میدان کرنے سے روک دیا۔ پھر عمرو بن الحجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ اس حملے میں مسلم بن عوسجہ اسدی نے شہادت پائی۔ عمرو پلٹ گیا، ان میں ابھی رمق باقی تھی، حبیب بن مظہر نے کہا: تمہیں جنت کا مژدہ ہو، تمہارا گرنا مجھ پر شاق ہوا، میں ابھی عنقریب تم سے ملا چاہتا ہوں، مجھے کوئی وصیت کرو کہ اس پر عمل کروں۔

مسلم نے حضرت امام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ان پر قربان ہوجانا۔ حبیب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ پھر خبیث ابن سعد نے پانسو (500) تیر انداز ابن نمیر کے ساتھ جماعت امام پر بھیجے۔ اب تین دن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا، امام کے ساتھی گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہو لیے، اور یہ پیادہ ہونا اس مصلحت سے تھا کہ اس ناگہانی بلا سے کہ ایک ساتھ پانسو تیر چٹکیوں سے

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۲۱ ملخصاً۔

نکل رہا ہے، گھبرا کر پاؤں نہ اُکھڑ جائیں، مارنا مرنا جو کچھ ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ امام کو چھوڑ کر بھاگنے اور پیٹھ دکھانے کی راہ نہ رہے۔ حضرت حر سخت لڑائی لڑے، یہاں تک کہ دو پہر ہو گیا، ان پانسو نے ان تیس ساتھیوں پر کچھ قدرت نہ پائی۔

جب شقی ابن سعد نے یہ حال دیکھا کہ سامنے سے جانے کی طاقت نہیں، اس میدان کے داہنے بائیں کچھ مکان واقع تھے، ان میں لوگ بھیجے کہ جماعتِ امام پر داہنے بائیں سے بھی حملہ ہو سکے۔ امام مظلوم کے تین چار ساتھی پہلے سے بیٹھ رہے، جو کودا، مار لیا۔ ابن سعد نے جل کر کہا کہ مکانات میں آگ لگا دی جائے۔ امام نے فرمایا: جلا لینے دو، جب آگ لگ جائے گی تو ادھر سے حملہ کا اندیشہ نہ رہے گا۔(۱)

شمر مردود حملہ کر کے خیمۂ اطہر کے قریب پہنچا، اور جنت والوں کا خیمہ پھونکنے کو جہنمی نے آگ مانگی۔ اس کے ساتھی حمید بن مسلم نے کہا کہ خیمہ کو آگ دے کر عورتوں، بچوں کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس دوزخی نے نہ مانا۔ شیث بن ربعی کوفی نے کہ اس ناپاک لشکر کے سرداروں میں تھا، اس ناری کو آگ لگانے سے باز رکھا۔

اس عرصے میں حضرت زہیر بن قین دس صاحبوں کے ساتھ شمر مردود کے لشکر پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوئے کہ ان بدبختوں کو بھاگتے اور پیٹھ دکھاتے ہی بن پڑی۔ اس حملے میں ابوعزہ مارا گیا۔ دشمنوں نے جمع ہو کر ان گیارہ پر پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے جتنے مارے جاتے کثرت کی وجہ سے معلوم بھی نہ ہوتے، اور ان کا ایک بھی شہید ہوتا تو سب پر ظاہر ہو جاتا۔ اسی عرصہ میں نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔

حضرت ابوشامہ صمائدی نے امام سے عرض کی: مری جان حضور پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ اب دشمن پاس آ گئے، خدا کی قسم! جب تک میں اپنی جان حضور پر نثار نہ کر لوں، حضور شہید نہ ہوں گے؛ مگر آرزو یہ ہے کہ ظہر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ امام نے فرمایا: ہاں یہ اوّلِ وقت ہے، ان سے کہو اس قدر مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ امام کی کرامت کہ یہ بات اُن بے دینوں نے قبول کر لی۔

(۱) المرجع السابق، ص۴۲۳۔

ابن نمیر مردک نے کہا: یہ نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت حبیب بن مظہر نے فرمایا: آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور اے گدھے تری قبول ہوگی، اس نے ان پر وار کیا، انہوں نے خالی دے کر تلوار ماری ،گھوڑے پر پڑی، گھوڑا گرا اور اس کے ساتھ وہ مردود بھی زمین پر آیا، اس کے ہمراہی جلدی کر کے اسے اٹھا لے گئے۔ پھر انہوں نے قتالِ شدید کیا۔ بنی تمیم سے بدیل بن صریم کو قتل فرمایا، دوسرے تمیمی نے ان کے نیزہ مارا، اٹھنا چاہتے تھے کہ ابن نمیر خبیث نے تلوار چھوڑ دی، شہید ہو گئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - ان کی شہادت کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔

اب حضرت حر اور زہیر بن قین نے یہ شروع کیا کہ ایک ان خبیثوں پر حملہ فرماتے، جب وہ اس ہڑبونگ میں گھر جاتے، دوسرے لڑ بھڑ کر چھٹا لاتے، جب یہ گھر کر غائب ہو جاتے، وہ پہلے حملہ کرتے اور بچا لاتے۔ دیر تک یہی حالت رہی، پھر پیادوں کا لشکر حضرت حر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کیا۔(۱)

روضۃ الشہداء میں ہے: جب حر زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی، حضرت بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ فرما کر اُٹھا لائے، زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے۔ حر نے آنکھ کھول دی اور اپنا سر امام کے زانو پر پا کر مسکرائے اور عرض کی: حضور اب تو مجھ سے خوش ہوئے، فرمایا: ہم راضی ہیں، اللہ بھی تم سے راضی ہو۔ حر نے یہ مژدہ جاں فزا سن کر امام پر نقد جاں نثار کی اور بہشت بریں کی راہ لی۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

صلائے قصہ خواں فرقت کی شب سو یہ کہانی ہے
ترائے زانو ہی کے تکیے پہ مجھ کو نیند آنی ہے

حر کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی۔ دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال نہ لاتے، یہاں تک کہ امام کے قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۲۵ ملخصاً۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی نے امام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا، اور اپنے چہرے اور سینے کو امام کی سپر بنا کر کھڑے ہو گئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آ رہے ہیں، اور یہ کامل اطمینان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔ اس وقت اس شرابِ محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین کو پیٹھ کے پیچھے لے کر جنگ اُحد کا سماں یاد دلایا ہے۔

وہاں بھی ایک عاشق جانباز مسلمانوں کی لڑائی بگڑ جانے پر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے دشمنوں کے حملوں کی سپر بن کر آ کھڑا ہوا تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے، حضور پُرنور اُنھیں کے پیچھے قیام فرماتے تھے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو ترکش سے تیر عطا فرماتے جاتے اور ہر تیر پر ارشاد ہوتا :

اِ سَرَ رُ اَبِعِ ضُمِ لِدُلِّلّٰیُ وُ وَّ بّ بِّیٰ لیٰ ا

تیر مار اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔

اللہ کی شان، جنگ اُحد میں حضرت سعد کی جاں نثاری کی وہ کیفیت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سپر بن گئے، اور دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا اور واقعہ کربلا میں ابن سعد کی زیاں کاری کی یہ حالت کہ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے مقابلہ پر لایا ہے۔ بزرگوار باپ کے تیر اِسلام کے دشمنوں پر چل رہے تھے، ناہنجار بیٹے کے تیر مسلمانوں کے سردار پر چھوٹ کر رہے ہیں۔

ع : ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ☆

غرض حضرت حنفی نے امام کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گر پڑے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت زہیر بن قین نے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے میں جاں توڑ کوشش کی اور سخت لڑائی لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت نافع بن ہلال نے تیروں پر اپنا نام کندہ کرا کر زہر میں بجھایا تھا۔ ان سے بارہ شقی قتل کیے اور بے شمار زخمی کر ڈالے۔ دشمن ان پر بھی ہجوم کر آئے، دونوں بازوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے مجبور ہو کر گرفتار ہو گئے۔ شمر خبیث انہیں ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ہلال کے چاند کا چہرہ خون سے بھرا تھا اور وہ بپھرا ہوا شیر کہہ رہا تھا: میں نے تم میں کے بارہ گرائے اور بے گنتی گھائل کیے، اگر میرے ہاتھ نہ ٹوٹتے تو میں گرفتار نہ ہوتا۔ شمر نے ان کے قتل پر تلوار کھینچی، فرمایا:

(☆) یعنی دیکھ رستوں کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔

'تو مسلمان ہوتا، تو خدا کی قسم! ہمارا خون کر کے خدا سے ملنا پسند نہ کرتا، اس خدا کے لیے تعریف ہے جس نے ہماری موت بدتر انِ خلق کے ہاتھ پر رکھی'۔

شمر نے شہید کر دیا۔ پھر باقی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، امام کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب ان میں امام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی، شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی امام عرش مقام کو کوئی صدمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ و عبدالرحمٰن پسرانِ عروہ غفاری اجازت لے کر بڑھے اور لڑائی میں مشغول ہو کر شہید ہو گئے۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد کہ دونوں ایک ماں کے بیٹے اور باپ کی طرف سے چچا زاد تھے، حاضر خدمت ہو کر رونے لگے۔

امام نے فرمایا: کیوں روتے ہو، کچھ ہی دیر باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ عرض کی: واللہ ہم اپنے لیے نہیں روتے بلکہ حضور کے واسطے روتے ہیں کہ اب ہم میں حضور کی محافظت کی طاقت نہ رہی۔

فرمایا: اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ بالآخر یہ دونوں بھی رُخصت ہو کر بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد نے امام کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں اور کوفیوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا؛ مگر وہاں ایسی کون سنتا تھا، یہ بھی سلام کر کے گئے اور دادِ شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔

شوذب بن شاکر رُخصت پا کر بڑھے اور شہادت پا کر دار السلام پہنچے۔ حضرت عابس اجازت لے کر چلے اور مبارز مانگا، اُن کی مشہور بہادری کے خوف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابن سعد نے کہا: انھیں پتھروں سے مارو۔ چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جب اُنہوں نے ان نامردوں کی یہ حرکت دیکھی، طیش میں بھر کر زرّہ اُتار، خود پھینک حملہ آور ہوئے، دم کے دم میں سب کو بھگا دیا۔ دشمن پھر حواس جمع کر کے آئے اور اُنھیں بھی شہید کیا۔

یزید بن ابی زیاد کندی نے جو کوفے کے لشکر میں تھے اور نار سے نکل کر نور میں آ گئے تھے، دشمنوں پر تیر مارنے شروع کیے، ان کے ہر تیر پر امام نے دعا فرمائی :

الٰہی! اس کا تیر خطا نہ ہو، اور اسے جنت عطا فرما۔

سو (100) تیر مارے، جن میں پانچ (5) بھی خطا نہ گئے، آخر کار شہید ہوئے۔ اس واقعہ

میں سب سے پہلے انہوں ہی نے شہادت پائی اور شہیدانِ کربلا کی ترتیب وار فہرست انہیں کے نام شروع ہوئی ہے۔

عمرو بن خالد مع سعد مولی و جبار بن حارث و مجمع بن عبید اللہ لڑتے لڑتے دشمنوں میں ڈوب گئے۔ اس وقت اشقیا نے سخت حملہ کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ حملہ فرما کر چھڑا لائے۔ زخموں میں چور تھے اسی حال میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اب امام کے وفادار اور جاں نثار سپاہیوں میں چند رشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا، ان حضرات میں سب سے پہلے جو دشمنوں کے مقابلہ پر تشریف لائے امام کے صاحبزادے حضرت علی اکبر(۱) ہیں۔

شیروں کے حملے مشہور ہیں، پھر یہ شیر تو محمدی کچھار کا شیر ہے۔ اس کے جھنجھلائے ہوئے حملہ سے خدا کی پناہ، دشمنوں کو قہر الٰہی کا نمونہ دکھا دیا، جس نے سر اُٹھایا نیچا دکھا دیا۔

صف شکن حملوں سے جدھر بڑھے، دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے، دیر تک قتال کرتے اور قتل فرماتے رہے، پیاس اور ترقی پکڑ گئی، واپس تشریف لائے اور دم راست فرما کر پھر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی جان پر وہی قیامت برپا کر دی۔ چند بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ مرہ بن منقذ عبدی شقی کا نیزہ لگا اور بدبختوں نے تلواروں پر رکھ لیا۔ جنت علیا میں آرام فرمایا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر امام نے فرمایا:

'بیٹے خدا تیرے شہید کرنے والے کو قتل کرے، تیرے بعد دنیا پر خاک ہے، یہ قوم اللہ سے کتنی بے باک اور رسول کی بے حرمتی پر کس قدر جری ہے'۔

پھر نعش مبارک اُٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے پاس رکھ لی پھر عبد اللہ بن مسلم لڑائی پر گئے اور شہید ہوئے۔(۲)

اب اعدا نے چار طرف سے نرغہ کیا۔ اس نرغے میں عون بن عبد اللہ بن حضرت جعفر طیار اور عبد الرحمٰن و جعفر، پسرانِ عقیل نے شہادتیں پائیں۔

---

(۱) ان کی والدہ ماجدہ حضرت یعلی بنت ابی مرہ ہیں نہ حضرت شہربانو جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔۱۲ منہ

(۲) الکامل فی التاریخ، وکان اول من قتل . . . الخ، ج۳، ص۴۲۸ ملخصاً۔

پھر حضرتِ قاسم، حضرت امام حسن کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھا کر زمین پر گرے، امام کو 'چچا' کہہ کر آواز دی، امام شیر غضب ناک کی طرح پہنچے، اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی، اُس نے روکی، ہاتھ کہنی سے اُڑ گیا۔ وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گردو غبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑ گئیں۔ جب گرد چھٹی تو دیکھا، امام حضرت قاسم کی لاش پر فرما رہے ہیں :

'قاسم! تیرے قاتل رحمت الٰہی سے دُور ہیں، خدا کی قسم! تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے'۔

پھر اُنھیں بھی اپنے سینے پر اُٹھا کر لے گئے اور حضرتِ علی اکبر کے برابر لٹا دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اور ان کے تینوں بھائی اور امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابو بکر اور سب بھائی بھتیجے شہید ہو گئے۔ اللہ انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم تنہا رہ گئے، خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبد اللہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اُٹھا کر میدان میں لائے، ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے، امام نے اُن کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی :

'الٰہی! اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے'۔(۱)

پھول کھل کھل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

حسن و عشق کے باہمی تعلقات سے جو آگاہ ہیں، جانتے ہیں کہ وصلِ دوست جسے چاہنے والے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، بغیر مصیبتیں اُٹھائے اور بلائیں جھیلے حاصل نہیں ہوتا۔

(۱) الکامل فی التاریخ، وکان اول من قتل . . . الخ، ج ۳، ص ۴۲۹ ملخصاً۔

رباعی

اے دل بہوس بر سر کارے نرسی ☆ تا غم نہ خوری بغمگسارے نرسی
تا سودہ نہ گردی چو حنا در تہ سنگ ☆ ہرگز بکف پائے نگارے نرسی (۱)

دل میں نشتر چبھو کر توڑ دیتے اور کلیجے میں چھریاں مار کر چھوڑ دیتے ہیں، اور پھر تاکید ہوتی ہے کہ اُف کی تو عاشقوں کے دفتر سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ غرض پہلے ہر طرح اطمینان کر لیتے اور امتحان فرما لیتے ہیں، جب کہیں چلمن سے ایک جھلک دکھانے کی نوبت آتی ہے۔

رباعی

خوباں دل و جاں بے نوا می خواہند ☆ زخمے کہ زنند مرحبا می خواہند
ایں قوم ایں قوم چشم بد دُور ایں قوم ☆ خون می ریزند و خوں بہا می خواہند (۲)

اور یہ امتحان کچھ حسینانِ زمانہ ہی کا دستور نہیں، حسن ازل کی دلکش تجلّیوں اور دلچسپ جلوؤں کا بھی معمول ہے کہ فرمایا جاتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (پ۲، البقرۃ ۱۵۵)

اور ضرور ہم تمہارا امتحان کریں گے کچھ خوف کچھ بھوک سے اور مال گھٹا کر اور جانوں اور پھلوں سے۔

جب ان کڑیوں کو جھیل لیا جاتا اور ان تکلیفوں کو برداشت کر لیا جاتا ہے تو پھر کیا پوچھنا۔ سراپردۂ جمال ترسی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے اُٹھا دیا جاتا اور مدت کے بے قرار دل کو راحت و آرام کا پتلا بنا دیا جاتا ہے۔

---

(۱) یعنی اے دل ہوس سے تو کامیاب نہ ہوگا جب تک تو غم نہ کھائے گا غم گسار تک تیری رسائی نہ ہوگی، جب تک تو مہندی کی طرح پتھر کے نیچے پس نہ جائے گا محبوب کے تلوے تک تری رسائی نہ ہو سکے گی۔

(۲) یعنی محبوب عشاق سے ایسے دل و جان چاہتے ہیں جو بے نوا ہوں۔ زخم لگا کر انہی سے مرحبا کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ گروہ چشم بد دور عجیب گروہ ہے خود قتل کرتے ہیں اور پھر خون بہا طلب کرتے ہیں۔

اسی بنیاد پر تو میدانِ کربلا میں امامِ مظلوم کو وطن سے چھڑا کر پردیسی بنا کر لائے ہیں اور آج صبح سے ہمراہیوں اور رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کر کے جدا کرلیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں، ہری بھری پھلواری کے سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں، پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی کہ راہِ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن کے لیے مدینہ سے چلے تھے، جب تو ایک ایک کو بھیج کر قربان کرا دیا اور جو اپنے پاؤں نہ جا سکتے تھے، ان کو ہاتھوں پر لے کر نذر کر آئے۔

کہاں ہیں وہ ملائکہ جو حضرتِ انسان کی پیدائش پر چون و چرا کرتے تھے، اپنی جانمازوں اور تسبیح و تقدیس کے مصلوں سے اٹھ کر آج کربلا کے میدان کی سیر کریں، اور اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ کی شاندار تفصیل حیرت کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس دل دُکھانے والے معرکے میں امتحان سبھی کا منظور تھا؛ مگر حسین مظلوم کا اصلی اور اَوروں کا طفیلی، اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے جو صرف امام ہی کے دشمن امام ہی کے خون کے پیاسے تھے، پہلے امام کو شہید کرا دیا جاتا۔

اللہ اکبر! اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ امام مظلومِ اپنے گھر والوں سے رُخصت ہو رہے ہیں...... بیکسی کی حالت...... تنہائی کی کیفیت...... تین دن کے پیاسے...... مقدس جگر پر سینکڑوں تیر کھائے...... ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرما رہے ہیں...... اہل بیت کی صغیر سن صاحبزادیاں، دنیا میں جن کی نازبرداری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے، بے چین ہو ہو کر رو رہی ہیں۔

بے کس سیدانیاں یہاں جن کے عیش، جن کے آرام کا خاتمہ ان کی رُخصت کے ساتھ خیر آباد کہنے والا ہے، سخت بے چینی کے ساتھ اشکبار ہیں۔ اور بعض وہ مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر کہنا ہر طریقے سے درست ہو سکتا ہے، جن کا سہاگ خاک میں ملنے والا اور جن کا ہرا سرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے، روتے روتے بے حال ہو گئی ہیں...... ان کے اُڑے ہوئے رنگ والے چہرے پر سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسلسل اور لگاتار آنسوؤں کی روانی صورتِ حال دکھا دکھا کر عرض کر رہی ہے :

مے روی وگریہ مے آید مرا ☆ ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد(۱)

اس وقت حضرت امام زین العابدین کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دل نے آج کیسے کیسے صدمے اُٹھائے اور اب کیسی مصیبت جھیلنے کے سامان ہو رہے ہیں۔ بیماری، پردیس، بچپن کے ساتھیوں کی جدائی، ساتھ کھیلے ہوؤں کا فراق، پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کر رکھا ہے، اب ضدیں پوری کرنے والے اور ناز اٹھانے والے مہربان باپ کا سایہ بھی سرمبارک سے اٹھنے والا ہے اس پر طرّہ یہ کہ ان مصیبتوں، ان ناقابل برداشت تکلیفوں میں کوئی بات پوچھنے والا بھی نہیں۔

دردِ دل اُٹھ اُٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو ☆ پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

اب امام بچوں کو کلیجے سے لگا کر، عورتوں کو صبر کی تلقین فرما کر آخری دیدار دکھا کر تشریف لے چلے ہیں۔

از پیش من آں رشک چمن میگزرد ☆ چوں روح روانیکہ زتن میگزرد

حال عجبے روزِ وداعش دارم ☆ من از سرو جاں از من میگزرد(۲)

ہائے اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ رکاب تھام کر سوار کرائے، یا میدان تک ساتھ جائے۔ ہاں کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوسی بھری نگاہیں ہیں، جو ہر قدم پر امام کے ساتھ ساتھ ہیں، امام مظلوم کا جو قدم آگے پڑتا ہے، یتیمی بچوں اور بے کسی عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ امام کے متعلقین، امام کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی، اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں: مگر ان کے آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ، ان کے بے کسی چھائے ہوئے چہروں کا اُڑا ہوا رنگ، جگر گوشوں کی شہادت، امام کی رُخصت، اپنی بے بسی، گھر بھر کی تباہی پر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر ☆ قافلہ سارا روانہ ہوگیا

---

(۱) یعنی تیرے رخصت ہونے پر مجھے رونا آتا ہے، تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ تا کہ مجھے قرار آجائے اور میرے آنسو تھم جائیں۔

(۲) یعنی وہ رشک چمن محبوب میری نظروں سے یوں اوجھل ہوتا ہے جسے روح جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بچھڑنے پر مرا عجیب حال ہے گویا میں سر سے اور جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔

تاریخ کا پچھلا حصہ اور امامِ تشنہ کام کی شہادت

باغ، جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

کس زباں سے ہو بیانِ عز و شانِ اہلِ بیت
مدح گوے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

اُن کی پاکی کا خداے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دُودمانِ اہلِ بیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

مصطفیٰ بائع خریدار اُس کا اللہ اشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلِ بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہواے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلِ بیت

حوریں کرتی ہے عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دُولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلِ بیت

ہو گئی تحقیق عیدِ دید آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلِ بیت

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلِ بیت

اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلِ بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سُوکھی زبانِ اہلِ بیت

خاک پر عباس و عثمانِ علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اُٹھائے گا نشانِ اہلِ بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلِ بیت

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہلِ بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلِ بیت

وقتِ رُخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلِ بیت

اَبر فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہر آسمانِ اہلِ بیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلِ بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلِ بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے برپا میانِ اہلِ بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلِ بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلِ بیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلِ بیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہلِ بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کون سی بستی بسائی تاجرانِ اہلِ بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ دشمنانِ اہلِ بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سُنّی داستانِ اہلِ بیت

اے کوثر اپنے ٹھنڈے اور خوشگوار پانی کی سبیل تیار رکھ کہ تین دن کے پیاسے تیرے کنارے جلوہ فرمائیں گے..........!

اے طوبیٰ اپنے سائے کے دامن اور دراز کر، کربلا کی دھوپ کے لیٹنے والے تیرے نیچے آرام لیں گے..........!

آج میدانِ کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کیے، ٹھنڈے پانی کے پیالے لیے حاضر ہیں۔ آسمان سے ملائکہ کی لگاتار آمد نے سطح ہوا کو بالکل بھر دیا ہے اور پاک روحوں نے بہشت کے مکانوں کو سُونا کر دیا۔ خود حضور پُرنور ﷺ مدینہ طیبہ سے اپنے بیٹے لاڈلے حسین کی قتل گاہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ریشِ مبارک اور سراطہر کے بال گرد میں اٹے ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے۔ دستِ مبارک میں ایک شیشہ ہے، جس میں شہیدوں کا خون جمع کیا گیا ہے۔ اور اب مقدس دل کے چین پیارے حسین کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی (۱)

غرض آج کربلا میں حسینی میلا لگا ہوا ہے۔ حوروں سے کہو کہ اپنی خوشبودار چوٹیاں کھول کر کربلا کا میدان صاف کریں کہ تمہاری شہزادی، تمہاری آقاے نعمت فاطمہ زہرا کے لال کے شہید کرنے اور خاک پر لٹائے جانے کا وقت قریب آگیا ہے۔ رضوان کو خبر دو کہ جنتوں کو بھینی بھینی خوشبوؤں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے آراستہ کر کے دلہن بنا رکھے کہ بزمِ شہادت کا دولھا بہتے خون کا سہرا باندھے زخموں کے ہار گلے میں ڈالے عنقریب تشریف لانے والا ہے۔

ساعت آہ و بکا و بے قراری آگئی
سید مظلوم کی رن میں سواری آگئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امامِ بے کس وتنہا کی باری آگئی

---

(۱) یعنی تیرے نیاز مند نے جہان سے کس ناز و انداز سے کوچ کیا ہوگا جب جاں سپاری کے وقت تو اس کے سرہانے موجود ہوگا۔

امام نے شمر خبیث کو خیمۂ اطہر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا :

’خرابی ہو تمہارے لیے اگر دین نہیں رکھتے اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو شرافت سے تو نہ گزرو، میرے اہل بیت سے اپنے جاہل سرکشوں کو روکو‘۔

دشمن اُدھر سے باز رہے۔

اب چار طرف سے امام مظلوم پر جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کر کے لایا ہے، نرغہ ہوا۔ امام داہنی طرف حملہ فرماتے تو دُور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا، بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

خدا کی قسم! وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر آپڑتا ہے، لڑائی نے طول کھینچا ہے، دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں، ناگاہ امام کا گھوڑا بھی کام آ گیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔ تین دن کے پیاسے تھے ایک بدبخت نے فرات کی طرف اشارہ کر کے کہا :

وہ دیکھیے کیسا چمک رہا ہے؛ مگر تم اس میں سے ایک بوند نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ پیاسے ہی مارے جاؤ گے۔ فرمایا: اللہ تجھ کو پیاسا قتل کرے۔

فوراً پیاس میں مبتلا ہوا، پانی پیتا، پیاس نہ بجھتی یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔

حملہ کرتے اور فرماتے :

’کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو، ہاں ہاں، خدا کی قسم میرے بعد کسی کو قتل نہ کرو گے ،جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناخوشی کا سبب ہو...... خدا کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے اور تم سے وہ بدلہ لے جو تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ ہو...... خدا کی قسم! تم مجھے قتل کرو گے تو اللہ تم میں پھوٹ ڈالے گا اور تمہارے خون بہائے گا اور اس پر راضی نہ ہو گا یہاں تک کہ تمہارے لیے دُکھ دینے والا عذاب چند در چند بڑھائے گا‘۔(۱)

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۱۔

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا تمہاری مائیں تم کو پیٹیں، کیا انتظار کر رہے ہو، حسین کو قتل کرو۔

اب چار طرف سے ظلمت کے اَبر اور تاریکی کے بادل فاطمہ کے چاند پر چھا گئے۔

زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام تھک گئے ہیں، زخموں سے چور ہیں، تینتیس (33) زخم نیزے کے چونتیس (34) گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں، تیروں کا شمار نہیں۔ اُٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں، اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا۔

سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے، اس کا ہاتھ کانپا۔

سنان ولد الشیطان بولا: تیرا ہاتھ بیکار ہو اور خود گھوڑے سے اُتر کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا، اور سر مبارک جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اُٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی۔

فَصَلَّی اللّٰہُ لُ ٰی سَدِّعَ ّا وَیَّلَیلَدِ نَدٰ مُ نُ نَدُّتَّلوَدٍ و ولاہُ اِجَ صُمصَمَ حَجعُحِ

وَ عُ ۃُ اَلُلّٰہَ نِ ٰی اَعُ عُ دَعَدَلَ مِالطّٰلِ لِہِلِوَ ہِہَہَلِ نُ نَ نَ

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام کا لباس مبارک اُتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی صاحبزادیوں کا زیور اُتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔

اللہ عزوجل واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور درکنار اہل بیت کے سروں سے دوپٹے تک......

اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا، کوئی ہے کہ حسین کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کر دے، دس مردود گھوڑے کداتے دوڑے اور فاطمہ کی گود کے پالے، مصطفیٰ (ﷺ) کے سینے پر کھیلنے والے کے تن مبارک کو سموں سے روندا کہ سینہ و پشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

صَ ّٰی اللّٰہُ لُ ٰی ُ سَ عَ ّٰا وَیّلَیلَدِ نَدَ مُ ۡ نَدُ ّٰلِرٍ وُ لاَہِ اِلٰہِ وَاجَ ُ صَ صمَ َ حجِ ُ

وَ عَ ۃُ اَللّٰہِ ۡ ی اعۡ َ دَ َ لَہِ ُ حۡ مِ الظّٰلِ ِ لہ اِلٰہِ وَ َ ہِ لِ ُ ن نَ

کبڑے کتے شمر خبیث نے چاہا کہ امام زین العابدین کو بھی شہید کرے، حمید بن مسلم بولا: سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کیے جائیں گے، ظالم باز رہا۔(۱)

پھر سر مبارک امام مظلوم وشہدائے مرحوم خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ جب کوفے آئے، مکان بند پایا۔ خولی سر مبارک لے کر گھر آیا اور اپنی عورت 'نوار' سے کہا: میں تیرے لیے وہ چیز لایا ہوں جو عمر بھر کو غنی کردے۔

اس نے پوچھا: کیا ہے؟۔ کہا: حسین کا سر۔

بولی: خرابی ہو تیرے لیے، لوگ چاندی سونا لے کر آتے ہیں اور تو رسول اللہ کے بیٹے کا سر لایا، خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔

یہ بی بی کہتی ہے: میں نے رات بھر دیکھا کہ ایک نورِ عظیم سر مبارک سے آسمان تک بلند ہے اور سپید پرند سر اقدس پر قربان ہو رہے ہیں۔(۲)

جب سر مبارک ابن زیاد خبیث کے پاس لایا گیا، اس کے گھر کے در و دیوار سے خون بہنے لگا۔ وہ شقی چھڑی سے دندانِ مبارک کو چھو کر بولا میں نے ایسا خوبصورت نہ دیکھا، دانت کیسے اچھے ہیں۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتے تھے، فرمایا: 'اپنی چھڑی ہٹا، میں نے مدتوں رسول اللہ ﷺ کو ان ہونٹوں کو چومتے اور پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے'۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔

وہ خبیث بولا: تمہیں رونا نصیب ہو، اگر سٹھ نہ گئے ہوتے تو گردن مار دیتا۔

یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس مردود کے درباریوں سے فرمایا: 'تم نے فاطمہ کے بیٹے کو قتل کیا اور مرجانہ کے جنے کو امیر بنایا، آج سے تم غلام ہو، خدا کی قسم! تمہارے اچھے اچھے قتل کیے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے غلام بنا لیے جائیں گے۔ دور ہوں وہ جو ذلت و عار پر راضی ہوں'۔

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۳ وغیرہ۔
(۲) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۴ وغیرہ۔

پھر فرمایا: اے ابنِ زیاد! میں تجھ سے وہ حدیث ضرور بیان کروں گا جو تجھے غیظ وغضب کی آگ میں پھونک دے۔ میں نے حضور اقدس (ﷺ) کو دیکھا داہنی ران مبارک پر حسن کو بٹھایا اور بائیں پر حسین کو اور دستِ اقدس ان کے سروں پر رکھ کر دعا فرمائی:

'الٰہی! میں ان دونوں کو تجھے اور نیک مسلمانوں کو سونپتا ہوں'۔

اے ابن زیاد دیکھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ ادھر ظالموں نے عابد بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں اور بیبیوں کو اونٹوں پر سوار کرا کر دو روز بعد کربلا سے کوچ کیا۔

سوار گھوڑوں پر اعدا پیادہ شہزادہ
الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

جب یہ مظلوموں کا لٹا ہوا قافلہ شہیدوں کی لاشوں پر گزرا کہ بے گور وکفن میدان میں پڑے ہیں، حضرت زینب بے تابانہ چلا اُٹھیں:

'یا رسول اللہ! حضور پر ملائکہ آسمان کی درودیں، حضور یہ ہیں حسین...... میدان میں لیٹے...... سر سے پاؤں تک خون میں لپٹے...... تمام بدن کے جوڑ کٹے...... اور حضور کی بیٹیاں قیدی ہوئیں...... اور حضور کے بچے مقتول پڑے ہیں جن پر ہوا خاک اُڑا کر ڈالتی ہے۔(۱)

جب یہ مظلوم قافلہ، ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچا، اس نے عابد مظلوم سے بحث کی، مسکت جواب پانے پر حیران ہو کر بولا: خدا کی قسم تم انہیں میں سے ہو۔

پھر ایک شخص سے کہا: دیکھ تو یہ بالغ ہیں۔ اس پر مری بن معاذ احمری شقی نے سید مظلوم کو بے ستر کرکے دیکھا، کہا: ہاں جوان ہیں۔ خبیث بولا: انہیں بھی قتل کر۔

حضرت زینب بے تاب ہو کر مظلوم بھتیجے کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ابن زیاد بس کر ابھی ہمارے خون سے تو سیراب نہ ہوا، ہم میں تو نے کسے باقی چھوڑا ہے!! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بچے کو قتل کرے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۴۔

عابد مظلوم نے فرمایا: ’اے ابن زیاد! ان بے کس عورتوں کا کون نگہبان رہے گا، دین و دیانت وحقوق رسالت تو برباد گئے، آخر تجھے ان سے کچھ قرابت بھی ہے، اسی کا خیال کر کے ان کے ساتھ کوئی خداترس بندہ کر دینا، جو اسلامی پاس کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچا آئے‘۔

حضرت زینب کی یہ حالت دیکھ کر خبیث بولا: خون کی شرکت بھی کیا چیز ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بی بی یہی چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو قتل کروں تو انہیں بھی قتل کر دوں، خیر لڑکے کو چھوڑ دو کہ اپنے ناموس کے ساتھ رہے۔(۱)

اب یہ قافلہ اور شہیدوں کے سر شام کو روانہ کیے گئے۔ سر مبارک نیزہ پر تھا، راہ میں ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا :

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا

(پ:۱۵، الکہف:۹)

کیا تو نے جانا کہ کہف و رقیم والے ہماری نشانیوں سے اچنبا تھے۔

سر مبارک نے فرمایا :

یَا قَارِئَ الْقُرْاٰنِ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَ حَمْلِیْ

اے قرآن پڑھنے والے! اصحابِ کہف کے قصے سے زیادہ عجیب ہے میرا قتل کرنا اور سر نیزے پر لیے پھرنا۔

ظالم جہاں ٹھہرتے سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پہرا دیتے۔(۲)

ایک راہب نصرانی نے دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر مرے پاس رہے۔ دنیا کے کتوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سر مبارک لے کر دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا، ایک نور بلند ہوتا پایا۔

راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اِسلام لایا اور گرجا اور اس کا مال متاع چھوڑ کر اہل بیت کی خدمت میں عمر گزار دی۔ صبح ان خبیثوں نے اشرفیوں کے توڑے آپس میں حصے کرنے کو کھولے،

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۵۔
(۲) شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی . . . الخ، ص۲۱۲۔

سب اشرفیاں ٹھیکریاں ہوگئی تھیں، ان کے ایک طرف لکھا تھا :

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (پ۱۳، ابراہیم:۴۲)

ہرگز اللہ کو غافل نہ جانیو ظالموں کے کاموں سے۔

اور دوسری طرف لکھا تھا :

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (پ۱۹، الشعراء:۲۲۷)

اب جانے جاتے ہیں ظلم کرنے والے کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔

جب سر مبارک امام مظلوم کا، اس ظالم اظلم یزید پلید کے پاس پہنچا، بید سے چھونے لگا۔ نصرانی بادشاہ روم کا سفیر موجود تھا، حیران ہو کر بولا کہ ہمارے یہاں ایک جزیرے کے گرجا میں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے، ہم ہر سال دور دور سے اس کی طرف حج کی طرح جاتے اور منتیں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی، تم نے اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو۔

ایک یہودی نے کہا: مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ستر (70) پشت کا فاصلہ ہے، یہود میری تعظیم کرتے ہیں اور تم نے خود اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کیا۔

پھر شام سے یہ قافلہ مدینہ طیبہ کو روانہ کیا گیا، مدینہ میں پہنچنے کی تاریخ قیامت کا سامان اپنے ساتھ لائی۔ گھر گھر میں کہرام تھا، در و دیوار سے دل دُکھانے اور کلیجے میں گھاؤ ڈالنے والی مصیبتیں ٹپکی پڑتی ہے۔

بعد کے واقعات

بعد شہادت آسمان سے خون برسا۔ نصرہ ازدیہ کہتی ہیں کہ ہم صبح کو اُٹھے تو تمام برتن خون سے بھرے پائے، آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دن کو ستارے نظر آئے، ملکِ شام میں جو پتھر اٹھاتے، اس کے نیچے تازہ خون پاتے۔

ایک روایت میں ہے سات (7) دن آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دیواریں شہاب کی رنگی ہوئی چادریں معلوم ہوتیں، ستاروں میں تلاطم نظر آتا، ایک ستارہ دوسرے سے ٹکراتا۔

ابوسعید فرماتے ہیں: دنیا بھر میں جو پتھر اٹھایا اس کے نیچے تازہ خون پایا۔ آسمان سے خون برسا، کپڑے پھٹتے پھٹ گئے؛ مگر اس کا اثر نہ جانا تھا نہ گیا۔ خراسان وشام وکوفہ میں گھروں اور دیواروں پر خون ہی خون تھا۔

علما فرماتے ہیں: یہ تیز سرخی جو شفق کے ساتھ دیکھی جاتی ہے، شہادت مبارک سے پہلے نہ تھی، چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے، پھر یہ سرخی نمودار ہوئی۔

ابوالشیخ نے روایت کی: کچھ لوگ بیٹھے ذکر کررہے تھے کہ جس نے امامِ مظلوم کے قتل میں کچھ اعانت کی، کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڈھے نے اپنے نفس ناپاک کی نسبت کہا کہ اسے تو کچھ نہ ہوا۔ چراغ کی بتی سنبھالی، آگ نے اس شقی کو لیا، آگ آگ چلا تا فرات میں کود پڑا؛ مگر وہ آگ ہی نہ بجھی، یہاں تک کہ آگ میں پہنچا۔

منصور بن عمار نے روایت کی: امام کے قاتل ایسی پیاس میں مبتلا ہوئے کہ ایک ایک مشک چڑھا جاتے اور پیاس کم نہ ہوتی۔

سدی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کربلا میں میری دعوت کی، لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ جس جس نے حسین کے خون میں شرکت کی بُری موت مرا۔ میزبان نے اسے جھٹلایا اور کہا وہ شخص بھی اسی لشکر میں تھا۔ پچھلی رات چراغ درست کرنے اُٹھا، آگ نے جست کر کے اس کے بدن کو لیا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اس کا بدن کوئلہ ہو گیا تھا۔

امام زہری فرماتے ہیں: ان میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہو کر مرا، کسی کا منہ کالا ہو گیا۔

امام واقدی فرماتے ہیں: ایک بڈھا وقتِ شہادتِ امام موجود تھا شریک نہ ہوا تھا، اندھا ہو گیا۔ سبب پوچھا، کہا: اس نے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آستینیں چڑھائے، دستِ اقدس میں ننگی تلوار لیے، سامنے حسین کے دس (10) قاتل ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور نے اس بڈھے پر غضب فرمایا کہ تو نے موجود ہو کر اس گروہ کو بڑھایا اور خونِ امام کی ایک سلائی آنکھوں میں لگادی، اُٹھا تو اندھا تھا۔

سبط ابن الجوزی روایت کرتے ہیں: جس شخص نے سر مبارک امام مظلوم اپنے گھوڑے پر لٹکایا تھا، چند روز بعد اس کا منہ کوئلے سے زیادہ کالا ہو گیا۔

لوگوں نے کہا: تیرا چہرہ تو عرب بھر میں تر و تازہ تھا یہ کیا ماجرا ہے؟۔

کہا: جب سے وہ سر اُٹھایا ہے، ہر رات دو شخص آتے اور بازو پکڑ کر بھڑکتی آگ پر لے جا کر دھکا دیتے ہیں، سر جھکتا ہے، آگ چہرے کو مارتی ہے۔ پھر نہایت بُرے حالوں مر گیا۔

ایک بڈھے نے حضور پُر نور (ﷺ) کو خواب میں دیکھا کہ سامنے ایک طشت میں خون رکھا ہے اور لوگ پیش کیے جاتے ہیں، حضور اس خون کا دھبا لگا دیتے ہیں، جب اس کی باری آئی، اس نے عرض کی میں تو موجود نہ تھا۔ فرمایا: دل سے تو چاہا تھا۔ پھر انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا صبح کو اندھا اُٹھا۔

حاکم نے روایت کی کہ حضور پُر نور سے جبریل نے عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار (70,000) قتل کیے اور حسین کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل فرماؤں گا۔(۱)

الحمد للہ! اللہ نے ابن زیاد خبیث سے امام کا بدلہ لے لیا۔ جب وہ مردود مارا گیا، اس کا سر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لا کر رکھا گیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا، غل پڑ گیا آیا آیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آ رہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابن زیاد کے ناپاک سر تک پہنچا۔ ایک نتھنے میں سے گھس کر دوسرے نتھنے میں سے نکلا اور چلا گیا۔ پھر غل پڑا آیا آیا، پھر وہی سانپ آیا اور یوں ہی کیا، کئی بار ایسا ہی ہوا۔

منصور کہتے ہیں: میں نے شام میں ایک شخص دیکھا، اس کا منہ سور کا منہ تھا، سبب پوچھا، کہا: وہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی پاک اولاد پر لعنت کیا کرتا۔ ایک رات حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث کی شکایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر لعنت فرمائی، اور منہ پر تھوک دیا، چہرہ سور کا ہو گیا۔

وَ عِ اُبُالِلّٰهِ ِ ِ ّارُعَادَّہِ اِلَا بِلِیۡیُ ُن نَ . .

فقط (ختم شد)

---

(۱) المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین الخ، قصۃ قتل یحیٰ علیہ السلام، الحدیث ۴۲۰۸، ج ۳، ص ۴۸۵۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۚ

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔

وہی خدنگ اَدا کا ترے نشانہ ہوا
کہ جس کے عشق سے تو آفتِ زمانہ ہوا

خلافِ رائے سلطاں رائے جستن ❁ بخونِ خویش باشد دست شستن

قربانیوں کے خون سے رنگین عید ہے
عطر حنائے خلد بریں کی کشید ہے

'انگریزوں سے ہندوستانیوں کی فریاد' کے رد میں رسالہ مسمّٰی باسم تاریخی

بے موقع فریاد کے مہذب جواب

۱۳۱۲ھ

مصنفہ

جناب مولوی نصیر الدین حسن خان صاحب

مطبع نظامی واقع بریلی میں باہتمام رفیع الدین طبع ہوا

Qadri\Desktop\faryad.jpg not found.

[مطبع نظامی بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ اجمعین

پاکی ہے اس خدا کے واسطے جس نے ہم کو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ اور بڑائی ہے اس پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جس نے ہمیں ہزاروں جھوٹے خداؤں سے بچا کر ایک سچے خدا کا بندہ بنایا۔ اے میرے سچے خدا! میں تیرے پاک دین کی مدد کرتا ہوں ۔اے بڑی قدرت والے! میری مدد کر۔

آج میرے سامنے ایک کتاب جس کا نام 'انگریزوں سے ہندوستانیوں کی فریاد' ہے اس لیے پیش کی گئی ہے کہ میں اس کی غلطیوں کو جو در بارۂ قربانی بریلی قصداً عمل میں لائی گئی ہیں پوست کندہ کہہ کر طشت از بام کر دکھاؤں ۔اس کے مصنف پنڈت بشن نراین در بیرسٹر مقیم لکھنؤ ہیں، اوران کا اصلی وطن وہ مقام ہے جس کے وصف میں کسی نے کہا ہے ۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید ۞ گر مرغِ کباب ست کہ بابال و پر آید

مگر اس سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنا تھوڑا وقت مسئلہ قربانی اور اس کی نسبت جو بے ہودہ خیالات وسیع و مستعمل کیے گئے ہیں ان کے ردو ابطال کے نذر کروں۔

قربانی کی اِشاعت

قربانی مسلمانوں کا ایک مذہبی امر ہے جس کے نہ کرنے سے وہ پچھلے دن میں اپنے مقدس مذہب کے نزدیک مجرم قرار پائیں گے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں پھیلتی گئی۔ میری اس بات سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو متعصب اور ہٹ دھرم ہو، اور جسے روشن دن میں آفتاب کے ٹٹولنے کی ضرورت ہو۔

تاریخی حالات سے ظاہر ہے کہ اسلام جہاں گیا، فاتح ہو کر گیا، حاکم بن کر رہا۔ وقس علی ہذا۔ جب ہندوستان نے بھی اسلام کی دعوت کی اور اسلام کا مطیع ہو کر رہنا پسند کر لیا تو مسلمان یہاں بھی فتح ونصرت کے پھریرے اڑاتے، رعب وہیبت کے نشان چمکاتے داخل ہوئے۔ صدہا سال فرماں روائیوں اور حکم رانیوں کے ساتھ بسر کی جیسا کہ پنڈت جی کی کتاب کے صفحہ ۲۱ سطر ۱۲ الغایۃ صفحہ ۲۲ سطر ۲ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے فرائض پورے طور سے بے مزاحمت احدے ومداخلت دیگرے علانیہ اَدا نہ کرتے رہے ہوں۔ اور کسی کام کے پورا کرنے میں وہ کسی نامہذب جماعت کے گنور دند سے ڈرے ہوں۔

رواجِ قربانی سے جس قوم کو انکار ہے اس پر لازم کہ کتب تاریخ سے ہماری عبارتِ صدر کا رد کر دکھائے کہ وہ لوگ جنھوں نے ہندوستان فتح کیا، مسلمان نہ تھے۔ گئو ماتا کے پجاری زنار پوش برہمن تھے، جو ایسے جائز فعل سے محض دکھاوے کے لیے رام رام کہہ کر منہ پھیر لیتے۔ جب مسلمانوں کی حکومت خیر باد کہہ کر رخصت ہوئی اور عنانِ ملک سرکارِ انگلش نے اپنے ہاتھ میں لی، جس نے بارہا ایک اعلان بدیں مضمون جاری کیا جس کے ایک فقرہ کا ترجمہ الفاظِ ذیل سے ہوسکتا ہے :

'ما بدولت اپنے سب عہدہ داروں کو تاکیدی حکم کرتے ہیں، ہماری رعایا میں سے کسی کے عقیدے یا مذہب یا عبادت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں۔'

اس سے ظاہر کہ سرکار نے بھی ہر مذہب وملت کی پاسداری لازم تصور کی اور مذہبی امور میں دست اندازی کرنا ناجائز خیال کیا پھر مسلمانوں کو کون سی بات مانع تھی جو اپنے اس مذہبی اَمر کو پورا نہ کرتے رہتے۔

ہاں اگر زمانہ یوں پلٹا لیتا کہ مسلمانوں کے پاس سے ملک نکل کر اس جری قوم کی ڈنڈوت کرتا جو صدہا سال مسلمانوں کے زیر حکم رہی ہے تو یہ کہنا کسی قدر ٹھیک بھی ہوسکتا ہے کہ بیچ میں سلسلہ ٹوٹ گیا اور یہ پرانی مذہبی رسم اک نئی بات ہوگئی، اگرچہ مسلمانوں سے ایسا اس وقت بھی نہ ہوسکتا کہ اسلام میں اس وقت بھی لاکھوں وہ بندگان خدا تھے جو اپنے مذہبی فرائض ترک کرنے سے جان دینا بدرجہا آسان سمجھتے۔

قربانی میں گائے کی خصوصیت

بعض شخص اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ قربانی بکری بھیڑ کے ذبح کرنے سے بھی اَدا ہوسکتی ہے، پھر گائے کی کیا تخصیص ہے۔اس کے چند معقول جواب ہیں جو بہت تھوڑی دیر کی فکر کا نتیجہ ہیں:

اوّل: پہلے تو ان سے ہم یہ پوچھیں گے کہ یہ دل آزاری صرف زمانۂ بقرعید ہی کے واسطے کیوں خاص کرلی گئی ہے۔سرکاری طور پر جو روزانہ سینکڑوں پر نوبت پہنچتی ہے اس کا اِنسداد کیوں نہیں ہوتا، اس سے ناراضی کیوں نہیں ظاہر کی جاتی۔علانیہ بازاروں میں گوشت بکتا کبابوں کی بے چین کردینے والی خوشبوؤں کا نہ فقط شہروں بلکہ ہنود کے خاص مذہبی میلوں میں بھی جن میں بعض مسلمان بھی بطورِ سیر وتجارت شریک ہوتے ہیں دلوں کو للچا دینا روز جاری ہے۔اوّل ان دل شکن کارروائیوں کا بندوبست کرلیا جائے پھر مسلمانوں سے تخصیص کی نسبت سوال ہو۔

دوم: ہماری شرع مطہر میں ایک گائے میں سات (۷) آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔اگر وہ ساتوں جدا جدا بکریاں یا بھیڑیں کریں تو ضرور گھاٹے میں رہیں، کم سے کم دونا صرف کرنے کی ضرورت ہو، اور پھر بھی جس وسعت کے ساتھ مستحقین کو گوشت پہنچتا ہے نہ پہنچ سکے۔

سوم: جبکہ ہمارے اسلام میں یہ فعل جائز، ہمیشہ سے جاری ہے تو اس کا بند ہونا کسی قوم کی مزاحمتِ بے جا پر ہمارے باوقعت مذہب کی سخت توہین کا باعث ہے۔

چہارم: مسلمان فطرتی اور خلقی طور پر گوشت کے عادی ہیں، اور بہ نسبت بھیڑ بکری کے گائے کا گوشت اَرزاں ولذیذ تر ہے، اس کے انسداد میں غربا مساکین کو گوشت نہ مل سکنے کی وجہ سے رفاہِ عامہ میں خلل پڑے گا جو خلاف منشائے قانون ہے۔

پنجم: اکثر گوشت خور شکاری ہندو صحرائی گائے یعنی نیل گاؤ شکار کرتے اور اس کا گوشت استعمال میں لاتے ہیں تو مسلمانوں کو شہری گائے کی قربانی سے کیوں روکیں؟۔

ششم: گائے کی تخصیص اگر وجوہِ بالا سے نہ تصور کی جائے تو ہمارے لیے خصوصیت کا اس سے بہتر کیا سبب درکار ہے کہ ہمارا قرآن مجید خود تخصیص فرماتا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے (نہیں بنایا)۔

اور یہ تخصیص آج کی نہیں قدیم سے رہی ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے :

اِ ّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔

اس کے جواب میں اکثر یہ خبط بے ربط پیش کرتے ہیں کہ بقر کا ترجمہ بکری بکرا ہے، نہ گائے۔ اس کا جواب انھیں کتب لغات دیں گی جو اکثر ہندو پریسوں سے شائع ہوتی رہتی ہیں ان میں صراحۃً تحریر ہے کہ بقر بمعنی مطلق گاؤ ہے وہ نر ہو یا مادہ۔

گاؤکشی سے دل آزاری

اب ہم کو دل آزاری کی نسبت بحث کرنی ہے کہ آیا گائے کی قربانی سے ہنود کو صدمہ ہوتا بھی ہے یا نہیں۔

اس کی کیفیت یہ ہے کہ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ ہنود بلکہ ان کے برہمن علانیہ طور پر اپنے تھوڑے سے نفع کی خاطر بڈھی گایوں کی رسی قصاب کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور جان بوجھ کر ہتّیا کا پہلا شریک اپنی ذات کو بناتے ہیں۔ اور اگر قسمت سے اس بے چاری نے ان کے گھروں میں پران چھوڑ دیے تو اس کے کِریا کرم کچھ نہیں ہوتے، نہ جلائی جاتی ہے، نہ بہائی جاتی ہے، بلکہ بے درد چماروں کے حوالے کر دی جاتی ہے جو اس کا پوست اتارتے بند بند جدا کرتے ہیں، اور اس کا گوشت کھاتے ہیں مالک صاحب کو اس کے عوض میں کم سے کم دو ایک جوتا تو دیتے ہی ہیں۔ یہ رواج عام طور سے دیہات میں جاری ہے کیا عجب کہ اس کی تقلید شہر میں بھی ہوتی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جو چیز معظم ہے وہ زندہ اور مردہ ہر وقت معظم ہے۔ یہ عجب تماشے کی بات ہے کہ جب تک وہ دودھ پلائے ماتا ہے، معظم ہے، محبوب ہے، جب اس میں یہ صلاحیت نہ رہی تو تعظیم کی بھی کوئی حاجت نہ رہی، یا قصائی کے کھونٹے سے باندھ دی، یا مرے پیچھے چماروں کو دے دی جو غریب کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھنے اور لاٹھی میں لٹکا کر لے جاتے ہیں۔ ایسی بے مروّتیوں اور بے دردیوں کے برتاؤ پر گویا زبانِ حال سے وہ مظلومہ کہتی جاتی ہے۔

ہم ایسے ہو گئے اللہ اکبر اے تری قدرت

ہمارا نام سن کر ہاتھ وہ کانوں پہ دھرتے ہیں

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عظمت محبت، سیوا خدمت دودھ کی بتیس (۳۲) دھاروں تک ہے جس سے اپنی خواہش متعلق ہے۔ اگر گائے کی آؤ بھگت اسی حد تک محدود رہی تو اہل اسلام بھی بے ضرورت دودھ دیتی گائے کو اپنے اس ضروری کام میں نہیں لاتے۔ ہم تو جب معظم جاننا ٹھیک جانتے اور محبوبہ سمجھنا درست مانتے کہ زمانۂ شیر خواری کے حقوق یاد کر کے اس کے بڑھاپے پر خاک نہ ڈالی ہوتی، بے مروّتی کا برتاؤ عمل میں نہ آتا، مَرے پیچھے اس کی لاش ارتھی کے ذریعہ سے اٹھائی جاتی، دسواں ہوتا، سر منڈتے، تعزیت کی جاتی، چار آنسو بہائے جاتے۔

اگر یہ باتیں سعادت مندی کے نزدیک کچھ ضروری نہ تھیں تو اس کی کھال کے جوتے پہننے، ڈھول منڈھوا کر رات رات بھر شادیوں میں پیٹنے، میونسپلٹی کے ممبر ہو کر ذبح خانوں کے ٹھیکوں کا انتظام کرنے، ان سے نفع اٹھانے اور اسی قسم کی بے شمار بے اِعتدالیوں سے تو درگزر کی ہوتی!۔

ع: مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں

یہ اچھی مذہبی دل آزاری ہے کہ وہی فعل بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر آپ کریں تو نہ دل کو تکلیف پہنچے نہ روح کو صدمہ ہو، اور مسلمان اپنے مقدس مذہب کی رُو سے نذر و عید اضحیٰ میں بجا لائیں تو دل شکنی ہے، دل آزاری ہے، جلسے ہوں، جماؤ ہوں، کمیٹیاں کی جائیں، حکام پر ناجائز دباؤ ڈالا جائے، مسلمانوں کو دھمکایا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر میری عبارتِ بالا بالفرض غلط بھی مان لی جائے تاہم اس دل آزاری کے دعوے کو قدیمی رواج بہت زور سے باطل کرنے والا ہے۔ آدمی کی طبیعت میں اس قسم کا مادہ ضرور موجود ہے کہ اگر وہ کسی مصیبت میں ایک مدت تک گرفتار رہے تو ایک زمانہ اس پر ایسا گزرے گا کہ وہ مصیبت مصیبت اور وہ تکلیف تکلیف نہ معلوم ہوگی کہ امتدادِ مدت سے ہر کیفیت عادت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے:

ع: درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

یہ بات بھی کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ گائے تو اس قدر دل دادہ، اور بیل سے- جو گائے

سے زوجیت، اِبنیت، ابویت کے تین بڑے تعلق رکھتا ہے- عداوت پر آمادہ۔

گاڑیوں میں جوتیں، پہنوں سے خبرلیں، کھیت کی جان فرسا محنت میں گرفتار کریں، میلے کی کرانچیوں میں جتا ہوا دیکھیں، اور دل آزاری کے نام کان پر جوں تک نہ رِنگے۔ بے چارے تراوکھی ناتھ کا حالِ زار قابل ہزار ہزار افسوس ہے کہ مہادیو کی سواری کے شرف نے بھی کچھ کام نہ دیا ہے، یہ کہ نہ صدمہ پہنچتا ہے نہ تکلیف ہوتی ہے، صرف اس وجہ سے کہ مسلمانون کا یہ ایک مذہبی فعل ہے، اس پر دانت ہے، اور جھوٹی محبت کے پردے میں مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان فراہم کرنا۔ میرے پاس ایک اشتہار موجود ہے جو ایک ہندو صاحب کے پریس میں چھپا تھا جس میں مواقع قربانی گاؤ کی مسلمانوں کو اطلاع دی گئی تھی اس کی نقل حاضر کرتا ہوں۔ وہو ہٰذا :

اِشتہار

یہ اشتہار واسطے اطلاع وآگہی خاص وعام کے جاری کیا جاتا ہے کہ بروز بقرعید قربانی گائے کی نج میں اندر حدود میونسپلٹی کے بشمول جدید مذبح واقع محلّہ بھوڑ کے اجازت دی جائے گی، نیز ایک معمولی جگہ جو خرم کا کنواں کہلاتا ہے (مالک فضل الٰہی یا فضل علی ہے) اور اندر مکانات پیا محمد خان و مولوی محمود علی ورحمت حسین خان جو کہ محلّہ ذخیرہ میں یا متصل محلّہ جسولی کے واقع ہیں قربانی کی اور کسی جگہ اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کوئی شخص اور کسی جگہ شہر میں قربانی کرے گا تو اپنے آپ کو مستوجب سزا کا کرے گا۔

تحریر ۳؍مئی ۱۸۹۳ء دستخط صاحب مجسٹریٹ بہادر (قیصری پریس)

کس طرح کہوں کہ یہ امر نہایت مجبوری سے گوارا کیا گیا۔ کیوں کر سمجھوں کہ قانون نے بے بس کر دیا۔ کچھ نہیں بس دو پیسے کے نفع نے ساری جراحت کو راحت سے بدل دیا، پھر اس ہتیا کی اعانت پر کسی ایک نے بھی برادری سے خارج نہ کیا، روٹی نہ مانگی، حقہ پانی نہ پھینکا، اس سے زیادہ ایک اور تماشا قابل اظہار ہے۔

اخبار نیر اعظم نمبر ۴۸ جلد ۱۸ مطبوعہ ۴؍دسمبر ۱۸۹۳ء ظاہر کرتا ہے ''سورت میں ۲۸؍اگست ۱۸۹۳ء کی شب کو خاکی بابا کے مندر میں لال دروازے کے قریب راوی کا دل گرو دیوداس جی،

مہاتما گروکلیان داس جی کی گائے کے ساتھ زنا کرتے پکڑے گئے جن میں بھگت بچھیا کی دوا کو بتاریخ ۱۱/ اگست ۱۸۹۳ء خان بہادر داداشاہ مجسٹریٹ درجۂ اوّل نے سشن سپرد کیا''۔

شاید گرو جی نے یہ خیال کیا ہوگا کہ مسلمان قطع نسل سے باز نہ آئیں گے اس طرح تلافی مافات اور آئندہ ترقی نسل کا بندوبست ہوتا رہے۔ یہاں ہم پنڈت بشن نراین صاحب کے دو شعر جو صفحہ اوّل میں درج ہیں چوتھے مصرع میں تھوڑی ترقیم مناسب کر کے لکھتے ہیں ۔

ہوئی سعدی کی صادق ان پہ یہ فرد — چو از قومے و یکے بد اندیشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را — کیا اس ایک نے تم سب کو رسوا

ع: ہاتھ لاشا گرد کیوں کیسی کہی

ہنود کی کتب مذہبی سے قربانی ثابت ہے

سب سے زیادہ مزیدار بات یہ ہے کہ ہنود کی دینی کتب ہمارے مسئلۂ قربانی سے اتفاق پسند کرتی ہیں۔ مہابھارت کی تیسری فصل شانت پرب ۱۳ میں ہے :

'گوشت ان حیوانات کا جن کو وید پڑھ کر ذبح کیا جائے حلال ہے جو اسے کھائے اس کو تارکِ حیوانات کہا جا سکتا ہے اور جس حیوان کو بے وید پڑھے مارا جائے ناجائز ہے'۔

شاید شکل ثانی سے جھٹکا مراد ہو جو دیوی وغیرہ دیوتاؤں کے استھان پر عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ منشا ہمارے اس شرعی حکم سے کس قدر ملتا جلتا ہے کہ جس جانور کو تکبیر سے ذبح کیا جائے حلال ہے اور جس پر تکبیر نہ کہی جائے حرام۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر ہے کہ 'وید اعلان کر رہا ہے کہ جو حیوان نیچے کے دانت رکھتے ہوں خوردنی ہیں، اور ان میں گاؤ مادہ گاؤ بھی شامل، اور ان کے دودھ سے بھی نفع اٹھ سکتا ہے۔

پرب کھنڈر کھر وید (میں ہے کہ) زمیں اور پانی خوراک ہے اور خورندہ بھی ہے؛ کیونکہ اس سے نباتات پیدا ہوتے ہیں، اور حیوانات پیدا ہوتے ہیں جو خود زندہ ہیں۔ نباتات کو حیوانات کھاتے ہیں اور حیوانات کو حیوانات بھی کھاتے ہیں۔ جن حیوانات کے تلے کے دانت ہیں اور اوپر

کے نہیں وہ خوراک ہیں۔ جن حیوانات کے دونوں طرف کے دانت ہیں وہ خورندہ ہیں۔ خوراک سے خورندہ کو شرف ہے۔

اس تقریر سے ثابت کہ انسان کے لیے جو ہے جو من جملہ حیوانات اور صاحب دندان ہائے علیا و سفلی ہے گائے بکری وغیرہ حلال ہے۔ یہاں میں ہندو صاحبوں کو ایک قابل قدر رائے دیتا ہوں کہ وہ اس جانور کے اوپر کے دانت بنوا کر کمانی کے ذریعہ سے چڑھا دیں کہ ان کی مذہبی کتاب کے عام حکم سے یہ جانور جان بچا لے جائے۔

اسی کھنڈ میں ہے ’دیوتاؤں نے آتما سے کہا کہ ہمارے کھانے پینے کو جگہ مقرر کرو تا کہ ہم کھائیں اور پئیں۔ پھر گائے کی صورت پیدا ہوئی کہ اس سے کھانے اور پینے کا بہت سا نفع پیدا ہوا، پھر گھوڑا پیدا ہوا اور آتما نے کہا کہ ان میں حلول کر کے کھاؤ اور پیو۔ دیوتاؤں نے کہا اگر چہ گائے سے کھانے اور پینے کے بہت سے فائدے اور گھوڑے سے سواری کے ہیں مگر یہ واسطے انسان کے ہیں، ہمارے لائق نہیں ہمارے واسطے کچھ اور تجویز کرو۔‘

مہا بھارت آسمید پرب سے ظاہر کہ راجہ جدھشٹر نے آسمید جگ کیا اور اس کے مہتمم سری کشن جیو مہاراج بنے، انہوں نے اس کو اطرافِ زمین میں پھرا کر بباس جیو بانی وید اور رھیشروں کے سامنے مار کر اس کے گوشت کے کباب بنائے آپ کھائے اوروں کو کھلائے۔

فصل سوم پرب ۱۲ مہا بھارت سے بھیکم تپامہ کی زبانی ظاہر ہے کہ راجہ برانچہ نے جگ میں گائے فربہ قتل کی۔ ’مضامین صدر کتاب سوط الجبار سے انتخاب کیے گئے ہیں‘۔ سوسمرتی کی پانچویں ادّھیا میں لکھا ہے۔

اشلوک ۲۸: دنیا میں ساکن و متحرک جس قدر اشیا ہیں سب جان کی غذا ہیں۔

اشلوک ۳۹: جانوروں کو خالق نے قربانی ہی کے لیے پیدا کیا ہے، یہ قتل قتل نہیں کہلاتا ہے۔

اِن اشلوکوں سے گائے کی حلت صاف ظاہر، پھر بھی اس کے کھانے سے اِحتراز پر جو حکم ہے وہ اسی کے اشلوک ۳۵ سے سنیے۔

اشلوک ۳۵: شاسترا جو جانور حلال ہیں اگر ان کو انسان نہیں کھاتا تو ۲۱ جنم تک جانور ہوتا ہے۔

یہ مضامین اخبار نیر اعظم نمبر ۴۸ جلد ۱۸ مطبوعہ ۴ دسمبر ۱۸۹۳ء سے لیے گئے۔ مقدمہ قربانی نمبر

۶۸۷ قیصرۂ ہند بنام امام علی و امیر الدین جو جج صاحبان ہائی کورٹ الہ آباد کے اجلاس سے بحق ملزمان تجویز ہوا جس کو انجمن رفاہِ اسلام الہ آباد نے الہ آباد پریس الہ آباد میں بغرض اشاعت چھپوایا۔ بحث بالائیں ہماری مدد کو تیار ہے ہم اس کے صفحہ ۶ کے آغاز سے کچھ سطریں نقل کرتے ہیں۔

تاریخ ہنود کے زمانۂ پیشیں میں اسومیدہ یعنی قربانی گھوڑے کی بطور ایک نشان و علامت شاہنشاہی کے جائز قرار پائی تھی، اسی طرح رسوم دینیات میں گئومیدہ یعنی گائے کی قربانی کی جاتی تھی، اور متقدمین حکمائے مذہب نے اس کی تاکید کی تھی۔

یہاں ہم کچھ عبارت کتاب بشارت احمد یہ مطبوعہ مطبع فخر المطابع میرٹھ مصنفۂ مولوی رحمت حسن صاحب واعظ سے نقل کرتے ہیں :

رگھ وید منڈل ۱۰ میں ہے: ہرنی کے کان ہوتا ہوا اوّل تمام عالم کے جو ہوا غالب ایک ہوا قیوم زمین وآسمان یہی نشان ہیں ایسے دروپ پرکاش والے کو ہون کر کے قربانی کرتے ہیں۔

رگھ وید اشٹکا منڈل، ۹۱ منتر میں ہے: ہمارے اس بلدان کو اور مہما کو قبول فرما، اے سوم ہمارے پاس آ، اور ہماری اس رسم قربانیوں کا ترقی دینے والا بن۔

اور اسی کے منتر ۱۳ میں ہے: اے عاقل اگنی تو پناپت ہے، آج ہماری خوش ذائقہ قربانی دیوتاؤں کو ان کے کھانے کے واسطے پیش کر۔

وید کے بانی مبانی اگر گوشت خور نہ ہوتے تو قربانیوں کا ذائقہ کیسے پہچانتے۔ اور اسی کے انواک ۱۲ کے دوسرے منتر میں ہے: آواوس روشن اگنی کے پاس گوشت اور ترکاریوں کا بھوگ لے کر چلیں جیسے گئو بن اپنے تھان پر جانے کو جلدی کرتی ہیں۔

اسی کے منتر ۶۱ میں ہے: (بڑے بڑے فاضلوں نے جس کا یہ ترجمہ کیا ہے) اے اندر جو کہ تیز رفتار اور سب کا سوامی اور طاقت ور ہے اس ورترا پر اپنا بجر چلا، اور اس کے عضو جدا جدا کر، جیسے کہ بوچڑ گائے کاٹتا ہے، تاکہ مینہ برسے اور پانی زمین پر بہے۔

اسی کے اشٹکا ۲ منڈل ۶ سکت ۱۶ میں ہے: گائے کا گوشت سب سے عمدہ خوراک ہے۔

اس کا مطلب صاف صاف بتانا چاہیے، بھا کھا بولنا اچھا نہیں۔

اب ہم اخبار پانیر مطبوعہ ۱۰/اپریل ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۷ کالم ۴ کی تمہیدی عبارت چھوڑ کر چند

فقروں کا ترجمہ اس بحث میں شامل کرتے ہیں۔'اے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں، اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گیسنیان تجھے پسند آئیں۔

رکھ وید ۶:۱۶-۴۷ میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی کی جو خالق ہے اور جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گینیان اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔

رکھ وید ۱۰:۱۱، ۹-۱۴- اب رہے برہمنوں کے وہ مقولے جن میں ان قربانیوں کی تفصیل و شرح ہے اور جن میں یہ بیان ہے کہ فلاں جانور فلاں دیوتاؤں کے لیے قربان ہوتا ہے، ان کے یہاں لانے اور جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

برہمنیہ پران کے اس حصہ میں جو رسومِ قربانی کے باب میں ہے۔ان جانوروں کی قربانی کا حال ایسی صاف صریح عبارت میں لکھا ہے کہ دیانند سرستی جو گائے کی حفظ جان کا اصل محرک تھا اس نے بھی ستیا ارتھ پرکاش کی طبع اوّل میں اس کو بایں عبارت تسلیم کیا ہے کہ البتہ ماتیر اورن کو گائے چڑھائی جائے گی۔

باب ۸ جلد۲ کتاب تارتیہ برہمن میں طرح طرح کی گایوں کی تفصیل ہے جو زمانۂ وید کے مختلف دیوتاؤں کو قربان کرکے چڑھائی جاتی تھیں۔

اب ہم قدیم آریوں کے ویدوں کو چھوڑ کر سامرتھیوں کے زمانے پر- جس کو بمقابلہ ویدوں کے حال کا زمانہ کہنا چاہیے- متوجہ ہوتے ہیں، اور یہ بات دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کی کتابوں میں قربانی کی نسبت کیا لکھا ہے۔

منو کی سامرتھی کی بہت تعظیم کی جاتی ہے اور وہی سب سے اعلی سمجھی جاتی ہے، اس واسطے ہم صرف اسی کے مضامین نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

'اس طالب علم کو جس کی گردن میں ہار پڑا ہے اور مسند پر بعد اتمام اپنی خواندگی کے اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے گائے نذر کی جائے گی۔منو کے نزدیک گائے نذر کی جائے گی کے معنی مادھو پراگ میں لے جانے کے ہیں کہ جانوروں کی قربانی مادھو پراگ اور شرادھ کے سوا اور کسی میں نہیں ہوتی'۔

منو ۵ :۴۱ میں یہ لکھا ہے کہ یہ ایک مشہور بات ہے کہ اس کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں

کہ گائے کا گوشت یا کسی اور جانور کا مادھو پراگ کے تیوہار میں لازمی تھا، اسی درس پر عالم موصوف نے ایک فقرہ نقل کیا ہے۔ تمسن شا مادھو پرکا یعنی مادھو پراگ کا جزو لازم جانور کا گوشت ہے، اس مادھو پراگ کی رسم کو بھنڈیانا نے بھاوا بھوتی کی اترارا ماچرنر میں خوب اچھی طرح سمجھایا ہے۔ اس تماشے کی چوتھی نقل میں لکھا ہے کہ جب ویستا و جنا مع دیگر مستورات کے بارمکی فقیر کے پاس گئی ہے تو سندھنیکا اور بھنڈیانا میں یہ گفتگو ہوئی۔

سندھنیکا: کیا یہ ویستا ہے۔

بھنڈیانا: اگر ویستا نہیں تو پھر کون ہے۔

سندھنیکا: میں نے جانا کہ یہ کوئی چیتا یا بھیڑیا ہے۔

بھنڈیانا: یہ تم کیا کہتی ہے۔

سندھنیکا: یہ نو وارد اُس بے چاری گائے کو خوب چلا چلا کر یہ کہتا ہوا کہ مٹی ہے مٹی ہے کھا گیا۔

بھنڈیانا: وید میں مادھو پراگ میں گوشت کے ضروری ہونے کا حکم ہے۔ بڑے رشیوں کی رائے ہے کہ چھوٹی گائے بجار یا موٹا بکرا اُس برہمن کے لیے کاٹنا جو عالم وید ہو ضروری ہے۔

منوا اور واگی اور ولکیا اور پرسارا جیسے عالموں کے نزدیک صاحب خانہ پر یہ خدمت فرض ہے۔

یہ فقرہ ناظرین کے اس اطمینان کے لیے ہے کہ زمانۂ حال کے ہنود کے برعکس ان کے بزرگوں کے مادھو پراگ میں گائے گاٹنے کو نہ صرف منظور کیا بلکہ گائے کے گوشت یا کسی دوسرے گوشت کو اس رسم کے لیے ضروری سمجھا۔ دستخط پکا چاریہ

اب ہم کہتے ہیں وید جس کو یہ لوگ کتابِ آسمانی تصور کر چکے ہیں، اس نے ایسی قیامت کر رکھی ہے، بہتر ہو کہ صاحب اب کوئی کتاب زمینی اپنے مفید مطلب تصنیف کر کے مذہب کی بنیاد نئے سرے سے قائم کریں۔

قربانی اور خصوصاً گاؤکشی شریعتوں کا قدیم حکم ہے

ہم اوپر مجملاً کہہ آئے ہیں کہ قربانی اور اس میں گائے کی تخصیص آج کی نہیں بلکہ شریعت الٰہیہ میں قدیم سے رہی ہے، اب اس کی تفصیل کتب عہد عتیق سے دکھاتے ہیں :

توراتِ شریف

کتاب الخروج باب ۲۹ ورس (۱۰) پھر تو بچھڑے کو جماعت کے خیمہ کے آگے لا، اور ہارون اور بیٹے اس کے اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھیں۔ (۱۱) اور اس کو روبرو خدا کے دروازہ پر جماعت کے خیمہ کے ذبح کر۔ (۳۶) اور تو بچھڑے کو خطیئت کے لیے ہر روز کفارہ کے واسطے ذبح کر۔

کتاب الاحبار باب ۱، ورس (۱) اور خداوند نے موسیٰ کو بلایا اور جماعت کے خیمہ میں اس سے ہم کلام ہو کے فرمایا۔ (۲) کہ بنی اسرائیل سے خطاب کر اور ان کو کہہ کہ اگر کوئی تم میں سے خداوند کے لیے قربان لایا چاہے، تو تم اپنا قربان مواشی سے یعنی گائے بیل اور بھیڑ بکری سے لاؤ۔ (۵) اور وہ اس بچھڑے کو خداوند کے حضور ذبح کرے۔ (٦) تب وہ اس چڑھاوے کی کھال کھینچے اس کے عضو عضو جدا کرے۔

باب ۳ ورس (۱) اور جو اس کا قربان سلامی کا ذبیحہ ہو تو اگر گائے بیل میں سے لاوے نر یا مادتو بے عیب خداوند کے آگے لاوے۔ (۲) اور وہ اپنا ہاتھ اپنی قربان کے سر پر رکھے، اور جماعت کے خیمہ کے دروازے پر اسے ذبح کرے، اور بنی ہارون جو کاہن ہیں اس کے لہو کو مذبح پر گرد چھڑکیں۔ (۳) اور وہ سلامی کے ذبیحہ سے خداوند کے لیے ہوم لاوے، یعنی اس چربی کو اس جو اوجھ کی چھپانے والی ہے، اور سب چربی اوجھ کی۔ (۴) اور دونوں گردوں کو اس چربی سمیت جو ان پر دونوں پہلوؤں میں ہے اور زوائد کلیجی کے گردوں سمیت جدا کرے۔

اس کتاب کے باب ۴ ورس (۳) سے ورس (۲۱) تک سب بچھڑوں ہی کے ذبح کا بیان ہے۔

کتاب العدد اس کا باب بھی بتمامہ اسی بیان میں ہے جس کے بعض ورسوں کا خلاصہ یہ ہے۔ ورس (۱) اور ایسا ہوا کہ جس دن موسیٰ مسکن کے کھڑا کرنے سے فارغ ہوا۔ (۲) تو اسرائیلی رئیس جو اپنے آبائی خاندانوں میں سردار اور بزرگ تھے نزدیک آئے (۳) اور وے بارہ بدھیا بیل اپنی قربانی خداوند کے حضور لائے، (۱۱) تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ ایک ایک دن ایک ایک رئیس مذبح کی تقدیس کے لیے قربانی گزرائے، (۱۲) سو پہلے دن یہوداہ کے فرقے میں سے عمینداب کے بیٹے نحسون نے اپنی قربانی گزرائی، (۱۳) اس کی قربانی یہ تھی: ۱۳۰ مثقال روپے کی قاب اور

۷۰ مثقال روپے کا طشت میدے سے بھرے ہوئے، (۱۴) دس مثقال سونے کا ایک چمچہ بخور سے بھرا ہوا، (۱۵) ایک جوان بچھڑا، ایک مینڈھا، ایک نر برّہ یک سالہ چڑھاوے کے لیے، (۱۶) ایک بز غالہ خطیئت کے لیے، (۱۷) اور سلامی کے لیے دو بیل الخ۔

پھر ورس (۱۸) سے ۸۳ تک باقی گیارہ دنوں میں ہر سردار کے نام ونسب کا تفصیل وار بیان، اور یہ ذکر ہے کہ ہر ایک اپنے ساتھ وہی قربانیاں لایا جو نحسون بن عمیندب لایا تھا۔ پھر ختم باب تک ان کی میزان دکھائی گئی ہے کہ (۸۴) مذبح کی قربانیاں جو اسرائیلی رئیسوں نے چڑھائیں یہ تھیں: روپے کی ۱۲ قابیں، روپے کے بارہ طشت، سونے کے ۱۲ چمچے (۸۷) چڑھاوے کے لیے بارہ بچھڑے (۸۸) سلامی کے لیے بچھڑے چوبیس، یہ سب مذبح کی تقدیسیں تھیں۔

باب ۸ ورس ۱۴ پھر خطیئت کا بچھڑا آگے لایا اور ہارون اور اُس کے بیٹوں نے اپنے خطیئت کے بچھڑے کے سر پر رکھے۔ (۱۵) پھر اس کو موسیٰ نے ذبح کیا۔

باب ۹ ورس (۱۳) لیکن وہ انسان جو پاک ہے اور سفر میں نہیں اگر فسح کرنے سے باز رہے تو وہ انسان اپنی قوم میں سے کٹ جائے گا کیونکہ وہ مقرری وقت پر خداوند کے لیے قربانی نہ لایا وہ اپنا گناہ اٹھائے گا۔

باب ۲۰ ورس (۱) پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا (۲) کہ بنی اسرائیل کو حکم کر اور انہیں کہہ کہ میرا قربان یعنی میرے خوشبو کے ہومون کے لحم کی محافظت کرو، تا کہ تو اُسے میرے لیے وقت معین میں قربانی گزرانو۔ (۱۱) اور دو چڑھاوا جو تم ہر ایک مہینے کے غرّے کو خداوند کے آگے گزرانو گے۔ یہ ہے دو بچھڑے ایک مینڈھا، سات یک سالہ بے عیب برّے۔

اس کتاب کا سارا باب ۱۲۹ سے بیان میں ہے، ہم اس کے چند ورسوں کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ (۱) ساتویں مہینے کے چھٹے روز تمہاری مقدس منادی ہوگی۔ (۲) تم خداوند کی خوشنودی کی بو کے لیے ایک بچھڑا چڑھاوا گزرانیو۔ (۷) اُس کی دسویں تاریخ مقدس منادی ہوگی۔ (۸) چڑھاوے کی بابت ایک بچھڑا گزرانو۔ (۱۲) پندرہویں تاریخ تمہاری مقدس منادی ہوگی، اس دن تم چاکری کا کوئی کام نہ کرو اور سات دن تک خداوند کے لیے عید کرو۔ (۱۳) پھر تم چڑھاوا یعنی خوشبوئی کا ہوم خداوند کے لیے گزرانیو، تیرہ بچھڑے دو مینڈھے اور چودہ یک سالہ بے عیب برّے۔

(۱۷) دوسرے دن بارہ بچھڑے الخ۔(۲۰) تیسرے دن گیارہ بچھڑے الخ۔(۲۳) چوتھے دن دس بچھڑے الخ۔ (۲۶) پانچویں دن نو بچھڑے الخ۔ (۲۹) چھٹے دن اٹھ بچھڑے۔ (۳۲) ساتویں دن سات بچھڑے الخ۔ (۳۵) اٹھویں دن تمہاری مقدس منادی ہوگی۔ (۳۶) پھرتم ایک بچھڑا چڑھاوا کرو کہ خوشبوئی کا ہوم خداوند کے لیے ہو۔(۳۹) سو یہ وہ ہے جسے تم خداوند کے لیے اپنی عیدوں کے ایام میں گزرانو گے، سو تمہاری خاص نذروں اور خوشی کی قربانوں اور چڑھاووں اور تپانونوں اور سلامیوں کے۔

کتاب الاستنا باب ۱۵ ورس (۱۹) تیرے گائے بیل کے نر پہلوٹھی جتنے پیدا ہوں انھیں خداوند اپنے خدا کے لیے مقدس کیجیو، (۳) تو خداوند اپنے خدا کے آگے اس جگہ پر جو خداوند پسند کرے گا اپنے خاندان سمیت ہر سال کھائیو۔

باب ۱۶ (۲) اس جگہ پر جسے خداوند پسند کرے گا کہ وہاں اپنا نام رکھے خداوند اپنے خدا کے لیے تو اپنے گائے بیل اور بھیڑ بکری سے فسح ذبح کیجو۔

باب ۲۱ (۱) اگر کسی کی لاش پڑی ملے اور دریافت نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے، (۳) تو اس شہر کے بزرگ جو مقتول سے بہت نزدیک ہیں ایک بچھیا لیں جس سے ہنوز کچھ خدمت نہ لی گئی ہو اور جو اسے تلے نہ آئی ہو، (۴) اور شہر کے بزرگ اُس بچھیا کی گردن کاٹیں -اھ مختصراً-

سلاطین کی پہلی کتاب باب ۱۲ ورس (۲۲) ہر روز سلیمان کے دسترخوان کا خرچ یہ تھا ۳۰ کُر میدہ اور ۲ کُر آٹا (۲۳) اور ۳۰ موٹے بیل اور چرائی پر کی بیس گائیں، ایک سو بھیڑیں الخ.

باب ۸ (۵) اور سلیمان بادشاہ نے اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت نے جو اس جا جمع تھی صندوق شہادت پاس کھڑے ہو کے بھیڑ بکری اور گائے بیل جو کثرت کے سبب گنتی اور حساب میں نہ آسکے ذبح کیے، (۶۳) سلیمان نے کامل قربانیاں گائے بیل سے خداوند کے آگے بائیس ہزار ذبح کیاں اور بھیڑ بکری ایک لاکھ بیس ہزار۔

جیو ہتیا

رہی جیو ہتیا وہ جیسی گائے کی ویسی ہی بھیڑ بکری کی بلکہ ہر جانور کی یہ کیا کہ گاؤ کشی جیو ہتیا میں

داخل رکھو، اور بکری بھیڑ وغیرہما جانوروں کے گلے پر روز چھری پھیرو۔ دفع مرض وبائی کے لیے یہ عمل مجرب خیال کیا گیا ہے کہ خنزیر مرغ بکرے کی، دیوی کے استھان پر گردن مارتے اور انھیں الٹا لٹکاتے لو کے جلاتے چیختے چلاتے آبادی کے گرداگرد پھرتے ہیں، گویا ان کے ٹپکنے والے خون سے حصار بناتے ہیں۔ یہ تماشہ میں نے بچشم خود ایک گاؤں میں معاینہ کیا ہے۔ اسے ہتیا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تو پنڈت صاحبوں کے حکم کی تعمیل ہے۔

اور سنیے، بلرام جی نے سوت کو بیاس جی کی گدی پر بیٹھ کر کتھا بکھانتا تھا صرف اس قصور پر قتل کر دیا کہ اُس نے تعظیم کھڑے ہو کر نہ دی۔ اسے ہتیا کیوں کہو گے کہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی ہمدردی و مہربانی تھی کہ اس کے پاپ کی سزا دے کر دوسرے جنم کے عذاب سے بچا دیا۔

اور سنیے، پرچہ نیر اعظم مراد آباد نمبر ۴۸، جلد ۱۴، مطبوعہ ۴ر دسمبر ۱۸۹۳ء بیان کرتا ہے کہ ۲۲ر اکتوبر ۱۸۹۳ء کو بنارس سشن میں ایک مقدمہ سماعت کیا گیا کہ ایک شخص سکھ نندن نامی درگا جی کے استھان میں ۳ر جولائی ۱۸۹۳ء کو بھینٹ چڑھانے کی غرض سے قتل کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ درگا جی پر کسی آدمی کا چڑھانا ہرگز ہتیا نہیں ہوسکتا کہ اس میں درگا جی اور ان کے سوا بہت سے دیوتاؤں پر اِلزام قائم ہوگا جو ہرگز روا نہیں بلکہ ہتیا اور پاپ میں داخل ہے

گر ہمیں بھینٹ و نذرِ درگا جی ست

قومِ ہندو تمام خواہد شد

اور سنیے، ان صاحبوں کا اکثر معمول ہے کہ اپنی مراد پوری ہونے پر دیوی پر بھینسا جگ دمبا پر سوئر چڑھاتے ہیں، یہ ہتیا کہاں، یہ معبودوں میں سے دو معبودوں کو گوشت کا بھوجن دینا ہے جو مہاپن سے اس کے سوا سانپ بچھو وغیرہ وغیرہ مارے جاتے ہیں حالاں کہ سانپ اُن کا دیوتا ہے۔ کیا ان کی جان جان نہیں، یا ایسا قتل ہتیا میں شریک نہ سمجھا جائے گا، یا اس فعل سے دھرم بھرشٹ نہ ہوگا۔

ان صاحبوں کی کتب مذہبی ان باتوں سے معمور ہیں۔ یہاں مشتے نمونہ بیان کر دی گئیں۔ گوشت خور اور شکاری معبودوں کے بندوں کو کیا جانے کیا ہوا کہ جیتی مکھی نگلے جاتے ہیں، اگر اپنے معبودوں کا حال پیش نظر رکھیں تو مسلمانوں سے ناراض نہ ہوں بلکہ معظم خیال کریں؛ ورنہ کم از کم

محسن سمجھنا تو ضروری ہے کہ انھوں نے ان کے معبودوں کی ایک عادت کی نہایت اچھے اور جائز طریقے سے یادگار قائم کی ہے۔

اور اگر یہی ٹھہری ہے کہ مسلمان گائے کے ساتھ یہ برا کام کرتے ہیں تو اس اعتراض میں ان کے معبود بھی شریک ہو جائیں گے۔ انصاف کے گلے پر چھری پھیر کر اہل اسلام کو آزاردہ اور تکلیف رساں کہنا اپنے معبودوں پر اِلزام قائم کر لینا ہے۔ یہاں ہم چند فقرے کتاب **بشارتِ احمدیہ** سے انتخاب کرتے ہیں :

جو یہ کہتے ہو کہ جیو رکھشا ہم اس گمان سے کرتے ہیں کہ جانے یہ ہمارے پتر ہوں تو مخالف کہہ سکتا ہے کہ ہل جوتنا، سوار ہونا، دودھ دوہنا، استری سے بھوگ کرنا، ساگ پات پھول پھل کھانا بھی چھوڑ دو، جانے یہ بھی وہی ہوں، یعنی پُرکھ یا پُرکھانیاں۔

اور ہم جیو ہتیا اس یقین سے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے شُترو ہیں جب یہ ہم پر ور تھے ہم کو ستاتے تھے، اب ہم در ہیں اس واسطے اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ سو اس کا کیا اترج ہے۔ (۲) جو یہ کہتے ہو کہ جیو ستانا مہا پاپ ہے تو بتاؤ ساگ پات اور پھول پھل وغیرہ میں جیو منش کے برابر ہے یا آدھیں، اگر برابر نہیں آدھیں ہے تو ستانا ایسا ہے جیسا شوڈروں سے خدمت کرانا یا مخنث کا کام لینا اُس کا کچھ دوش نہیں۔ (۳) اور جو برابر ہے تو بتاؤ پھول پھل پتے توڑنا، بوٹی یا جڑی کو جڑ سے اکھیڑنا، کھیت کاٹنا، ناک اور کان چھدوانے، اور پشو پر سوار ہونا، اور جوتنا یا کسی کے گلے میں رسی ڈال کر باندھنا، اور کسی کی ماں کا دودھ تھن سے دوہ لینا، اور کنواری کنیا سے ہم بستری کرنا، اور جو اس کے علاوہ ہیں۔۔۔ دھرم ہیں یا نہیں اگر ہیں تو تم کیوں کرتے ہو، اور جو نہیں تو مخالف کے ہم کیا دوش ہے۔ (۴) جو یہ کہتے ہو کہ جیو مارنا مہا پاپ ہے تو میں کہتا ہوں کہ جیو کو منش تو کیا چیز ہے مدمیشر بھی نہیں مارتا؛ کیوں کہ وہ بھی اناوی ہے، ہاں جون چھوڑ یا محض کیا برائی ہے اس کو تو اچھے سے اچھے انیک سریر ہیں کسی نہ کسی میں چل بسے گا اور اس کو کھا کر ہزاروں جیو کا بھلا ہوگا۔

ایک پنتھ دو کاج بلکہ جون جگ اسی کا نام ہے

قربانی کے بارے میں جہاں اور عذراتِ لاطائل پیش کیے جاتے ہیں وہاں انقطاعِ نسل کا بھی مہمل عذر استعمال ہوتا ہے جس کی نسبت ہم ذیل میں مختصراً چند فقروں پر اکتفا کرتے ہیں :

انقطاعِ نسل

کہا جاتا ہے کہ اگر مسلمان گائے بیل کی قربانیاں کرتے رہیں گے تو ان کی نسل میں بہت کمی ہو جائے گی بلکہ رفتہ رفتہ منقطع ہونے کی اُمید ہے، اور زراعت وغیرہ ضروری کاموں میں فتور واقع ہوگا۔

میں کہتا ہوں ان صاحبوں سے پوچھا جائے کہ مسلمانوں کی رسم قربانی کوئی نئی بات ہے، یا گائے بیل کا ذبح ہونا کوئی جدید، اور قربانی اور اُس کے سوا روزانہ صرف میں ہمیشہ سے یہ جانور استعمال کیے جا رہے ہیں؛ مگر اس وقت تک کسی رتھ بہلی چھکڑے حتی کہ میلے کی کرانچیوں میں بھی بیلوں کی جگہ اونٹ جتے ہوئے نہ دیکھے گئے، نہ کھیتوں میں گدھوں کے ہل چلتے نظر آئے، نہ ان کی کمی کی نسبت کوئی شکایت بھری آواز کسی طرف سے کانوں تک پہنچی کہ ان کی ارزانی میں گرانی نے فرق ڈالا ہو۔

اور زراعت کے فتور کا حال اس موازنہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہنود کی عمل داری میں کتنی زمین مزروعہ تھی پھر عمل داری اسلام میں زراعت نے کس قدر ترقی کی، اور اب عمل داری انگلش میں کہ دوسرے کھانے والے اور آ گئے کہاں تک پہنچی اِن حسابوں؛ تو گاؤں خوری نے زراعت یا نسل گاؤ کو کچھ نقصان نہ دیا بلکہ بڑھتی دولت رہی اور کیوں نہ ہو کہ قانونِ قدرت سے جس چیز کا جتنا خرچ بڑھے گا پیدائش زیادہ ہوگی۔

اِس قانونِ پاک کی کوئی دفعہ حکمت سے خالی نہیں، اگر وہ ان جانوروں کی ذبح کی اِجازت نہ دیتا تو ان کی دن دونی رات سوائی کثرت اشرف المخلوقات یعنی انسان کے واسطے جس کی خاطر یہ پیدا ہوئے ہیں بود و باش کے لیے جگہ نہ چھوڑتی۔ عالم اسباب میں موت اِس کام پر رات دن مقرر ہے کہ جانوروں کی عزیز اور پیاری روح کو اُن کے اجسام سے جدا کرے؛ تا کہ دوسرے آنے والوں کے لیے جگہ خالی ہوتی رہے ع: یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

اگر ہم آپ لوگوں کی طرح بلند پرواز خیال رکھتے ہوتے تو آج موت پر انقطاعِ نسل کے الزام قائم کرنے کا اچھا موقع حاصل تھا ہم نے یہ ثابت کر دکھایا کہ ہمارے اس برکت والے فعل پر الزام

ہرگز روانہیں؛ مگر حضراتِ معترضین ضرور ایسے ایسے اسباب فراہم فرماتے ہیں جن سے کمی نسل مجبوراً مان لینے کے قابل ہے۔ ان صاحبوں میں بیلوں کو بدھیا کرنا اس شدت سے شائع ہے کہ میرے خیال میں کوئی رتھ، کوئی بہلی، کوئی چھکڑا، کوئی بل ایسا نہ ملے گا جس میں کم سے کم ایک بدھیا نہ ہو۔

میں کہتا ہوں اچھے خاصے چلتے بیل کو آزار دینا اس کے جسم زیریں کے ایک حصہ کو کاٹنا یا بذریعہ شگاف نکال کر ہجڑا کرنا یعنی بدھیا بنانا جس کے باعث وہ نسل کے کام نہیں رہتے نسل کا قائم رکھنا اور ترقی چاہنا ہے یا اس کا بیج تک کھونا اور جڑ سے کاٹنا۔

دل ہی نہ رہا اُمید کیسی ☆ جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی

بڑی شرم کی بات ہے کہ آپ کھلے خزانے نسل کی اصل تک نہ چھوڑیں اور دوسروں پر کمی نسل کا الزام دھریں۔ ع: چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

میں جہاں تک ان صاحبوں کے بے ہودہ خیالات پر توجہ کروں گا سلسلہ کلام کو طول ہوتا جائے گا؛ لہٰذا مناسب کہ اپنے وعدہ کے ایفا میں کوشش کروں، اور پنڈت بشن نراین صاحب دربیرسٹر لال کتاب پر جس کے سرخ ٹائٹل پیج کا اگلا پچھلا ورق فریاد کر رہا ہے کہ اوّل سے آخر تک اس کتاب نے صدق مقال کا خون کیا ہے نظر ڈالوں، وباللہ التوفیق۔

اُمورِ ضروری قابل اظہار

۱ اس کتاب کی لفظی غلطیوں پر گرفت نہ کی جائے گی کہ پنڈت صاحب کی علمی لیاقت ان کی کتاب دیکھتے ہی ہر کم استعداد پر بھی روشن ہو جائے گی۔

۲ خاص شہر بریلی کے سوا دیگر مقامات کی نسبت تفصیلی بحث لکھی جائے گی کہ شرح واقعات علم واقعات پر موقوف ہے، اور یہاں ہٹ دھرمی کج بحثی کی بھی عادت نہیں۔

۳ جن باتوں کا تذکرہ مکرر آئے گا مگرر جواب نہ دیا جائے گا، اگرچہ پنڈت صاحب اس کتاب کی پوری اور کافی داد لوکل گورنمنٹ کے حضور سے الفاظ ذیل کے پیرایہ میں پا چکے ہیں۔

'مسٹر در جوش پھیلانے والے ہیں'۔

اور نیز جناب مسٹر مول صاحب کمشنر بریلی بھی پنڈت صاحب کو میموریل فرستادۂ ہنود کی تحقیقات کے دن ذیل کی تعریف سے معزز و مفتخر فرما چکے ہیں۔ 'پنڈت بشن نراین دراس مسئلہ پر جوش پھیلانے والوں کے سرگروہ ہیں'۔

اور نیر صاحب موصوف نے اپنی تاریخی بحث رواجِ قربانی میں ان کی کتاب کا ایک اجمالی رد بہت ہی موزوں اور پسندیدہ گفتی کے لفظوں میں فرمادیا جو ہدیۂ ناظرین با تمکین کیا جاتا ہے۔

'تم خود انگلستان میں رہ چکے ہو اور جانتے ہو یہ امر (یعنی اثباتِ عدم رواج قربانی) غیر ممکن ہے، گو تم خود ایسے رسم و رواج پر ایک نہایت ہی خلافِ عقل پمفلٹ کے مصنف ہو'۔

ان باتوں کا علم ہم کو پرچہ نجم الہند میرٹھ مطبوعہ ۳۱ر جولائی ۱۸۹۴ء نمبری ۱۶، جلد ۱۴، سے حاصل ہوا جس کے مالک لالہ اوتار کشن آغا پنڈت صاحب کے قومی بھائی ہیں۔ یہاں اتنا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لنکا گھر کے بھیدی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

اِس داد اور ایسے رد کے بعد کچھ احتیاج باقی نہ رہی تھی؛ مگر صرف اس خیال سے کہ پنڈت جی شکایت کریں گے کہ یوروپین صاحبوں نے ہماری عزت کی، ہمیں پوچھا مگر اہل اسلام میں سے (جن کے یہاں ہم مہمان آئے ہوئے ہیں) کسی ایک نے بھی مہمان نوازی کی عمدہ اور معقول رسم اَدا نہ کی، اُن کی کتاب سامنے پھیلا کر اور رد کرنے والا پرزور قلم ہاتھ میں لے کر ہمہ تن متوجہ ہوتا ہوں، اور پنڈت صاحب کی ضیافت طبع کے لیے چٹپٹی مسالے والی روحی غذا تیار کرتا ہوں۔

یہاں میرا خیال مجھے رائے دیتا ہے کہ پہلے پنڈت جی مہاراج کی پوتھی سے وہ اشلوک ایک جگہ منتخب کرلوں جو سلطنت برطانیہ اور اُس کے ارکان کی سخت تذلیل پر متضمن ہیں اور خوف دلانے والی ہمت اور دھمکانے والی خلافِ قانون جرأت کو شامل۔

پنڈت جی کی بہادرانہ کتھا اور سلطنت برطانیہ پر عتاب و جفا

صفحہ ۲ سطر ۳۰ لغایۃ ۳۲ ؎

رعیت بیج ہے سلطاں شجر ہے ☆ یہ قول اُستاد کا اے بے خبر ہے
رعایا کو اگر نا خوش کرے گا ☆ وہی پھر ہو گا جو آگے ہوا تھا
کرو گے جیسا ویسا ہی بھرو گے ☆ وہی کاٹو گے جیسا بیج بو گے

صفحہ۵،س۱۶: انگریزی حکومت کو اس ملک میں نقصان پہنچے گا۔

صفحہ۱۲اس ۲۶: بالفعل ہماری سرکار کو انصاف سے کوئی بحث نہیں ہے۔ صرف غرض یہ ہے کہ کسی طرح لوگ ماخوذ ہوں، اور سزائیں پائیں، اور یہی ہو رہا ہے کہ سر چارلس کرا استویٹ سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ سولین تک اس پر۔۔۔ بیٹھے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو انصاف کی گردن کو کند چھری سے ریتیں اور کوئی لاکھ فریاد کرے لیکن ایک نہ سنیں، خیر!

کہاں تلک دل دکھائے گا وہ کبھی ہماری خدا سنے گا
یہ یاد رکھے گا بندہ پرور برے کا انجام بھی برا ہے

ص ۱۷،س۹، لغایتہ ۱۳: حیف کی بات ہے جب اس قدر ہماری سرکار کو قوت نہیں حاصل تھی اور اس کی حکومت ایسی مستحکم نہ تھی جیسی کہ اب ہے تب تو ہنود کے مذہب کا پاس کیا، اور ملک میں امن قائم رکھا لیکن اب جب کہ اس قدر مضبوطی انگریزی سلطنت کو ہے وہ طریق ترک کیا جاتا ہے اور ایسی راہ اختیار کی جاتی ہے کہ جس سے سب رعایا کا دل دکھے اور ملک میں بے انتظامی پھیلے۔

ص ۱۸،س ۱۳: اس ملک کا انتظام ضرور ایک دن تہ و بالا ہو گا۔

ص ۲۶،س ۲۰: لیکن تحمل کی بھی حد ہوا کرتی ہے، دبے پر چیونٹی بھی کاٹتی ہے۔

ص ۲۶،س ۲۸: بے اطمینانی بڑھتی جاتی ہے موجودہ حکام سے انصاف کی اُمید منقطع ہوتی جاتی ہے بخارات دلوں میں جمع ہو رہے ہیں جس کا نتیجہ ہر گونہ ملک کے حق میں مضر ہے۔

ص ۲۷،س ۲۹: رعایا کا دل ہی دل میں گھٹنا اچھا نہیں۔

پنڈت جی گورنر جنرل بہادر سے بھی خفا ہیں

ص،۳س ۱۲: ؎

گورنر کچھ نہیں سنتے ہیں فریاد

برابر ہو رہی ہے ہم پہ بے داد

پھر دو سطروں کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

زبردستی بہت کچھ ہو چکی اب ☆ تحمل کا پیالہ ہے لبالب

یہی ہے قول حاکم سے ہمارا ☆ ہے دانش مند کو کافی اِشارہ

پنڈت جی لفٹننٹ گورنر بہادر سے بگڑ بیٹھے

ص ۶، س ۴: گورنمنٹ اپنے فعل کی مختار ہے، اگر تجربہ سے سبق نہ لے گی تو اس کا ثمرہ آپ پائے گی؛ لیکن ہم لوگ کسی طرح غلطی میں نہیں رہ سکتے، اور خوب جانتے ہیں کہ ملک میں کیا ہوا ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں۔

ص۶ س ۷: ایسی سخت عام ناراضی پھیل گئی ہے کہ جس کی شاید اور کوئی گورنمنٹ جس میں کچھ بھی تہذیب اور شائستگی کا خیال ہوتا ایک لحہ متحمل نہ ہو سکتی۔

ص۶ س ۱۲: سر چارلس کراستویٹ نے وہ بدعت مچا رکھی ہے۔

ص۶ س ۱۶: بالفعل یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ضلع اعظم گڑھ میں قیصرۂ ہند کی حکومت ہے، ہاں البتہ سر چارلس کراستویٹ کا نادر شاہی حکم جاری ہے۔

ص۸ س ۱۷: اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ گورنمنٹ کی رام کہانی بہت درست ہے۔

ص۹ س ۱۶: آخر کار وہ خون ہوا کہ جس کا دھبا سر چارلس کراستویٹ کے عہد حکومت پر ہمیشہ رہے گا۔

ص۱۲ س ۵: ناعاقبت اندیشی اور بے جا غصہ نے سر چارلس کراستویٹ اور ان کے ماتحتوں کی آنکھوں پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ ان کو انصاف بالکل نہیں سوجھتا۔

ص۱۲ س ۱۱: گاؤ کشی کے مقدمات میں ہندوؤں کو سخت سزائیں دیں اس سے بھی بدتر سر چارلس نے ایک بات کی۔

ص ۷ اس ۲۵: بہر حال یہ عجیب وغریب رواج پیدا کر کے لفٹنٹ گورنر اور ان کے ماتحت حکام الزام سے بری نہیں ہو سکتے اور جو کچھ اعظم گڑھ میں ہوا ہے اس کا گناہ ضرور ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

ص ۷ س ۱۲: (مضمون اعظم گڑھ کے بلوہ کی حقیقت کے آخر میں فرمایا جاتا ہے) :

اس سے لوگوں کے خیالات چند عرصہ تک چھپے رہیں گے مگر موقع پا کر ایسے زور سے ظہور پائیں گے کہ گورنمنٹ کی بنیاد کو ہلا دیں گے۔

پنڈت جی نے کمشنر صاحب بہادر گورکھپور کو بھی نہ چھوڑا

(بلوہ اعظم گڑھ کی حقیقت) کے صفحہ ۴، س ۴ میں فرماتے ہیں :

'کمشنر صاحب نے بڑی حماقت سے کہا'۔

پنڈت جی مجسٹریٹ ضلع اعظم گڑھ سے ناراض ہیں

ص ۸ س ۲۴: بوجہ ناتجربہ کاری وحماقت مجسٹریٹ ضلع کے فساد ہوا۔

اسی صفحہ کی سطر ۲۶ میں مجسٹریٹ کے حکم کو لغو بھی لکھا ہے :

ص ۶ س ۱۹: (اعظم گڑھ کے بلوہ کی حقیقت) مسٹر ڈو پر نے جو خود اس کشت وخون کی بنیاد ہیں۔

پنڈت جی انگلو انڈین یعنی عام حکام پر برس پڑے

الٰہی خیر! آج کس قیامت کی تیز چوبائی چل رہی ہے کہ غریب مسلمانوں کے تو ہوش اُڑے جاتے ہیں، ہمارے دوست لال کتاب کے مصنف نے سلطنت سے لے کر مجسٹریٹ تک بغیر برا بھلا کہے کسی کو کورا نہ چھوڑا، ابھی سلطنت کو دبا رہے ہیں، بہادرانہ خیالات سے ڈرا دھمکا رہے ہیں کہ گورنر جنرل بہادر کے مقابلہ کو تیار ہو گئے، ابھی گورنر جنرل بہادر کو تنبیہ کی جاتی تھی کہ لفٹنٹ گورنر

بہادر سے بھڑ گئے، کبھی صاحب کمشنر سے زبان درازی کی، کبھی صاحب مجسٹریٹ سے ناخوش ہوئے، جس طرف دیکھو ایک ہی سی حالت، جدھر دیکھو ایک ہی کیفیت

ع: یارب ہوا دیارِ جنوں میں کدھر کی ہے

بمبئی واقعات پر نظر ڈالنے سے ہمیں دیسی مکتبوں کا سمان یاد آتا ہے کہ اُستاد جی جلوہ افروز ہیں اور شاگرد سامنے حاضر، کبھی اس سے خفا ہو گئے، کبھی اُس سے بگڑ بیٹھے، کسی کو ڈرایا، کسی کو دھمکا دیا، کوئی عیدی نہ ملنے پر مضروب، کوئی بقر عیدی نہ دینے پر معتوب، اللہ کی شان ضعیف گوسفند اور شیر نر کا مقابلہ۔ بے حقیقت مینڈھا اور فیل مست سے مجادلہ ع: آئی چیونٹی کی قضا اُس کے جہاں پر نکلے

ناظرین باتمکین! ہمارے خیالات کی پوری پوری تطبیق پنڈت جی کے گزشتہ اور آئندہ اشلوکوں سے کر سکتے ہیں:

ص۳س۷ ع: الٰہی عقل کیوں اُن کی ہوئی گم

ص۲س۱: ؎ یہ کیوں جڑ کاٹتے ہیں سلطنت کی ☆ بھلا یہ کون سی ہے عقل مندی

ص۵س۱۲: بہت کچھ انگلو انڈین حکام کی بے جا دست اندازیوں کا ثمرہ ہیں۔

ص۶س۲۴: اعظم گڑھ کے بلوہ کا سارا الزام حکام وقت کی گردن پر ہے۔

ص۲۳س۱۰، لغایتہ ۱۱: افسوس کہ اکبر کا ورثہ ایسے لوگوں کے ہاتھ پڑا ہے جو اس کے قابل نہیں ہیں، اور سینکڑوں برس کا کام مٹی میں ملائے دیتے ہیں۔ ؎

صد حیف کہ پیر چرخ نابینا شد ☆ خوک و خر و خرس بوعلی سینا شد

ص۲۶س۵ لغایتہ ۷: خود غرضی کے آنکھوں پر پردے پڑے ہیں۔ فرعونیت کے نشے میں مست جھوم رہے ہیں۔ محبت، ہمدردی، رحم و انصاف دل سے کوسوں دور ہے؛ لیکن نخوت حماقت کی نشانی ہے، خودسری کا نتیجہ آخر میں پشیمانی ہے۔

ص۲۷س۲: حکام تخم بربادی ملک کا بو رہے ہیں، رعایا کے دل کو دکھا رہے ہیں۔

ص۲۸س۱۷: ع: جو کور کورانہ چل رہے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ بھالتے ہیں

ص۴۵س۱۲: حکام کے ایک سرے سے دماغ بگڑے ہوئے ہیں۔

میں نے سرسری طور پر اس کتاب کو دیکھا، اگر نگاہِ تامل سے کام لیا جائے تو اس قسم کی اور بھی بے باکیاں نکل سکتی ہیں۔ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ پنڈت جی کے بہادرانہ خیالات میں اُن کی قوم شریک نہیں، یا یہ کتاب صرف اُنھیں کی اکیلی فکر کا نتیجہ ہے، ہرگز نہیں۔ مدتوں کمیٹیاں ہوئی ہوں گی، پہروں سر برآوردہ سر جوڑ جوڑ کر بیٹھے ہوں گے تو بہت مشکل سے یہ جرأت اور دانش مندی کی پوٹ بندھی ہوگی۔

پنڈت جی کو عقل کا پتلا پا کر اآگوا اور بینڈیا بنادیا؛ ورنہ ایک سلطنت کے مقابلے میں ایک شخص بایں جرأت اُٹھ کھڑا ہونا ہرگز ہرگز گوارا نہ کرے گا، اگر چہ وہ پنڈت جی سے بھی زیادہ عقل کی پوٹ ہو، جب تک قوم سے ہر طرح کی جائز وناجائز اِمداد واِعانت کا پورا پورا بھروسہ اور اطمینان نہ کرلے۔ کیا عجب کہ یہاں بھی اس خوفناک اَمر پر قسم پر تیت کی نوبت پہنچی ہو، گنگا اٹھائی گئی ہو کہ اگر کسی قسم کا معرکہ آپڑے تو دھوتیاں پیچھے سے سنبھالی جائیں، پہلے حربہ پر ہاتھ پہنچ جائے، اور یہ کھلا کھلا مادۂ فساد محتاج مسہل اور قابل اخراج صرف پنڈت جی ہی کے معدۂ خیال میں نضج نہیں پا رہا ہے بلکہ آج ہندو قوم میں وبا ہو کر پھیلا ہے، یہاں میں اس تشخیص پر کئی شاید پیش کرتا ہوں۔

اخبار عام لاہور، پرچہ ۲۸ ر ستمبر ۱۸۹۳ء میں لکھتا ہے:

۱ لال صاحب ممالک مغربی وشمالی کی بے ہودہ سرائی۔

۲ اوّل درجہ کی نالائقی۔

۳ حکام اندھے تھے، لولے تھے، بہرے تھے۔

پرچہ ۲۹ ر ستمبر میں درج ہے :

۴ لاٹ صاحب کس کھونٹے کے سہارے سے لکھتے تھے۔

۵ لاٹ صاحب کی گولہ باری گوزِشتر سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔

٦ بس نتیجہ بالائی کے بدلے گوبر نکل آیا۔

۷ حکام کو اُلو کا پٹھا سمجھنا۔

۸ ان پاجیوں نے اک نرالا طریق نکالا ہے۔

۹ راچھس حاکم۔

پرچہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۳ء تحریر ہے :

۱۰ لاٹ صاحب کلکتہ گنگا گھاٹ کے اوڑپا لوگوں سے مالش کرانے کا فن سیکھ چکے ہیں۔

۱۱ اگر وہ ایک پتھر اُٹھا کر لاٹ صاحب کے چہرے پر زور سے مارتے اور ان کا ماتھا پھٹ کر ناک بیٹھ جاتی۔

۱۲ یوروپین حکام نشہ میں بدمست رہتے ہیں۔

۱۳ ہم کہتے ہیں کہ یہ کارروائی ضرور کبھی نہ کبھی پولیٹکل خطرہ میں سرکار کو ڈالے گی اور زبردست طاقت ضرور فائدہ اُٹھائے گی۔

فقراتِ صدر پر نظر ڈالتے ہی غریب مسلمانوں کے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ جو بہادر قوم سلطنت اور اُس کے زبردست حکام کی کوئی اصل نہیں سمجھتی وہ زبردست مسلمانوں کی کیا حقیقت سمجھے گی۔ بات یہ ہے کہ نہ مسلمان مجاز، نہ وہ بے تہذیب زبان دراز، نہ انھیں سرکشی کی عادت نہ سلطنت سے قصد بغاوت اور گورنمنٹ خدا جانے کیا سوچ رہی ہے کہ یہ کچھ سنتی اور خاموش بیٹھی ہے؛ ورنہ مسلمان جو کچھ ہیں کون نہیں جانتا عالم کی تاریخیں ان کے کارناموں سے گونج رہی ہیں، ان کارروائیوں سے ہنود کا ارادہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو تو کچا ہی نگل جانا چاہتے ہیں، اور سرکار کے مقابلے میں جی توڑ کے لڑنا گویا بجائے خود سمجھ چکے ہیں، اور ٹھان لی ہے کہ بچھڑا بچھڑوں میں یا قصائی کے کھونٹے سے۔

۱۸۹۳ء میں مسمی لالنا پرشاد نے مسلمانوں کے مذہبی تیوہار یعنی بقرعید سے کچھ دن پہلے ایک اشتعال دینے اور دلوں کے اُبھارنے والے مضمون کی چند کاپیاں بریلی کے بازار بلکہ کتب خانہ سرکار (جو کوتوالی سے نہایت ہی متصل واقع ہے) اور عام رہ گزاروں کی دیواروں پر چپکائیں جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :

اِشتہارِ عام

واضح ہو کہ اے ہندو بھائیو! تم کو شرم کی بات نہیں ہے جو کہ تم گاؤکشی شہر کے اندر کراؤ، اور اس بات کے اوپر زنانے کپڑے پہن کر اندر مکان کے چھپ رہو، افسوس افسوس میں صد افسوس، اگر

ہمت مرداں ہے تو مدد ِخدا ہے، تم سامنے میدانِ کارزار میں مطابق اس شہر کے عمل کرو۔

جو تم شیر دل ہو تو مار و شکار ☆ کہ خالی نہ جائے گا مردوں کا وار

اور یہ بات آپ لوگوں کو لازم ہے کہ جب آپ لوگوں نے ہمت کا جوش آغاز کیا ہے تو اسے اتمام بھی کرنا ضرور بالضرور ہے، اور اگر آپ انجام نہیں کریں گے تو بہت شرم کی جگہ ہے، بلکہ ہر اہل اسلام اہل ہنود کو طعنہ دینے پر آمادہ ہوگا بلکہ یہاں تک کہ منہ پر تھوکنے کو تیار ہوگا۔

اگر آپ لوگ اہل ہنود ہیں تو جمیع ہندو اتفاق کر کے گاؤکشی کو شہر میں نہ ہونے دو، اور اگر جان بھی جاتی رہے تو اُس کی کچھ پرواہ مت کرو، اور اہل ہنود اہل اسلام سے شمار میں کم نہیں، صرف اہل ہنود میں ہمت نہیں ہے، اور اگر آپ لوگ ہمت پر آمادہ ہوں تو اہل اسلام آپ لوگوں کا بال ٹیڑھا نہ کر سکیں گے، اور اگر آپ گاؤکشی کرنے دو گے تو ہم جانیں گے کہ تم ہندو نہیں ہو بلکہ کسی بھنگی کی پیدائش ہے......۔

بہرے کارے کہ ہمت بستہ گردد ☆ اگر خارے بود گل دستہ گردد

المشتہر: ایک خیر اندیش ہندو بریلی

اس فعل پر اشتہاری بہادر کو دو برس کی قید ہوئی، یہ شخص تھوڑی حیثیت کا آدمی ہے، محکمہ چونگی میں پانچ روپیہ کا چپراسی تھا، غور کرنے کی جگہ ہے کہ برے خیال اور برے ارادے یہاں تک جوش پر ہیں جس کا اثر عمائد کی شرکت سے ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں پر ایسا قوی پڑ رہا ہے، اگر ایک ذرا انصاف کی نگاہ سے دیکھیے تو کسی نے کیا خوب کہا ہے ع: ذکر ہر کس بقدر ہمت اوست

چھوٹی ہستی ذلیل حیثیت کے لوگ ادنیٰ ادنیٰ سی جھیلیں ہیں کہ ذرا سے پانی میں ان کا خود اُبل پڑنا متصور کہ نہ تہذیب ہے جو خانہ جنگی سے روکے، نہ عقل سلیم کہ انجام شناسی پر لائے، انھیں جو کچھ کرنا ہوا بے تامل کر گزرے، پھر وہ اس وقت افلاطون کی بھی نہیں سنتے؛ مگر ایسی دیر طلب عظیم و بزرگ کارروائی کہ تمام قوم کو ترغیب دیں رفتہ رفتہ اہتمام و انتظام کے ساتھ ایک مہم کام پر یک دل یک زباں کریں کبھی نہ سنا ہوگا کہ چھوٹے لوگوں کا ایسی طرف خیال بھی جاتا ہو سند کے لیے یہی بلوۂ اعظم گڑھ حاضر ہے۔

کیا یہ ساٹھ ہزار کا مجمع کسی ایسے ویسے کے ہو کر دینے سے ہو گیا، حاشا ہرگز نہیں بلکہ بڑے

سے بڑے سردارانِ قوم نے جان توڑ کر کارروائیاں کی ہیں جو اس جماؤ میں کامیاب ہوئے ہیں؛ ولہٰذا جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بمقام بلیتا اپنی اسپیچ میں فرمایا کہ افسوس ہے کہ مذہبی تیوہاروں کے موقعوں پر وقتاً فوقتاً ہندوستان کے مختلف مقامات میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہم لڑائی ہوتی رہی ہے، عام طور پر صرف چھوٹے درجے کے جاہل لوگ ان لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے ہیں اور اب تک یہ لڑائیاں انتہائی اشتعال طبع سے وقوع میں آتی رہی ہیں اور اسی قصبے یا گاؤں کے باشندوں تک محدود رہی ہیں، جہاں ایسا ہوا۔

معاملہ حال میں یہ اور کئی صورت پیدا ہوئی ہے کہ بلوہ کا اہتمام پہلے سے کیا گیا یعنی آدمی بتعدادِ کثیر مفصلہ بالا تینوں اضلاع یعنی اعظم گڑھ، گورکھ پور، غازی پور کے جمع کیے گئے اور مجھے یقین ہے کہ دوسرے مقامات کے لوگ بھی دریا پار سے آئے۔ اب یہ لوگ یکجا اس غرض سے اکٹھا کیے گئے کہ غرض مشترک کا اجرا کریں یعنی جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند کی مسلمان رعایا کو ان کے مذہبی فرائض کو انجام دینے سے روکیں جس کو وہ سیکڑوں برس سے کرتے آئے ہیں۔

اور جناب موصوف نے اعظم گڑھ کی اسپیچ میں بھی ایسا ہی کچھ فرمایا ہے۔ یہ اشتہاری کار روائی بھی اسی رنگ کی تھی جسے کسی طرح ایک بے حیثیت کے مغز کا خیال نہیں کہہ سکتے، صاف طور پر ظاہر ہے کہ لالتا پرشاد اور اس کے حامی چاہتے تھے کہ بریلی کے غریب مسلمانوں پر جے جے کر کے ٹوٹ پڑیں، سرکاری انتظام کے شیرازے کو درہم برہم کر دیں، مدت کے منصوبے بے پورے کیے نہ مانیں پر نہ مانیں۔

یہاں ہم انجمن اسلامیہ بریلی کا اعلان نقل کرنا مناسب جانتے ہیں جس کے ذریعہ سے حکام والا مقام اور ہمارے ناظرین باتمکین مسلمانوں اور ہندوؤں کے خیالات کا بوجہ حسن موازنہ فرما سکیں۔

اعلان از جانب انجمن اسلامیہ بریلی بخدمت جملہ مسلمانان ساکن و وارد بریلی

واضح ہو کہ عید الاضحیٰ آئندہ یعنی سالِ حال کے لیے بجائے کثیر مکاناتِ مسلمین کے چند قربان گاہ معین و مشتہر ہونے سے ماہِ گزشتہ میں جو مسلمانانِ بریلی کو تشویش و بے قراری لاحق ہوئی تھی اس پر بعض اہل اسلام نے اِستغاثہ باضابطہ عمدہ انتظام و اہتمام کے ساتھ بحضور صاحب مجسٹریٹ پیش

کیا، اور چند مسلمانوں نے بتحریک عامہ مسلمین اپنے عذرات اور خیالات کی ایک یادداشت مطول ومدلل بطور دادخواہی بغرض ترسیل خدمت حکام مناسب وگورنمنٹ عالیہ اس انجمن میں پیش کی جو روانہ کی گئی ہے ان تدبیروں نے عوام اہل اسلام کو تو بہت مطمئن کر دیا کہ فرداً فرداً ایسی کوئی چارہ جوئی نہ کر سکتے اور طبیعتوں کی ایسی اصلاح کر دی کہ وہ بحث وتکرار کو فضول اور اپنے معاملات کے لیے مضر سمجھنے لگے؛ مگر بعض ہمارے ہم وطن ہندو دوستوں کو آزردگی بلاسبب پیدا ہوگئی ہے جو باضابطہ کارروائی سے رفع ہوسکتی ہے؛ مگر ہر قوم میں تعلیم یافتہ وغیرہ تعلیم یافتہ آدمی شامل ہیں جس طرح دو تعلیم یافتہ ہر معاملہ کو آشتی کے ساتھ طے کر سکتے ہیں اسی طرح دو غیر تعلیم یافتوں کا جمع ہونا نہایت خوفناک بات ہے۔

ان دنوں ایک کوچہ میں چند نوجوان غیر تعلیم یافتہ ہنود نے ایک راہ گیر مسلمان کو دیکھ کر قربانی کی نسبت نہایت توہین کے کلمات باہم کہے، یہ راہ رو مہذب شخص تھا، اس بات کو اَن سنی کر دیا، ایسے ہی بعض قصے اور بھی سنے گئے؛ اس لیے جملہ اہل اسلام کو خیر خواہانہ اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہاری تدبیریں سست ہیں، تمہارے سامان نادرست ہیں، نہ تم پر مال ودولت ہے، نہ تم کو فکر معاش سے فرصت ہے؛ لہٰذا یہ وقت تمہارے صبر وسکوت کا ہے، ہر معاملہ میں احتیاط اور بردباری کو ہاتھ سے نہ دو، اور خاص معاملہ قربانی میں کسی سے کچھ بھی گفتگو نہ کرو، اگر کسی جانب سے کچھ چھیڑ چھاڑ ہو چپ چاپ علاحدہ ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ کوئی الزام تم پر آئے، اور کوئی مقدمہ قائم ہو جائے، ان آزردہ دوستوں سے چولی دامن کا ساتھ چلا آیا ہے ہمیشہ سابقہ پڑا ہے اور پڑے گا، آج شکر رنجی ہے کل پھر شیر وشکر ہوں گے، ایسا کرو کہ اس وقت کی تمہاری کوئی بے احتیاطی آئندہ تمہاری ندامت کا سبب نہ ہو، اور ایسی احتیاط رکھو کہ انجام کو پیش گاہِ حکام میں تم کو کامیابی اور نیک نامی حاصل ہو۔

فقیر نحیف سید اشفاق حسین صدر انجمن اِسلامیہ بریلی

بمبئی میں بھی اشتہاری کارروائی کا استعمال کیا گیا۔ پرچہ اخبار نیر اعظم مرادآباد مطبوعہ ۴/ دسمبر ۱۸۹۳ء میں تحریر ہے کہ چار ہندو اس باغیانہ الزام میں زیر تحقیقات لیے گئے کہ انھوں نے کئی ہزار کاپیاں ایسے فتنہ انگیز پمفلٹ کی شائع کیں جن میں مفسدانہ مضمون کے ساتھ عام ہندوؤں کو اس طرح اشتعال دلایا گیا ہے :

'تم ہر و مونچھوں والے ہو، کیا تم گائے کی حفاظت پسند کرتے ہو، تم بہادر آریہ والوں کو لازم ہے کہ اپنی دلیری اور دولت کو صرف کرو، سیلاب میدان جنگ میں کود پڑو، زک دو، بے وقوف ملچھوں کو جو آریہ بھائیوں کے سامنے لاکھوں گایوں کی جان لیتے ہیں عمدہ جانوروں کو مارتے ہیں حملہ کرو، وہ مرد کیسا، تم مثل عورتوں کے ہو، کرتی پہنتے ہو، کیا تمہارے بازوؤں میں ایسی ہی قوت ہے جیسی آریہ بھائیوں میں ہوتی ہے، ایک مرتبہ اُٹھو، تم کیوں خوف کرتے ہو۔

جہاں ہم اس قدر لکھنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ ایسی ایسی باتوں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا بدزبانوں کے واسطے راہیں وسیع کرنا اور دبکتے خفیہ اِرادوں کمزور منصوبوں کو مضبوط کر دینا بلکہ ظہور میں لانا ہے۔ ابھی کچھ نہیں گیا ہے، ذراسی چشم نمائی میں کافی بندوبست ہوسکتا ہے؛ مگر یہ جوش پیدا کرنے والی خودمختار قوم نیشنل کانگریس اور گئو رکھشہ سبھاؤں کے ذریعہ سے جنکی نسبت سے ہمارے مہربان پنڈت بشن نراین در بیرسٹر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰، سطر ۲۶ میں یہ معقول رائے دیتے ہیں :

اس میں شک نہیں کہ ان سبھاؤں میں اکثر بڑے کٹر ہندو شامل ہیں، اور ان لوگوں کے اصول مذہبی تعلیم یافتہ لوگوں کے اصول سے زیادہ ترسخت ہیں، رفتہ رفتہ قوت حاصل کر کے ایک دم سے اُٹھ کھڑی ہوگی تو بے شک دقت اور سخت دقت کا سامنا ہوگا، اور یہ کانگریس اور سبھائیں اگر سلامت ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ ایک دن یہ رنگ رچ جائے اور صرف غریب رعایا اہل اسلام کے دروازوں بلکہ فوجی بارگوائی میں بھی وہ خونی ہولی کھیلی جائے جس کی پچکاریاں چمکتی ہوئی تلواریں ہیں، گربہ کشتن روزِ اول پر عمل کرنے والے بہت آرام سے رہتے ہیں۔ تمثیلاً کہا جاتا ہے کہ اگر چھوٹی چھوٹی نالیاں کسی بدررو کی مدد سے نکلیں تو ان کی روک کو تھوڑی سی خاک بھی کفایت کرسکتی ہے؛ مگر طوفان بے تمیزی نہیں جس کی جلد جلد بڑھنے والی موجیں پہاڑوں سے باتیں کرنے لگیں، بڑی طاقتوں سے بدشواری رکے گا۔

سرچشمہ شاید گرفتن بمیل ☆ چو پرشد نہ شاید گزشتن بپیل

خودمختاری کا وہ پودا جسے بغاوت کے تھالے میں رکھے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا ہو تھوڑی کوشش میں جڑ سے اُکھڑ سکتا ہے؛ مگر جب کہ آب و ہوا کی موافقت سے اُس کی بڑھنے اور پھیلنے والی شاخیں جھاد و باندھ کر آسمان کا مزاج پوچھیں اور اس کے اندر ہی اندر جگہ کرنے والی جڑیں ملک کی زمین کا احاطہ کرلیں تو دفعۃً کوئی قوت کوئی طاقت اس کو جڑ سے نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکے گی۔

درختے کہ اکنوں گرفست پائے ☆ بہ نیزے مروے برآیدز جائے
وگر ہم چناں روزگارے ہلی ☆ بگر دونش از بیخ بر نکسلی

یہی باتیں تھیں جنھوں نے بمبئی، مئو وغیرہ مقامات میں کشت خون کی نوبت پہنچوادی، اور ابھی ان حرکتوں کا بڑا پھاٹک روز بروز زیادہ کھولا جارہا ہے جس سے خون ریز فتنے بغاوت آمیز ہنگامے تلواریں چمکاتے برساتی حشرات الارض کی طرح نکل پڑیں۔

میں خیال کرتا ہوں تو اس خوف دلانے والے اور آئند سخت سخت اندیشہ ناک واقعات پیش لانے والے سامانوں پر تعجب ہوتا ہے، اور ہندو صاحبوں کی ہٹ دھرمی اور نامناسب کاوشوں پر افسوس کرتا ہوں کہ یہ صاحب کس حیا، کس غیرت کے تقاضے سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرکار پر الزام دھرتے ہیں اور بے گناہ مسلمانوں کے ملزم و مجرم بنانے میں کوشش کرتے ہیں۔

کیا مسلمانوں نے مسئلہ قربانی فقط ان کے چھیڑنے کو نیا نیا اختیار کیا ہے؟ کیا قربانی اُمورِ مذہبی میں داخل نہیں؟ کیا مقاماتِ قربانی پر سوائے اجازت حکام کو کوئی اور بھی چارۂ قانونی تھا؟ کیا مسلمانوں کی طرف سے قربانی میں ان صاحبوں کی جھوٹی دل آزاری کا کچھ بھی سامان کیا جاتا ہے؟

میں کہتا ہوں کہ مسئلہ قربانی میں یہ باتیں نہ بھی پائی جاتیں بلکہ وہ قانوناً ناجائز ہی فعل ہوتا اس حالت میں بھی ان کو قانون کی کسی دفعہ سے یہ اجازت نہ ملتی کہ بطورِ خود فیصلہ کرلیں اور سلطنت کو بے کار سمجھیں، ان کا یہ فعل ظاہر کررہا ہے کہ ہم رعیت ہونے کے پرخار وادی سے نکل کر خودمختاری کے بارونق پربہار گلزار میں آنا چاہتے ہیں۔

صاحبو! اگر مسلمانوں کی جانب سے یہ فعل- بقول آپ کے- آپ کے مذہبی خیالات کو صدمہ دہ اور تکلیف رساں عمل میں آیا بھی تھا تو آپ نے باضابطہ چارہ جوئی کو اس حد تک پہنچادیا ہوتا جہاں تک آپ کی کثیر و دل نشیں وسیع کوششیں آپ کے ساتھ رہتیں۔

عجب تماشے کی بات ہے کہ آپ ہی تو خودمختارانہ روش اختیار کریں، آپ ہی فیصلہ کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ جب اس راہ میں ٹھوکریں کھائیں تو حکام پر الزام لگائیں، پارلیمنٹ سے فریاد کریں، اس وقت پارلیمنٹ سے دادرسی کا خیال کہاں گیا تھا، جب کہ بڑے بڑے گروہوں بڑے بڑے انبوہوں کو پھسلا پھسلا کر خوں ریز کارروائیاں کرائیں۔

کیا مزے کی بات ہے کہ آپ ہی ساٹھ ساٹھ ہزار کی جماعت جمع کریں، (جو دفعۃً ایسے مقام پر کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتی جس کی پوری مردم شماری بھی اُس سے کم ہو جب تک جی توڑ کوششیں بہت پہلے سے استعمال نہ کی جائیں)۔ خود ہی سخت گاؤ زوریوں کے ساتھ پیش دستی فرمائیں (جیسا کہ پنڈت جی کی پوتھی کے صفحہ ۱۵، اعظم گڑھ کے بلوہ کی حقیقت کے مضمون سے ظاہر ہے) آپ ہی مسلمانوں کی گائیں چھینیں، سرکاری مویشی جابرانہ طور پر قبضہ میں لائیں، مقدس مساجد کو شہید کریں، بے گناہ مسلمانوں کے خون میں ہاتھ بھریں، گھروں پر چڑھ چڑھ آئیں، راستوں میں آوازے کسیں، اشتہاروں کے ذریعہ سے قوم کو مرد بنّے اور آمادۂ کارزار ہونے کی تاکید فرمائیں، غیرت دلائیں، ہمت بندھائیں، سرکشانہ حرکتیں خود کریں، دوسروں سے کرائیں، جب ایسی سخت سخت بدعنوانیوں پر حکام وقت تھوڑی برائے نام سزائیں کر دیں تو عتاب پر عتاب ہو، الزام پر الزام لگایا جائے۔

او بے جا شور مچانے والو! او نامناسب عمل کرنے والو! کیا اُن خوں ریز واقعات کی سزا تھوڑا جرمانہ یا گنتی کے دنوں کی قید (جسے ہر لنگوٹی باندھنے والا ادا کر دے جسے ہر بے حیا کھیل کر کاٹ دے) تصور کی جا سکتی ہے۔

انصاف یہ ہے کہ حکام نے تمہاری کھلی کھلی رعایت کی۔ حق یہ ہے کہ ہمارے فریادی اپنی داد کو نہ پہنچے۔ غضب تو یہ ہے کہ پھر بھی چین نہیں، قرار نہیں، بے قصور مسلمانوں پر الزام سلطنت پر الزام، سلطنت کے ایک ایک رکن پر الزام، اس پر الزام، اُس پر الزام، اور اپنے بے گناہی جبر یہ باور کرانے کا اہتمام۔ یہ تو جب خوش ہوتے کہ جو مسلمان گائے ذبح کرنا کیا معنی چھری اور رگِ گلو کا ذکر بھی زبان پر لاتا، بے تحقیقات پھانسی پر چڑھایا جاتا، پھر کیا تھا یہی سلطنت جس کو آج برا برا کہا جاتا ہے، جس کی بربادی کی فکریں ہو رہی ہیں، مذہبی طور پر ایشری برابر مانی جاتی۔

جس سرکار نے ان کے لیے کالج کھولے، گاؤں گاؤں مدرسے بنوائے، مدرس رکھے، تنخواہیں دیں، پڑھنا لکھنا سکھایا، قانون بتایا، گاؤں دیے، جاگیریں بخشیں، بڑے بڑے عہدے عنایت کیے، گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا، کھلا پلا کر اتنا بڑا کیا، بیٹھنے کو ٹاٹ کی جگہ کرسیاں دیں، تفریح طبع کو چرٹ اور ٹمٹمیں عطا کیں، کمیٹیوں کا ممبر بنایا، قصہ مختصر یہ کہ سر پر چڑھایا، جب انھوں نے اُسی کی

بدگوئی بلکہ تخریب ومقابلہ پر کمر باندھی تو مسلمان بے چارے کن میں ہیں جو کچھ ان حضرات نے کیا کم تھا، جو کچھ کریں تھوڑا ہے۔

جب ایسے ایسے احسان گاؤں خورد کردیے تو اہل اسلام جن کا نام (جاہل ہمسایہ) رکھا گیا ہے اس بات کو کوک کہ ہم نے تمہیں اُردو سکھائی، فارسی پڑھائی، نشست برخاست کے طریقے بتائے، مجلسی آداب کے رستے دکھائے، بات کرنا بتایا، پاجامہ پنھایا، خلاصہ یہ کہ آدمی بنایا، ضرور فضول خیال کریں گے۔

اونازوں کے پالو! سلطنت کی گود میں پرورش پانے والو! زبانیں روکو، حواس سنبھالو، گریبان میں منہ ڈالو، حقوق کا حفظ ضروری ہے، اور سرکار کا پاسِ نمک لازمی کھانا، اور غرانا کوئی بھلا آدمی روا نہ رکھے گا۔ آدمی جس کا کھائے اس کا گائے، تم نے زبان درازیاں کیں، سلطنت نے تحمل کو کام فرمایا، اپنی بے جا حرکتوں سے باز آؤ، سلطنت برطانیہ ایک ہیبت والی سلطنت ہے، اسے اس قدر دبانا، ایسے حملے کرنا عقل کے نزدیک ہرگز درست نہیں، اور قربانی تو تمہارے گرو کے نزدیک کوئی ایسی بات نہیں جس پر نزاعیں قائم ہوں، فساد برپا کیے جائیں بلکہ ذراسی بات ہے اور اس پر جھگڑنا حماقت وجہالت میں داخل، جیسا کہ صفحہ اول سطر ۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذراسی بات پر لڑتے ہیں احمق ☆ جہالت سے کٹے مرتے ہیں احمق

پھر ان جھگڑوں اور ان بے باکیوں کی وجہ کوئی اندرونی ملال ہے جو اس لال پردہ کی اوٹ میں نکالا جاتا ہے، تم لوگوں نے سلطنت کو سلطنت اور حکام کو حکام ہرگز نہ خیال کیا، جب تو یہ بدعنوانیاں عمل میں آئیں، اور آئندہ استعمال میں آنے کے قوی اسباب ہیں، یہ اُس رعایت اور حد سے تجاوز کرنے والی آؤ بھگت کا کیا دھرا ہے جو تمہاری اِن نازیبا حرکتوں پر بھی تمہارے شامل حال ہے، مگر مجھے ان باتوں سے کیا حاصل ع: ہر کسے مصلحتے خویش نکو میداند

اپنا بُرا بھلا سب کو نظر آتا ہے، حکامِ وقت کی کارروائیوں پر کوئی الزام یا رائے قائم کرنا لوزینہ میں سر ملانا ہے، وہ ہم سے بہت زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا خودش
نظامِ مملکت خویش خسرواں دانند

آمدم برسر مطلب

پنڈت جی معاف فرمایئے آپ کو میری وجہ سے تکلیف انتظار اُٹھانی پڑی، آیئے اب ہم اور آپ مسئلہ دائرہ میں دو دو باتیں کر لیں۔

قولہ: یہ حکام کی جانب سے بیان کیا گیا ہے کہ اہل ہنود مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں دست اندازی کرنا چاہتے تھے، اور ایسی رعایت کے خواستگار تھے جس کے وہ مستحق نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ الزام بالکل غلط ہے۔

اقول: غلط اور بالکل غلط۔ ہنود نے نہ کبھی مسلمانوں کے فرائض میں دست اندازی کی، نہ آئندہ اُن سے ایسی امید۔ جہاں جہاں خوں ریز واقعات پیش آئے، ان کی ابتدا یوں ہوئی کہ مسلمان بعد اجازت قربانیاں کر رہے تھے، یکایک خون کی گرمی دماغ کو ایسی چڑھی کہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بے چارے گئو ہندوؤں کی ساٹھ ہزار بے کس جماعت کے ساتھ وہی کام کیا جو اُن قربانیوں کے ساتھ کر چکے تھے۔ پنڈت جی بے سوچے سمجھے کچھ نہ کہہ دینا چاہیے۔

ع: چرا کارے کند غافل کہ باز آید پشیمانی

گو زبان پر نہ لائیں مگر دل میں سب ہندو خوب جانتے ہیں کہ قربانی مسلمانوں کے اُمورِ مذہبی میں (جن میں حکام کو بھی مزاحمت کی اجازت نہیں) داخل اور کوئی ہندو نہیں کہہ سکتا کہ کسی مسلمان نے اس کی نظر گاہ میں یا اس کے سامنے قربانی کی ہو۔ پھر کمشنری بریلی میں دوکانیں بند کر کے پانچ پانچ ہزار ہندوؤں کی فوج کا آپ کے زیر کمان جانا دست اندازی کے قصد سے نہ تھا تو کس بنا پر تھا! کیا دست اندازی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ اب کہیے کہ یہ سچا الزام بالکل غلط ہے یا سراسر صحیح۔

ع: مہرباں آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پر

قولہ: اہل ہنود کوئی شے نہیں چاہتے بلکہ صرف ایسے عمل درآمد کی مخالفت کرتے ہیں جو اب تک موجود نہیں تھا، اور اگر قائم ہوا تو اسی سے اُن کے مذہبی خیالات کو صدمہ پہنچے گا۔

اقول: ہندو بالکل نئی بات کے خواستگار ہیں۔ اور جان بوجھ کر پرانے عملدر آمد کی مخالفت پر

تیار، اسے آئندہ ثابت کر دکھایا جائے گا۔ تھوڑی تکلیف انتظار ایک مسلمان کی خاطر سے برداشت کیجیے۔

قولہ: جب یہ مسئلہ ۱۸۹۳ء میں پیش ہوا، مسٹر کینبل صاحب قائم مقام مجسٹریٹ نے اس قدر ضروری تحقیقات متعلق درآمد قدیم کے بعد جوان کو مناسب معلوم ہوئی ذیل کی رائے سے قائم کی (بلا ترتیب و بے حساب گاؤ کشی کی نہ تو اجازت دی گئی اور نہ رسم ہے)۔

اقول: آپ نے جو صاحب مجسٹریٹ کے فیصلہ کا خلاصہ کیا ہے اس نے آپ کی بیرسٹری کی جنم پترا کھول دی کہ جس فیصلہ کی آپ نے نقل کی ہے اس میں ترتیب وحساب دونوں کا پتا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہی خلاصہ درست ہے تو ہمیں کب انکار ہے۔ آئندہ بقرعید میں ترتیب وحساب کا خیال رکھا جائے گا جیسے بقرعید کے تین دن ہیں ویسے ہی ہر ذی روح کی عمر کے تین زمانے طفلی شباب، شیب؛ لہٰذا پہلے دن چھوٹی، دوسرے دن جوان اور تیسرے دن بڈھی گائیں کام میں لائیں۔ اور ہر مذبح کی فرد مرتب ہو اور سب کو جمع کر کے ٹکر لگائی جائے تاکہ حساب میں غلطی واقع نہ ہونے پائے۔

دیکھیے اُس فیصلے کا خلاصہ ایں جانب کرتے ہیں (نج کے مکانوں میں گاؤ کشی کی کبھی اجازت نہیں دی گئی اور نہ رسم ہے)۔ آپ نے رواج اور عمل درآمد ہونے کی دلیل میں اُس فیصلہ کی نقل کی، ہم اس غرض سے لکھتے ہیں کہ وہ حکم محض سرسری طور پر دے دیا گیا تھا اور مسلمانوں کے حقوق کی مطلق پرواہ نہ کی گئی تھی۔

فیصلہ مجوزہ مسٹر کینبل صاحب مجسٹریٹ بہادر

کل ایک بڑا جمع مسلمانوں کا پرانے شہر اور مشرقی حصہ نئے شہر سے میرے پاس آیا اور احمد حسین و احمد یار خان و عطا حسین مختار ان کے ذریعہ سے شکایت کی کہ کوتوال نے ان کو گاؤ کشی کی اُن کے گھر میں حسب رواج سابقہ ممانعت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اپنے مویشی یا تو ذخیرہ یا ذبح خانہ میں لے جائیں۔

میں نے کوتوال سے ملاقات کی جس کا بیان ہے کہ ذخیرہ اور ذبح خانہ دو ہی مقام شہر میں ہیں

کہ جہاں عید میں قربانی کی جاسکتی ہے۔ میں گزشتہ سال کے ایک مقدمہ کی مسل دیکھی ہے کہ جو اسی مقام کی نسبت ہوا تھا جس کے سائل باشندے ہیں کہ جب گاؤ کشی نج کے گھر میں ہوئی تھی۔ میں دیکھتا ہوں کہ اصل حکام ۱۸۵۸ء، ۱۸۶۸ء تلف ہوگئے ہیں؛ مگر جو تحقیقات سال گزشتہ میں ہوئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوتوال شہر کا بیان صحیح ہے اور نج کے مکانوں میں گاؤ کشی کی کبھی اجازت نہیں دی گئی، اور نہ رسم ہے۔

سائلان کا بیان کہ ہمیشہ اپنے مکانوں میں گاؤ کشی کرتے آئے بالکل بے بنیاد ہے۔ ایک شخص نے پر سال گاؤ کشی کی؛ مگر فوج داری میں چالان ہونے سے بچ گیا، یہ کوئی نظیر نہیں ہوسکتی، حال کی درخواست البتہ نظیر قائم کرنے کو دی گئی ہے، پر سال میں ضلع میں موجود تھا اور کبھی یہ بحث نہیں پیش کی گئی تھی اس باعث حکم دیا جاتا ہے کہ اگر سائلانِ عید میں قربانی کرنا چاہتے ہیں تو ذخیرہ یا ذبح خانہ میونسپلٹی میں کریں، اور کسی دوسری جگہ نہیں۔ ۷؍جولائی ۱۸۹۲ء

یہ فیصلہ اگر اس خیال سے دیکھا جائے کہ اس کے نیچے مسٹر کینبل صاحب کے دستخط ہیں جب تو کہا جاسکتا ہے کہ مجسٹریٹ صاحب کی تجویز ہے؛ ورنہ اُس ہندو کوتوال کا نتیجہ فکر معلوم ہوگا جس کے اطمینان واعتبار پر تحقیقات مقدمہ اجلاس ہی کی چار دیواری میں محدود رہ گئی، اور اگر ایک مسل جس کا حوالہ اس فیصلہ میں دیا جاتا ہے کسی ایسی نئی وجہ وجیہ سے بعض مسلمانوں کے خلاف بھی تجویز ہو چکی تو اس سے ہرگز لازم نہیں آسکتا کہ اُس تجویز کا اثر فریق معاملہ سے متجاوز ہوکر غیر فریق پر پہنچے۔

پھر یہ تحریر کہ نج کے مکانوں میں گائے کشی کی کبھی اجازت نہیں دی گئی، اور نہ رسم ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک قابل تسلیم مانی جاسکتی ہے۔ یہ فیصلہ ۱۸۹۲ء کا ہے، اور اس میں ۱۸۹۲ء کی نسبت شہر میں اس قسم کا رواج نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، اگر اسے تسلیم بھی کرلوں تو وہ حکم نامہ جو جولائی ۱۸۹۱ء میں جھٹن ٹھیکہ دار کی رپورٹ پر اس کے نام محکمہ چونگی سے بغرض تحصیل محصول قربانی نکلا ہے جس کی نقل میں ذیل میں کرتا ہوں مجھے مجبور کردے گا۔

حکم نامہ

بملاحظہ غرضی تمہاری کے معلوم ہوا کہ جن شخصوں نے قربانی اپنے مکان پر کرلی ہے انھوں نے

محصول نہیں دیا؛ لہٰذا یہ حکم نامہ بنام تمہارے جاری کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے اپنے مکان پر قربانی کی ہے اُس سے بحساب فی رأس چار آنے محصول فوراً وصول کرلو، اور جس شخص کو نسبت محصول کے عذر ہووے وہ بعد داخل کرنے محصول کے عذر اپنا پیش کرے۔ ۲۴ جولائی ۱۸۹۱ء

دیکھیے انصاف پسند طبیعتیں فیصلہ صدر اور رواجِ قربانی کی نسبت کیا رائے قائم کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب موصوف قائم مقامی پر چند روز کے آئے ہوئے تھے، ان کو دفعتاً شہر کی حالت سے پوری پوری واقفیت ہونے کا کوئی ذریعہ نہ تھا؛ یہاں تک کہ شہر کے متعدد کاغذات اور مشہور دو مذبح بھی ہندو کوتوال کے بیان سے معلوم ہوئے، اور اہل اسلام نے اپنے شد آمد قدیم کے اطمینان کافی پر صاحب موصوف کو اس قدر مہلت بھی نہ دی کہ وہ رسم و رواج کی نسبت کامل توجہ کرتے۔ عید کے ایک روز قبل یہ درخواست پیش کی گئی جیسا کہ فیصلہ کیڈل صاحب کمشنر سے ظاہر ہے، پھر ایسے نازک معاملہ میں جس کے خلاف پر ایک ڈرانے دھمکانے والی جماعت کمر بستہ ہو، ایک نووارد حالاتِ شہر سے ناواقف کس طرح صحیح راستے قائم کرسکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے فیصلہ کو اپنی اعانت میں پیش کرنا آپ ہی جیسے لائق بیرسٹر کا کام ہے۔

کہیے اب بھی بریلی میں رواجِ قربانی ثابت ہوا یا نہیں۔ اب تو ہماری خاطر سے اقرار کرلو کہ حکام کا یہ الزام کہ ہندو مسلمانوں کے فرائض میں دست اندازی کرنی چاہتے تھے صحیح و درست ہے۔ اگر دست اندازی کے ثبوت میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو عبارت آئندہ پر غور فرمالیجیے جس کا علم ہمیں ہندو اخبار نجم الہند میرٹھ مطبوعہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء نمبر ۱۶، جلد ۱۴ سے ہوا ہے، جب کہ جناب مسٹر مول صاحب بہادر کمشنر پر آپ اور آپ کے ساتھی پانچ ہزار ہندو بے جا دباؤ ڈال رہے تھے کہ قربانی کی رسم شہر سے اُٹھادی جائے۔

اب فرمائیے کہ وہ دو مذبح جن کی اجازت مسٹر کینبل صاحب دیتے ہیں اور شہادت ہندو کوتوال اَدا کر رہا ہے شہر میں ہیں یا کسی جنگل میں۔ سچ ہے یہ کہ جب انسان پر تعصب غالب ہوجاتا ہے تو ایمان کی آنکھوں پر چربی چھاجاتی ہے، حق باطل باطل حق نظر آنے لگتا ہے۔

کیڈل صاحب بہادر کمشنر سابق بریلی نے مسٹر کینبل صاحب کے فیصلہ سے اتفاق کرلیا مگر اپنی تجویز میں یہ بات ظاہر فرمادی کہ عید کے پچھلے دن یہ اپیل میرے سامنے پیش کی گئی تحقیقات کے

واسطے کافی وقت ہونا چاہیے۔ یعنی ایک دن میں کیا تحقیقات ہوسکتی ہے، اور اسی بنا پر اہل اسلام کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سال میں تین مہینے پیشتر اپنی چارہ جوئی کریں۔

اب کہیے کہ کینبل صاحب کا فیصلہ سرسری طور پر تھا یا نہیں، اور کمشنر کیڈل صاحب کا یہ فرمانا کہ 'جو کاغذات میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کبھی بریلی میں کوئی شخص مستثنیٰ کیا گیا ہو'۔ یہ حکم صرف اُنھیں کاغذات کی نسبت تھا جو اس وقت ان کی میز پر رکھے ہوئے تھے ان سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اب شہر میں رواج وعمل درآمد کے ثبوت کی دستاویزیں نہ رہیں۔

اور فرض بھی کرلیا جائے تو میں نے مواقع قربانی کا جوئی رجسٹر اس وقت تک نہ دیکھا نہ کبھی ہندوؤں نے قربانی پر جمہوری حملے کیے کہ مقدمات بکثرت پیش ہوتے اجازت وانکار کی راہیں کھلتیں، نہ اس قسم کی کوئی منادی کی گئی کہ جو مسلمان قربانی کرے گا مجرم قرار پائے گا۔ اگر کوئی یوروپین صاحب کہہ دیں کہ ہم کو یہ بات ثابت نہ ہوئی کہ ہندو بتوں کو پوجتے ہیں تو میرے خیال میں کوئی کسی طرح نہیں ثابت کرسکتا اور خاموش معبوداَدائے شہادت میں سکوت کے سوا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

قولہ: میں اوپر دکھلا آیا ہوں کہ مسٹر کینبل مجسٹریٹ اور مسٹر کیڈل کمشنر نے یہ قطعی فیصلہ کردیا ہے۔

اقول: قطعی اور ایسا قطعی جس کے قطعی ہونے میں قطعی شک نہیں اور مسٹر کیڈل صاحب کمشنر کا یہ فقرہ کہ تحقیقات کے لیے کافی وقت نہیں'، اور یہ حکم کہ 'مسلمان آئندہ سال تین مہینے پیشتر چارہ جوئی کریں' فیصلہ کی قطعیت کے معین ومددگار۔ تعجب ہے کہ آپ بیرسٹر ہوکر ایسے فیصلے کو قطعی فرمائیں۔

قولہ: میں نے یہ بھی دکھلا دیا ہے کہ مسلمان احکام متذکرہ بالا کے فیصلہ سے ناخوش تھے، اور انھوں نے مسٹر ہیوٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں گزشتہ اپریل میں اپیل کی تھی جنھوں نے یہ رسم پرانی نکالی کہ صرف تین نج کے مکانوں میں گاؤکشی ہوتی تھی۔

اقول: اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ مسلمان ایسے فیصلے سے جو ان کے جائز حق کا فیصلہ کردے کیوں کر رضامند ہوجاتے اور ان کی ناخوشی ہی سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ان کے حقوق کی وسعتیں تنگ کردی گئیں۔ مسٹر ہیوٹ نے کچھ فکر وتحقیقات سے کام لیا، انھیں یہ فعل شہر میں قدرے رائج نظر آیا، اور لفظ 'صرف' بھی صرف آپ کا طبع زاد ہے۔ اگر آپ خفا نہ ہوں تو اتنا دریافت کرلوں کہ آپ

نے مسلمانوں کی ابتدائی درخواست کو اپیل لکھ کر اُلٹی گنگا کیوں بہائی۔ کمشنر کے حکم کا اپیل اور مجسٹریٹ کے اجلاس میں۔

لوگو مرے مجنوں کو کوئی چرخ پہ ڈھونڈھو
شیریں کی یہ فریاد تھی کلکتہ میں سب سے

اس کے بعد آپ صاحب موصوف کے حکم مورخہ ۳رمئی ۱۸۹۳ء کی نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

قولہ: حکم مندرجہ بالا سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ سات جدید مقاموں میں جہاں قربانی پیشتر نہ ہوئی تھی اجازت دی گئی۔

اقول: حافظہ نباشد ابھی یہ کہا گیا کہ تین نج کے مکانوں میں گاؤ کشی کی پرانی رسم نکالی (یعنی اجازت دی) یہی وہ تین سات ہو گئے۔ سچ ہے حق وہ روشن چاند ہے جس پر خاک ڈالنے والے خاک ہو گئے، اور وہ روشن کا روشن ہی رہا، جس اشتہار کے ذریعہ سے مقامات بالا کی اشاعت کی گئی تھی اُسے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں یہاں صرف اُن مواقع کے نام لکھے دیتے ہیں۔

مذبح سرکاری، مذبح جدید واقع محلّہ بھوڑ، قریب مسجد سہسوانی ٹولہ شہر کہنہ میں، چاہِ حرم، پ؛ پیا خان، مولوی محمود علی، رحمت حسین خان، مذبح نمبر ایک و چار معمولی مذبح مانے گئے ہیں اور انھیں کا اقرار پنڈت ہری کشن کوتوال نے مسٹر کینبل صاحب کے حضور میں کیا تھا، اور انھیں کی اجازت اُن کے فیصلے سے ظاہر ہوتی ہے، مسٹر ہیوٹ صاحب نے جو کچھ مکانوں کی توسیع کی تو اس جرم میں وہ دونوں مذبح بھی گاؤ خورد ہو گئے اور ایک سرے سب پر جدت کا حکم لگا دیا گیا۔

ایک لطف اور ہے کہ مسٹر ہیوٹ صاحب نے نو مقاموں کی اجازت دی جیسا کہ مسٹر مول صاحب بہادر کمشنر بریلی کے فیصلہ سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ کی کتاب کے صفحہ ۲۶ سطر ۵ میں درج ہے؛ مگر اشتہار کے ذریعہ سے جو ایک ہندو صاحب کے مطبع سے چھپ کر نکلا ہے سات موقع مشتہر کیے گئے، اب ہم کس کا نام لیں کہ ہمارے دو مذبح کس نے ہضم کر لیے، افسوس دیانت کے گلے کو کیسی کند چھری سے ریتا جاتا ہے۔

قولہ: پانچویں فقرے میں مسٹر مول لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی نظروں میں عید کے روز قربانی ضروری فرض ہے، اب امر یہ واقعی نہیں ہے بلکہ ذبح محض (تفریح) اور آرام کا ذریعہ ہوتی ہے، جو

امر میں خیال کرتا ہوں کہ بخوبی طے ہو گیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر رسم مذہبی ہوتی تو حکام اس پالیسی پر عمل درآمد کرتے کہ جو مسلمانوں کی رعایت میں اختیار کی گئی ہے، آج ہم دیکھتے کہ ہر مسلمان قربانی اپنے گھر میں کرتا ہوا نظر آتا۔

اقول: پنڈت جی آج معلوم ہوا کہ آپ ہمارے مقدس مذہب سے کامل آگاہی رکھتے ہیں۔ خیر! آپ سے تو کیا عرض کریں، خدا جس کے دن پھیرے جس کے دل میں اسلام کا شوق ڈالے اُسے سمجھا سکتے ہیں کہ قربانی ہمارے پاک مذہب میں داخل ہے یا نہیں۔

آپ سے کیا کہیں کہ قرآن مجید اور ہزاروں کتب مذہبی میں شرح وبسط کے ساتھ درج ہے۔ آپ صرف ہمارے رسالے کی تمہیدی عبارت دیکھ لیجیے کہ مذہب سے اس مقدس فعل کو کس قدر تعلق ہے۔ اور غیر مذہبی ہونے کی دلیل کیا معقول فرمائی جاتی ہے کہ حکام اس پالیسی پر الخ۔

میں کہتا ہوں حکام نے تمہاری ہزاروں مذہبی باتوں کے بارے میں کوئی تجویز آج تک نہ کی؛ لہٰذا وہ مذہبی نہیں ہیں۔ یہ قاعدہ آج معلوم ہوا کہ حکام میں جب تک مذہبی امر پاس حاصل نہ کر لے مذہب میں داخل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا، اور اس قدر تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ گاؤ کشی مسلمانوں کے آرام کا باعث ہے تو دوسروں کے آرام میں خلل اندازی کس مذہب میں روا ہے۔

اس قول کے اخیر میں آپ فرماتے ہیں آج ہم دیکھتے الخ. اگر حکام کی رائے کا اتباع آپ کی طرح ضروری نہ سمجھا جاتا تو بے شک مسلمان ہر گھر میں قربانی کرتے نظر آتے۔ اگر یہی منظور ہے کہ رواج قربانی سے آگاہی ہو جائے تو رضامندی پیش کر کے پیش گاہ حکام سے آزادی مطلق کی اجازت دلا دیجیے، اور آئندہ بقرعید کو شہر میں گشت فرمائیے، اور لکھتے جائیے کہ آپ پر رواج ظاہر ہو جائے اور ترتیب وحساب میں بھی فرق نہ آئے کہ مسلمان لوگ اونے پونے سے بہت کم واقف ہیں۔

قولہ: علاوہ اس کے قربانی سے جہاں مسلمانوں کو ایک ارزاں قسم کی چیز کھانے کو ملتی ہے، اگر وہ ترک کر دی جائے تو ہندو اس کو اپنے مذہب اور زندگی کا ذریعہ خیال کریں۔

اقول: آج کھلا کہ مذہب کو گائے سے اور گائے کو مذہب سے ابھی کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کے انتظار میں ہے کہ اگر وہ چھوڑیں تو میں اسے اپنے تخت میں لے کر ہندوؤں کی زندگی کا ذریعہ

بناؤں۔ پنڈت جی ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں حق بغیر زبان پر جاری ہوئے نہیں رہتا۔ دیکھیے کیسا روشن ہو گیا کہ مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لیے نارضامندی دل آزاری کی پکار کی جاتی ہے اور اندرونی خیالات کتب مذہبی کے موافق ہیں۔

قولہ: فقرہ ۶ میں مسٹر مول لکھتے ہیں کہ بریلی بجائے ہندوؤں کے مسلمانوں کا شہر ہے؛ حالانکہ کیفیت بالکل برعکس ہے بمقابلہ مسلمانوں کے شہر ہنود کا ہے۔ صرف گزشتہ رپورٹ مردم شماری جلد ایک صفحہ ۶۲ ملاحظہ فرمائیے، جس سے ثابت ہوگا کہ ہندو آبادی بریلی کی ۶۵۸۲۱، اور مسلمان آبادی ۵۱۷۸۹ ہے۔

اقول: یہ اعتراض سب سے زیادہ مزیدار ہوا۔ پنڈت جی مسٹر مول صاحب بہادر کا منشا تعداد سے متعلق نہیں، انھوں نے اس حیثیت سے بریلی کو مسلمانوں کا شہر کہا کہ مسلمان یہاں برسوں مدتوں حکم رانیاں کر چکے ہیں، ملک ہمیشہ اپنے فرماں روا کی ملک ہوتا ہے، اور اس کی نسبت اُسی کی طرف کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اور اس کے ہم قوم اُس مقام کے باشندہ سے کتنے ہی کم ہوں۔

مثلاً فرض کیجیے کہ کسی بن کو شیروں کا بن کہا جائے، اس سے یہ مقصود نہ ہوگا کہ وہاں خنزیر و خرس و چغد و بوم سے شیر زیادہ ہیں بلکہ یہ مراد ہوگی کہ وہاں شیروں کا تسلط ہے، یقین ہے اب تو آپ بھی مسٹر مول صاحب کی مراد سمجھ گئے ہوں گے۔

قولہ: فقرہ ۶، میں مسٹر مول لکھتے ہیں کہ یہ یقین کرنا غیر ممکن ہے کہ ہیوٹ اور کیمبل صاحبان نے گزشتہ رسم کے بارے میں صحیح رائے قائم کی، اس کے جواب میں مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اہل ہنود بریلی اب تک ۱۸۹۱ء تک کی رسمیات و رواجات کا حوالہ دیتے آتے اور ان حوالہ جات سے ثابت کرتے آتے ہیں کہ کبھی گاؤکشی کی شہر میں اجازت نہیں دی گئی۔

اقول: اس کا جواب اوپر ہو چکا، اس کے بعد آپ مسٹر میک فرسن صاحب کی رپورٹ نقل کرتے فرماتے ہیں:

قولہ: مندرجہ بالا حکم سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانوں نے بیس مقاموں کے لیے اجازت چاہی مجسٹریٹ نے ان میں سے ۱۶ کے لیے اجازت دی اور ۴ کے لیے لکھا کہ اس سال قربانی کی ممانعت کی جائے، یعنی ان چار مقامات کے لیے مسلمان سالِ آئندہ میں اجازت کے واسطے اُمید کریں،

اس باعث سے ہندوؤں کو اور بھی تیار رہنا چاہیے؛ مگر مجسٹریٹ نے ان مقامات کی جگہ پر ۴ اور مقاموں پر اجازت دی۔

اقول: یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ ابتداءً مسلمانوں نے ۲۰ مقاموں کی درخواست کی تھی۔ پنڈت جی جو درخواستیں اس وقت میرے خیال میں ہیں وہ دو سو سے زائد ہیں، ایک حاجی محمد ظہور کی جانب سے، ایک حافظ جعفر خان کی طرف سے، ایک بوساطت انجمن جس میں دو سو سے زیادہ مسلمان شریک تھے جو فرداً فرداً اپنے اپنے مکانات پر اجازت چاہتے تھے۔ اس قدر درخواستوں پر گنتی کے مقامات رکھے گئے، اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ چوں کہ کثیر مقامات کی درخواستیں ہیں اور زمانہ بہت کم، اس قدر کم عرصہ میں اتنے مقاموں کی تحقیقات ناممکن ہے، اور آپ کا یہ لکھنا کہ مجسٹریٹ نے ۴ کم کر دیے، ان کے عوض ۴، اور مقام اضافہ کیے، ہمیں بہت کچھ حیرت دلا رہا ہے۔

آپ ذرا اپنی کتاب کی طرف نظر ڈالیے جن مقامات کا اضافہ ہوا ہے وہ چار نہیں آٹھ ہیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ آپ کو بالکل یاد نہیں رہتا کہ ابھی کیا کہہ گئے تھے، اور اب کیا کہہ رہے ہیں۔

ع: کچھ دوا کیجیے ہے آپ کو نسیان بہت

اور اگر بھول نہیں تو آپ کو ۲۴ تک گنتی نہیں آتی، یا آپ حساب سے ناواقف ہیں کہ ۱۶، اور ۸ کتنے ہوتے ہیں۔ خیر ہم اس ۴، اور ۸، اور ۲۰، اور ۲۴ کو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صراحت کے ساتھ بیان کرنے والے ہیں۔ باقی ہندوؤں کے تیار رہنے کی نسبت ہمیں کچھ کہنا نہیں، یہ آپ جانیں یا گورنمنٹ۔

قولہ: کوئی سمجھ دار شخص کہہ سکتا ہے کہ تحقیقات یا رپورٹ مسل متذکرۂ بالا اس عمداً ارادے کے ساتھ نہیں لکھی ہیں کہ تمام قصبے میں گاؤ کشی کی رسم پھیلائی جائے۔

اقول: ایسے سمجھ دار تو آپ ہیں یا آپ کے ساتھی، خدا کسی کی عقل کی آنکھوں پر پردے نہ ڈالے۔ اتنی کثیر درخواستوں میں آدھی نہیں تہائی نہیں چوتھائی نہیں آٹھواں حصہ نہیں تھوڑے مقامات زیر تحقیق رکھے جائیں ان میں سے بھی وقت تحقیقات کم کر دیے جائیں اور آپ کے نزدیک پھر بھی تمام قصبے میں گاؤ کشی پھیلانے کا قصد ہو جب کہ کینبل اور ہیوٹ صاحبان نے ایسے سخت فیصلے لکھے، اس وقت کسی مسلمان نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اس وقت کس مسلمان کی یہ جان

تھی کہ میک فرسن صاحب کو ایسے سخت حکم لکھنے سے روک رکھتا۔

قولہ: ایک شخص جعفر علی نامی نے ۵/جون کو درخواست ذیل مجسٹریٹ کی خدمت میں دی تھی، جناب عالی سائل کو قربانی کے لیے ۲۰ مقامات کی تجویز کی اجازت دی گئی تھی اور حکم تھا کہ اس سال قناعت کردن فہرست مقام منتخب شدہ شامل درخواست ہٰذا ہے۔ عجب حیرت ہے کہ جو مقامات محمد جعفر علی نے حسب الحکم مجسٹریٹ صاحب تجویز کیے وہ وہی مقامات ہیں کہ جو مجسٹریٹ نے بعد کامل معائنہ اور ذاتی اطمینان کے دو ہفتہ کے بعد کمشنر صاحب کے حکم سے منتخب کیے۔ یہ اتفاق ضرور حیرت انگیز معلوم ہوگا گو سمجھ کے باہر نہیں، ان الفاظ پر غور کیجیے کہ حکام نے جعفر علی سے خواہش کی تھی کہ وہ اس سال اس قدر مقامِ قربانی سے قناعت کریں اور یہ کہ جعفر علی نے بیس مقامات قربانی کے لیے حسب الحکم مجسٹریٹ پسند کیے، اب کہیے کیا کارروائی حکام بریلی کی بے طرف دارانہ تھی یا پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی تھی، اسی طرح ۲۴ مقام تجویز ہوئے جہاں قربانی مدت دراز سے ہوتی آئی ہے۔

اقول: مجھے آپ کی حیرت پر حیرت ہے، خیر سے آپ ابھی اتفاق کے معنی ہی نہیں سمجھے، مقامات مندرجہ فرد سے چار مقام کم کر دیے گئے مگر اتفاق باقی ہی رہا۔ میں پوچھتا ہوں آپ جس مقدمہ میں ڈگری حاصل کرتے ہیں اس میں مجوز کو آپ سے اتفاق ہوتا ہے یا اختلاف، اس کے جواب میں مجبوراً آپ اتفاق ہی فرمائیں گے، تو آپ اپنے قول پر اپنی اور مجوز کی ملی جلی بھگت اور سازش تسلیم کر چکے۔

اور اگر آپ یہ فرمائیں گے کہ وہ دعویٰ سنتا ہے، ثبوت لیتا ہے، سوچتا ہے، فکر کرتا ہے، تب کسی سے اتفاق کی نوبت پہنچتی ہے۔ تو یہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھ لیجیے کہ مجسٹریٹ صاحب نے فرو دیتے ہی وہ مقامات منظور نہیں کر لیے تھے، اور اجلاس کی چار دیواری میں بیٹھ کر حکم دینے سے ان مقامات کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ ہر گز نہیں ہوسکتا جس کا تعلق مواقع سے ہو اس سے حکام دیوانی و مال و فوج داری نے ایسے معاملات میں موقع دیکھنے کی عمدہ رسم جاری کر رکھی ہے۔

اسی معقول قاعدے پر ہماری فرد مقامات کی تحقیقات بال کی کھال نکال کر عمل میں آئی جہاں مناسب مقام پائے گئے، اور رواج ثابت ہو گیا اجازت دی گئی، جہاں بعض مفسدوں کی شرارت کا

اندیشہ معلوم ہوا، رواج ثابت ہو جانے پر بھی انتقالِ قربانی کا حکم کیا۔

زمانہ سابق کی طرح اگر اجلاس ہی میں اس مقدمہ کی سماعت کی جاتی اور مقامات مذکور کھول دیے جاتے تو کون اعتراض کی مجال رکھتا تھا، پھر گلی گلی پھرنا ایک ایک کے مکان پر جا کر موقع دیکھنا تحقیقاتیں کرنا اس لیے تھا کہ حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو جائے اور ہنود کے سر برآوردہ آدمی بھی اس معاینہ میں ساتھ ساتھ رہے ہیں۔

آپ مسلمانوں کی نظر گاہوں سے بچ کر ان کے ہاتھوں پر گنگا جلی کی شیشی رکھ کر اپنے باطل خیال کی نسبت دریافت کیجیے، دیکھیے کیا جواب ملتا ہے، اور آپ کا یہ کہنا کہ حکام نے جعفر علی سے خواہش کی تھی الخ۔

اس کا جواب ہم اوپر لکھ آتے ہیں۔ ہماری درخواست سے بے شمار مقام گھٹا دیے جانے اور گنتی کی جگہ اجازت دینے پر بھی آپ طرف داری گائے جائیں تو آپ جانیں اور آپ کا دھرم۔

قولہ: سال آئندہ میں اس کارروائی سے مناسبت کے ساتھ امید کر سکتے ہیں کہ دو چند ایسے مقامات بتلائے جائیں گے جہاں قربانی عمل داری مغلیہ کے قبل سے ہوتی آئی ہے۔

اقول: اگرچہ یہ فقرہ آپ کا حکام کے حق میں طعن وطنز سے مالا مال ہے اور آپ کے اس خیال باطل کا فوٹو دکھا رہا ہے کہ حکام آپ سے خائف ہیں مگر ہم اپنے حق میں اسے ایک مبارک فال اچھی دعا خیال کر کے افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ دعا ۱۸۹۴ء میں تو قبول نہ ہوئی۔ خدا ۱۸۹۵ء میں قبول فرمائے، کہیے آمین۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہنود نے لفٹنٹی میں اپیل کی اور قاعدۂ میونسپلٹی پر بہت کچھ زور دے کر کہا کہ کمشنر صاحب کا فیصلہ قواعد میونسپلٹی کے خلاف ہے، جس کے بموجب مویشی کا جدید میونسپلٹی میں ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کمیٹی نے اجازت نہ دی جرم خیال کیا گیا ہے، الخ۔

میں نے اس عبارت کو صرف قواعدہ میونسپلٹی کے کھولنے کے لیے تحریر کیا ہے۔ اول تو جدید میونسپلٹی کی قید ملاحظہ ہو، پھر میونسپلٹی کو اگر تعلق ہے تو راستوں سے سڑکوں گلیوں یا فروخت کے گوشت

سے ہمارے گھروں اور رسوم مذہبی میں اسے مزاحمت کا اختیار حاصل نہیں، اس کے بعد آپ فیصلہ گورنمنٹ کی نسبت رائے قائم کرتے ہیں۔

قولہ: حیرت تو یہ کہ کام کو ذرا بھی تامل ایسی رائے کے اظہار کا سرکاری کاغذات میں نہ معلوم ہوا۔

اقول: مجھے آپ سے زیادہ حیرت ہے کہ آپ نے حکام بالا دست اور سلطنت برطانیہ کو اسی کے نمک سے عمر بھر پل کر اور لندن کے ہوٹلوں میں لذیذ کھانے کھا کر کھلی کھلی صلواتیں سنائیں اور آپ کو ذرا بھی خوف نہ معلوم ہو، اور افسوس کی بات ہے کہ آپ سا انگریزی تربیت یافتہ دانایانِ فرنگ کے ایک بڑے گروہ کو بد عقل جان کر دادِ عقل لینی چاہے کیا تماشے کی بات ہے کہ مجسٹریٹوں سے گورنر جنرل بہادر تک تمام حکام کج فہم و پدرا سے ٹھہریں اور آ یک آپ دقیقہ رس اور معاملہ شناس۔ مہاراج! اگر ایسے ہوتے تو کسی نہ کسی دن کام آتے۔

قولہ: خصوص ان سرکاری کاغذات کی موجودگی میں جو ہنود کے قبضہ میں تھی اور جو صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی رسم کبھی قائم نہ تھی۔

اقول: اگر چہ اس وقت وہ کاغذ ہمارے سامنے نہیں مگر اتنا تو ضروری ہے کہ ایک دو مقام کی ممانعت ایک شہر کو کبھی محیط نہیں ہوسکتی، اگر چہ کسی دستاویز میں اس قسم کی شہادت بھی تحریر ہو، اگر ایک دو آدمیوں کے خلاف کوئی مقدمہ تجویز ہو گیا ہو تو اس فیصلہ کا حاصل یہ خیال کر لینا ہرگز درست نہیں ہوسکتا کہ سب اہل شہر مدعا علیہ بنالیے گئے، اور اس تجویز کے احاطہ سے کوئی باہر نہیں۔

یہاں پنڈت جی مہاراج نے ستم چالاکی کا کام فرمایا ہے کہ پوتھی کاندے محصول کاغذات سے حجم بڑھایا ہے وہ ضروری ہنود کا غذات کے دودھ دیتے جانور اگر چراگاہ خیال سے باہر کہیں بھی واقفیت رکھتے ہوتے تو انھیں یوں چھوڑ جاتے مگر عاقلانِ نیک می دانند مہاراج کو جنم کنڈلی کی کسی گرو یا جوگ نے یہ خبر نہ دی تھی کہ ایک دن وہ نوبت آنے والی ہے جب آپ پانچ ہزار ہنود کے ساتھ مسٹر مول صاحب بہادر کے اجلاس میں جائیں اور بار بار شدت تمام وتاکید تام آپ سے ثبوت کے کاغذات طلب ہوں اور کاغذ کے نام ایک پرچہ نہ دے سکیں۔ اگر واقع میں یہ بیان سچا ہوتا تو کیا معنی تھے کہ کتابی ادعا میں دوگاؤ زوری اور دیتے وقت یوں بے زبان گئو۔ اس کے بعد آپ عدم رواج قربانی کے بارے میں سنین ماضیہ کی کارروائیاں تحریر کرتے ہیں:

مقدماتِ سنینِ ماضیہ

قولہ: روبکار عدالت کمشنر قسمت بریلی زمانہ کمشنری سر وچرڈ سکاٹ متعلق اجازت گاؤ کشی واقع سرائے فیض اللہ خان یہ مقدمہ فریقین نے میری بریلی میں موجودگی میں پیش کیا، اور کاغذات معاینہ کے لیے عدالت فوجداری سے بھیجے گئے تھے۔ صرف ایک حکم مسٹر لاکسٹ قائم مقام مجسٹریٹ بریلی کا مورخہ ۳؍اگست ۱۸۱۹ء موجود ہے کہ جس کی بموجب سرائے فیض اللہ خان میں اجازت دی گئی تھی، کوئی اپیل نہیں ہوا، اور حکم متذکرہ بالا منسوخ ہوا، بعد میں چونکہ کمشنری سے دیگر احکام مانع گاؤ کشی محلّہ جات ہنود میں جاری ہو گئے تھے، اس کے باعث حکم متذکرہ بالا قائم مقام مجسٹریٹ منسوخ ہونے کے برابر ہے جن وجوہ سے حکم زیر بحث قائم مقام مجسٹریٹ نے جاری کیا تھا وہ اس مسل کے معاینہ سے ظاہر ہیں کہ جو عدالت ماتحت سے میرے پاس آئی ہے۔

اقول: لاکسٹ صاحب کے حکم کی اپیل نہ کی گئی جیسا کہ عبارت صدر سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد ہی یہ لکھ دینا 'اور حکم متذکرہ بالا منسوخ ہوا' بالکل جملہ بے جوڑ اور مطلب کو کشاکشی میں ڈالنا ہے۔ شاید یہ ہوا ہے کہ آپ کو اس کارروائی کی نقل کرنے میں دوسری تیسری سطر میں فقرۂ صدر نظر پڑا اور آپ نے خوشی میں بے اختیار ہو کر بیچ کا تکرار ہضم فرما لیا اور تحریر فقرہ صدر سے شروع کر دی، اور حکام ممانعت گاؤ کشی جو کمشنری سے جاری ہوئے ان میں محلّہ جات ہنود کی قید بڑھی ہوئی ہے جس سے ظاہر کہ مسلمان محلوں سے یہ حکم متعلق نہیں ہے، اور فقرہ 'اس کے باعث حکم الخ، سے واضح کہ سرائے موصوف بھی محلّہ جات ہنود میں شامل تصور کی گئی۔

یہ سرائے چودھری بسنت رائے اور ان کی برادری کے مکانوں کے متصل واقع ہے، اس میں علاوہ معمولی پھاٹک کے ہمیشہ سے ایک غرفہ ہندو آبادی کی جانب کھلا ہوا ہے۔ اگر ایسی باتوں پر خیال نہ کیا جائے تب بھی سرائے سرائے ہے، اس میں ہندو مسلمانوں کی کچھ روک ٹوک نہیں۔ سرائے کے مقدمہ کی ممانعت کے ثبوت میں پیش کرنا اس بارے میں ہم تو کچھ نہ کہیں گے آپ اپنے دل میں سوچیے، اور لطف یہ ہے کہ اس کارروائی نے رواجِ قربانی سرائے میں بھی ۳؍اگست ۱۸۱۹ء

کے پیشتر سے اجرائے احکام کمشنری تک ثابت ہی کر دیا۔اس کے بعد وہ مقدمہ جس کا بیان اوپر کے حکم میں ہو چکا ہے یہ آپ نقل فرماتے ہیں۔

قولہ: مقدمۂ سنّا اور رمضانی بنام بہادر سنگھ میں اس جھگڑے کا خیال کر کے جو محلّہ مبارک پورہ میں قربانی پر ہوا تھا، مسٹر چلسن مجسٹریٹ نے ۲۷/ مارچ ۱۸۲۴ء کو یہ حکم جاری کیا تھا کہ مسلمانوں کو ایسے مکان میں گاؤ کشی کا اختیار ہے کہ جس کی چار دیواری اونچی ہو اور پورا چھپر پڑا ہوا، اس حکم کو بھی سپریم کورٹ نے پسند نہ کیا، اور مسٹر کومل اور ہاکسن صاحبان نے مجسٹریٹ کے حکم کو ۲۶ و ۲۸/ اپریل ۱۸۲۴ء کو خارج کر دیا اور سنّا نورباف کو اپنے گھر میں یا اپنے گھر کے قریب کسی دوسرے کے یہاں گاؤ کشی کی ممانعت کی باوجود اس حکم کے سنا نورباف اور اس کے ساتھیوں نے اپنے مکان میں قربانی کی اور وہ ۲۱ و ۲۲/ اگست ۱۸۲۴ء کو جیل خانہ بھیجے گئے، اپیل میں عدالت بالا نے ۱۶/ اکتوبر ۱۸۲۴ء کو حکم مجسٹریٹ بحال رکھا۔

اقول: اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سنّا وغیرہ نے قربانی پر سزا نہ پائی بلکہ عدول حکمی پر سزایاب ہوئے۔ اس امر سے کارروائی ۲۷/ مارچ ۱۸۲۴ء میں کوئی نقصان لازم نہ آئے گا جو صاف کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو ایسے مکان میں گاؤ کشی کا اختیار ہے جس کی چار دیواری اونچی ہو اور پورا چھپر پڑا ہو۔

عبارت مذکورہ کو جو آپ نے حکم قرار دیا ہے عجب نہیں کہ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہو، ظاہراً وہ حکم نہ تھا بلکہ زمانۂ سابق کا معمول ظاہر کرنا جیسا کہ طرزِ عبارت منقولہ سے واضح ہے۔ افسوس کہ آپ نے پوری عبارت فیصلہ حکم سپریم کورٹ نقل نہ کی جس سے ظاہر ہوتا کہ یہ معنی اس عبارت کے ہیں یا آپ کی ایجادِ طبع، جب تک اصل معاملے کے کاغذات ہمارے سامنے نہ ہوں ہم ان کارروائیوں کو خیالی پلاؤ تصور کریں گے۔

قولہ: مسٹر افسن نے ۱۷/ فروری ۱۸۳۱ء کو بہادر سنگھ و دیگر سکنائے بہاری پور کے خلاف مقدمہ خارج کیا کوئی ثبوت نہ تھا اور مسلمانوں کو تنبیہ کی، چونکہ مجسٹریٹ کو پورا یقین تھا کہ ایک مکان میں قربانی ہوئی تھی اور دیواریں اونچی تھیں، اور نیز سڑک سے فاصلہ پر تھیں اس باعث ایسی قربانی کرنے میں ممانعت نہیں۔ آئندہ اگر بلا اجازت مجسٹریٹ قربانی ہوئی تو مسلمانوں کو

سخت سزا دی جائے گی۔

اقول: عبارتِ صدر سے واضح کہ مسلمانوں نے قربانی کی بہادر سنگھ نے عرضی دی مجسٹریٹ نے مسلمانوں کو اس بنا پر چھوڑ دیا کہ جس مکان میں قربانی ہوئی تھی اس کی دیواریں بلند تھیں، اور سڑک سے فاصلہ پر تھا صرف یہ تنبیہ کی کہ آئندہ بلا اجازت قربانی نہ کی جائے، اس کارروائی سے ظاہر کہ جو حکم مسٹر چلمن نے ۲۷/مارچ ۱۸۲۴ء کو جاری کیا تھا وہ ۱۸۳۱ء تک قائم ہے، اور اسی کی بنیاد پر مسلمان چھوڑ دیے گئے۔

مسٹر افسن نے صرف اس قدر ترمیم کی کی قربانی ہماری اجازت پر ہو۔ خدا کی شان کے قربان جو مقدمات عدم رواج قربانی میں پیش کیے جائیں انھیں سے رواج کا ثبوت ہو۔

ع: چھپا ہے کہیں خاک ڈالے سے چاند

قولہ: بہادر سنگھ نے کمشنری میں مجسٹریٹ کے حکم کی اپیل کی اور کمشنر نے ۲/مئی ۱۸۳۲ء کو حکم ذیل جاری کیا کہ مجسٹریٹ کو اپنا حکم خارج کرنا چاہیے، اور روبکار مورخہ ۱۸/ستمبر ۱۸۲۴ء کے موافق حکم دینا چاہیے کہ کوتوال اشتہار جاری کرے کہ اگر کوئی شخص قربانی بلا ان کے حکم کرے گا تو اس کا چالان کیا جائے۔ اگر تحقیقات سے جرم مجرمان کے خلاف ثابت ہوا تو ان کو سزا دی جائے گی۔

اقول: اس فیصلے نے بھی آپ کو کچھ مدد نہ دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مکان کسی حیثیت کا ہو مگر مجسٹریٹ کی اجازت ضرور چاہیے اور کوتوال اس حکم کو بذریعہ اشتہار مشتہر کردے۔ نہ یہ ظاہر ہوا کہ مدعا علیہم جن کو مجسٹریٹ نے چھوڑ دیا تھا فوجداری سپرد کیے گئے بلکہ ۱۸۳۱ء اور ۱۸۳۲ء میں قربانی کا رواج بخوبی پایا جاتا ہے۔

قولہ: ۱۸۳۵ء میں اس قسم کا ایک گاؤکشی کا مقدمہ حافظ گنج تھانہ نواب گنج ضلع بریلی میں ہندو اور مسلمانوں میں ہوا۔

اقول: (اس قسم کا) کے لکھنے کے بعد گاؤکشی کا لکھنے کی حاجت نہ تھی۔ ہاں ایسے الفاظ سے کوئی لطف ملتا ہو تو وہ بات ہی جدا ہے۔ ہم اگرچہ لکھ آئے ہیں کہ خاص شہر بریلی کے سوا کہیں کے معاملات سے بحث نہ کی جائے؛ مگر چونکہ حافظ گنج بھی بریلی کے متعلق خیال کیا جاتا ہے؛ لہٰذا اس کی

نسبت بھی فکر سے کام لیا جاتا ہے۔

قولہ: قائم مقام مجسٹریٹ کی عدالت سے ۱۲؍نومبر ۱۸۳۵ء کو ایک حکم جاری ہوا کہ مسلمان ساکنانِ محلّہ جات ہنود قربانی نہ کریں۔ ۶ مسلمانوں سے جن کی نسبت کوئی شک تھا سو سو روپیہ کی ضمانت لی گئی۔

اقول: محلّہ جات ہنود کی قید ملحوظ رہے۔

قولہ: ۱۳؍نومبر کو پیرو اور دین نامی دو مسلمانوں کی درخواست پر مجسٹریٹ نے حکم دیا کہ قربانی ایسے محلوں میں کی جائے کہ جو ہنود کے مکانوں سے دور ہوں۔

اقول: اس حکم سے حکم مندرجہ بالا کی بخوبی تشریح ہوگئی۔

قولہ: اس حکم کی بھی مستقل مجسٹریٹ نے ۲؍دسمبر کو تنسیخ کی، اور پیرو وغیرہ کو حکم دیا کہ اگر وہ ہنود کے خلاف کوئی قربانی کریں گے، سزا پائیں گے۔

اقول: یہ وہی بات ہے جسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ یہ حکم صرف پیرو اور اس کے دوسرے ساتھی تک جو ہندو محلّہ کے ساکن تھے محدود تھا۔

قولہ: اس حکم کی پیرو نے اپیل کی اور حکم مجسٹریٹ مورخہ ۲؍دسمبر کو کمشنر صاحب خارج کر کے مجسٹریٹ کی تائید کی اور لکھا کہ حکم مجسٹریٹ کے معاینہ اور واقعات کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو آبادی حصہ شہر بریلی میں گاؤکشی کی ممانعت کے متعلق اور نیز سرائے کی نسبت جس میں ہندو اور مسلمان دونوں جاتے ہیں۔ مختلف احکام جاری ہوئے کہ جہاں اگر قربانی ہوئی تو ضرور اس شہر میں خلل واقع ہوگا، اور یہ بھی خوف ہے کہ ہندوؤں کو ایذا پہنچے گی، اس باعث مجسٹریٹ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو مانع گاؤکشی ہوں، اور تمام کاغذات عدالت ان کے پاس بھیج دیے جائیں۔

اقول: اس فیصلہ میں بھی امتناعِ قربانی انھیں مقامات کی نسبت ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں ہندو آبادی زیادہ تصور کی گئی ہے جو لفظ (حصہ شہر بریلی) سے بخوبی واضح ہے، صرف اس حصہ شہر بریلی کہ جہاں ہندو زیادہ ہیں یا سرائے کہ جس میں ہندو بھی آتے جاتے ہیں احتیاط کی گئی، عام شہر سے

کوئی تعلق نہ رکھا گیا، اس کے بعد آپ بھٹیارے خدابخش اور شادی درگاہی کا بکھیڑا ایسے دلچسپ اور صاف الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں جن سے آپ کی قابلیت نمودار ہوتی ہے۔ اُس قصہ کا حاصل بھی یہی ہے کہ قربانی بلا اجازت ناجائز اور بعد اجازت جائز۔ پھر آگے چل کر رنگ بدلتے ہیں۔

قولہ: اب یا تو مقدماتِ بدلا بالکل نظر انداز کیے جائیں یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ اہل ہنود کے ساتھ بہت سختی ہوئی اس کے سوائے تیسری رائے قائم نہیں ہو سکتی، ان مقدمات کے تذکرہ سے کہ یہ مسئلہ بالکل جھوٹا نہیں قرار پایا کہ رواج قدیم قربانی کے موافق نہیں۔

اقول: پنڈت جی مقدماتِ بالا ہیں تو اسی قابل کہ نظر انداز کیے جائیں جنھوں نے آپ کو بھی مدد نہ دی اور رواج قربانی پورے طور پر ثابت کر دکھایا۔ حکام سابق کا یہ خیال کہ ہندوؤں کے محلوں میں قربانیاں نہ کی جائیں۔۱۸۹۳ء میں بھی پیش نظر رہا، جس کے سبب بہت سے مسلمان جائز حق سے محروم رہے۔ تیسری رائے میں قائم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ہمیشہ مسلمانوں پر سختیاں کی گئیں جیسا کہ کارروائی ۱۸۹۳ء سے ظاہر ہے، رواج قربانی ثابت ہو جانے پر بھی مسلمانوں کو ان کے مذہبی فعل سے روک دیا جانا اگر سختی نہیں تو کیا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ سوائے سختی تسلیم کر لینے کے دوسری رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ آپ کا یہ لکھنا کہ (یہ مسئلہ بالکل جھوٹا نہیں قرار پایا الخ) اس کی نسبت ہم بھی کہتے ہیں کہ بالکل جھوٹا نہیں ہے کچھ جھوٹا کچھ سچا۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی دیکھی سکوت کیا جہاں ہنود زیادہ آباد ملے اجازت دینے میں احتیاط کی۔

قولہ: مگر مجھے اور بھی مقدمات کا تذکرہ کرنا ہے جن کا ذکر آگے ہوگا۔

اقول: آپ گھبرائیں نہیں میں آپ کو راستے ہی میں نہ چھوڑ جاؤں گا، گھر تک پہنچا جاؤں گا۔

قولہ: ۱۸۶۰ء تک ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی جھگڑا نج کے مکانوں میں قربانی کی بابت نہ تھا۔

اقول: یعنی قربانی نج کے مکانوں میں ہوتی آتی تھی، اور ہندو مزاحم نہ ہوتے تھے، آپ کا یہی مطلب ہے، دیکھیے ہم بھی ایک مقدمہ آپ کے قول کی تائید میں ۱۸۵۳ء کا تحریر کرتے ہیں جو نج کے مکانوں میں قربانی بخوبی ثابت کر دے گا ملاحظہ کیجیے۔

روبکاری عدالت فوجداری ضلع بریلی بجلوس مسٹر فلیمٹ ودولیمس صاحب مجسٹریٹ بتاریخ ۱۷ ستمبر ۱۸۵۳ء

بمقدمہ تکرار گاؤکشی اقع قلعہ مکان نیاز علی کمبوہ

آج کے روز صاحب اس عدالت کے موقع پر تشریف لے گئے اور ملاحظہ کیا معلوم ہوا کہ مولوی نیاز علی کے دو مکان ہیں، ایک مردانہ جس کے آس پاس بہت مکانات اونچے ہیں، اور بالکل مکان قید کا ہے وہاں گاؤکشی ہوا کرتا ہے اور نسبت گاؤکشی ہونے وہاں کے کوئی عذر دار بھی نہیں تھا لیکن اس مکان سے نکل کر اور بڑا پھیر کھا کر جو پچھواں مکان مذکور کے زمانہ مکان ہے اور وہاں گلزاری مل وگنگامل مدعیان نے بتا دیا کہ ایسی جگہ ارادہ ان کا گاؤکشی کا ہے وہاں بھی مکان زنانہ اور پردہ کا ہے اور جب تک کہ کوئی آدمی چھت پر نہ چڑھے مطلق نظر کسی کی اس مکان میں نہیں پڑسکتی، اور ایسے مکان پردہ کے دیکھنے کے واسطے کوئی شخص چھت پر نہیں چڑھتا ہے اور نہ چڑھنا مناسب ہے اور جو مدعیان چھت پر چڑھ کر دیکھتے تو بے پردگی ہوجاتی اور اس سے وہ گنہ گار ہوتے، لیکن اس مکان کی نسبت محمد جعفر بھتیجے مولوی نیاز علی نے بیان کیا کہ یہاں نہ گاؤکشی ہوا اور نہ ہمارا کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کرنے کا کچھ دعویٰ بلکہ اس مکان پر کبھی نہیں کریں گے، نہ اب کرتے ہیں۔

چنانچہ سامنے پنڈت گنگامل کے محمد جعفر بھتیجے مولوی نیاز علی نے قسم کھا کر اِقرار کیا کہ یہاں نہ گاؤکشی کا اِرادہ ہے اور نہ ہم اب کریں اور دونوں کے یہاں سے معلوم ہوا کہ دونوں ہمیں آپس میں پڑوسی ہیں اور کبھی کسی طرح کا آپس میں تکرار نہیں ہوا، اور گنگامل پنڈت کو صرف شبہہ ہوا تھا اور بسبب اقرار محمد جعفر کے اور قسم کھانے اس کے دلجمعی پنڈت مذکور کی ہوگئی، اور حقیقت میں وہ موقع کسی طرح تکرار کا نہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ بسبب ذبح ہونے بکریوں کے مدعیان کو شبہہ ہوا کہ گاؤکشی ہوتا ہے، اور حقیقت میں نہ گاؤکشی ہوا، اور نہ ارادہ گاؤکشی کا تھا، اس واسطے روانہ بنام کوتوال جاری ہو کہ مدعیوں کو سمجھادے کہ ایسی واہیات پر آئندہ کو کبھی غل نہ مچادیں، کچھ ترمیم کر کے مسٹر چارلس ہارمی صاحب بنٹ مجسٹریٹ کے اجلاس میں نالش کی جو ۲۴ ستمبر ۱۸۵۳ء کو خارج ہوئی، فیصلہ درج ذیل ہے :

گنگا مل وگلزاری مل۔ مدعیان بنام محمد جعفر، محمد قاسم، محمد باقر - مدعاعلیہم

علت گاؤکشی وقوعی چھپی ٹولہ کوتوالی بریلی

آج یہ مقدمہ روبکار ہو کہ کاغذات مشمولہ مسل ملاحظہ سے گزرے اور صاحب اس عدالت اور نیز صاحب مجسٹریٹ بہادر نے ملاحظہ موقع کا کیا ہر چند کہ مدعیان دعویٰ گاؤکشی برسم جدید متصل مکان اپنے نسبت مدعاعلیہم کے کرتے ہیں جو بوجوہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

۱ یہ کہ مدعاعلیہم نے صاحب مجسٹریٹ بہادر کے سامنے حلف کیا کہ ہم کسی طرح گاؤکشی نہیں کریں گے اور نہ ہمارا اِرادہ ہے، اور نہ دعویٰ ہے اور نہ کبھی گاؤکشی کیا۔

۲ جس مکان کا مدعیان دعویٰ کرتے ہیں یہ مکان زنانہ ہی تھا صلہ پچاس قدم اس سے دوسرا مکان مردانہ ہے کہ جس میں مسلمان ہمیشہ گاؤکشی برضامندی ہنود کے کرتے ہیں۔

۳ ہنگام وقوع واردات کچھ رپٹ اس بات کی کوتوالی میں نہ ہوئی کہ جس سے ۔۔۔ کہ جمعدار یا نائب یا برقندیا چوکیدار موضع پر جلدی پہنچ کر خون وغیرہ دیکھتے اور مدعاعلیہم پر ثابت پہنچاتے، اگر نالش مدعا سچی ہوتی تو ضرور رپٹ کوتوالی یا چوکی پر ہوتی۔

۴ بیان گواہان مدعیان بدانست ہماری لائق اعتماد کے نہیں ہے کہ کس واسطے کہ ان کو کیا کام تھا کہ ہندو ہو کر زنانہ گھر پر دروازہ بند سے جھانکتے۔ یہ نالش مدعیان فقط واسطے غل مچانے کے تھا، ایسی نالش کرنے والے اس شہر بریلی میں کہ جہاں ہندو اور مسلمان بہت رہتے ہیں قابل سزا کے ہیں؛ لہٰذا حکم ہوا کہ مدعاعلیہم رخصت ہوں مقدمہ داخل دفتر ہو، اور جانب مدعاعلیہم عرضی بدعویٰ نالش خلاف نہ گزرے تو سرکار مدعی ہو کر تحقیقات کی جائے اور بذریعہ نقل روبکار ہذا مسل اس کی علاحدہ بنائی جائے۔

پنڈت جی اب تو آپ کی عبارتِ بالا کا وہی مطلب ہوا جو ہم اور پر لکھ آئے ہیں کہ قربانی ۱۸۶۰ء تک نج کے مکانوں میں ہوتی رہی۔ کہیے بریلی شریف میں اب بھی رواج قربانی ثابت ہوا یا نہیں، ابھی اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو ایسا ثبوت لیجیے کہ جی خوش ہو جائے۔

مسٹر ایف اومین کی چٹھی میں ہے:

۱۸۳۷ء میں رام نومی نکالنے کے بعد مسٹر ٹرنر کمشنر نے فریقین کو آپس میں دوستانہ

اتفاق پر راضی کیا اور انھوں نے ۱۰ر ستمبر ۱۸۳۷ء کو ایک اقرار نامہ بدیں مضمون داخل کیا کہ ہندو ۲۸ر ذی الحجہ سے ۱۳ر محرم کے درمیان رام نومی نہ نکالیں گے اور مسلمان ہندوؤں کے تیوہاروں کے دن سر بازار گاؤ کشی سے احتراز کریں گے۔

پنڈت جی آپ اور آپ کے ساتھی تو کہتے تھے کہ بریلی میں رواج قربانی کبھی نہ تھا اس سر بازار کے تو معنی کہیے۔ توبہ ہم بھولے پنڈت جی کا کہنا اس سے کب غلط ہوسکتا ہے وہ تو نج کے مکانوں کی نسبت انکار رکھتے ہیں۔ گاؤ کشی سر بازار اگر ہوتی تھی تو ان کی بلا سے انھیں کیا مطلب اور فرض کرلیا جائے کہ مقدمات بالا زمانہ سلف میں رواج قربانی ثابت نہ کر سکے نہ سہی۔

میں ایک قاعدہ پیش کروں گا جس کا جواب سکوت کے سوا کوئی نہ دے سکے گا۔ ہائیکورٹ میں روزانہ ایسی نظائر تجویز ہوتی ہیں جو پہلی نظیروں کی ناسخ ہوکر انکار کی جگہ اقرار، اور اقرار کی جگہ انکار قائم کرتی ہیں، جن کو تمام بیرسٹروں وکیلوں کی طرح ہمارے مہربان بھی چمک چمک کر حکام کے حضور میں پیش کرتے، اور ڈگریاں پاتے ہوں گے، اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ نظائر جن کے خلاف ہوتی ہیں وہ انھیں خلافِ قانون ہی تعبیر کرتا ہے، اس بنا پر کارروائی ۱۸۹۳ء جو مسلمانوں کے قدیمی رواج قربانی سے بہت ہی کم متفق ہوئی اور اس تھوڑے سے اتفاق میں بھی سختی وک اپنے ساتھ رکھا بوجہ ایسی نظیر ہوجانے کے جسے جناب نواب گورنر جنرل اور جناب لفٹنٹ گورنر بہادر صاحب کی تسلیم کرلینے کا شرف بھی حاصل ہوا ہو اعتراض کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

قولہ: جب صاحب کمشنر کی خدمت میں چند بوچڑوں نے ایک عرضی اس امر کی شکایت میں دی کہ ان کو ذبح کے لیے بہت دور جانا پڑتا ہے، اس شکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۰ء میں بھی گاؤ کشی شہر سے دور کرنی پڑتی تھی اور حدودِ شہر کے اندر ان کی اجازت نہ تھی۔

اقول: اس شکایت سے یہ کب ظاہر ہوا کہ قصاب شہر چھوڑ کر جنگل کو نکل جاتے تھے۔ کیا شہر میں ایک مقام کا دوسرے مقام سے دور ہونا ممکن نہیں، شہر اور حدودِ شہر کا ذکر ان کی عرض میں تو ہے ہی نہیں، آپ کا ایجاد ہے، اور اب بھی قصابوں کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ روزانہ صرف کی گائیں اپنے اپنے مکان میں ذبح کرلیں اب بھی ان کو دور جانا پڑتا ہے حالاں کہ وہ مذبح جو روزانہ گاؤ کشی کے لیے کھلا رہتا ہے شہر میں واقع ہے۔

قولہ: حکم نمبری ۸۷، ۱۸۶۰ء منجانب قائم مقام کمشنر روہیل کھنڈ بنام قائم مقام مجسٹریٹ بریلی مورخہ ۲۷؍جون۔ صاحب من ستار بخش و دیگر بوچڑان کی درخواست خدمت والا میں بھیجتا ہوں اس امر کی شکایت میں کہ ان کو مقاماتِ مقررہ میں قربانی کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ ان کو تکلیف کے ساتھ دور جانا پڑتا ہے۔

اقول: قطع نظر اس سے کہ قصابوں کی کارروائی کو مذہبی قربانی سے ایسا ہی پیوند ہے جیسے اس مصرع کے جوڑ بند ع: قصاب گاؤ کشت شب اندر بہ نیمروز

اور افسوس اس حکم سے بھی شہر چھوڑ کر جانا ثابت نہ ہوا، بلکہ ایک مزید بات آپ کو جھوٹا ہم کو سچا کرنے والی ہمارے مددگاروں کے شمار میں داخل ہوگئی۔ کیا آپ اس کے دریافت کی نسبت مجھ سے سوال کرتے ہیں، کیا بتا دینے میں کچھ بھی تامل نہ کروں، اچھا سنیے تو بہ توبہ سنیے نہیں بلکہ مقاماتِ مقررہ کے لفظ کو دیکھیے اور دل ہی دل میں آنند لیجیے۔ شاید مقاماتِ مقررہ سے ممانعت گاؤ کشی مراد ہوں۔ ۱۸۶۰ء بھی آپ کو دغا دے گیا۔ اس کے بعد آپ کمشنر صاحب کے حکم کی نقل کرکے (جو قصابوں کی عرضی پر دیا گیا تھا) اور جس کے ذریعہ سے کیفیت قربانی قبل و بعد غدر کمشنر صاحب نے صاحب مجسٹریٹ سے دریافت کی تھی، رپورٹ مجسٹریٹ نقل کرتے ہیں۔

قولہ: ۱۸۵۷ء میں اس زمانے کے نواب رام پور کے چچا قاسم علی خان نے حدودِ میونسپلٹی میں قربانی کرنی چاہی اور قربانی کی ممانعت میں سخت حکم جاری کیا گیا۔ میں اپنے بیان کی تائید میں حکم ذیل پیش کرتا ہوں۔

نقل حکم مسٹر مارکین اسسٹنٹ بریلی تھان سنگھ و گوپال سنگھ، مستغیث ساکنانِ بریلی قریب پرانی کوتوالی کے اظہارات کیے گئے، اور تصدیق کی گئی، حکم دیا جاتا ہے، چوں کہ نواب قاسم علی خان حدودِ میونسپلٹی کے اندر قربانی کرنا چاہتے ہیں، طاہر بیگ کوتوال ہمیشہ نواب صاحب کو سمجھا دیں کہ اگر ان کا منشا قربانی کا ہو تو وہ ہرگز ایسی حرکت نہ کریں، اگر باوجود حکم کے انھوں نے ذبح کیا تو سزا پائیں گے۔ اگر وہ قربانی کے لیے حق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ اجازت کے لیے مناسب طور پر درخواست دیں، حکم ہذا سب انسپکٹر کرور کے پاس تعمیل کے لیے بھیجا جائے۔ ۱۵؍اپریل ۱۸۶۸ء

اقول: جن کو نواب قاسم علی خان لکھا گیا، یہ نواب کاظم علی خان نواب کلب علی خان خلد آشیان کے چچا تھے، ان کے سوا کوئی ایسا رئیس جو مسند نشین رام پور کا چچا ہو بریلی آکر نہ رہا۔ ۱۸۵۷ء میں ان کا بریلی میں ہونا محض غلط ہے، یہ جب آئے ہیں جب نواب یوسف علی خان والی رام پور کا انتقال ہو چکا ہے، اور نواب کلب علی خان مرحوم مستقل نواب ہوئے ہیں، پھر ان کے بعد چچا بھتیجے میں کچھ شکر رنجی ہوگئی جس کی بنیاد پر وہ بریلی چلے آئے۔ یہ واقعہ غدر کے بہت بعد کا ہے۔

اب اختلافِ سنین عرضی وحکم پر نظر ڈالتا ہوں، دو حالت سے خالی نہیں، یا ۱۸۶۸ء کو ۱۸۵۸ء مانا جائے یا ۱۸۵۷ء کو ۱۸۶۷ء۔ صورتِ اولیٰ میں نواب مذکور کا بریلی میں ہونا محض خلافِ واقع ہے۔ رہی شکل ثانی اس سے بھی مطلب درست نہ ہوسکے گا۔ فرض کیجیے وہ دسمبر ۱۸۶۷ء کی آخری تاریخ میں قربانی کرنی چاہتے تھے، اور ۱۵/ ۱۸۶۸ء کو حکم ممانعت ساڑھے تین مہینے کے بعد جاری ہوا، خیر کچھ بھی ہو مگر اس حکم سے بھی قطعی ممانعت نہ پائی گئی، بلکہ اجازت حاصل کرنے کی نسبت ہدایت کی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کارندۂ نواب صاحب کی طرف سے جواب لکھتے ہیں۔

قولہ: یہ بالکل بے اصل معاملہ ہے، دستخط رگھناتھ پرشاد، ۱۵/اپریل ۱۸۶۸ء

اقول: کارندۂ بہادر کا نام دیکھ کر تو ہمیں اس معاملہ کی سچائی میں کسی طرح کا بھی کلام باقی نہ رہا۔ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ کارندۂ بہادر نے بعلت تعصب مذہبی نواب صاحب کی لاعلمی میں دستخط نہ چپکا دیے، کیا کوئی ذی عقل حاکم قربانی جیسے مذہبی اور نازک معاملہ میں مسلمان کی طرف سے کسی ہندو کے دستخط پر اطمینان کرے گا۔

پنڈت جی نواب کاظم علی خان نے دنیوی شوکت سے ایسا حصہ پایا تھا جس کی نظیر بریلی میں قریب بہ غیر ممکن ہے۔ حکام ان کی اعلیٰ درجہ کی توقیر و عزت کرتے تھے، ان کے یہاں خیرات بہت شدت سے جاری تھی، اور اس سے ہندو مسلمان سب فائدہ اٹھاتے، یہ ہر جمعہ کو ایک گائے ذبح کرتے اور اس کا گوشت محتاجین و مساکین کو بانٹ دیتے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے، آپ کی کوئی کارروائی ایجاد اور گندہ بہروزہ سے خالی نہیں۔ ۱۸۹۳ء کی کارروائیوں میں جو آپ نے کچھ کا کچھ لکھا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص تازہ واقعات میں جان بوجھ کر صریح غلطیاں کرے، وہ پرائے معاملات میں دیانت کے گلے پر کیوں کر چھری نہ پھیرے گا۔

مقدمات بریلی

صدر کی سرخی کے قبل و بعد کچھ سطریں آپ نے اسی رنگ میں رنگی ہیں جسے ہم کئی بار پھیکا کر چکے۔ پھر سطر ۱۴ میں زیر سرخی مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

قولہ: مسلمان پولیس کی تقرری سے ادنیٰ قوم مسلمانوں کو اور بھی شہ ملی کہ جنھوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اہل ہنود کو ستانے کی ہر ایک تدبیر اختیار کی؛ کیوں کہ ان کو یہ اطمینان تھا کہ پولیس ان کے موافق تھی۔

اقول: اوّل تو آپ کا بیان ہی بے بنیاد ہے۔ پولیس میں ہندو مسلمان سب شامل تھے، اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو آپ کو یہ شکایت نہ کرنی چاہیے بلکہ ممنون ہونا مناسب ہے کہ معاملاتِ قربانی کے انتظام سے ایسے ہندوؤں کو بچایا جو ملازم سرکار تھے، اور جن کو انکار کا کوئی موقع نہ مل سکتا۔ مسلمانوں کی شکایت کا جواب آئندہ دیا جائے گا۔

قولہ: اس طرح سے شہ پا کر ہزار ہا اہل ہنود کا یقین ہے کہ ادنیٰ قوم مسلمانوں نے ہندوؤں کے مذہبی مقامات و کو دن میں گوشت گاؤ ڈال کر ان کا دل دکھایا، بڈھی عورتیں اس کام کے لیے مقرر ہوئی تھیں۔

اقول: محض غلط کسی مسلمان نے کسی ہندو کے کسی مقام میں گوشت ڈال کر دل نہ دکھایا، یہ ہندو صاحبوں کا یقین اگر ہے تو ایسا ہی ہے کہ ان کے دل و دماغ یا ان کی قوم کے احاطہ سے نکل کر سرکاری کاغذات کے وسیع میدانوں میں آتے ہوئے ایسا لرزتا تھا جیسے قصائی سے گائے۔

یہ بھی محض غلط ہے کہ بڈھی عورتیں کو دن میں گوشت ڈالنے کے لیے مقرر ہوئی تھیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ آپ کے لٹھ بند بہادر پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ رات دن مستعد رہتے تھے کہ سرکاری انتظام میں ذرا چوک ہو اور ہم مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔

بوڑھی عورتوں کو ضرور ایسے نازک موقع پر ایسی بے تہذیب حرکت کی جرأت تھی، جب مسلمان مرد ہی بقول آپ کے ہندوؤں سے زیادہ جری نہیں اور تعداد میں بھی بہت کم، پھر بزدل عورتوں پر صریح غلط الزام لگانا مردوں کے نزدیک بڑی شرم کی بات ہے۔

ہم مسلمانوں کی بڈھی عورتوں کو اس الزام سے بری کر چکے؛ مگر فریق خلاف کی جوان عورتوں سے اس زبردست الزام کا اُٹھنا شاید دشوار ہو کہ انھوں نے ۱۸۹۴ء میں بخلاف سابق ہمارے غم والم یعنی محرم شریف کے زمانے میں رنگین کپڑوں بیش بہا زیوروں ہاتھ پاؤں میں مہندی کے التزام کے ساتھ مسلمانوں کی نظرگاہوں میں گاتے بجاتے نکلنا اختیار کیا کہ الم رسیدہ مسلمانوں کو خوشی کی اَدائیں رنج پر رنج دیں، اگر چہ ان نازیبا حرکتوں پر بعض مسلمانوں کا خون جوش میں آیا؛ مگر یہ سمجھ کر سکوت کر گئے کہ کون سی بلا ہے جو ہمیں بھگتنا نہ پڑی، جہاں ہزاروں ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔

ع: ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

قولہ: بہت سی مثالیں ایسی ہیں، کئی مسلمان گرفتار ہوئے مگر ان کے مقدمات کا نتیجہ اہل ہنود کے خلاف ہوا۔

اقول: خیر شکر ہے کہ طرف داری کے خیال میں کمی ہوئی، اور مسلمانوں کا پکڑا جانا تسلیم کرلیا۔ اب سنیے وہ معاملات جہاں تک میرا خیال یاری دیتا ہے، لکھتا ہوں اور ان کی بے قصوری ثابت کرتا ہوں۔

ایک وہ مسلمان جس نے محلّہ ملوکپور میں ہندوؤں کا جماؤ اور خلاف قانون قصد (جس کا اَثر ایک مسلمان رئیس سے جو منتظمان سرکاری سے تھے، متعلق ہونے والا تھا) دیکھ کر کوتوالی میں اطلاع کی، دوسرے وہ ولایتی جو سرائے خام میں مقیم تھے۔ تیسرا وہ گاڑی بان اور اس کا ساتھی جس کی گاڑی میں کھالیں تھیں۔ چوتھی وہ عورت جس کی نسبت مندر پر گوشت رکھ دینے کا الزام لگایا گیا۔ پانچویں عبدالکریم خان چابک سوار جو واقعہ گلاب نگر کی اطلاع دینے آئے تھے۔ چھٹے وہ تین آدمی جو ٹٹو پر کھالیں لے کر بہاری پور کی طرف سے نکلے اور بابو کالی پرشنو نے انھیں اپنی چھٹی کے ذریعہ سے کوتوالی بھیج دیا۔

نمبر اوّل بعد تحقیقات موقع وثبوت ارادہ خلاف قانون منجانب ہندو صاحبان رہا ہوا۔ ملزمانِ نمبر ۲ کی نسبت ایک سکھ نے پولیس میں اطلاع دی کہ وہ سرائے میں گائے ذبح کرنے والے ہیں، اس بنیاد پر وہ گرفتار ہوئے، بعد تحقیقات معلوم ہوا کہ ان کا قصد قربانی مذبح میں تھا نہ سرائے میں؛ لہٰذا وہ رہا کیے گئے۔ باقی نمبروں کی نسبت آپ آئندہ بحث کرنے والے ہیں وہیں جواب دیا جائے گا۔

قولہ: بہت سی مسلمان عورتیں چھوڑ دی گئی تھیں حالاں کہ پانچ ہندولڑکے جنھوں نے انھیں گرفتار کیا تھا اور پولیس تک لائے تھے گرفتار کیے گئے، اور چھ روز تک حوالات میں رہنے کے بعد بہت مشکل سے ضمانت پر رہا ہوئے۔

اقول: پنڈت جی آنکھیں بند کر کے منہ کھول دینے کا تو کوئی علاج نہیں۔ ذرا ان ملزموں کے بیان اور ان کے گواہوں کے اظہار پر نظر ڈالیے، اور ایسے بے جا افترا و اعتراضات سے باز آیئے، چونکہ اس مقدمہ کو آپ آگے بیان کریں گے، ہم بھی آگے ہی تفصیل کر دکھائیں گے۔

قولہ: اس تشدد کی وجہ سے ہنود کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ اپنی بازاریں ان ناقابل برداشت زیادتیوں سے بچنے کو بند کر دیں۔

اقول: بجا ارشاد ہوا، بازار اس وجہ سے نہ بند ہوا، بازار بند کرنے میں دو نفع سوچے گئے تھے۔ ایک یہ کہ رفاہِ عام میں خلل پڑے، اور حکام بدنام ہوں۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی ان ارادوں کے پورا کرنے کا موقع ہاتھ آئے جن پر بہت دنوں سے اتفاق آرا ہو چکا ہے تو ساتھیوں کے جمع کرنے میں دقت نہ ہو۔

ہندو اگر ہرتال کے بعد اپنے اپنے گھروں میں دروازہ بند کیے چھپے بیٹھے رہتے اور ایام قربانی نکل جانے تک باہر نہ آتے تو بے شک آپ کا خیال صحیح ہوتا کہ ان صدمات سے بچنے کو ہرتال کی تھی؛ مگر انھوں نے اس کے برعکس بھاری جماؤں کے ساتھ بازاروں اور محلّہ محلّہ کے صدر مقاموں پر گشت شروع کیے اور ہر وقت بے دار مغز مجسٹریٹ کے بل اندھے انتظام میں ہوئی غفلت کے منتظر رہے جس پر انھیں قدرت نہ ملی۔

قولہ: علاوہ اس کے اور بھی سختیاں اور زبردستیاں اہل ہنود کے ساتھ ہوئیں یعنی کھلی گاڑیوں میں ان گلیوں اور سڑکوں سے ہو کر جہاں ہندو آباد ہیں بیلوں اور گایوں کا گوشت گیا جن سے خون بہہ رہا تھا، نہ تو مجسٹریٹ نے نہ پولیس نے اس دردناک نظارہ کی خبر لی، ہنود کو حکم تھا وہ آنکھیں بند کرلیں اور اپنے دروازے ایسی مذہبی توہین کے خلاف بند کر رکھیں۔

اقول: ایسے ہنگامہ شور و فساد میں کہ ہندو صاحب چھوٹے بڑے جاہل تربیت یافتہ مسلمانوں کی رسم مذہبی کے بند کر دینے پر ناحق کمربستہ ہوں مسلمان کھلی گاڑیوں میں جن کے ساتھ بقول آپ

کے پولیس کی حفاظت بھی نہ تھی، گائے بیل کا گوشت ان کی نظر گاہوں سے لے جاتے اور فساد وبلوے سے محفوظ بھی رہ جاتے، اور تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر یہ آپ نے ایک ہی کہی کہ خون بہہ رہا تھا۔ میں پوچھتا ہوں کہ مردہ گوشت میں خون ہونے کا کیا معنی، جس سے خون ٹپکتا نہیں بلکہ بہ رہا تھا۔ آنکھیں اور دروازے بند کرنے کے حکم کا ثبوت آپ ہی کے بکس میں ہوگا، ہم نے نہ سنا نہ دیکھا۔

قولہ: ہنود کی تمام شکایتیں اور انصاف کے واسطے غل بے کار تھا۔

اقول: ہنود نے تو پہلے بھی ایسا ہی بے کار غل مچایا تھا جیسا کہ فیصلہ جات ۱۸۵۳ء سے ظاہر ہوتا ہے جن کی پوری نقل ہم اوپر کر آئے ہیں۔ اس بحث میں ایک ایک فقرہ دونوں فیصلوں سے لینا مناسب سمجھتے ہیں۔

فیصلہ مجسٹریٹ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۸۵۳ء میں ہے: 'پرواز بنام کوتوال جاری ہو کہ مدعیوں کو سمجھائے کہ ایسی واہیات پر آئندہ کو کبھی غل نہ مچائیں، نہیں تو ان کی سزا اقرارِ واقعی ہوگی'۔

فیصلہ جائنٹ مجسٹریٹ مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۸۵۳ء میں ہے: نیالش مدعیان واسطے غل مچانے کے تھا، ایسی نالش کرنے والے اس شہر بریلی میں کہ یہاں ہندو مسلمان بہت رہتے ہیں قابل سزا کے ہیں'۔

باقی رہیں شکایتیں ان کی نسبت فقرات ذیل لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کھالوں کی گاڑی گوشت کے دھوکے میں کس کی شکایت پر پکڑی گئی، اور یہ آپ ہی کا دل گردہ ہے کہ کھال کو گوشت اور گاڑی کو گاڑیاں لکھ کر شکایت قائم کی۔

کیا ولایتیوں کو کسی مسلمان نے گرفتار کرایا، یہ تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر نواب مصطفےٰ علی خان کی گائے ان کے آدمیوں سے دن کے وقت شارعِ عام پر چھین لی جائے، اور کوئی کانوں کان خبر نہ ہو، پھر گائے ایسی ہضم ہو کہ جس کا پتا کسی طرح نہ چلے۔

قولہ: مسٹر میکفرسن صاحب نے جب دیکھا کہ دھمکی سے بھی شہر کے بنیے دکانیں نہیں کھولتے تو انھوں نے مالدار چودھریوں کو مجبور کیا کہ وہ کانسٹبلوں کی وردیاں مثل معمولی پولیس کانسٹبلوں کے پہن کر سڑکوں پر گھومیں۔

اقول: ہمیں اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے کوئی مصلحت خیال کی ہوگی جسے ان سے دریافت کیا جائے۔

قولہ: ہنود نے مسلمانوں سے خودنی اشیا کی خریداری موقوف کر دی ہے کہ ان کو خوف ہے کیوں کہ اشیاے ناپاک اس میں ملادی جاتی ہیں۔

اقول: کیا جانیے کہ اشیاے ناپاک میں آپ کی غرض کن کن چیزوں سے متعلق ہے۔ آخر وہ اشیا عام فروخت کی ہیں جنھیں مسلمان ہندو سب خرید تے ہیں، پھر وہ کون سی ناپاک چیز ہے جسے ہندو ناپاک اور مسلمان پاک سمجھتے ہیں بلکہ انھیں کھو لیے تو معاملہ بالعکس ہے۔ خون پیشاب پاخانہ گوبر وغیرہ نجاستوں سے کھانا تو کھانا اپنے کپڑوں میں مسلمانوں کا اجتناب روشن تراز مہر وماہ ہے، اور ہنود کے نزدیک گئو گوبر چھیا مُتر پاک پوِتر۔

معہٰذا مسلمان جس طرح آپ نجاست سے بچتے ہیں دوسروں پر بھی اس کے اَثر پہنچانے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ آپ مہربانی فرماکر مسلمانوں پر الزام نہ رکھیں بلکہ یوں فرمایئے کہ ہندوؤں میں اس قدر تعصب بڑھ رہا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں سے خرید اشیا کا سلسلہ بے وجہ مسدود کر دیا، اور اس کے سچے ہونے کی دلیل مجھ سے لیجیے۔

ہندوؤں نے بریلی میں مختلف اشیا کی دکانیں (جو ۱۸۹۳ء سے پہلے نہ تھیں) اس لیے کھول دیں کہ مسلمانوں سے قطع تعلق ہو جائے اور ان کی طرف محتاج نہ رہے۔ بساطے کی دکان، تماکو کی دکان، گوشت کی دکان، لکڑی کی ٹال، اور ان سب سے بڑھ کر جوتوں کی دوکانیں جو ایک معظم کی کھال کی تیار ہوتی ہیں؛ مگر یوں کہیے کہ کھولنے والے صاحب بھی ایک برہمن برہماپتر مذہب کے معظم معظم کے ساتھ جو چاہے کرے، ان کے سوا اور بھی ہوں گی جو اس وقت میرے خیال میں نہیں۔ آپ اشیاے ناپاک کا کوئی ثبوت نہ دے سکے، اور دعویٰ بے دلیل بیان کر گئے، اور ایں جانب نے ہندوؤں کے تعصب کو بالکل کھول دیا جس کی باوقعت دلیل مشاہدہ ہے۔

قولہ: ایک ملا شاہ نظام الدین نامی جن کی ہندوستان، افغانستان، فارس وو غیرہ میں توقیر کی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ مذہبی کتب اسلام گاؤ کشی کی اجازت نہیں۔

اقول: پنڈت جی افسوس ہے کہ آپ نے کوئی بات عقل کی نہ کہی، ہمیشہ ہر کارروائی اٹکل ہی

سے حلال کی، عدم اجازت گاؤکشی کی نسبت ایک مسلمان کی طرف کرنے میں کچھ تو تامل کیا ہوتا، اور بارِ ثبوت اپنے ذمہ سمجھ کروہ تحریر نقل کردی ہوتی، یا اب پیش کیجیے، اور بریلی میں تو کوئی صاحب ملا شاہ نظام الدین سرے سے نہیں، ہاں شاہ نظام الدین حسین صاحب ہیں، بدیں لحاظ کہ شاید آپ نے لفظ (ملا) اپنے اس مطلب میں مفید تر سمجھ کر براہِ مغالطہ یوں تعبیر کی ہو، ان سے تحریراً پوچھا گیا، جواب تحریر جوملا وہ نقل کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: بیان کرنا علما کا کام ہے، میں کسی امر میں دخل نہیں دیتا، اور یہ عبارت محض خلاف تحریر ہوئی ہے۔ نہ مجھ سے کسی نے پوچھا، نہ میں نے جواب دیا۔

اب تو کچھ شرمایئے، اوران باتوں سے باز آیئے۔ اس کے بعد آپ نے مقدمہ عبداللہ خان بنام بھیروں پرشادوغیرہ ذکر کرکے بے جا اعتراض سے نفع اُٹھانا چاہا ہے، اس مقدمہ کی مختصر کیفیت یہ ہے جو آپ کی کتاب سے بھی ظاہر ہوگی۔

عبداللہ خان اپنے مکان واقع براہم پور میں حسب معمول ۱۸۹۳ء میں قربانی کرنی چاہی، ہندو چونکہ اس طریقۂ مسلمانی پر دانت رکھنا اور منہ آنا ضروری جانتے ہیں، ہربکشن کوتوال کی بے جا حمایت کے بل پر مزاحم ہوئے جس کی بے جا حمایت کا حال اگر آپ کو خود معلوم تھا تو صاحب کمشنر بہادر کے بیان سے تو کھلا ہوگا جو ۱۹؍ جولائی ۱۸۹۴ء کو بار بار بروے بحث انھوں نے ارشاد کیا، جس کا مختصر ذکر اوپر ہو چکا، یاد نہ رہا ہو تو پھر سہی۔ ملاحظہ فرمایئے:

سوال وجواب بتعلق تحقیقات میموریل اہل ہنود باجلاس صاحب کمشنر بہادر بریلی

سوال: کیا آپ نہیں بتاسکتے کہ کیوں بریلی میں بخلاف دیگر شہروں کے سلوک کیا جائے؟۔

جواب: دیگر شہروں سے ہم کو کچھ واسطہ نہیں ہے۔ رسم ورواج کی بنیاد پر ممانعت چاہتے ہیں۔

سوال: میں اس بارے میں سالِ گزشتہ سے تحقیقات کررہا ہوں مگر تم کو یہ معاملہ جاننا چاہیے کہ جب میں اس بارے میں دریافت کرتا ہوں تو تم کہتے ہو، ہم دریافت کریں گے، اصلیت یہ ہے کہ کثیر برس کے معاملات یاد ہیں جب پنڈت ہری کشن بانکے کوتوال تھے اور اس کے پہلے کا حال تم کو کچھ معلوم نہیں۔

جواب: جی نہیں گاؤکشی اس شہر میں کبھی نہیں ہوئی۔

سوال: کیا یہ مطلب ہے کہ پنڈت ہری کشن کے وقت میں کبھی نہیں ہوئی ؟۔

جواب: ہمارا مطلب قدیم الایام سے ہے، اور طاہر بیگ کے زمانے سے بھی۔

سوال: تو تم نے مصالحہ ۱۸۴۷ء کا نہیں دیکھا ہے؟۔

جواب: ہم اس مصالحہ کی نسبت کچھ نہیں جانتے۔

سوال: تم اور کیا کہنا چاہتے ہو؟۔

جواب: اگر پنڈت ہری کشن کے وقت سے پہلے رسم ورواج مختلف تھا تو دوسرے فریق کو ثابت کرنا چاہیے۔

اس پر صاحب کمشنر بہادر نے یہ فرمایا: 'تم کو اپنا مقدمہ خود ثابت کرنا چاہیے، اگر تمہاری تحریری سندیں کافی نہ ہوں گی تو میں اور کچھ تحقیقات نہ کروں گا۔ اگر کوئی جھگڑا ہو گیا تو قصور تمہارے ذمہ ہو گا۔

قولہ: جن ہنود نے گاڑی گوشت گائے سے لدی ہوئی مجسٹریٹ کو پولیس کو دی تھی اس میں عجب کارروائی ہوئی، جس وقت ہندوؤں نے گاڑی پکڑی تھی، اگر اس میں قابل اعتراض گوشت نہ ہوتا تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ پولیس کبھی گاڑی بان کو نہ پکڑی؛ مگر پولیس انسپکٹر نے عجب کارروائی کی، مجرمان کو اس بنا پر رہا کر دیا کہ گاڑی میں گوشت نہ تھا۔ یہ عجب راز ہے جو سمجھ میں نہیں آتا کیوں کہ گاڑی بان پنڈت سری لال جنئٹ مجسٹریٹ اور چند یوسپل کمشنران کی موجودگی میں گرفتار ہوا تھا، پھر کیوں کر تھانے تک پہنچتے ہی گوشت کی جگہ کھال ہو گئی، ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

اقول: پنڈت جی مہاراج! وہ گاڑی گوشت کی نہ تھی، نہ اس پر یہ الزام رکھا گیا، گاڑی پر مال تھا جس میں کھالیں بھری تھیں، مزید احتیاط کے لیے اوپر سے پھوس ڈالا گیا تھا۔ ہنود نے بحض اتہام یا یوں کہ ایامِ قربانی میں مذبح سے گاڑی آتی دیکھ کر دھوکہ گوشت گاؤ کا کھایا ہو اور غلط اطلاع دی ہو، وقت معائنہ صرف کھالیں پائیں، گاڑی رہا ہوئی، اب چاہے آپ ہزار بار کھالیں گوشت بنالیں، چونکہ بارش ہوئی تھی اور پانی کچھ پھوس سے مل کر کچھ کھالوں سے گزر کر قدرے رنگین ہو کر ٹپکا جس کا

ہنود نے خون کرلیا۔ گاڈنر صاحب کو توال شہر تو آپ کے نزدیک بہت بڑے کاریگر ہیں کہ تھوڑی دیر میں گوشت کی کھالیں بنا لیتے ہیں؛ مگر اپنے قومی بھائی چندرسین کانسٹبل کی رپٹ کی نسبت کیا کہیے گا جو درج ذیل ہے :

نقل رپٹ مد ۳۸ روزنامچہ عام اسٹیشن کوتوالی بریلی واقع، ۲۵/ جولائی ۱۸۹۳ء، وقت...... بجے درج ہوا کہ پانچ بجے شام کے چندرسین کانسٹبل نے حاضر آکر بیان کیا کہ گلی۔۔۔۔ ایک گاڑی میں کھال ہائے گائے کی بھری ہوئی تازہ قصاب لاتا تھا، بہت آدمی جمع ہوگئے ہیں، احمد اللہ خان ہیڈ کانسٹبل نے اطلاع کو بھیجا ہے۔

پنڈت جی! آپ کو یہ حیرت ہے کہ اس گوشت نے تھانے تک پہنچ کر کیوں کر کھالوں کی شکل میں جنم لیا، مجھے یہ تعجب ہے کہ یہ کھالیں آپ تک پہنچ کر کیوں کر گوشت ہوگئیں۔ مہربانی کرکے اب نہ کہیے گا کہ کھلی ہوئی گاڑیوں میں گوشت نکلا، جب کھالوں میں یہ احتیاط رکھی گئی تو گوشت تو گوشت ہی ہے، اور اس گاڑی بان اور اس کے ساتھی کا رہا ہونا اس مجبوری کی بنیاد پر ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

قولہ: اصل مجرمان کا تو پتا نہیں آزاد ہیں۔

اقول: اصل مجرمان سے اگر آپ کو وہ ڈاکو مراد ہیں جنھوں نے نواب منا صاحب کی گائے ہضم کرلی تو بیشک درست ہے۔

قولہ: بابو کالی پرشن بنرجی پر حسب دفعہ ۱۸۲ سمن جاری ہوا ہے۔ بتلاؤ کیوں نہ تم پر مقدمہ چلایا جائے، یہ اس جرم میں کہ بابو صاحب نے اس معاملہ میں ہنود کی اعانت کی؛ حالانکہ بابو صاحب سے کہا گیا تھا کہ وہ بہاری پور میں حفظ امن کے واسطے کوشش کریں جو کام انھوں نے نہایت خوشی کے ساتھ کیا؛ مگر یہ ان کی خدمات کا معاوضہ ہے کہ ان پر مقدمہ قائم کیا گیا۔

اقول: آپ نے یہ تو لکھا کہ سمن جاری ہوا، یہ نہ لکھا کہ کیوں ہوا، مجھ سے سنیے۔ دو آدمی اپنے سروں پر اور ایک ٹٹو پر کھالیں لیے ہوئے جا رہے تھے، بابو صاحب نے محض ہنود کے کہنے سے ان کو اپنی چٹھی کے ساتھ کوتوالی کو چالان کردیا، اس فعل سے وہ حفظ امن میں عمداً خلل انداز یا کم سے کم قاصر خیال کیے گئے، ایسی مزاحمت بے جا پر ان کا بے قصور بری ہو جانا بہت باوقعت معاوضہ

ہے۔رپٹ درج ذیل کی جاتی ہے :

نقل رپٹ مد ۳۶ روزنامچہ عام اسٹیشن کوتوالی بریلی واقع ،۲۶ جولائی ۱۸۹۳ء

سالک رام کانسٹبل نمبری ۶۲۵ مسمیان پیرا ولد عنایت عدن جولاہا و محمد قصاب ساکنان شاہی کو کہ جن کے سر پر دو بوجھ اور ایک گھوڑے پر کھال راسان گائے کی پارچہ سے ڈھکی و بندھی ہوئی ہیں، بذریعہ تحریر انگریزی بابو کالی پرشن صاحب وکیل بنام انسپکٹر صاحب شہر لایا کانسٹبل نے کہا یہ تینوں شخص کھالیں پارچہ میں بندھی ہوئی سر پر و گھوڑا پر طرف ملوک پور سے بہاری پور کو لاتے تھے، بابو صاحب نے دیکھ کر بھیجا ہے، پیرا وغیرہ نے کہا کہ یہ کھالیں ننھے قصاب شاہی نے پاس مسیت قصاب کے بھیجی ہیں، ہم سڑک سڑک لیے جاتے تھے، ہم کو ہندوؤں نے روک کر یہاں بھیج دیا ہے۔ چونکہ یہ دراصل کھال ہے؛ لہٰذا انسپکٹر صاحب شہر نے حکم دیا کہ کھالیں باہر باہر محلّہ اعظم نگر گھر سیت کو لے جاؤ کہ رخصت کیا گیا۔

قولہ: ۲۱ رجون کو ایک چپراسی میونسپلٹی لالتا پرسادنامی تھانہ پر بلایا گیا اور اس پر انسپکٹر نے مقدمہ دائر کیا ہے کہ اس پر دیوال پر ایک نوٹس اس مضمون کا آویزاں کر دیا تھا کہ ہندو مانع گاؤکشی ہوں اور اس غرض کے حصول میں اپنی جان تک دے دیں۔

اقول: غلط بلکہ دیوار پر لگاتا گرفتار ہوا اور نا کہ کے ہندوؤں کانسٹبل نے جو بریلی کا باشندہ تھا، گرفتار کیا، ایسے سخت فتنہ انگیز و مفسدہ پرداز معاملہ پر اعتراض کرنا آپ ہی کا کام ہے۔

قولہ: گلاب نگر کے قیدیان کی قسمت کا کلہ فیصلہ ہوگیا۔ یہ تعداد میں ۲۸ ہیں۔ مجسٹریٹ نے سب کو مجرم قرار دیا ہے، اور ۴ ماہ کی قید اور پانچ روپیہ جرمانہ کیا سوائے بھاگیرتھ وکیل عدالت کے جس کو ۶ ماہ کا جیل خانہ اور ۲۰۰ جرمانہ ہوا۔

اقول: اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک مسلمان میاں فجن نامی نے اپنے مکان پر گائے باندھی، ہندو صاحبوں کے ایک بڑے گروہ نے جس کی تعداد کم وبیش چارسو تھی جس میں حیثیت دار تربیت یافتہ قانون دان آدمی زیادہ شریک تھے، اس گائے پر بسر گروہی بابو بھاگیرتھ صاحب وکیل نے شب خون مارا، قریب کے پولیس کو اطلاع ہوئی، شیخ امانت علی ہیڈ مع چند کانسٹبلوں کے موقع پر

آ گئے، منع کیا، مگر بے سود ہوا۔ ع: صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

بلکہ مزاحمت کے جواب میں سختیوں کا استعمال کیا گیا، یہ کیفیت دیکھ کر اس جہاندیدہ ہیڈ نے ادھران سے تملق اور چاپ لوسی آغاز کی اُدھر خفیہ طور پر پولیس کو اطلاع دی، گاڈنر صاحب مع پولیس قلعہ اور دو ہندوٹیپوں اور چند سواروں کے موقع پر پہنچ گئے۔

یہ دیکھ کر بہادر گروہ نے اینٹوں سے مردانہ حملے کیے جن سے کوتوال بھی محروم نہ رہے، جب ادھر سے تخویف کے ساتھ یورش کی گئی تو اس جیوٹ اور منچلے گروہ نے نہایت بہادری اور شجاعت سے دم دبا کر بھاگنا شروع کیا، اس وقت موقع پا کر کوتوال صاحب نے اس بڑے مجمع کے کچھ حصہ کو ایک تنگ گلی میں گھیر کر گرفتار کر لیا، گنے تو ۳۹ نکلے، ۳۴ سزایاب ہوئے، باقی بسبب صغر سنی چھوڑ دیے گئے، جن کی شرکت نے پکار کر رکھ دیا کہ تعصبی جوش یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ کم عمر لڑکوں نے بھی اپنے ننھے ننھے کلیجے ہاتھوں پر رکھ کر اس واقعہ پر جانوں کے بھینٹ چڑھانے میں اپنے بڑوں کی تقلید کی ہے۔

یہ پنڈت جی آپ نے مجرموں کی تعداد اور سزاؤں کی میعاد میں بھی غلطی کی ہے، اس کا نقشہ درج ذیل ہے۔ حکام آپ کے نزدیک فساد کم کر کے ظاہر کرتے ہیں؛ مگر مفسدوں کا کم کر کے بیان کرنا آپ ہی سے لائق کا کام ہے۔

نقشہ سزایابی ہنود ملزمان مقدمہ گلاب نگر بابت ۱۸۹۳ء

شمار	نام ملزمان	ولدیت	قومیت	میعادِ قید	تعداد جرمانہ	کیفیت
۱	بابو بھاگیرتھ صاحب وکیل	چترپت رائے	کاسیتھ	۶ ماہ		آپ اس معرکہ کے سرگروہ تھے
۲	لالہ دوار کا پرشاد صاحب	نامعلوم	//	۴ ماہ		
۳	لالہ رام چرن صاحب	نامعلوم	//	۴ ماہ		
۴	لالہ بنسی دھر صاحب	بھاگی رتھ	//	۴ ماہ		

۵	لالہ بلدیو پرشاد صاحب	چترپت رائے	//	۴ ماہ		
۶	لالہ فتح بہادر صاحب	کالکا پرشاد	//	۴ ماہ		
۷	لالہ رام سہائے صاحب	روشن لال	//	۴ ماہ		
۸	لالہ شادی لال صاحب	ڈوری لال	//	۴ ماہ		آپ ڈپٹی کلکٹر کے صاحبزادے ہیں
۹	لالہ گیندن لال صاحب	روشن لال	//	۴ ماہ		
۱۰	منشی مٹھی ہر صاحب ثانی	سوہن لال	//	۴ ماہ		
۱۱	بابو کالکا پرشاد صاحب	سیتارام	//	۴ ماہ		آپ وکیل کے صاحبزادے ہیں
۱۲	لالہ مہی لال صاحب	چوکھے لال	//	۴ ماہ		
۱۳	منشی گنگا سہائے صاحب	خیالی رام	//	۴ ماہ		
۱۴	لالہ لالتا پرشاد صاحب	پٹکا رام	//	۴ ماہ		
۱۵	لالہ شب سہائے صاحب	روشن لال	//	۲ ماہ		
۱۶	پنڈت شمبھو صاحب	ایسری	برہمن	۴ ماہ		
۱۷	مہاراج گنگا سہائے صاحب	نامعلوم	//	۴ ماہ		
۱۸	پنڈت گنگا دہر صاحب	روردت	//	۴ ماہ		
۱۹	پنڈت گنگا سہائے ثانی	منالال	//	۴ ماہ		
۲۰	پنڈت برج موہن صاحب	گنگا سہائے	//	۴ ماہ		
۲۱	مہاراج چمنی لال صاحب	بہاری لال	//	۴ ماہ		
۲۲	پنڈت گوبروہن صاحب	پنچھی نراین	//	۲ ماہ		

۲۳	پنڈت گوری شنکر صاحب	بہاری لال	//	۳ ماہ		آپ کو با جلاس مسٹر ہیوٹ صاحب سزا ہوئی
۲۴	پنڈت بل دیو صاحب	نامعلوم	//	۲ ماہ		
۲۵	پنڈت روپ چند صاحب	پرشادی	برہمن	۲ ماہ		آپ کا دولت خانہ مجسٹریٹ سے لگا ہے
۲۶	لالہ گجادھر صاحب	نامعلوم	بقال	۴ ماہ		
۲۷	لالہ الچند صاحب	گھاری رام	کرمی	۲ ماہ		
۲۸	لالہ چنوا صاحب	میکو	باری	۲ ماہ		
۲۹	لالہ چھنگا صاحب	نامعلوم	کہار	۲ ماہ		
۳۰	لالہ چندی صاحب	بھوانی	//	۲ ماہ		
۳۱	لالہ بسنت صاحب	سیوا	//	۲ ماہ		
۳۲	لالہ چھدا صاحب	نامعلوم	//	۲ ماہ		
۳۳	لالہ گو بند صاحب	دوجا	//	۲ ماہ		
۳۴	لالہ رمن صاحب	گھنشام	//	۲ ماہ		

اس کے بعد آپ مسماۃ فیضن اور پرشادی وغیرہ کا مقدمہ نقل کرتے ہیں، جس کی نسبت آپ بہت سخت شکایت کر چکے ہیں؛ لہٰذا مجھ پر لازم کہ حسب وعدہ مقدمہ سے باہمی مجرموں اور ان کے گواہوں کے اختلافات کا انتخاب کر کے آپ سے بیرسٹرانہ رائے قائم کرنے کا خواستگار ہوں، سنیے، پرشادی لال کہتا ہے کہ کانسٹبل نے اسے بغرض اَدائے شہادت اپنے ساتھ لیا، بہاری اور پرشادی کا بیان ہے کہ گوشت کا ٹوکرا مندر پر نہ دیکھا، کٹومل بابو رام منالال ٹوکرا مندر پر رکھا دیکھنا کہتے ہیں۔

ہندو کانسٹبل مظہر کہ ہندوؤں نے گلی ہو کر گوشت لے جانے کی مسماۃ کو ہدایت کی جس میں دو ہندو تھے جہاں اُس پر بہت سی مار پیٹ کے بعد مقدمہ بنانے کی نوبت پہنچی جیسا کہ مسماۃ کے بیان

سے ظاہر ہے۔ کانسٹبل یہ بھی کہتا ہے کہ یہ پانچویں ملزم کو توالی لے جانے کے اِرادہ پر مسماۃ کو پکڑ لائے، اور گوشت ڈھکا ہوا تھا پھر جرح سے گھبرا کر کہتا ہے کہ گلی میں جانے کو نہ کہا، پھر کہتا ہے کہا۔ سکھ لال گواہ صفائی پرشادی لال کہتا ہے کہ پرشادی لال نے مجھ سے یہ کہا کہ مجھے کانسٹبل نے بلایا جونراین داس گواہ کہتا ہے میرے سامنے کانسٹبل نے پرشادی لال کو مجمع میں سے پکڑا۔ کٹومل کے گواہوں کا بیان ہے کہ انھوں نے مندر کے چبوترے پر ٹوکرا دیکھا، اس پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ کانسٹبل کہتا ہے کہ عورت میرے آگے گرفتار نہ ہوئی۔

پنڈت جی! آپ تھوڑی دیر ان بیانوں کے موافق واقعہ اور متفق ہونے میں کوشش کریں جب تک میں آپ کو یہ دکھادوں کہ یہ وہی ایک عورت ہے جسے آپ صفحہ ۳۵ میں اس طرح لکھ آئے ہیں: ’مسلمان عورتیں چھوڑ دی گئی تھیں حالانکہ پانچ ہندو لڑکوں نے انھیں گرفتار کیا تھا‘۔

اس ایک عورت کے سوا کوئی مقدمہ ایسا نہ ہوا جس میں عورت کا نام بھی آیا ہوا، یہ ایک ہی عورت آپ کو بہت عورتیں معلوم ہوئی، اور اسی بنا پر آپ نے صفحہ ۳۵ میں یہ بھی لکھ پھینکا کہ ’بڈھی عورتیں اس کام کے لیے مقرر ہوئی تھیں‘۔

اس کا کوئی تعجب نہیں کہ آپ کی نظر ہمیشہ ایسی خطا کرتی ہے۔ صفحہ ۳۵ میں پانچ لڑکے تھے، صفحہ ۳۸ کی سطر ۴ میں چار ہو گئے، پھر صفحہ مذکور کی سطر ۶، اور کارروائی مقدمہ کی تحریر میں پانچ کے پانچ ہو گئے۔ پنڈت جی کی پوتھی کیا ہے کسی شعبدہ گر کی پٹاری ہے۔ یہ ڈبا خالی وہ ڈبا خالی اور پھر انھیں میں گولیاں موجود کی موجود۔ خدا جانے ایسی گھبراہٹ میں آپ کو کس نے یہ رائے دی کہ کتاب تصنیف فرمایئے۔

اس واقعے کی کیفیت ہرگز اس سے خلاف نہیں کرسکتی کہ اس ضعیفہ کو تنہا پا کر ملزموں نے اسے گلی میں جانے کی رہبری کی جس میں دو مندر تھے، پھر مار پیٹ کر بہادری کا حق ادا کر کے بمعیت کانسٹبل جو بعد کو ملا تھا کوتوالی لیے گئے، آپ ہی پر منصفی ہے کہ ایسے خوفناک ہنگامہ میں اتنی کثیر جماعت کے ہوتے ہوئے ہنود کے محلّہ میں جہاں دور دور کوئی مسلمان آباد نہیں، ایک ضعیفہ عورت ایسی جرأت کرسکتی تھی۔

مزا یہ ہے کہ ان ملزموں کو بے قصور بنانے کے لیے آپ جا بجا لڑکے کہتے ہیں۔ پنڈت جی!

ان کی جنم کنڈلی دیکھ کر برس تو گنیے ، یہ سب پچیس پچیس تیس تیس کے ہیں، اوران میں اکثر صاحب اولاد بھی، اگر یہ لڑکے ٹھہرے تو ان کی اولاد کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ اس کے بعد پھر رزیولیشن گورنمنٹ پر اعتراض کرتے ہیں مگر میں اس سے میں سے وہ باتیں جو مکرر سہ کرر آچکی ہیں پنڈت جی کے انصاف کی طرح چھوڑتا جاؤں گا۔

رزیولیشن گورنمنٹ بابت فساد بریلی پر چند رائیں

قولہ: ممبران ہندو جماعت مسٹر ہیوٹ کے مجوزہ مقامات سے ناخوش نہ تھے، سوائے جدید ذبح خانے کے جوایک شوالہ کے قریب بنوایا گیا تھا۔

اقول: چلیے ، فیصلہ ہوگیا، عبارت بالا نے رواجِ قربانی ثابت کرنے کے علاوہ قربانی کے واسطے ایک قاعدہ بھی پاس کردیا کہ قربانی قابل ناراضی نہیں، (قابل ناراضی) وہی ہے جو شوالوں کے قریب ہو، اس تحریر نے تو آپ کی بلکہ تمام ہندوؤں کی ہر کوشش پر چھری پھیر دی ؎

سانس دیکھا تنِ بسمل میں جو آتے جاتے

اور چرکا دیا جلادنے جاتے جاتے

پنڈت جی! بریلی میں رواجِ قربانی تو تھا ہی نہیں یہ رضامندی کیسی !۔ یہ حق ہے یہ آج تک چھپا نہ حشر تک چھپے۔ سچ کہیے آپ کی زبان سے کیسا سچا کلمہ نکلوادیا۔

قولہ: مسلمانوں کے مسٹر ہیوٹ کے قائم مقام مسٹر میکفرسن سے ایک سو مقاموں کے لیے اجازت مانگی۔

اقول: ہماری بیان کی ہوئی تعداد میں سو سے زائد اور باقی میں آنکھیں بند کر کے انھیں بھی تسلیم کر لیجیے، پہلے تو آپ اس پر بہت زور دے چکے ہیں کہ جو کچھ ہوا وہ جعفر علی کی درخواست پر ہوا، پھر یہاں سو درخواستیں اور کیوں قبول کرلیں ، بات کہہ کر یاد تو رکھا کیجیے؛ ورنہ مشہور مثل حافظہ نہ باشد کی صادق آئے گی۔

قولہ: یہ مجھے بیان کردینا چاہیے کہ درخواست ایک مسلمان کی جانب سے دی گئی، یہ سمجھ میں نہیں آتا

کہ کیوں ایک تنہا شخص کی درخواست پر ایسے عظیم معاملہ میں اجازت دی جائے۔

اقول: حضراتِ ناظرین پنڈت جی کی اس تحریر سے وہ فرد مراد ہے جو حسب الحکم حافظ جعفر خان نے بیس مقام انتخاب کر کے پیش کی تھی، اب میں بیرسٹر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ متعدد مدعی بذریعہ ایک عرضی کے ایک ایسے حق کی بابت خواستگار ہوئے جو مواقع اور مقامات سے تعلق رکھنے والا اور مقید بوقت ہے، اس میں سے مجوزا ایک تعداد تحقیقات کے لیے منظور کر کے منجملہ مدعیان ایک مدعی کو حکم دے کہ مقاماتِ مندرجہ درخواست سے اس قدر انتخاب کر کے پیش کرے۔

اب فقط یہ مدعی مقامات منتخب کی فرد داخل کرے یا وہ مدعی جن سے وہ مقامات متعلق ہیں جدا جدا دوبارہ درخواستیں دیں۔ ہے یہ کہ فرد کو درخواست کہہ کر آپ نے بات کو بے جا طول دیا ہے۔

قولہ: جو کچھ کہ حکم مسٹر میکفرسن نے ہنود کی درخواست پر دیا وہ نہایت ہی دانش مندانہ تھا، اور اگر شروع سے اس پر عمل درآمد کیا جاتا تو کوئی ناراضی نہ ہوتی۔ حکم یہ تھا: مسٹر ہیوٹ قائم مقام مجسٹریٹ نے بعد غور کامل مناسب احکام جاری کیے ہیں، اور چونکہ مسٹر میکفرسن کا قیام ضلع میں چندروزہ ہے اس باعث دست اندازی نہیں کر سکتا۔

اقول: غنیمت ہے پنڈت جی نے یہاں مسٹر ہیوٹ کے حکم کو سراسر پسندیدہ وقابل رضامندی کہا، اب شہر میں اصلاً رواج نہ ہونے کی خبریں کہیے، ایک نہ دو پورے نو مذبح قبول اور ان میں ایک تو وہ بھاری کہ جدید بھی اور شوالہ کے قریب بھی۔ ہاں صاحب ایسا حکم تو دانش مندانہ ہوا ہی چاہیے جو مسلمانوں کی آزادی میں خلل انداز ہو۔

قولہ: آپ دیکھیں گے کہ اس مقام کے تحصیل دار کو جو مسلمان ہیں تحقیقات کو ساتھ لے گئے تھے انھیں صاحب نے ۱۸۹۲ء میں مسٹر کیمبل صاحب قائم مقام مجسٹریٹ کے روبرو بیان کیا تھا کہ انھوں نے عرصہ تک شہر میں گاؤ کشی کا نام تک نہ سنا تھا۔

اقول: آپ کی تو عادت ہے کہ جو منہ پر آیا کہہ دیا جب حکام بالا دست آپ کی عنایتوں سے محفوظ نہ رہے تو ایک مسلمان تحصیل دار پر ۱۸۹۲ء کے بیان کا غلط الزام لگانا کوئی عجیب بات نہیں جس کے ثبوت سے قولِ آئندہ میں آپ خود پہلو تہی کرتے ہیں۔

قولہ: بدقسمتی سے تحصیل دار صاحب کے بیان کی نقلل دستیاب نہ ہو سکی۔

اقول: اب لکھوا کر کتاب دوبارہ چھپوا دیجیے۔

قولہ: حافظ رحمت خان کی نسل میں ایک صاحب سے قربانی کی فرمایش کی گئی مگر انھوں نے قطعی انکار کیا۔

اقول: سنا گیا کہ وہ فرمایش کرنے والے خاص برہماجی کی اولاد سے ایک برہم مورت برہما اوتار تھے، جنھیں ان کے عزیزوں نے ہر چند فہمایش کی کہ قربانی گاؤ کی فرمایش نہ کرو؛ مگر انھوں نے قطعی انکار کیا اور اس سے زیادہ یہ کہ ان مہاراج کے پِتا نے اسی دن تین قربانیاں اپنے ہاتھ سے کر ڈالیں۔ سارے کٹم کے چلایا کیے ایک نہ سنی۔ پنڈت جی آپ تو غضب کرتے ہیں بے نام ونشان ایک صاحب کہنے سے کیا کام نکل سکتا ہے جیسے ان پر پُتر پِتا کی یہ حکایاتِ مہمل ہیں، یوں ہی آپ کا بیان بے نام ونشان۔

قولہ: یہی ایک مسلمان فقیر نے کہا جن کی ہندو مسلمان یکساں عزت کرتے ہیں۔

اقول: ان فقیر صاحب کا جواب اوپر تحریر ہو چکا۔

قولہ: اگر کسی نے چوری چھپے بلا کسی کے علم کے قربانی کی تو اس سے کوئی شہادت رسم کی نہیں مل سکتی۔

اقول: مسلمانوں نے حکم سے پہلے اور اس کے بعد بھی قربانی میں ہمیشہ احتیاط ملحوظ رکھی، اگر وہ یہ نہ کرتے تو آج آپ ایسا مہمل فقرہ بے دھڑک نہ کہہ بیٹھتے، نہ ان کے یہاں یہ شرط قربانی کی شرائط میں داخل کہ قربانی کے وقت کسی ہندو کے استادہ کرنے کی کوشش کریں یا اس کے پس پشت ایسا فعل کرنے سے یہ اَمر پورا نہ ہوگا۔

قولہ: اور پھر تحقیقات کھلے میدان میں ہونی چاہیے تھی۔

اقول: کیا اس سے آپ کی یہ مراد ہے کہ مکان یا کسی مکان کی چھت کے نیچے اس امر کی تحقیقات نامناسب تھی بلکہ مقاماتِ قربانی چھوڑ کر شہر کی گنجان آبادی سے جدا ہو کر بندرابن کے وسیع میدان میں یہ مسئلہ پیش ہوا، ورنہ تحقیقات کا تو مجمع عام میں گشت کے ساتھ ہونا ظاہر ہے۔

قولہ: ۲۰ مقاموں کے لیے اجازت چاہی گئی، ۲۴ مقاموں کے لیے اجازت دی گئی۔

اقول: آپ اس امر کو کئی دفعہ لکھ چکے ہیں چونکہ یہاں یعنی صفحہ ۴۲ پر آپ کا یہ آخری لکھنا ہے، ہمیں جواب دینا ضرور ہوا۔ آپ صفحہ ۴۰ سطر ۱۰ میں اقرار کرتے ہیں (۲۰ یا ۳۰ تک اجازت تھی) اور

اسی صفحہ کی سطر ۹ میں تحریر فرماتے ہیں: (مسلمانوں نے مسٹر ہیوٹ کے قائم مقام مسٹر میکفرسن سے قربانی کے لیے ایک سو مقاموں کی اجازت مانگی) ۲۰ کی فرد داخل ہو کر ۱۶ رہے، ۱۴ مقاموں کے لیے اپنے ۳۰ مقام پورے کرنے کو ۱۴ مسلمانوں نے زبانی درخواست کی، ۸ کو اجازت ملی۔

اب فرمایئے کہ یہ ۳۰ کے ۲۴ رہے، یا ۲۰ کے ۲۴ ہو گئے۔ افسوس ہے مسلمانوں کے حقوق پر ادھر قلت فرصت انھیں عام حق میں سے صرف دو سو پچیس مقاموں کی درخواست پر مجبور کرے، ادھر مجسٹریٹ بہادر ایسا ہی عذر کر کے ۲۲۵ میں ۳۰ تک کی اجازت دیں، تحقیقات میں مقاماتِ مندرجہ فرد سے ۴ مقام گاؤ خورد ہو جائیں، چودہ مسلمان ۳۰ کا عدد پورا کرنے میں سعی کریں، ان میں صرف آٹھ کو ڈگری ملے، کہاں ۲۲۵، اور کہاں ۲۴، پھر ان سختیوں پر ہندو صاحبوں کے طنز اور طعن افسوس افسوس۔

الٰہی شاد بھی رہتا ہے کوئی اس زمانے میں
یہاں تو عید کی بھی غم کیے دیتا ہے قربانی

قولہ: دوکانوں کے بند کرنے کی ہندو یہ وجہ بتلاتے ہیں کہ مسلمان بازاروں میں گائے لے کر نکلنے اور بلند آواز میں پکارتے جاتے تھے کہ دیکھو قربانی کے لیے ہم تمہاری گئو ماتا کو لیے جاتے ہیں۔

اقول: ہندوؤں کے سر سے آپ ہرتال کا الزام ہزار ٹالیں ادھر ادھر کی باتیں بنائیں، زمین وآسمان کے قلابے ملائیں؛ مگر یہ بھوت اُترا ہے نہ اُترے۔ مسلمانوں پر یہ الزام بھی بالکل جھوٹا ہے۔ صاحب مجسٹریٹ کی رپورٹ دیکھیے جس میں تحریر ہے کہ '۲۴ گھنٹے پیشتر مویشی قربان گاہوں میں پہنچ جائیں'۔ جس کی بنا پر ۱۳؍جون کی شام تک مسلمان اپنے اپنے مقامات پر گائیں لے آئے۔ ۱۵؍جون روز عید کو ہندوؤں نے دوکانیں بند کیں جیسا کہ رزیولیشن گورنمنٹ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

اگر یہ بات سچی ہوتی تو ضرور تھا کہ ہندو ۱۴ جون سے اپنی دوکانیں بند کر دیتے۔ پنڈت جی جھوٹی بات ہمیشہ انجام میں پشیمانی لاتی ہے۔ اس کے بعد آپ مقدمہ گلاب نگر کی مسل پھر اپنی میز پر پیشی کی خواہش سے رکھ کر یہ تجویز صادر فرماتے ہیں۔

قولہ: ہماری نج کی اطلاع یہ ہے کہ سب سے پہلے جوالا پرشاد نامی ایک شخص نے پولیس کو اطلاع دی کہ فجنا نامی ایک شخص قربانی کے لیے ایک گائے لایا ہے، گو اس کا نام درج فہرست نہیں ہے، اس اطلاع پر جوالا پرشاد کو کوتوال نے گرفتار کرلیا اور موقع پر گیا، کوتوالی میں اور ملزمان کو پکڑ کرلے جانے کے بعد جوالا پرشاد بلاکسی مزاحمت کے رہا کردیا گیا۔

اقول: اس آپ کی نج کی اطلاع کی نسبت ہمیں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔۱: یہ کہ میاں فجن کے نام کو بگاڑ کو فجنا لکھا۔۲: یہ کہ عبدالکریم خان چابک سوار کا جوالا پرشاد سے پیشتر آنا اور زیرحراست لیا جانا نظرانداز کیا۔۳: یہ کہ میاں فجن کا نام درجِ فہرست نہ تھا۔

امراوّل کی نسبت تو یہی کہنا کافی کہ اگر کسی شخص کا نام پنڈت بشن سہائے ہو اور اسے کوئی بشنا کہے تو ناگوار خاطر تو نہ ہوگا۔ ع: کلوخ انداز را پاداش سنگ ست

امر دوم عجب نہیں کہ آپ نے قصداً عبدالکریم خان کا نام نہ لکھا ہو کہ طرف داری کے دعویٰ میں خلل پڑے گا۔ یہ وہی عبدالکریم خان ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کرآئے، اور ان کی براءت کی وہی وجہ ہے جس پر جوالا پرشاد کی رہائی ہوئی۔

امر سوم کی نسبت اتنا کہنا بس کرتا ہے کہ میاں فجن کے گائے باندھنے سے یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ وہ قربان گاہ چھوڑ کر اپنے گھر ذبح کریں گے۔ باقی مقدمہ میں بھی آپ نے اپنی قدیمی عادت کے موافق صداقت کا خون کیا ہے۔ فقط اس لحاظ سے کہ اس کا تعلق مسلمانوں کی ذات سے نہیں آپ کے شگوفوں کی طرح چھوڑا جاتا ہے، ہر چند کہ اس کا مسکت جواب بہت تھوڑی عبارت میں آسکتا تھا۔

ارباب عقل وانصاف میرے جواب کو دیکھ کر موازنہ کرلیں گے کہ پنڈت صاحب کس قدر راست بازی اور انصاف نوازی کو کام فرمایا ہے، جیسا بریلی کے مشہور ومعروف واقعات بلکہ تحریری معاملات میں دن کو رات بنایا، صدق ودیانت کی کایا پلٹ کر دکھایا، ضرور حسب عادت واقعات دیگر مقامات میں یہی انداز برتا ہوگا۔ پلاؤ کی دیگ میں ایک ہی چاول دیکھا جاتا ہے۔

ع: قیاس کن زگلستانِ او بہارش را

اب پنڈت جی کی خدمت میں بامید قبول میری ایک دوستانہ گزارش ہے۔

گالیاں دے چکے اب نالہ وزاری تو سنو
اپنی سب کہہ چکے تھوڑی سی ہماری تو سنو

پنڈت جی! ملال کو جتنا طول دیجیے گا بڑھتا جائے گا۔ اب نزاع وفساد سے باز آیئے، تکلیف دہی، ایذا رسانی سب جانے دیجیے، اپنے ہم سایوں کے دل نہ دکھایئے، آپ کے ہم سائے غریب ہیں، پریشان ہیں، بے زر ہیں، بے سامان ہیں یعنی مسلمان ہیں؛ مگر پھر مسلمان ہیں۔ زمانہ رات دن رنگ بدلتا ہے، کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں، کبھی گاڑی ناؤ پر، کبھی ناؤ گاڑی پر۔ دیکھتے دیکھتے امیر غریب ہوگئے، غریب امیر بن گئے۔ شریف پاجی ٹھہرے، پاجی شریف کہلائے۔

بارہ برس بعد گھوڑے کے بھی دن پھرتے ہیں، انسان تو پھر انسان ہے، کوئی کمال نہیں جسے زوال نہ ہو، کوئی زوال نہیں جسے کمال نہ ہو۔ آفتاب نکلتا ہے، کواکب چھپ جاتے ہیں، جب کواکب کا وقت آتا ہے آفتاب غروب ہوجاتا ہے۔ کبھی خزاں ہے، کبھی بہار ہے، کبھی روزِ روشن ہے، کبھی شب تار ہے، ظالم ظلم کرکے اگر خوش ہوتو اس سے بڑھ کر کوئی ناسمجھ نہیں، جابر جبر سے دل شاد ہوتو اس سے زیادہ کوئی احمق نہیں، مظلوم وستم رسیدہ کبھی گھاٹے میں نہیں رہتے۔ رباعی

دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگزشت ۞ تلخی وخوشی وزشت وزیبا بگزشت
دانست ستم گر کہ ستم بر ما کرد ۞ برگردن او بماند وبر ما بگزشت

اے کروٹیں لینے اور رنگ بدلنے والے زمانے! تیرے انقلاب کو کیا ہوا، کبھی ہم غریب مسلمانوں کے دن بھی پھریں گے، کبھی ہمارے فریادی دل اپنی مراد کو پہنچیں گے، ظلم حد سے گزر گئے، ستم کی نہایت نہ رہی۔ ع: کیا کہیں، کیا کیا کہیں، کس سے کہیں

کیا ہماری آرزو آرزو اور ہماری حسرت حسرت نہیں، کیا ہماری مراد مراد اور ہماری منت منت نہیں، کیا ہم راحت کے قابل نہیں، کیا ہم آرام کے لائق نہیں۔ دیکھیے تکلیف ومصیبت کی مہمانی ہمارے ٹوٹے دلوں کو کب تک کرنی پڑتی ہے۔

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے
ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہے

خدائے قدیر کا شکر ہے کہ اس نے میرے ہاتھ سے پنڈت بشن نراین در بیرسٹر اوران کی قوم کے تقاضے سے بھی نمٹا کے مسلمانوں کو اجمالی اور مسلمانِ بریلی کو تفصیلی طور پر سبک دوش کیا۔

ع: اے خدا قربانِ احسانت شوم

صد شکر و صد ہزار بدرگاہِ کردگار ☆ شد شاہد مرادمن از پردہ آشکار

دامانِ شاہد اثر اینک گرفتہ است ☆ دست دعا کہ بود در آغوش نالہ زار

تمت بالخیر

قطعہ تاریخ طبع از جناب شیدؔا

کیا خوب رسالہ یہ ہوا ہے تصنیف ۞ زیبا ہے جو وصف اس کی نسبت کہیے

مدحت گری حسن معانی کیجے ۞ مدح روش و طرز عبارت کہیے

ہر سطر کو اک سلک گہر کیجے فرض ۞ ہر بحث کو دریائے فصاحت کہیے

قربانیِ گاؤ کو کیا ہے ثابت ۞ اس امر کو مذہب کی اعانت کہیے

لڑتے ہیں جو اس فعل مسلمانی پر ۞ کیا ایسے بہادروں کی جرأت کہیے

ظاہر میں تو اس پر ہیں وہ صدمے قرباں ۞ باطن کے خیالات کی نسبت کہیے

اس جوش رواج پر یہ انکار کے زور ۞ ان لوگوں کو اعدائے صداقت کہیے

سمبت میں ہو سال ردّ ہندو شیدؔا ۞ پنڈت کی کتھا میں ست کھنڈت کہیے

۵۱ ۱۹ سمبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

سوالات حقائق نما برؤس ندوۃ العلما(۱)

{۱۳۱۳ھ}

المولف

محمد حسن رضا قادری برکاتی بریلوی غفرلہ

---

(۱) رسالہ ہذا نادری پریس واقع بریلی اور وکٹوریہ پریس، بدایوں سے طبع ہوا۔ بدایوں کے نسخہ پر جلی حروف میں یہ عبارت تحریر ہے :
’من تصنیف عالم نودعی وفا ی جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب حسنؔ قادری بوالحسینی بریلوی یعنی عجالہ نافعہ موسومہ بہ سوالات حقائق نما برروس ندوۃ العلما‘۔

☆ واضح ہو کہ اعلیٰ حضراتِ حامیانِ سنت، قامعانِ بدعت، محدثین دہر، فقہاے عصر، بہی خواہانِ اہل سنت جناب، ہدایت وارشاد مآب مولانا مولوی احمد رضا خان دام فیضہ وحضرت مولانا و مرشدنا و ہادینا مولوی محمد عبدالقادر صاحب مدظلہ ہرگز ہرگز ندوہ کے مخالف نہیں، بلکہ ان حضرات سراپا برکات کا مبارک منشا یہ ہے کہ ندوہ کی اصلاح ہو جائے، اور جو بات اس میں خلاف اہل سنت ہے وہ دور کی جائے۔

Qadri\Desktop\sawal.jpg not found.

[نادری پریس بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

Qadri\Desktop\sawal2.jpg not found.

[وکٹوریہ پریس بدایوں، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

اس میں ستر (۷۰) سوال ہیں کہ محض بنظر خیر خواہی ندوہ و حفظ مذہب اہل سنت حضرت ماحی فتن حامی سنن خادم شرع و ملت عالم اہل سنت جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی دامت فیوضہم نے خود ندوہ کی خواہش و درخواست پر پیش فرمائے اور باوصف بار بار کثیر تقاضوں کے لاجواب رہے۔

ان سوالات سے ہر سنی کو واضح ہوگا کہ سوئے اتفاق سے ندوہ کی کارروائیوں تحریروں تقریروں میں کتنی باتیں مضر و مخالف مذہب اہل سنت واقع ہوئیں جن کی اصلاح اور مذہب حق کی پابندی ندق العلما کا پہلا فرض ہے۔ بنظر خیر خواہی مکرراً معروض کہ ندوہ یا تو سچے انصاف سے عالمانہ جواب دے ورنہ سچی پابندی مذہب اہل سنت اختیار کرے۔ وباللہ التوفیق

رب کریم جل جلالہ ورسولِ عظیم ﷺ کی عظمت یاد دلا کر
سب حضرات ناظرین سے تمام کمال نظر انصاف کی تمنا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم .

اللّٰہ اکبر! اس زمانہ پُر آشوب میں کہ بلائے بدمذھبی محیط و وبائے آزادی عالمگیر ہے۔ ندوۃ العلما سے زیادہ کیا چیز خوشی کی ہوتی کہ علمائے اہل سنت کو قوتِ متفقہ سے دفع فتن وتائید سنن کی طرف اِنتباہ ہو، اُمید تھی کہ اب خدا چاہے تو اہل حق کی دینی حالت روبراہ ہو؛ مگر مطالعہ کتب ندوہ نے بعض زوائد فاسدہ ومفاسد زائدہ سے بتایا کہ نیرنگ زمانہ ومداخلت مذاہب بیگانہ نے اسے بھی سیر درلوزینہ کر دکھایا۔ مضامین وتحریرات میں بہت باتیں صریح مخالف ومضر مذہب اہل سنت درج ہوئیں دعوی اتحاد واتفاق کی وسعتیں دائرۂ پابندی سنت وجماعت سے بے حد باہر نکل گئیں۔ ازانجا کہ خیرخواہی مسلمین ہر مسلمان پر لازم؛ فَاِنَّ الدِّیْنَ النُّصْحُ لِکُلِّ مُسْلِمٍ

مع ہذا آخر حصہ اول روئداد ندوہ صفحہ ۱۵۷ میں خود منصفانہ ارشاد ہوا ہے کہ 'اس کی اصلاح ہر مسلمان کا فرض جو غلطی ہو زبانی یا تحریراً اطلاع دیں بمنونی قبول ہوگی یا عذر پیش'۔

لہٰذا ندوہ کی کارروائیوں پر مذہبی راہ سے جو شکوک وخدشات ظاہر ہوئے۔ محض خالصاً لوجہ اللّٰہ بحکم خیرخواہی دین وخود باجازت واستدعائے ندوہ پیرایۂ سوالات میں حاضر کیے گئے جو شخص کچھ بھی علم رکھتا اور عقائد ومسائل اہل سنت سے واقف ہوگا ان سوالات کو کتب ندوہ سے ملاتے ہی ان میں مذہب اہل سنت سے جدائیوں کا وقوع اس پر صاف منکشف ہوگا۔ یہ سوالات ۲۸ رشعبان ۱۳۱۳ھ کو بصیغہ رجسٹری خدمت اَراکین ندوہ میں حاضر کیے گئے۔(۱)

۳۰ رشعبان کا لکھا ہوا جواب ۲ ررمضان مبارک کو آیا کہ 'آپ نے یہ زحمت ناحق اُٹھائی یہ امور تحریروں سے حل نہیں ہو سکتے اس واسطے جواب کی ضرورت نہیں'۔

---

(۱) یعنی دین ہر مسلمان کو پند ونصیحت کرنے کا نام ہے۔

(۱) یہ سوالات اعلیٰ حضرت نے اپنے ایک مکتوب کے ہمراہ ناظم ندوہ سید محمد علی مونگیروی کو روانہ کیے۔ یہ مکتوب کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم، صفحہ: ۱۲۸ پر موجود ہے۔ قادری

۵ر ماہ مبارک کو پھر ایک عریضہ مفصلہ مرسل ہوا اور اس میں رب العزت جل وعلا کا نام پاک اور حق اسلام وحق عظیم صاحب لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یاد دلا کر التماس کیا کہ سوالات وکتب ندوہ ملا کر ملاحظہ ہوں دیکھئے تو مذہب سنت سے کس قدر صریح بیگا نگیاں ہوئیں پھر بنظر تخفیف سوالات کو ستر (۷۰) سے صرف آٹھ (۸) پر مقصور کر کے قرآن عظیم کی دو آیتیں اخفائے علم وکتمانِ شہادت کی تحریم میں تلاوت کیں۔ اس بار ظن غالب تھا کہ ضرور پاسخ راسخ عطا ہوگا۔

۱۱ر ماہ مبارک کا عنایت نامہ ۱۲ کو آیا اور وہی سکوت کی خبر لایا۔ باری بحمد اللہ پھر بھی چند مفید و کارآمد باتوں نے شگاف خامہ سے جلوہ دکھایا۔

اوّل: اشاروں اشاروں میں بعض تحریرات ندوہ کا غلط ہونا قبول فرما لیا اگر چہ صراحۃً مخالفت مذہب اہل سنت کا اِقرار نہ کیا۔

دوم: تسلیم فرمایا کہ یہ باتیں جو ہم کر رہے ہیں شرعاً حرام وممنوع ہیں؛ مگر بضرورت ہم نے حلال کر لی ہیں۔

سوم: صاف صاف اِقرار فرمایا کہ ہم نے ان کارروائیوں میں تقیہ کیا ہے۔

چہارم: مان لیا کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی کا یہ اِرشاد بہت بجا ہے کہ بدمذہبوں کی صحبت کافروں کی صحبت سے زیادہ مضر وفتنہ زا ہے۔

خدارا انصاف، پھر اس اتحاد واتفاق کا کہاں ٹھکانا جس کی طرف تمام تحریرات میں بڑے جوش سے بلایا جا رہا ہے۔ الحمد للہ ہم کمینہ خادمانِ سنت کا مطلب تو اس قدر سے بھی حاصل کہ تحریراتِ ندوہ سخت مضرات مذہب اہل سنت پر مشتمل اس خط کا مفصل جواب بمراعات آداب ۱۵ ماہِ مبارک روز یک شنبہ کا لکھا ہوا ۱۶ کو رجسٹری ہو کر پھر مرسل خدمات عالیہ ہوا۔ جواب سوالات کا مکرر تقاضا عرض کیا ہے۔ دیکھیے اب کیا اِرشاد ہوتا ہے ہمیں ان مراسلات کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بعینہا چھاپ کر نذر نظر اولی الابصار کرنا ہے بالفعل وہ پرچہ سوالات جس میں ستر (۷۰) سوالات تھے عالم اہل سنت کے، ملاحظہ میں حاضر ہوتا ہے۔

حضراتِ ندوہ سے پھر دست بستہ باادب گزارش ہے کہ آپ اہل علم ہو کر اظہار حق میں دریغ نہ فرمائیں، اگر رائے انصاف پیرائے نے بملاحظہ سوالات جان لیا ہے کہ ندوہ کی کارروائیوں

تحریروں تقریروں نے مذہب سنت سے تخالف کیا ہے تو الا نصاف خیر الاوصاف جاننے کے بعد ماننا چاہیے اعتراف فرمائیے اور بارگاہِ الٰہی جل وعلا سے قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ (۱) کا تمغہ پائیے، پھر براہِ حق پسندی مذہب سنت کی پابندی اور ان مفاسد کی رخنہ بندی ہو کہ دنیا میں فلاح، دین میں صلاح، عقبیٰ میں نجاح وسر بلندی ہو۔

اور اگر رائے گرامی میں ہم نیاز مند ہی خطا پر ہیں تو جب یہ کشف غطا ہو طالبانِ حق کو جواب عطا ہو آپ خود بھی صفحہ ۱۵۷ کتابِ مذکور پر ہر مسلمان کو اظہارِ خیالات کی اجازت سنا چکے، اجازت کیسی کہ فرض بتا چکے پھر قبولِ صواب یا عطائے جواب کا وعدہ فرما چکے۔

ادھر صفحہ ۶۲ روداد سال دوم پر ارشاد ہوا کہ 'اگر جواب نہ دیا تو عام طور سے لوگوں کو ندوہ سے بد دلی ہو گی، بہت غیر مناسب ہے کہ نائبانِ پیغمبر کی مجلس ہو اور لوگ اس سے کسی امر کی ہدایت چاہیں اور نہ کی جائے اور قطع نظر بد زبانی و بد دلی کے مواخذۂ اُخروی کا بھی خوف ہے۔ جب علما سے ہدایت نہ ہوئی تو اور کون کرے'۔

اپنے ان ارشادوں کا پاس فرمائیے حق سمجھ لیجیے یا سمجھائیے؛ ورنہ عام اہل سنت سے گزارش ہے کہ خدارا ذرا غور کو کام میں لائیے یہ چپ کیا کہہ رہی ہے پس سمجھ جائیے۔

اب میں تحریر سوالات کی نقل لکھتا اور ناظرین سے نظر انصاف کی تمنا رکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

گزارش پیرا
محمد حسن رضا خان حسنؔ قادری ابو الحسینی بریلوی غفرلہ
۱۹ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

---

(۱) (اے ایمان والو!) انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (پارہ ۵، النساء: ۱۳۵)

مراسلۂ عالم اہل سنت مدظلہ العالی بنام ندوۃ العلما بطلب حق سگالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الـحـمـدللّٰہ ربّ ّ ّ ا العالمین و افضل الصلاۃ و اکمل الس ّ ّ لام علی سیّ ّ ّ دد المرسلین سیّ ّ ّ ددنا و مولانا محمّ ّ ّ دد وآلہ و صحبہ اجمعین ان لاالہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمّ ّ ّ ددا عبدہ و رسولہ بـالھـدیٰ و دیـن الـحق ارسلہ من یھداللّٰہ فلامضل لہ و من یضللہ فلا ھـادی لـہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علی الحبیب الکریم والہ الکرام و صحبہ العظام و سائر اھل السنۃ الکاملۃ آمین .

امابعد! خدمت کبراے ندوۃ العلما میں یہ چند سوالات محض بنظر انکشاف حق وانکسافِ باطل حاضر کیے جاتے ہیں، جن میں تعصب نفسانیت کسی مذموم نیت کو بعونہٖ تعالیٰ اصلاً دخل نہیں۔ والحمدللہ رب العالمین۔

کمینہ خادم مذہب سنت واہل سنت کوندوہ کی جوکارروائیاں مخالف شریعت وخلاف مذہب اہل سنت ومضر دین ومعین بدعت معلوم ہوئیں صرف برادرانہ طور پر بہ تمناے انصاف اس اُمید پر گزارش کیں کہ ندوہ محض للّٰہیت کے ساتھ بے آمیزشِ سخن پروری ہر سوال پرنظر غور فرمایئے، اگر خیرخواہ کی بات ایمانی نگاہ میں حق نظر آئے بکشادہ پیشانی قبول فرماکر آیۂ کریمہ فَبَ ّ ّ رۡ ّ ششۡ عِبَادِ الَّذِیۡنَ ۙ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ (۱) کا مصداق بنیے اور اگر واقعی اپنی ہی طرف حق متجلی ہو، تو ہرسوال کا فرداً فرداً جواب شافی بروجہ صافی عنایت فرماکر خیرخواہ کوممنون بنایئے۔

مبارک وہ دل جنھیں حق کی طرف رُجوع میں دنیا کی عارسنگ راہ نہیں ہوتی۔

وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۲)

---

(۱) توخوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جوکان لگا کر سنیں پھراس کے بہتر پر چلیں۔ (پارہ۲۳، الزمر: ۱۷-۱۸)

(۲) اوراپنے کیے پر جان بوجھ کراڑ نہ جائیں۔ (پارہ۴، ال عمران: ۱۳۵)

حضرات اہل سنت — حفظهم الله تعالىٰ ونصرهم — میں جو ذی علم ہیں، جو ذی فہم ہیں، سب سے دست بستہ مذہبی اُخوت کا واسطہ دے کر یہی معروض کہ للہ چند ساعت کے لیے ایک کی ہمراہی یا دوسرے کی غلبہ خواہی سب سے درگزر کریں۔ سچے پاک دل سے جو ان کے لیے سینوں میں تمیز حق و باطل کے لیے رب العزت جل جلالہ کی بھاری ودیعت، گراں بہا امانت ہے، اوّل تا آخر بغور کامل نظر کریں۔ اگر نیت صاف اور مقصود انصاف ہو تو ان شاء اللہ العزیز دم کے دم میں حق ظاہر وواشگاف ہے۔ اِ ّ ذٰلِ نَ نَ عَ کَ اللّٰہِ لِ یِ یَّ اللّٰہَ سَسٰی کُلِّ شَیْءٍ لِلْاَمْرِ اِیۡ یُ قِنُوۡنَ رٌ

حضرات ندوۃ العلماء! اگر منصفانہ جواب عنایت فرمائیں، چند امور ملحوظ تر رہیں۔

اولاً: عرض کر چکا اور پھر کرتا ہوں کہ اس عرضِ بے غرض کو ہرگز ہرگز کسی بے جا خلاف، تعصب، اعتساف پر محمول نہ فرمایا جائے کہ ایک تو مسلمانوں پر بدگمانی، جسے آپ کے رب عز وجل آپ کے نبی اکرم ﷺ نے حرام فرمایا۔ دوسرا جب یہ خیال آئے گا نفس عقل پر غلبہ پائے گا حق واضح ہونے سے ناحق رہ جائے گا۔

ثانیاً: ہر سوال کا جواب جدا جدا، صاف صاف، ہاں یا نہ، بے رو رعایت عنایت ہو۔ مثلاً جہاں سچا جواب ہاں ہو، وہاں اس لحاظ سے کہ شاید اِقرار ضروری کوئی شاخ نہ نکلے، شگوفہ نہ کھلے، ابہام یا تذبذب جگہ نہ لے، قلم حق رقم ٹھیک ٹھیک راہ چلے۔ قال تعالیٰ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ (۱)

ثالثاً: بہت جگہ ایک ایک سوال متعدد استفساروں پر مشتمل۔ ان میں کوئی بات بے جواب صریح نہ چھوڑی جائے کہ باذنہٖ تعالیٰ انکشافِ حق میں تعویق نہ آئے۔

رابعاً: ذرا ہنگام تحریر احادیث وآثارِ کثیرہ پر نظر وسیع ڈالے ہوتے، مبادا قریب کی دو چار باتوں پر نظر فرمالیں اور پھر ظاہر کہ ع: حفظت شئیا و غابت عنک اشیاء (۲)

خامساً: اگر جواب میں کشف تمام نہ ہوا، کہیں ابہام رہا یا خود کسی جواب پر سوالِ تازہ پیدا ہوا۔ تو

---

(۱) اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (پارہ ۵، النساء: ۱۳۵)

(۲) ایک چیز کی حفاظت کرنے کی پاداش میں بہت سی چیزوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سائل کو اجازت ہوگی کہ پھر عرض کرلے کہ آخر مقصود اتضاحِ حق ہے۔

سادساً: سوال کو خواہی نہ خواہی قصد طعن پر حمل نہ فرمائیں۔ سائل ایک دینی بات پوچھتا ہے جو حق ہو صاف فرما دیجیے۔ کیا معلوم شاید وہ اسی لیے پوچھتا ہو کہ اس مسئلہ میں آپ کا مسلک دریافت کرے، اور مذہب اہل سنت سے مطابقت دے۔ معاذ اللہ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْہِمْ (۱) یہ آپ حضرات کی شان نہیں۔

سابعاً: بحمد اللہ تعالیٰ! ندوۃ العلما کی اصلاح سے کام، اسی سے سوال اسی سے کلام حق سمجھ لے یا سمجھا دے۔ زید و عمرو سے مطارحہ مقصود نہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں ایسے ہیں کہ قید مذہب پر اعلانیہ ہنستے ہیں۔ ان کے نزدیک سوالات کا منشا ہی سرے سے لغو وفضول ہے۔ لہٰذا گزارش کہ ندوہ خود جواب دے یا فلاں بہ ہماں جس کا جواب ہو۔ ندوہ اسے حرف بحرف قبول کرکے اپنا ٹھہرا لے، ورنہ این وآں سے اُلجھنے کی حاجت، نہ اس میں منفعت، اس کی طرف اصلاً اِلتفات نہ ہوگا اور ندوہ پر سوال باقی رہے گا۔

تنبیہ عام: یہ برادرانہ خیر خواہانہ سوالات صرف اس بنا پر حاضر کیے جاتے ہیں کہ ندوہ اپنے آپ کو سنی المذہب فرماتا ہے۔ وخدا ہم چنیں کند جناب سید ناظم -حفظہ اللّٰہ تعالیٰ عما لا یلائم- نے بعض خطوط میں بعض اہل علم کو تحریر فرمایا: (بانیان ندوہ پکے حنفی ہیں اور تقریباً پچیس تیس برس سے مناظراتِ غیر مقلدین وغیرہ میں مشغول رہے ہیں)۔ یہی خیال وجہ ارسالِ سوال ہے کہ بھائیوں سے ہی شکوہ ہے اور انہیں کی لغزش کا صدمہ ہے۔ بد مذہب سے کیا گلہ، کہ تیری تحریریں، تقریریں، کارروائیاں مخالف ومضر مذہب اہل سنت ہیں۔

ندوہ اگر بحمد اللہ تعالیٰ خدام سنت واصحاب جماعت سے ہے۔ اہل سنت کی احادیث وائمہ کو مانتا، ان کے ارشاد کا پابند رہنا اپنا فرض مذہبی جانتا ہے تو برادرانہ انصاف کی نظر سے سمجھ لے۔ مضراتِ مذہب واعداے مذہب سے خود اسے اجتناب ضرور ہوگا۔ اور اگر خدا نہ کردہ صورت دوسری ہے تو تمام سوالوں کے جواب میں اتنا بس ہے کہ ندوہ کو پاسِ مذہب اہل سنت نہیں۔ نہ ان کے نفع، نقصان سے مطلب۔ اس کے بعد ہمیں کوئی اور شکایت نہ ہوگی۔

---

(۱) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہو۔ (پارہ ۲۸، المنافقون: ۴)

ملک میں کتنی کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ ان سے ہم کہاں اُلجھتے ہیں کہ اس سے فضول بحث ضرور ہو گی۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ(۱) میں اپنے رب کریم پھر اس کے رسول عظیم رؤف رحیم علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد واعانت مانگتا ہوا، سوالات حاضر کرتا ہوں۔ الٰہی صدقہ مصطفٰی ﷺ سنت وجماعت کا حق واضح فرما اور سخن پروری ونفسانیت سے بچا۔ آمین۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق وا نت خير الفاتحين آمين آمين يا ارحم الراحمين و صلى الله على خير خلقه و سراج افقه محمد واله و صحبه و اهل سنته اجمعين آمين والحمد لله رب العلمين .

سوالات

ا۔ (الف) مذہب اہل سنت یقیناً قطعاً حق ہے، اور اس کے خلاف سب مذاہب بالیقین باطل و ضلال وموجب نکال وعذاب شدید وغضب ذی الجلال ہیں یا اس کی حقیقت صرف غالباً ہے۔

(ب) جو ایسا کہے اور عقائد میں بھی حقیقت حال پر جزم نہ کرے وہ سنی صحیح العقیدہ ہے یا بدمذہب؟.

۲۔ **حديث افتراق الامة على ثلث و سبعين فرقة كلها فى النار الا واحدة على كثرة طرقه قبول الائمه له و سائر احاديث كثيرة** کہ تمام بدمذہبوں کے ناری جہنمی ہونے پر ناطق ہیں، حق ومقبول ہیں اور اہل سنت ہی ناجی اور ان کے سوا سب فرقے ناری یا معاذ اللہ یا یہ سب حدیثیں باطل ومردود ہیں اور سنی کو یہ سمجھنا نہ چاہیے کہ دوسرے مذہب والے سب دوزخی ہیں؟۔

۳۔ جو شخص اہل سنت کے سوا باقی تمام فرقوں کو گمراہ ودوزخی کہنے کو بُرا جانے وہ سنی صحیح العقیدہ ہے یا کیا؟۔

۴۔ جو شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے لعنت کرنے والوں یا علی مرتضی وحسن وحسین شہدائے کربلا کرم اللہ تعالی وجہہم کے کافر کہنے والوں کو گمراہ تو گمراہ فاسق کہنا بھی اندھیر بتائے وہ گمراہ بددین مستحق جہنم وغضب رب العالمین ہے یا نہیں؟۔

(۱) ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔ (پارہ ۱۸، المؤمنون: ۵۳)

۵۔ تمام بدمذہب فسق عقیدہ میں مبتلا ہیں یا نہیں؟۔

(ب) فسق عقیدہ فسق عمل سے اشد واخبث ہے یا فسق عقیدہ کوئی چیز نہیں؟، صرف فسق عمل سے بچ کر آدمی متقی واتقی کا مصداق ہو جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی خبیث العقائد ہو؟۔

٦۔ خوارج کہ ہر گناہِ کبیرہ سے ایسا ہی بچتے ہیں جیسا کہ ایک سنی کفر سے کہ ان کے نزدیک ہر کبیرہ کفر ہے اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ مرتبہ والے اور آیہ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ (۱) کے مستحق ہیں یا نہیں؟۔

(ب) اگر نہیں تو کیوں نہیں؟۔

(ج) اور جس کے طور پر ہر فرقے کے کلمہ گو اس لقب اکرم واعظم کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں، وہ سنی ہے یا بدمذہب گمراہ؟۔

۷۔ سنی پر فرض ہے یا نہیں کہ باقی سب فرقوں کو اپنے مذہب والوں سے بُرا سمجھے۔

(ب) اگر ہے تو جو اسے منشاے اعتراض جانے، بدمذہب ہے یا نہیں؟۔

۸۔ کیا تمام اِسلامی فرقوں میں ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے، ہر بدمذہب اپنے نزدیک دیانۃً جس امر میں خدا اور رسول کی اطاعت سمجھے اسے اسی کی تکلیف ہے ہمارا اسے خلاف حق سمجھنا ضرر نہیں دے سکتا۔ رافضی اسی میں خدا اور رسول کی اطاعت سمجھتا ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان کو کافر ظالم غاصب جائز کہے۔ ناصبی اس میں خدا اور رسول کی اطاعت جانتا ہے کہ علی وحسن وحسین کو مغلظہ گالیاں دے، لعنتیں کرے۔ کیا یہ لوگ اللہ عزوجل کی طرف سے اسی سمجھ پر مکلّف ہیں؟ سُنّی کہ ان باتوں کو بُرا سمجھتا ہے، سمجھا کرے انہیں نقصان نہیں؟۔

(ب) جو ایسا کہے جس کا کلام صراحۃً یہ معنی دے، سُنّی ہے یا مُلحِد گمراہ؟۔

۹۔ کیا اللہ عزوجل کے معاملات - معاذ اللہ - برٹش گورنمنٹ کے معاملات سے نرالے نہیں۔ اس کے یہاں یہی تمام اسلامی فرقوں کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ گورنمنٹ کی رعایا میں ہر مذہب وملت کے لوگ رہتے اور آپس میں مقدمات کرتے، اختلاف رکھتے ہیں؛ مگر وہ سب

---

(۱) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پارہ ۲٦، الحجرات: ۱۳)

گورنمنٹ کے خیر خواہ مطیع رعایا ہیں، کسی مذہب وملت والے نہ اس کے باغی، نہ وہ انہیں اپنے احکام کا منکر سمجھے بلکہ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔

(ب) کیا اس مثال سے صاف صاف صراحۃً بے پردہ واضح وآشکارہ نہ ہوا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وعائشہ وحسن وحسین صلی اللہ تعالی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم کو جان ایمان وسرتاج محبوبان جاننے والے اور یہ کلمہ پڑھ کر معاذ اللہ انہیں گالیاں دینے لعنتیں کرنے والے سب اللہ تعالی کے مطیع وفرماں بردار رعایا ہیں۔ اللہ تعالی سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے؟۔

(ج) کیا ایسی مثال دینے والا اس تمام فرق اسلامیہ میں حق وناحق وہدایت وضلالت ورضا وغضب خدا معلوم کرنے کے معیار بتانے والا مردود ومخذول بین الالحاد قریب الارتداد ہے یا نہیں؟۔

(د) کیا اس تمثیل سے صاف نہ کھل گیا کہ اس کے نزدیک کلمہ گویوں کے تہتر (۷۳) فرقے سب کے سب حق وہدایت پر ہیں اور اللہ سب سے راضی؟۔

۱۰۔ بد مذہب کی نسبت شرعِ مطہر میں تعظیم کا حکم ہے یا اہانت کا؟۔

(ب) بر تقدیر ثانی ندوہ کو یہ حکم قبول ہے یا نہیں؟۔

۱۱۔ جو بد مذہب کی اہانت کو خدا اور رسول جل جلالہ وﷺ کی اہانت کہے کہ وہ کلمہ گو ہے اس کی اہانت اللہ عزوجل کے نام اور حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی اہانت ہے۔ اس نے شریعت مطہرہ کی بات کا صریح رد کیا یا نہیں؟۔

۱۲۔ جو ائمہ دین وفقہائے مرشدین کلمہ گو تبرائیوں کو بوجہ تبرا کافر کہتے ہیں کیا وہ اپنے اس قول میں خدا اور رسول کی اہانت کرتے ہیں؟۔

(ب) جو ایسا سمجھتے ہیں اس نے ائمہ دین کو گالی دی ان کی توہین کی یا نہیں؟۔

۱۳۔ جو خارجیوں کو بوجہ تکفیر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اللہ کافر کہے کیا اس نے خدا اور سول کی اہانت کی؟۔

(ب) اگر نہ کی تو جو ایسا کہے مفتری کذاب ہے یا نہیں اور شرعا اس پر کیا حکم ہے؟۔

۱۴۔ صحابۂ کرام یا اہل بیت عظام یا ائمہ فخام کی اہانت اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کی اہانت ہے یا نہیں؟۔

(ب) کیا بدمذہب کلمہ گو اللہ و رسول کو ان سے زیادہ پیارے ہیں کہ ان کی اہانت اس حکم سے محروم وساقط رہے؟۔

۱۵۔ بدوضعی بدتر ہے یا بدمذہبی؟، بدوضعی کا اَثر پڑنا زیادہ مضر ہے یا بدمذہبی کا؟۔

(ب) بدمذہبوں کی صحبت صحبت بد ہے یا نہیں؟۔

(ج) صحبت بد سے بچنا شرعاً وعقلاً وعُرفاً ضرور ہے یا نہیں؟۔

(د) قرآن مجید واحادیث صحیحہ معتبرہ میں بُری صحبت سے بری رہنے کا حکم ہے یا نہیں؟۔

(ھ) جو لوگ اپنی بیٹی کو بدوضع لوگوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے حد درجہ روکیں اور عزیز اور پیارے سُنی بھائیو، جگر کے ٹکڑوں کو عام بدمذہبوں سے خلط ملط، میل جول، اتحاد واتفاق، شِیر وشکر رہنے ایک ہو جانے کی طرف بلائیں، وہ اہل سنت کے بدخواہ اور ان کی مذہبی عافیت کے دشمن ہیں یا نہیں؟۔

۱۶۔ اہل لہواس سے دور بھاگتے اور ان سے اختلاط واتحاد نہ ہنے کے حکم میں حضور پُر نور مصطفیٰ ﷺ و صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم سے احادیث کثیرہ کتب حدیث میں آئیں یا نہیں؟۔

(ب) آئیں، تو وہ ہدایات عالیہ سُنی مسلمانوں کے لیے حق وواجب العمل ہیں یا کسی کمیٹی کی رائے سے مخالف ہو کر مردود ومہمل؟۔

۱۷۔ احادیث وآثار میں اس حکم کی یہ علت ارشاد ہوئی ہے یا نہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے معاذ اللہ مرض بدمذہبی سرایت کرنے، صراط مستقیم سے پھرنے یا متزلزل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

(ب) اگر ارشاد ہوئے تو یہ علت صحابہ وتابعین کے لیے تھی۔ آج کل کے لوگ ان سے زیادہ حق پر ثابت قدم ہیں یا ان کے لیے ایک حصہ اجتناب کا حکم تھا تو اب سو (۱۰۰) حصے ہونا لازم؟۔

۱۸۔ ہر بدمذہب عدوّ سنت ہے یا نہیں؟۔

(ب) شرعاً وعقلاً وعرفاً عدو سے اختلاط چاہیے یا احتراز واجب؟۔

۱۹۔ کیا بحکم احادیث صحیحہ جسمانی میل، رُوحانی میل سے ناشی نہیں یا بدمذہبوں سے روحانی مناسبت پسندیدہ ہے؟۔

۲۰۔ صدیق وفاروق کی لعنت کرنے والے بحکم احادیث صحیحہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں یا نہیں؟۔

(ب) اگر ہیں تو موردانِ لعنت سے اجتناب ودُوری چاہیے یا اتحاد ویگانگی۔ احادیث اس بارے میں کیا فرماتی ہیں؟۔

۲۱۔ جس کے مذہب پر اللہ تعالی کے نام پاک اور حضور پُرنور ﷺ کی اہانت لازم ہے، شرع مطہر اس سے دُور بھاگنے کا حکم فرماتی ہے یا شِیر وشکر ہونے کا؟۔

(ب) جو اس سے ایک رہنے کا حکم دے، وہ خدا اور رسول جل جلالہ و ﷺ کی اہانت کو ہلکا جاننے والا ہے یا نہیں؟۔

(ج) اس کا ہلکا جاننے والا کیسا ہے؟۔

۲۲۔ مذہب اسلام صلح کل ہے یا حب فی اللّٰہ و بغض فی اللّٰہ دونوں اسی کے رکن عظیم ہیں؟

۲۳۔ کیا متواتر حدیثوں سے ثابت نہیں کہ آدمی جس سے محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہوگا؟۔

(ب) کیا ندوہ پسند کرتا ہے کہ نواصب، خوارج، روافض کے ساتھ حشر ہو؟۔

(ج) کیا معاذ اللہ کفر کے بعد اور کوئی ذلت، مضرت، قباحت اس سے بدتر ہے؟۔

(د) کیا ایسی ہولناک بات کی طرف بلانا اہل سنت کی صریح دینی بدخواہی نہیں؟۔

۲۴۔ احادیث صحیحہ کثیرہ میں بغض فی اللّٰہ کا حکم ہے کیا اس میں دشمنانِ صحابہ، دشمنانِ اہل بیت ودشمنان ائمہ ودشمنان اولیا سے بغض داخل نہیں؟۔

(ب) کیا ان محبوبانِ خدا کو گالیاں دینے والے شرعاً مستحق بغض نہیں؟۔

تنبیہ ضروری

اس بحث حب وبغض پر بعونہٖ تعالیٰ ایک نفیس کلام آخر سوالات میں عرض کیا جائے گا جس سے ہمارا مطلب اور اس میں دینی ودنیوی فوائد کا وفور باذنہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ انجلا پائے گا۔ حضرات اس کا انتظار فرمائیں، بے سمجھے عجلت کام میں نہ لائیں۔

۲۵۔ زید کا باپ ایک عالم دین صالح متقی ولی اللہ ہے اور اس کی ماں عفیفہ نظیفہ عابدہ زاہدہ۔ عمرو بخبثِ نفس انہیں فاسق، فاجر، کافر کہتا اور بے سبب گالیاں دیا کرتا ہے ایسی حالت میں کس آیت، حدیث نے زید پر فرض کیا ہے کہ عمرو تیرے ایسے ماں باپ کو گالیاں دیتا رہے؛ مگر خبردار تو اس سے رنج نہ رکھ، شِیر وشکر رہ، اِتحاد پیدا کر۔

(ب) اگر زید ایسا ہی کرے تو کیا شرعاً عرفاً ہر طرح عاق ناخلف مطعون مذموم نہ ٹھہرے گا۔

(ج) آج کون سی ماں عائشہ صدیقہ کے برابر ہے۔ آج کس کا باپ کون سا عالم کہاں کا متقی ہمارے آبائے شریعت خلفائے رسالت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن و حسین و ابوحنیفہ و مالک و شافعی واحمد و غوث اعظم و خواجہ غریب نواز و شیخ شیوخ و سلطان نقشبند وغیرہم محبوبانِ خدا رضی اللہ تعالی عنہم کا ہمسر ہے، ان کو گالیاں دینا ایسا ہلکا جانا۔ اپنے کلیجے پر ہاتھ دھر کر دیکھیے۔

۲۶۔ محبوبانِ خدا کے دشمنوں سے اِتحاد و اِتفاق محبت کی طرف بلانا درکنار۔ جو کہے کہ ایسا نہ کرو تو نماز روزہ اور کوئی طاعت قبول نہیں وہ حق و ہدایت پر ہے یا گمراہ بددین۔

(ب) اس نے یہ حکم ٹھیک دیا یا اللہ عزوجل پر صریح افترا کیا۔

(ج) طرفہ یہ کہ بدمذہبوں کے روزے نماز اکارت نہ جانے؛ مگر ان سے اتحاد نہ رکھنے پر عمل حبط مانے اسے کیا کہیے گا؟۔

۲۷۔ یہ سب بالائے طاق جوان سے محبت کو مدارِ ایمان جانے اور کہے کہ محبت نہیں تو ایمان ندارد، وہ سُنی مسعود ہے یا بددین مردود؟۔

۲۸۔ کیا بدمذہبوں سے عداوت یا مطلق ہی کہیے کہ ہندیوں کی باہم نا اتفاقی کفر و شرک ہے؟۔

(ب) اگر نہیں تو اس پر حکم لگا دینا کہ یہ گناہ معاف نہ ہوگا شریعت پر اِفترا اور اللہ عزوجل پر تالی اور اس کے عفو پر قول جلی اور آیت کریمہ: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ(۱) وآیۂ کریمہ: اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا(۲)) وغیرہما آیات واحادیث وعقائد اہل سنت سے مخالفت کھلی ہے یا نہیں؟۔

---

(۱) جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (پارہ ۵، النساء: ۴۸)

(۲) بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ (پارہ ۲۴، الزمر: ۵۳)

(ج) یہ تحکم اِعتزال سے معتزل ہے یا خروج سے خارج ؟۔

۲۹۔ کیا دین کا کمال بد مذہبوں سے اتفاق میں ہے نا اتفاقی ہو تو دین ناقص ؟۔

(ب) ایسا قول دین پر افترا ہے یا نہیں ؟۔

۳۰۔ نیچریوں اور ان کے پیشوا ے موجود کا دین اسلام میں کیا حکم ہے؟ سُنی یا بدعتی یا کافر ؟۔

(ب) ندوہ انہیں کیا سمجھتا ہے ؟۔

۳۱۔ اہل سنت کے مذہب میں روافض بد مذہب، گمراہ ناری جہنمی ہیں یا نہیں ؟۔

(ب) ہیں تو ندوہ بھی ایسا ہی مانتا ہے یا نہیں ؟۔

۳۲۔ کیا صرف کلمہ طیبہ بلا اِکراہ پڑھ لینا اسلام کو کافی اور قبلۂ مسلمین کا ماننا یا اس کی طرف نماز پڑھ لینا اہل قبلہ ہونے کو بس ہے کہ اب اس کی تکفیر حرام۔ اگر چہ انکار ضروریات دین کرتا ہو یا منکر ضروریات قطعا کافر، اگر چہ دین میں لاکھ بار کلمہ اور اسی قبلہ حقہ کی طرف نماز پڑھتا ہو؟.

۳۳۔ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع ہے یا نہیں ؟۔

۳۴۔ اگر کوئی کلمہ گو قائل قبلہ مثلاً فرضیت ظہر کا منکر ہو کہ قرآنِ عظیم میں اس کا حکم نہیں اور احادیث آحاد یا فرضیت جمعہ نہ مانے کہ فَاسْ عَوْ یُوجِبُ اور لِلافِرضِ نہیں نہ امر وجوب میں قطعی یا ہر مکلّف پر نماز ہی فرض نہ جانے کہ عام ظنی ہے یا عالم کو قدیم کہے اور نصوص کو حدوثِ ذاتی سے تاویل کرے تو کیا ایسا شخص کافر اور جو اسے کافر کہے، خود بھی کافر ہوگا یا نہیں ؟۔

(ب) ہوگا تو کیوں ؟ حالانکہ وہ کلمہ بلا اِکراہ پڑھتا اور ان مسائل میں تاویل کرتا ہے ؟۔

۳۵۔ وہ جو جبرئیل امین و ملائکہ کرام و معجزاتِ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام وحشر ونشر و جنت و نار وغیرہا ایمانیات جن معانی ظاہرہ صریحہ متواترہ پر اہل اسلام سمجھے ہوئے ہیں، اسی طرح بلا تاویل ان کا ماننا ضروریاتِ دین سے ہے یا نہیں ؟۔

۳۶۔ جو کہے قرآن موجود پورا نہیں۔ صحابۂ کرام یا دیگر اہل سنت نے اس سے کچھ سورتیں یا آیتیں گھٹا دیں۔

(ب) یا کہے: اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(ج) یا کہے: حضراتِ ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضراتِ عالیہ انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل تھے، کافر ہے یا نہیں؟۔

ہر مسئلہ میں جو فرمایئے، وجہ ارشاد ہو۔

(ب) اگر ہے تو جو اسے کافر نہ جانے وہ کیسا؟۔

۳۷۔ منکر ضروریاتِ دین کو مسلمان بتانا، مدائح دینی سے اس کی تعریف کرنا کفر ہے یا نہیں؟۔

۳۸۔ مولوی نذیر حسین دہلوی، مولوی صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہما غیر مقلدین وہابیہ اور ان کے اتباع واشیاع کے مذاہب جن کی قدرے تفصیل رسالہ 'مصون الایمان' اور 'جامع الشواہد' وغیرہما رسائل اہل سنت میں لکھی گئی، حق وہدایت ہیں اور یہ لوگ داخل اہل سنت یا وہ باطل ضلالت اور یہ اصحاب بدعت؟۔

۳۹۔ آج کل جو حضرات کسی امام کی تقلید نہیں کرتے، اقوالِ ائمہ کو قرآن وحدیث کے مقابل و مخالف بتاتے ہیں، سچے سُنی پکے متقی ہیں یا مخالف طریقہ اہل سنت وخلاف سوادِ اعظم امت۔

(ب) جو انہیں سُنی صالح جانے، مقلد ہے یا غیر مقلد؟۔

(ج) اور اس کی ایسی باتوں کو پسند وروا کہنے والے کس مد میں داخل ہیں؟۔

۴۰۔ یہ جو کسی امام کی تقلید نہیں کرتا، منکر تقلید ائمہ ہے یا نہیں؟۔

(ب) انکار تقلید ائمہ گمراہی ہے یا نہیں؟۔

(ج) ہے، تو گمراہ کو سُنی صالح جاننا کیسا؟۔

(د) نہیں، تو اسے گمراہی کہنا، اس کہنے پر راضی ہونا، گمراہی ہے یا نہیں؟۔

۴۱۔ کیا آج کل یہ معمولی درس، بلکہ اس سے بھی بہت کم پڑھے ہوئے شرائط اِجتہاد کے جامع ہوتے ہیں؟۔

(ب) دہلی، پنجاب، آرّہ، بنگالہ وغیرہ میں کتنے حضرات لائق منصب اجتہاد ہیں؟۔

(ج) انہیں اگلے اکابر دین جس کی نسبت علمائے کرام کی تصریحات ہیں کہ یہ لیاقت اجتہاد نہ رکھتے تھے، کن کن وجوہ سے ترجیح ہے؟۔

۴۲۔ بے حصول منصب اجتہاد ترک تقلید و دعوی عمل بالحدیث حق و ہدایت ہے یا باطل وضلالت؟۔

۴۳۔ امام المحدثین امام الفقہا امام الصالحین امام الحکما سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول الحدیث مضلة الا للفقهاء کے کیا معنی ہیں؟۔

(ب) فقیہ مجتہد کو کہتے ہیں یا ترجمہ مشکوۃ پڑھنے والوں کو؟۔

۴۴۔ علمائے اہل سنت جو تقریریں تحریریں کہتے لکھتے چھاپتے رہے کہ یہ لوگ بد مذہب ہیں ان سے میل جول منع ہے ان کے پیچھے نماز ممنوع و مکروہ و ناپسند ہے، یہ حق پر تھے یا سب باطل پر؟۔

۴۵۔ اب اگر یہی علما اپنے ان تمام رسائل و مسائل و تحریرات و تقریرات کے خلاف کہنے لگیں کہ وہ سب جھوٹ تھا، ان سے اختلاط ہی چاہیے، ان کے پیچھے نماز بلا کراہت پڑھے، تو عوام اہل سنت کی نگاہ میں ان کے وعظ و فتاوی و رسائل باطل و بے اعتبار اور ان کا مسلک و مشرب خفیف و بے وقار ٹھہرے گا یا نہیں؟۔

(ب) اس وجہ سے ان کے دین کو نصرت عظیم پہنچے گی یا نہیں؟۔

(ج) اس شدید و مدید اختلاف کے بعد یہ سازشی اتفاق ہزاروں آدمیوں کے ذہن میں ان مخالفوں کے مذہب کی وقعت و قوت جما دے گا یا نہیں؟۔

(د) اس کا وبال اس رجوع و اتفاق کی طرف بلانے والوں پر پڑے گا یا نہیں؟۔

۴۶۔ وہی تقریریں، روایتیں، حکایتیں کہ غیر مقلدوں کے مصنّفین ابطال مسلک مقلدین کے لیے اپنے رسائل میں لکھتے رہے اور لکھتے ہیں پُر جوش لفظوں سے ان کے کھلے کھلے بیان عام جلسوں میں کرانا عام عوام میں شائع کرنا مقلدین کی بدخواہی ہے یا خیر خواہی؟۔

۴۷۔ کیا ندوہ کے نزدیک حضراتِ غیر مقلدین کے اختلافات سراسر مفید دین ہیں؟۔

(ب) ان میں کمال درجہ کا اتقاو دین داری ہے؟۔

(ج) ان کے اختلاف مذہب اسلام کے معین و مددگار رہیں؟۔

(د) ان سے بنائے اسلام قائم ہے؟۔

(ھ) ان سے اسلام کی اَدق تحقیقات اورذوق عرفانِ الٰہی مترتب ہے؟۔

(و) جولوگ یہ باتیں پسند وروا رکھیں، وہ پکے حنفی ہیں یا کٹے غیر مقلد؟۔

۴۸۔ حنفیت، شافعیت، مالکیت، حنبلیت یہ چاروں سنت و جماعت کی مبارک شاخیں ہیں یا باہم تخالف عقائد دینی ہیں، جوان چاروں کواختلاف عقائد بتائے ان کی توہین کرتا ہے یا نہیں؟۔

۴۹۔ جوکہے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہرایک کے نزدیک باقی تین (۳) پرمعاذ اللہ کفرلازم آتا ہے؟۔

(ب) ان کے عقائد پرخیال کیا جائے تو چاروں میں اسلامی شرکت بھی نہ رہے، وہ سُنی صحیح العقیدہ ہے یا بدمذہب خبیث المکید ہ؟۔

۵۰۔کسی مسئلہ میں خلاف سے لزوم کفر کے لیے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے یالااقل قطعی اجمالی ہونا ضرور یا صرف ظنیات کا خلاف بھی مستلزم لزوم کفر ہے؟۔

(ب) جوایسا کہے اس کے قول کی شناعت کہاں تک منجر ہے؟۔

۵۱۔ خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم باہم کسی مسئلہ ایجاب وتحلیل وتحریم میں خلاف رکھتے تھے یا نہیں؟۔

(ب) اگر ہاں! توان میں بھی ایک عقائد کی رُو سے دوسروں پر معاذ اللہ کفرلازم تھا یانہیں؟۔

(ج) ان کے عقائد پرخیال کرنے کے بعد بھی ان میں اسلامی شرکت باقی تھی یانہیں؟۔

(د) جوایسا کہے گمراہ، گستاخ، بےادب، بےباک ہے یانہیں؟۔

۵۲۔ بدمذہبوں کارداوران کی خرافات کا ابطال اہم فرائض دینیہ سے ہے یانہیں؟۔

(ب) اگر ہے توان کے ترک میں کوشش ایک فرض عظیم کے ابطال میں سعی ہوگی یانہیں؟۔

(ج) اہمالِ فرض میں سعی کا کیا حکم ہے؟۔

۵۳۔ بعدسوالِ مسائل واقعہ کا جواب دینا اہل علم پرفرض ہے یانہیں؟۔

(ب) ہے تو یہ فرضیت صرف بعض عملیات میں ہے۔عقائد وعملیات نزاعیہ اہل سنت واہل بدعت میں نہیں یا مطلقاً ہے؟۔

(ج) کس آیت یا حدیث میں ان کا استثنا ہے؟۔

۵۴۔ عقائد وعملیات اہل سنت ہدایت ہیں یا نہیں؟۔

(ب) ہیں تو کیا وجہ کہ ان بعض عملیات میں ترک جواب، ترک ہدایت اوراس میں مواخذہ آخرت ہواوران میں سکوت نہ ہدایت کا ترک نہ آخرت کا مواخذہ؟۔

۵۵۔ کتمانِ علم پر جو جاں گزار وعیدیں وارد ہیں کیا ان سے متعلق نہیں؟ کیا عقائد ومسائل اہل سنت علم سے خارج ہیں؟۔

۵۶۔ عقائد ومسائلِ مذکورہ میں تحفظ عقائد وخیالاتِ عوام ضروری واہم ہے یا یہ مسائل محض لغو و فضول۔ان میں عوام جو چاہیں سمجھ لیں۔جیسا مذہب چاہیں، اختیار کرلیں۔جس قدر چاہیں علما سے بے توجہ دین میں مطلق العنان ہو جائیں، کچھ پرواہ نہیں۔

(ب) جو ایسا سمجھے اس نے مسائل اہل سنت کو ہلکا سمجھا یا نہیں؟۔

(ج) انہیں ہلکا سمجھنے والا کیسا ہے؟۔

۵۷۔ دشمن اندرونی کا دفع اہم ہے یا بیرونی کا، بانبی کا سانپ زیادہ موذی یا آستین کا؟۔

۵۸۔ جس شخص پر جماعت کثیرہ ائمہ دین کے مذہب سے کفر لازم ہوا، اس کا حکم کیا ہے؟۔

(ب) اس کا مسلک بدوشنیع اور وہ قابل طعن وملامت وتشنیع ہے یا نہیں؟۔

(ج) جو ایسے کو پیشوا بنائے اس کا کیا حکم ہے؟۔

۵۹۔ بدمذہبوں کو کسی دینی کام میں رکن بنانے کی ممانعت احادیث شریفہ سے ثابت ہے یا نہیں؟۔

(ب) بحکم حدیث اسے یہ عہدہ دینا، اللہ ورسول ومسلمین سب کے حق میں خیانت کرنا ہے یا نہیں؟۔

(ج) اللہ تعالیٰ بدمذہبوں سے زیادہ راضی ہے یا سُنیوں سے؟۔

۶۰۔ دینی مجلس کی رکنیت کوئی توقیر ہے یا نہیں؟۔

(ب) بدمذہب کی توقیر پر حدیث میں کیا حکم ہے؟۔

۶۱۔ دینی مدائح سے بدمذہبوں کی تعریفیں کرنا علی الاعلان انہیں پڑھنا پڑھوانا سننا سنانا اجازتیں دینا چھاپ چھاپ کر شائع کرنا بحکم احادیث موجب غضب الٰہی اور مذہب کی صریح بدخواہی ہے یا نہیں؟۔

۶۲۔ آیۂ کریمہ: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا(۱) وآیۂ کریمہ: قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ(۲) وحدیث اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّیْنِ(۳) علی تقدیر ثبوت میں خاص علم دین محمد ﷺ مراد ہے یا دُنیوی، دینی، انگریزی، لاطینی، برہمنی، چینی سب داخل ہیں۔ خدا اور رسول ان سب کی ترغیب تعریف تفصیل توصیف کرتے ہیں۔ ان سب کی طلب کا حکم فرماتے ہیں؟۔

(ب) برتقدیر اول جو ایسا کہے اس نے قرآن عظیم کی تفسیر بالرائے کی۔ رب العزت جل وعلا، سید عالم ﷺ پر تہمت رکھے یا نہیں؟۔

(ج) ایسی باتوں کا انتخاب کرنا، روا رکھنا شان علما ہے یا کارِ جہلا؟۔

۶۳۔ حدوث وقدوم کے مباحث ضروریاتِ دین وضروریاتِ مذہب سے ہیں یا مثل مبحث نسبت مثناۃ بالتکریر لغو وفضول؟۔

(ب) ایسا جاننا دین میں کیسا؟۔

(ج) ایسا جاننے کو روا رکھنے کا کیا حکم؟۔

۶۴۔ جو کہے کہ حضور پُرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں نے گناہگاروں کی شفاعت کی، اللہ تعالی نے ناچاران کی خطائیں بخش دیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ پر افترا کیا یا نہیں؟۔

---

(۱) اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔ (پارہ۱۶، طہ:۱۱۴)

(۲) تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (پارہ۲۳، الزمر:۹)

(۳) علم کی طلب کرو، خواہ اس کے لیے ملک چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

(ب) اللہ عزوجل کو عاجز ومجبور بنایا یا نہیں؟۔

(ج) جو ایسی شفاعت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مانے کہ خدا نے ناچار بخش دیا، اس نے نصوصِ قاطعہ قرآنِ عظیم وعقائد اسلام کا صریح رد کیا یا نہیں؟۔

(د) وہ مسلم سالم العقیدہ ہے یا گمراہ یا کافر؟۔

(ھ) جو اس ناپاک لفظ کو روا رکھیں اپنے مقاصد کا مضر نہ جانیں، انہیں احکام سے ان کا کیا حکم ہے؟۔

(و) اس کی اجازت واشاعت کلمۂ کفر کی اجازت واشاعت دینے والے ہیں یا کیا؟۔

۶۵۔ ندوہ کو اپنی اَغراض اور ان کی تحصیل وتکمیل میں خاص مذہب اہل سنت کی پابندی اور دوسرے مذاہب سے قطعاً براءت وجدائی وبیزاری مدنظر ہے یا سب مذاہب مقصود ومنظور ہیں یا مذہب سے کچھ غرض نہیں؟۔

۶۶۔ جس تقریر یا تحریر کا شرعاً کفر یا کلمۂ کفر یا بدمذہبی گمراہی ضلالت یا قبیح شنیع حرام ممنوع جو حکم ہو اسے پسند کرنے روا رکھنے اجازت دینے پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟۔

۶۷۔ تحریراتِ شنیعہ ممنوعہ کو اپنے اہتمام سے شائع کرنا مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ ہے یا نہیں؟۔

۶۸۔ اگر تحریراتِ بدمذہبی پر مشتمل ہوں تو ان کی اشاعت بدمذہبی کی اعانت اور بدمذہبی کی اعانت (کرنے والا) بدمذہب ہے یا نہیں؟۔

۶۹۔ جب کہ دعوی عام غرض عام مرسل لفظ مطلق کلام ہو پھر اس پر جو وجوہ بیان میں آئیں، جو دلائل قائم کیے جائیں اطلاق ہی رکھیں عموم ہی جمائیں تو کیا خصوص تفریع تخصیص مفرع علیہ کی دلیل ہو جائے گی؟۔

(ب) کیا بعد ورود اعتراض تخصیص دلائل وتخصیص دعاوی وتخصیص اغراضِ سخن سازی وحیلہ بازی نہ قرار پائے گی؟۔

۷۰۔ ندوہ جس جماعت سے عبارت ہے کیا معاذ اللہ وہ بدمذہب ہے یا لامذہب یا معجونِ مرکب؟ (اللھم احفظ الٰہی عافیت) یا بفضلہٖ تعالیٰ خالص مخلص کامل سُنی پاک عقیدت؟۔

الٰہی ہم چنیں الٰہی آمین والحمد للہ رب العالمین

مسئلہ حب وبغض پر بعض ضروری کلام

اے شجر بشر کی بے شمار شاخو! آخر تم ایک اصل ایک زمین ایک پانی ایک ہوا سے ہو۔ ایک باپ کے بیٹے ایک ماں کی اولاد آپس میں حقیقی بھائی ع: کہ دراصل خلقت زیک جوہر ید

تم سب میں وہی وداد واتحاد درکار تھا جو سگے بھائیوں میں ہوتا، پھر تم میں خلاف وشقاق نے کدھر سے راہ پائی۔ مجانین تو بحث سے خارج ہیں جن کی الفت یا نفرت کے لیے سبب درکار نہیں۔ میں تم عقلا سے پوچھتا ہوں کہ جب تم میں ایسا عظیم رشتہ یک جہتی قائم ہے تو تمہارا باہم بلاوجہ خلاف چہ معنی، ہاں وجوہ ضرور ہیں، زر وزمین و مال وملک وجاہ عرض ودم وغیرہ بہت کثیر وموفور ہیں؛ مگر ان سب میں نازک تر سب سے سخت تر تخالف مذہبی کہ چیز جتنی زیادہ عزیز اسی قدر اس کے باعث نزاع قوی۔ ہر پابند مذہب کہ اگر چہ کیسا ہی باطل پر ہو، مذہب سے زیادہ کوئی شے پیاری نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں بہت لوگ مال وجاہ میں درگزر کرتے ہیں، چھوڑ بیٹھتے ہیں، صلح پر آتے ہیں؛ مگر اہل مذہب مذہب کا کوئی حصہ نہیں چھوڑ سکتے، ترک درکنار۔ بعض پر مصالحہ کی گنجائش نہیں رکھتے تو مخالف مذہب قدرتی طور پر اعلی ذریعہ بغض ومنافرت جس کا مٹا دینا اٹھا دینا خارج از طوقِ بشریت ہے تو ایسے امر میں کوشش فضول علت تخالف جب تک باقی تخلف معمول کیوں کر معقول؛ خصوصاً جب کہ کچھ بندگانِ خدا کی نہایت تعظیم غایت تکریم کہ مذہبی حکم سے جس کے وہ اہل ہیں، ایک فریق کی جان ایقان ہو اور انہیں بندگانِ خدا کی کمالِ توہین تحقیر مبین مذہبی ہے مسئلہ سے دوسرے فریق کا جز وایمان ہو جیسے رافضی یا سنی ناصبی یا سُنی وہابی کہ ان سب حضرات کا مدار مذہب ائمہ اہل سنت کی بدگوئی واہانت ہے۔ جن میں بعض کا ایک ہلکا بیان خود بعض مضامین ندوہ میں کئی ورق پر مثبت ہے۔

کوئی نزاع مٹا کر فریقین میں سچا اتحاد قائم کرنے کی تین (۳) صورتیں ہیں:

ایک فریق دوسرے کا قول تسلیم کر لے، یا دونوں اپنے بعض قول سے درگزر کر کسی متوسط حد پر راضی ہو جائیں یا ما بہ النزاع سے غرض ہی نہ رہے کہ وجہِ تنافس وتنافر وباعث تدابر وتہاجر ہو۔ اور جب فریقین متنازع فیہ سے غرض بھی نہ چھوڑیں اور اپنے دعووں سے تنزل بھی نہ کریں تو اِرتفاعِ

نزاع ہے۔

ان میں ایک مان لے کہ واقعی یہ سب صورتیں میسر۔ ایک زمین پر زید وعمرو کا تنازع ہے۔ ان میں ایک مان لے کہ واقعی یہ دوسرے کی ہے یا نصف نصف پر تصفیہ کرلیں یا ایک یا دونوں چھوڑ کر چلتے ہوں کہ بلا سے کوئی لے، ہم باز آئے۔

مذہبی نزاع میں ان میں سے کون سی صورت حضرات کے عالی خیال میں ہے؟ کیا سُنی معاذ اللہ! مذہب چھوڑ کر رافضی وہابی ناصبی ہو جائیں؟ یا یہ اُمید کہ باقی فرقے سب اپنے مذاہب سے تائب ہو کر مذہب حق پر ایمان لے آئیں یا یہ کہ کچھ حصہ مذہب سُنی چھوڑیں کچھ پارۂ مذہب سے وہ منہ موڑیں آدھوں آدھ پر فیصلہ کی ٹھہرائیں یا یہ جھگڑے کے گھر بکھیرے کے مکان خلاف کی جڑ نزاع کی کان یعنی دین و مذہب کو آگ لگائیں۔ خاصے دہریے پورے آزاد بے لجام ومہار ممنون الحاد ہو کر یک رنگی واتحاد کے رنگ رچائیں یعنی ع: وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے

بار قیباں جدل فزوں می شد ☆ یار را کشتہ از جدل رستیم

اگلی تینوں صورتیں تو ہونے سے رہیں اور ندوہ کے خود اقرارات ہیں کہ وہ مقصود نہیں۔ ہاں! شکل اخیر منظور ہو تو کوشش ٹھیک ہے اور حال وقت سے قرین ونزدیک ہے آزادی والحاد کی ہوا چل رہی ہے۔ قومی ہمدردی ہزاروں درد کے پہلو بدل رہی ہے۔ امرا سے چل کر غربا تک آئی۔ جہلا سے ابل کر علما پر چڑھ آئی۔ دین پر قیام آگ پر صبر ہے۔ **قائم علی الدین کالقابض علی الجمر** ہے۔

یصبح مؤمنا و یمسی کافرا ☆ ملحد باطنا و مومن ظاهرا(۱)

خلط ملط اتحاد اتفاق کر، اس وقت سے بہتر کیا وقت پاؤ گے، گھل مل جاؤ، سب ایک ہو جاؤ، ہوادار سڑکوں پر بگھیاں اڑاؤ، گوشۂ عافیت میں گھٹ کر رہ جاؤ گے، اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو جانِ برادر! یہ کیوں کر بنے، مختلف گروہ مذہب نہ چھوڑیں۔ پھر مذہبی حیثیت سے ایک ہو جائیں یہ ناشدنی مذہبی حیثیت عقائد کی مخالفت جب تک باقی تنافر باقی تو وہی ناچاقی ۔

تریدین کیما تضمدینی وخالدا

وهل یجمع السیفان ویحک فی عمد

یہ ظاہری وفاق، باطنی شقاق، کھلا نفاق اور نام اتفاق۔ کچھ دن چلا بھی تو اس گھال میل کے نتائج دیکھیے، وہ شرمناک واقعہ ہولناک حادثہ جنہیں مٹانے کے بہانے یہ اتفاق کے ولولے اتحاد کے وسوسے آخر کیوں ہیں؟ تخالف مذہب سے جب مذہب باقی تو الگ رہنے پر ایک ہوتے ہیں۔ مختلط ہونے پر دس رکھے ہیں، آخر تحریراتِ ندوہ میں خود اقرار ہے کہ طبائع سے اس کا زوال نہ ہوگا تو آگ بارود میں جدائی ہی بہتر کہ دُور رہنے پر اشتعال نہ ہوگا۔ دیکھیے دو مختلف مذہبوں کے رسمی میلے جب ایک زمانہ میں آتے ہیں، اپنا پرایا حاکم رعایا سب پر وہ دن فکر میں جاتے ہیں۔ شریف بے چارے گردش کے مارے اپنی عزت کی خیر مناتے ہیں۔

زید نے آگ سلگائی، بارود بنائی، ہر ایک کی جگہ جدا ٹھہرائی، عاقل تو سمجھے کہ سبب کیا ہے۔ غافل حیران کہ یہ عجب کیا ہے، اے آگ! اے یارو! تم دونوں کا خدا ایک، نبی ایک، ہر شے حضور پُرنور ﷺ کے دائرۂ رسالت میں آئی ہے، مالک ایک، مکان ایک کہ زید کے گھر، زید کے ہاتھ پر خالق سے نعمت وجود پائی ہے۔ پھر تم دونوں میں سو (۱۰۰) اختلافِ طبع ہوں جب اتنا اتحاد ہے ایک ہی رہو۔

اب عقلا سے دادِ انصاف طلب کہ وہ جدائی جس کی تاکید حدیث میں آئی جیسے دین میں نافع تھی کہ صحبت خلاف سے تاثر نہ ہو یوں ہی دنیا میں نافع کہ اشتعال بخیل سے ضرر نہ ہو۔ بخلاف اس دعوائے اتفاق کے کہ دین و دنیا دونوں کا زیاں وہاں مذہب پر اندیشہ یہاں امن وامان کا دشمن جاں اور واقعی مخالفت شرع سے شر ہی پیدا، شرع سے بڑھ کر کون مصلحت کا دانا؟۔

اس اتفاق واتحاد میں بھلائی ہوتی تو شرع میں کیوں تاکید جدائی ہوتی!۔ ہاں یہ اتفاق دین میں مضل، دنیا میں امن وعافیت کا مخل اور وہ بعض شرعی بر بوجہ شرعی، دین کا راعی، امن کا داعی، صلاح وفلاحِ دارین میں ساعی، مولیٰ تعالیٰ شرعِ مطہر پر استقامت بخشے، عافیت دے، سلامت بخشے، خلط بدع واہوا سے بچائے، فتن ومحن کی ہوا سے بچائے، دین حق پر دنیا سے اٹھائے، دولت دیدار عطا فرمائے، نصیب احبا فیروزی کرے، شفاعت مصطفیٰ روزی کرے۔

وصلی اللّٰہ علیہ وسلم آمین آمین آمین

یا ارحم الراحمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین

اِلتماسِ اخیر

پھر گزارش کرتا ہوں کہ للہ لحاظ من وتو سے اِغماض فرما کر محض خالصاً لوجہ اللہ سچی دینی شرعی نگاہ سے نظر فرمائیں۔ حق سمجھ لیں تو مژدۂ قبول سے مسرت بخشیں؛ ورنہ ہر بات کا پورا جواب واضح و آشکار بے رو و رعایت، بے پھیر پھار عنایت فرمائیں۔ اخیر میں اتنا اور ارشاد ہو جائے کہ :

(ا) ندوۃ العلما صرف اراکین انتظامیہ یا ان میں بھی خاص علما سے عبارت ہے یا جملہ اراکین قسم اوّل یا قسم دوم سے یہی یا علمائے حضار جلسہ سالانہ یا مجموعہ حاضرین سے۔

(ب) کارروائی ندوہ ان میں کن لوگوں کی کارروائی ٹھہرے گی۔

(ج) کیا جتنے علما کسی جلسہ سالانہ میں آئے وہ سب اس پر راضی اور اس کے جواب دہ اور اس کے ذمہ دار ہیں؟۔

(د) یہ ذمہ داری ان کا اقرار ہی ہے یا صرف کسی سال کرسی پر آ بیٹھنے سے۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ خالص تحقیق حق منظور خاطر رہے۔

یا رب! توفیق حق رفیق فرما۔

والحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسّلام علی سیّدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین.

۲۰ رشعبان ۱۳۱۳ھ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

الحمدللہ یہ مبارک رسالہ جس میں بہت روشن ودل پسند وعام فہم وسود مند بیان سے ظاہر کیا ہے کہ ندوہ کا اصل مقصد کیا ہے، اور اس دعوت اتحاد واتفاق کی کس خیال پر بنا ہے۔ اس ندوہ اخیر کو ندوۂ سابقہ دارالندوہ سے علاقہ کتنا ہے۔ آخر میں ندوہ کی مختصر روداد سوم کی نامہذب دشناموں باطل اتہاموں کے معقول جواب مظہر صواب مسمّٰی بنام تاریخی

فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ

{ ۱۳۱۳ھ }

بسعی وتالیف

جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب حسنؔ قادری برکاتی بوالحسینی بریلوی

نادری پریس بریلی سے طبع ہوا

Qadri\Desktop\fatawal qudwa.jpg not found.

[نادری پریس بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

جس پر علمائے بمبئی، الہ آباد و دہلی و مراد آباد و رام پور و بدایوں و بریلی و پھپھوند و مارہرہ شریف وغیرہم کے پچاس (۵۰) سے زائد مہر و دستخط ثبت ہیں۔ ان فتاوی کو مولوی محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے بھی نہایت حق وصحیح بتایا۔

حواشی میں ندوہ کی کتب روداد سے ہر قول کا نشان صفحہ وسطر دے دیا گیا ہے۔ اپنے دینی بھائیوں حضرات اہل سنت سے اسلام وسنت کا واسطہ دے کر معروض کہ خدارا ایک ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ ہو۔

ندوہ کے جو اقوال اس کی چھپی ہوئی کتابوں سے نقل کیے ہیں، اگر ان میں شک ہو صفحہ و سطر کا نشان موجود ہے، مطابق فرمالیں اور جب وہ اقوال اس میں موجود ہیں تو ان پر جو احکام علما نے ارشاد فرمائے ملاحظہ ہو جائیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ کتب ندوہ میں مذہب اہل سنت سے کس قدر مخالفتیں واقع ہوئیں۔

للہ انصاف اگر ہم فقرا محض بنظر خیر خواہی ندوہ ان خرابیوں سے اسے پاک کرنے اور سچا ندوۂ علمائے اہل سنت بنانے کی درخواست کرتے ہیں کیا گناہ کرتے ہیں!۔

ندوہ کو اگر یہ فتاوائے علما مقبول نہیں ۔ پہلے انہیں سوالوں کا خود منصفانہ جواب مطابق مذہب اہل سنت عنایت کرے۔ کتب ندوہ میں اس قسم کی خرابیاں بکثرت ہیں۔

یہ سوالات صرف بطور نمونہ ہیں۔ اگر ندوہ نے ان سے عہدہ برائی کر لی اور سوال حاضر کیے جائیں گے یہاں تک کہ یا ہم سمجھ لیں یا ندوہ کو خدا پاک کر دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

سوال اوّل

زید(۱) کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے گناہ گاروں کی شفاعت کی، اللہ تعالیٰ نے ناچار ان کو بخش دیا، یہ قول اس کا کیسا ہے اور ایسے کہنے والے کا حکم کیا ہے جو لوگ ایسی باتوں کے پڑھنے کی اجازت(۲) دیں اور اپنے اہتمام سے انہیں شائع (۳) کریں ان کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

زید نے رسول اللہ ﷺ پر کھلا افترا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہرگز ایسا نہ فرمایا۔ زید نے صراحۃً اللہ تعالیٰ کو عاجز و مجبور بنایا، ایسا لفظ صریح کلمۂ کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۴)

ایسی باتوں کے پڑھنے کی اجازت دینا شائع کرنا کلمۂ کفر کی اجازت دینا اور اس کا شائع کرنا ہے کہ صریح گمراہی و بددینی ہے۔

---

(۱) یہ قول مضامین نظم و نثر ندوہ میں صفحہ ۸۵ سطر ۱۳ پر ہے۔

(۲) دستور العمل ندوہ دفعہ ۱۹ بابت ہر دو سال روداد اول صفحہ ۲۷ و روداد دوم صفحہ ۱۲۱ میں ہے: جو لوگ مجلس عام میں کوئی مضمون تحریری پیش کرنا چاہیں گے وہ اجلاس سالانہ سے مہینہ بھر پہلے ناظم کے پاس بھیج دیں گے ناظم اس کو جلسہ انتظامیہ میں پیش کرکے اس کے کل یا جز کی منظوری یا نامنظوری کا فیصلہ کرے گا۔

(۳) سب مضامین کا ندوہ کی طرف سے شائع ہونا اول تو خود ظاہر ہے نیز مولانا ناظم مضامین نظم و نثر کے ٹائیٹل صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں جو لائق بزرگان اسلام نے تشریف لاکر یا مضامین بھیج کر دل آویز نظم و نثر سے صرف ہمت فرمائی اس کی روئداد چند حصوں میں چھاپ کر شائع کی گئی ہے از انجملہ تیرہ تقریروں کا یہ مجموعہ ہے۔۱۲

(۴) وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔(پارہ ۳، البقرہ: ۲۵۵)

دوم

ولید(۱) کہتا ہے کہ حنفی شافعی مالکی وغیرہ میں ایک کے نزدیک دوسرے کے قول سے کفرلازم کہ ایک چیز ایک فریق کے نزدیک حلال ہے دوسرا حرام کہتا ہے، ایک کے نزدیک حرام ہے دوسرا حلال بتاتا ہے، اور حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا دونوں کفر ہیں۔ بکر(۲) کہتا ہے ان چاروں مذہب کے عقیدوں میں بھی اختلاف ہے، ان کے عقائد کی رُو سے خیال کیا جائے تو چاروں میں اسلامی شرکت بھی نہ رہے۔

الجواب

ولید و بکر نے سخت جھوٹ کہا۔ ائمہ دین کی سخت توہین کی۔ معاذ اللہ نہ ان میں اختلاف عقائد ہے، نہ ایک کے قول وعقیدہ سے دوسرے پر معاذ اللہ کسی طرح لزوم کفر کا شیطانی وسوسہ عائد ہے۔ حرام وحلال میں خلاف پر لزوم کفر اس وقت ہے کہ وہ حلت وحرمت یقینی قطعی ہوں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں عیاذاً باللہ کسی امام پر طعن نہیں سب باجور ومثاب ہیں۔ لِ ُمہ ُ لِ لُطجَہ ِ َ وُریُوِ ُطِ لِ لُجنی لی لدار رٌ. اتنا بھی خیال نہ آیا کہ اجتہادی اختلاف تو حضرات خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی تھا تو معاذ اللہ ان پر بھی یہی ناپاک حکم پہنچا کہ ان کے عقیدے مختلف تھے، ایک کے عقیدے سے دوسرے پر کفر لازم تھا، ان کے عقائد کی رُو سے آپس میں اسلامی شرکت بھی نہ تھی تو ولید نے یہ گستاخی صرف ائمہ اربعہ کی جناب میں نہ کی بلکہ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی گالی دی۔ اللہ تعالیٰ گمراہی کے کلمات سے محفوظ رکھے۔

سوم

نیز ولید(۳) کہتا ہے کہ ہر فرقے کے مسلمان ان میں مذہب چاہے سو(۱۰۰) ہوں جو زیادہ تقوی رکھتا ہے اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔

(۱) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۱۷ سطر ۷ تا صفحہ ۱۸ سطر ۳ پر ہے۔ ۱۲

(۲) یہ قول روداد دوم ندوہ صفحہ ۱۰ سطر ۱ تا سطر ۴ میں ہے۔ ۱۲

(۳) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۱۸ سطر ۱۶ تا صفحہ ۱۹ سطر ۷ پر ہے۔ ۱۲

الجواب

ولید جھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے۔اسلامی فرقوں میں سوا اہل سنت کے سب بدمذہب ہیں۔بدمذہب کو تقویٰ سے کیا علاقہ ۔وہ اگر نماز روزہ پڑھے کیے، زنا و ربا سے بچتے رہے تو اتنی ہی بات سے متقی نہیں ہو سکتے ان کے عقیدہ کا فسق ہزاروں زنا و ربا سے بدتر ہے۔

حدیث میں ہے :

اَھُ ُ اُلُبِلُلِ لَ شَرُّ ءِلُخَلُقِ وَ ُخَلِ اَ لِقَاَلُ (۱) یُ ُ . ُق ق

بدمذہب سارے جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے :

اَصُ َ ُ حُجَدُ َ َ کِا ءَبُعُاھُلاَ ُ اُلنَّلُالِلِ (۲)

بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے :

لا یقبل اللّٰہ لصاحب بدعۃ صلاۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا جھادا ولا صرفا و لا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین . (۳)

اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نہ نماز قبول کرے، نہ روزہ، نہ زکوۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل، نہ فرض۔بدمذہب اسلام سے (ایسے ہی) نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

غنیۃ شرح منیہ میں ہے :

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد و ھو اشد من الفسق من حیث العمل .

---

(۱) معجم اوسط طبرانی:۹/۱۵۸ حدیث:۱۴۰۵......کنز العمال:۱/۲۱۸ حدیث:۱۰۹۵۔

(۲) کنز العمال:۱/۲۲۳ حدیث:۱۱۲۴۔

(۳) کنز العمال:۱/۲۲۰ حدیث:۱۱۰۸۔

بد مذہب عقیدہ کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔

اسلامی فرقوں میں وہ بھی ہیں جن کا مذہب ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ گالیاں دینا، لعنتیں کرنا ہے۔ وہ بھی ہیں جن کا مسلک علی مرتضٰی وحسن مجتبیٰ وحسین شہید کربلا کو معاذ اللہ فاسق بے ایمان کافر کہنا ہے۔ کیا یہ لوگ نماز روزہ کریں، زنا وربا سے بچیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ رُتبے والے ہو سکتے ہیں۔ صرف ان باتوں سے ان کے عقیدہ کی یہ ناپاکیاں دُھل جائیں گی۔ حاشا وکلا غرض ولید کے گمراہ بددین ہونے میں اصلاً شک نہیں۔

چہارم

نیر ولید کہتا ہے (۱) دنیوی معاملات سے مذہبی معاملات کو مقابلہ کر کے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سینکڑوں فرقوں میں سے حق پر کون ہے اور ناحق پر کون۔ گمراہ کون ہے راہ راست پر کون۔ خدا کس سے راضی ہے کس سے ناراض۔

مقام غور ہے برٹش گورنمنٹ کی رعایا کی ملت ومذہب میں کس قدر اختلاف ہیں ان میں سب کے سب گورنمنٹ کی مطیع رعایا ہیں، کسی مذہب وملت والے گورنمنٹ کے باغی نہیں، گورنمنٹ نے بھی کسی کو باغی قرار نہیں دیا، نہ کسی کو اپنے احکام کا منکر سمجھا، گورنمنٹ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔

الجواب

ولید نے اپنے اس قول میں بالکل پردہ اُٹھا دیا، اپنا پورا پورا دہریہ پن اعلانیہ بتا دیا، اس کے قول سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلمہ گویوں کے تہتر (۷۳) فرقے سب حق ہیں، سب ہدایت پر ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے راضی، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (۲)

---

(۱) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۲۱ سطر ۱۲ تا صفحہ ۲۲ سطر ۱۵ میں ہے۔

(۲) کتنا بڑا بول ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہا ہے، وہ (سراسر) جھوٹ کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔ (سورۂ کہف: ۵/۱۸)

سبحان اللہ! ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو محبوبِ خدا وسرتاجِ اصفیا ماننے والا اوران محبوبان خدا کو ظالم، فاجر، دوزخی، کافر جاننے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برابر، اورسب حق وہدایت پر ٹھہرے، اللہ تعالیٰ سب سے راضی قرار پایا۔ ایسا ملعون کلمہ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ ربّ العالمین کو معاذ اللہ برٹش گورنمنٹ سے ملا کر خوب مطلب ثابت کیا۔ ولید کے ملحد زندیق بے دین ہونے میں کلام نہیں۔

پنجم

اپنے اسی خیال کی بنا پر ولید ان میں کسی فرقے کو گمراہ(۱) یا دوزخی کہنا برا جانتا اور کہتا(۲) ہے کہ یہاں یہ اندھیر ہورہا ہے کہ اسلام کے سو(۱۰۰) فرقے فرض کرو تو ایک فرقہ ننانوے(۹۹) کی تکفیر نہیں تو تفسیق یا تضلیل ضرور کرتے ہیں۔

الجواب

ولید خود بد دینی کے اندھیر میں گرفتار ہے کہ بدمذہبوں کو گمراہ یا فاسق کہنا اندھیر جانتا ہے۔ بے شک اہل سنت کے سوا جتنے فرقے ہیں سب گمراہ فاسق بدمذہب ناری ہیں۔ صحابۂ کرام سے آج تک تمام ائمہ وعلما سائر اہل حق کا یہی اعتقاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں صاف فرمادیا:

تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة ما انا علیه واصحابی . (۳)

میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی وہ سب دوزخی ہیں سوا ایک کے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے:

(۱) دیکھو مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۲۵ سطر ۱۳، ۱۸، وصفحہ ۲۶ سطر ۹، ۱۴ تا ۱۷۔ ۱۲

(۲) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۳۰ سطر ۶ تا ۲۰ پر ہے۔ ۱۲

(۳) الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۱/۳ حدیث: ۱...... مستدرک حاکم: ۱/۴۳۰ حدیث: ۴۰۸۔

کلها فی النار الا واحدة و هی الجماعة . (۱)

وہ سب جہنم میں ہیں سوا ایک کے کہ وہ جماعت ہے۔

ششم

اسی خیال پر ولید کہتا(۲) ہے کہ ہم کسی مومن کو مشرک اور بدعتی کہنا سخت گناہ جانتے ہیں۔

الجواب

مومن کو مشرک تو بے شک نہیں کہہ سکتے؛ مگر اہل سنت کے سوا جتنے فرقے ہیں انہیں بدعتی جاننا فرضِ قطعی یقینی اجماعی ہے۔ ولید فرض قطعی کو گناہ بتا رہا ہے تو خود اسی کے قول سے اس پر وہی کفر لازم جو اس نے ابوحنیفہ وشافعی پر لازم کرنا چاہا تھا۔ غرض کسی کو بدعتی نہ جاننا ہرگز اہل سنت کا عقیدہ نہیں، اسے ماننے والے پسند کرنے والے سب اہل سنت سے خارج ہیں۔

ہفتم

عمرو کہتا ہے: سنی شیعہ وہ اُمور جو قطعی الثبوت ہیں عقائد سے لے کر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق، محبت آل واصحاب سب کا شیوہ، ان کی پیروی کا سب کو دعوی، پھر یہ جھگڑا اور تو تو میں میں کیسی، ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی، نہ ان کے فیصلہ کی کوئی ضرورت۔(۳)

الجواب

عمرو نے اس قول میں عقائد اہل سنت سے کھلا انکار کر دیا۔ اوّل تو یہ بات اہل سنت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ شیعہ ہرگز اصحاب کے محبّ نہیں، نہ ان کی پیروی کا دعوی رکھتے ہیں بلکہ صراحۃً ان کے دشمن، ان کے مخالف، انہیں گالیاں دینے والے ہیں۔ یہ دو جھوٹ تو ایسے ظاہر ہیں کہ کسی سمجھ والے بچہ پر بھی مخفی نہیں۔ اس کے سوا جب یہ کہہ دیا کہ جتنی باتیں قطعی الثبوت ہیں ان میں سنی شیعہ سب کا اتفاق ہے تو صاف واضح ہوا کہ جن باتوں میں سنی شیعہ کا اختلاف ہے، ان کا ثبوت قطعی نہیں۔

---

(۱) سنن ترمذی: ۹/۲۳۵ حدیث: ۲۵۶۵...... سنن ابن ماجہ: ۱۱/۴۹۳ حدیث: ۳۹۸۲۔

(۲) یہ قول ندوۃ العلما کی پہلی برکت صفحہ ۳ سطر ۲ میں ہے۔ ۱۲

(۳) یہ قول حصہ اول روداد سال اول ندوہ صفحہ ۶۲ سطر اول تا ۱۳ پر ہے۔ ۱۲

اب ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہم کا خلیفۂ برحق ہونا جنتی ہونا بلکہ مسلمان ہی ہونا کچھ قطعی الثبوت نہ رہا۔ تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ کی طرف سے ہونا، اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہ ہونا، قیامت میں مسلمانوں کو خدا کا دیدار ملنا کچھ قطعی الثبوت نہ رہا کہ ان سب باتوں میں شیعہ کو خلاف ہے۔ یہ سب درکنار خود قرآن عظیم کا تام وکامل ومحفوظ ہونا قطعی الثبوت نہ رہا کہ شیعہ اس میں بھی خلاف کرتے اور معاذ اللہ اسے ناقص و بیاض عثمانی بتاتے ہیں، اب دین ایمان مذہب ملت کچھ قطعی الثبوت نہ رہا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون .**

پھر ایسے بھاری خلافوں کو جن پر مذہب وایمان دونوں کا دارومدار ہے ذرا ذرا سی بات کہنا اور ان کا فیصلہ ہونا عبث جاننا اور اس میں ردگمراہاں کو تو تو میں میں ٹھہرانا دین و مذہب کا کھلا استخفاف ہے جس کی حد معاذ اللہ لزوم کفر تک پہنچتی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ہشتم

مخلد(۱) کہتا ہے کہ لازم ہے جملہ کلمہ گو اہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں۔

الجواب

مخلد نے کھلا کھلا کہہ دیا کہ سب مذہب والے مذہب کی پیروی چھوڑ دیں، اپنے اپنے دعوؤں سے درگزریں۔ حدیث میں تو بدمذہبوں کے ردوابطال کو ایسا ضرور ولازم ٹھہرایا کہ

اذا ظھرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ منہ صرفا ولا عدلا. (۲)

جب فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

---

(۱) یہ قول حصہ اول روداد سال اول ندوہ صفحہ ۱۰۹ سطر ۱۳، ۱۴ میں ہے۔ ۱۲

(۲) الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۱/۵۳ حدیث: ۵۰۔

جس سے صاف ظاہر کہ زمانۂ ظہور بدمذہبی میں ان کے ردوابطال سے سکوت کل کی طرف بلانے (۱) والے- معاذ اللہ- اللہ تعالیٰ کی لعنت کی طرف بلاتے ہیں، یہاں ردوابطال بالاے طاق خود اپنے مذہب سے لادعوی مانگا جاتا ہے۔ **اللّٰھم احفظنا اللّٰھم احفظنا آمین .**

نہم

انہیں خیالات سے ولید وغیرہ چاہتے ہیں کہ ہر فرقے کے مسلمان اپنے (۲) اپنے مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ ملے جلے رہیں۔ ایک بنے رہیں۔ آپس میں (۳) محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اتحاد (۴) بغیر نماز روزہ سب عبث سب (۵) گناہ معاف ہو سکتے ہیں نااتفاقی کا گناہ معاف نہ ہوگا آیا یہ خیال واقوال ان کے حق وہدایت ہیں یا باطل وضلالت اوران میں مذہب اہل سنت کی خیر خواہی و منفعت ہے بدمذہبی ومضرت ایک (۶) عالم صاحب اس خلط کی نسبت فرماتے ہیں، امید ہے جیسا کہ

---

(۱) یہ سکوت مطلق ندوہ کے بڑے مقاصد سے ہے۔ مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۳۴ سطر ۲ میں ہے: اسلام کی حمیت یہی تھی کہ آپس کے جھگڑوں کو ایک قلم موقوف کرتے۔ ایضا صفحہ ۶۰ سطر ۱۳، ۱۴ حضرات اکابر علما خود پابندی فرمائیں کہ پھر کسی مسئلہ مختلف فیہا میں تحریر وتقریر نہ فرمائیں اور اپنے تلامذہ کو ہمیشہ روکیں۔ مضامین نظم ونثر ندوہ صفحہ ۲۳ سطر ۱۱۔ ان مسائل میں مناظرہ کی ضرورت نہ تھی ایضا صفحہ ۳۲ سطر ۱۸ مناظرہ یک قلم بند ہونا چاہیے۔ روداد دوم ندوہ صفحہ ۶۰ سطر ا خیر جو مسائل اس وقت باعث نزاع ہو رہے ہیں، ان کے جواب سے سکوت رہے۔ روداد اول ندوہ صفحہ ۳۴ سطر ۱۷ باہمی ردوکد کا صیغہ ہی اُڑا دیا جائے۔ ایضا صفحہ ۱۸ سطر ۹ باہمی نزاعیں چھوڑ کر ایک دل ہو جائیں ایضا صفحہ ۱۰۲ سطر ۱۹ اہل اسلام تو میدان تخالف میں جوش نفسانیت کے سبب مسائل اختلافیہ کے حربوں سے خودکشی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ع: بریں حال اول بباید گریست

مضامین ثلثہ صفحہ ۲۶ سطر ۷۔ ان باتوں سے ہمارے علما اکثر بے خبر ہیں کس لیے کہ ان کے علمی دور کا بڑا اکھاڑا باہمی جھگڑے ہیں سنی شیعہ کے مباحث پھر وہابی بدعتی کے جھگڑے اس کے بعد مقلد غیر مقلد کی سر پھٹول رُوداد اول صفحہ ۶۲ سطر ۸، ۱۳ یہ جھگڑا اور تُو تُو میں میں کیسی، نہ ان کے فیصلہ کی کوئی ضرورت۔ ۱۲

(۲) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۱۸ سطر ۱۶ تا ۱۸ پر ہے۔ ۱۲

(۳) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۲۷ سطر ۱۱ میں ہے۔ ۱۲

(۴) یہ قول مضامین اربعہ ندوہ صفحہ ۲۶ سطر ۱۸ تا صفحہ ۲۷ سطر ۸ رہے۔ ۱۲

(۵) یہ قول روداد دوم ندوہ صفحہ ۸ سطر ۱۸ نیز روداد اول صفحہ ۳۰ سطر ۳، ۴ میں ہے

(۶) اول روداد سال اول ندوہ صفحہ ۴۲ سطر ۴ تا ۸ پر ہے۔ ۱۲

قوائے مختلفہ کے اکٹھا ہونے سے ایک کیفیت متشابہہ پیدا ہوتی ہے جس کو مزاج کہتے ہیں ان طبائع مختلفہ کے اجتماع سے ایک دوسری حالت پیدا ہو جو قریب قریب اعتدال حقیقی کے ہو جائے یہ خیال ان کا صحیح ہے یا نہیں اور ایسا ہونے کا حاصل کیا ہے۔

الجواب

بد مذہبوں سے میل جول اختلاط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکثرت حدیثوں میں صاف منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے :

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم . (۱)

ان سے الگ رہو دور بھاگو کہیں تمہیں بہکا نہ دیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابوداود وغیرہ کی حدیث میں ہے:

ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تَشھدوَھم (۲)

وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ مر جائیں تو جنازہ میں شریک نہ ہو۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے:

اذا لقیتموھم فلا تسلموا علیھم (۳)

جب انہیں ملو تو سلام نہ کرو۔

عقیلی کی حدیث میں ہے:

لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تاکلوھم و لا تناکحوھم (۴)

ان کے پاس نہ بیٹھو ساتھ کھانا نہ کھاؤ پانی نہ پیو شادی بیاہ نہ کرو۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے :

(۱) صحیح مسلم: ۲۴/۱ حدیث: ۸...... مشکوۃ المصابیح: ۳۳/۱ حدیث: ۱۵۴۔

(۲) سنن ابوداؤد: ۳۰۲/۱۲ حدیث: ۴۰۷۱...... مسند احمد بن حنبل: ۳۶۴/۱۱ حدیث: ۵۳۲۷۔

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱۰۰/۱ حدیث: ۸۹...... معجم صغیر طبرانی: ۲۲۰/۲ حدیث: ۶۱۶......

(۴) کنز العمال: ۵۴۲/۱۱ حدیث: ۳۲۵۴۲۔

لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم

ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

امام ابن حجر شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں :

انا امرنا بمهاجرة اهل البدع

ہمیں حکم ہے کہ بدمذہبوں سے بالکل قطع کردیں۔

مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث **لا تجالسوا اهل القدر** فرماتے ہیں:

اذ مجالسة الاغيار تجر الى غاية البوار و نهاية الخسار.

یعنی جو تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ کی طرف سے ہونے کی قائل نہیں۔

جیسے معتزلہ شیعہ ان کے پاس بیٹھنے کو حدیث میں اس لیے منع فرمایا کہ بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا حد درجہ کے ہلاک انتہا کے نقصان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔پھر معاذ اللہ ان سے محبت کی شرعاً کیا گنجائش۔رسول اللہ ﷺ نے بخاری ومسلم وغیرہما کی متواتر حدیثوں میں فرمایا :

المرء مع من احب .(۱)

آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

نسائی وغیرہ کی متعدد حدیثوں میں قسم کھا کر فرمایا :

لا يحب رجل قوما الا جعله الله معهم .(۲)

جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ان کے ساتھ کردے گا۔

ایک حدیث میں آیا :

من احب قوما حشره الله فی زمرتهم (۳)

جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کا حشر انہیں کے گروہ میں کرے گا۔

---

(۱) صحیح بخاری:۱۹/۱۴۵حدیث:۵۷۰۲......صحیح مسلم:۱۳/۹۵حدیث:۴۷۷۹۔

(۲) مستدرک حاکم:۱/۵۳حدیث:۴۸۔

(۳) معجم کبیر طبرانی:۳/۳۴حدیث:۲۴۵۶۔

ابوداؤد کی حدیث میں فرمایا :

الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل .(۱)

آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو۔

تو بدمذہبوں سے اختلاط اتفاق اتحاد کی طرف بلانا کھلی بے راہی اور دین حق کی صریح بدخواہی ہے نہ کہ معاذ اللہ اسے مدار ایمان جاننا کہ محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اتحاد نہیں تو نماز روزہ اکارت۔ یہ سب باتیں شریعت مطہرہ پر کھلے افترا اور خدا و رسول کے احکام سے اعلانیہ ضد باندھنا ہیں۔ اسی طرح اگر بالفرض نا اتفاقی گناہ بھی ہو تو یہ مردود دعوی کہ اس کا گناہ معاف نہ ہوگا اللہ عزوجل پر تحکم غوی اور معتزلیوں خارجیوں کی پوری پیروی اور عقائد اہل سنت و آیات قرآنیہ کا انکار جلی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ :

وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (۲)

وقال اللہ تعالیٰ :

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (۳)

یہ خیال بہت صحیح ہے کہ اس خلط بے جا سے وہی نتیجہ پیدا ہوگا جو مختلف کیفیت کے اجزا مل کر معجونِ مرکب میں نیا مزاج حادث ہوتا ہے جس کا حاصل وہی دہریت والحاد و لا مذہبی ہے؛ مگر اس حالت کو قریب اعتدال کہنا صحیح نہیں۔ اعتدال حقیقی مذہب اہل سنت میں ہے کہ وہی صراطِ مستقیم ہے اور اس کے سوا سب افراط و تفریط، تو جو مذہب سنیوں اور بدمذہبوں کے مذاہب کی چٹنی پس کر معجون بن کر نکلے گا وہ بھی بدمذہبی و گمراہی و ضلالت و ناریت ہی ہوگا۔ **کما لا یخفٰی**

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۴۵۹/۱۲ حدیث: ۴۱۹۳ ...... سنن ترمذی: ۳۸۳/۸ حدیث: ۲۳۰۰۔

(۲) اور اس (شرک) سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ (سورۂ نساء: ۴۸/۴)

(۳) بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (سورۃ الزمر: ۵۳/۳۹)

دہم

زید و ولید وغیرہما کے اقوالِ مذکورہ اگر شرعاً شنیع وقبیح ہوں تو جو شناعت ان قائلوں پر لازم رہی، ان اقوال کو دیکھ کر ان کے پڑھنے کی اجازت (۱) اور انہیں باہتمام خود شائع کرنے والوں پر بھی ہوگی یا نہیں۔ اہل سنت کو ایسے لوگوں کی شرکت چاہیے یا کیا؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اشخاصِ مذکورہ کے اقوالِ مسطورہ پر جو احکام الحاد وضلال وافترا علی اللہ وافترا علی الرسول و بدخواہی دین حق وغیرہا کے بیان ہوئے وہ سب ان اقوال کی اجازت واشاعت دینے والوں پر بھی لازم کہ اجازت اور بے ردو انکار اشاعت پسند ہے۔ اور یہاں ہر شے کی رضا کم سے کم اس کا حکم

---

(۱) اجازت دینے اور شائع کرنے کا ثبوت سوال اول کے حاشیہ میں گزرا۔ نیز روداد دوم ندوہ صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۸ و ۱۹ میں ہے:

'جو مضامین بذریعہ ڈاک موصول ہوئے تھے اور جنہیں جلسہ انتظامیہ نے پیشی کی اجازت دی تھی پیش کیے گئے' طرفہ یہ کہ دونوں سال ندوہ کے دستور العمل دفعہ ۵ میں ہے: 'کوئی شخص مجلس میں ایسی تقریر کرنے کا مجاز نہ ہوگا جس سے مقاصد مجلس کے ضرر کا اندیشہ ہو'۔

مگر کلماتِ کفر والحاد وضلالت ندوہ کے نزدیک کچھ مضر نہ تھے کہ ان کی تو جلسہ انتظامیہ نے پڑتال کر کے خود اجازتیں دیں اپنے اہتمام سے اشاعتیں کیں۔ عجب یہ کہ ہر دو سال ندوہ کے دستور العمل دفعہ ۸ میں ہے: 'صدر انجمن کو اختیار ہوگا کہ جس وقت مناسب سمجھے کسی شخص کو عین اثنائے تقریر میں تقریر کرنے سے روک دے'۔

افسوس کہ ان کلمات بے دینی و گمراہی کو کسی نے نہ روکا۔ لطف یہ کہ جہاں اشعار کی تقطیع وغیرہ پر کوئی لفظی یا عروضی اعتراض ہے، اس پر حاشیے دیے گئے کہ یہاں عین گر گیا، یہ ناجائز ہی بیان ہائے ہوز گر گئی، یہ نادرست ہے، بیان ترکیب اردو ہوگئی، یہ عطف حرام ہے، یہاں جملہ حال ہے، اضافت بدعت ہے۔ دیکھو مضامین نظم ونثر ندوہ نوٹ صفحہ ۶۰، ۶۶، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۵، ۸۱، ۸۶ مگر ان کفریات ضلالات پر کوئی گرفت نہیں کرتا بلکہ جو علمائے سنت محض بنظر خیر خواہی ومقتضائے دین پناہی متنبہ فرمائیں، اصلاح چاہیں، قبول درکنار وہ اور بالعکس مخالف وبدخواہ قرار پاتے، اور دشمنی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیسا انصاف ہے افسوس غور نہیں کرتے ورنہ مطلع صاف ہے۔ ۱۲

پاتی بلکہ کہیں اس سے بھی سخت تر ہوجاتی ہے؛ مثلاً رضا بالکفر کفر ہے، اور رضا بالالحاد الحاد، اور رضا بالبدعۃ بدعت، اور رضا بالاثم اثم، بلکہ صریح کفر ہے جبکہ اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہو۔ **والعیاذ باللّٰہ سبحٰنہ و تعالیٰ ۔**

زید و ولید وغیرہما مذکورین اور ان کے تمام موافقین پر فرض کہ فی الفور ایسے عقائد ضالہ و خیالات باطلہ سے توبہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق توبہ بخشے فبہا وَ حُکْمُہُمْ اِلَی الدِّیْنِ؛ ورنہ مسلمانوں پر لازم کہ ان سے جدائی کریں، دُور بھاگیں، ان کی شرکت کو آگ سمجھیں کہ تمہارے مہربان نبی رؤف رحیم تمہاری بھلائی کے حریص وراغب، ہر بات میں تم سے زیادہ تمہاری خوبی واصلاح کے طالب۔ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمہیں ارشاد فرما چکے: **فایاکم و ایاھم لایضلونکم و لا یفتنونکم .**

دیکھو ان سے دُور بھاگو کہیں وہ تمہیں گمراہی وفتنہ میں نہ ڈالیں جسے اپنا دین عزیز ہو تو راہ یہ ہے اور ہدایت وتوفیق اللہ کے ہاتھ۔

نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ والحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ و سراج افقہ محمّد ؐ اٰلہ وصحبہ اجمعین . واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم .

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

عکس مہر

۱۳۰۱ ہجری

بمبئی

بعد حمد وصلاۃ کے واضح ہو کہ ہندوستان میں حکومت اسلام نہ ہونے کے باعث طرح طرح کے فتنے حادث ہوتے رہتے ہیں، اولاً نجدیہ کا فتنہ ظاہر ہوا، پھر اس میں سے نیچریوں کی شاخ پھوٹی، اب سب سے بڑا فتنہ بنام ندوۃ العلما نیچریوں نے قائم کیا ہے، اور اس میں چند کوتاہ اندیش سُنیوں کو بھی شامل کرلیا ہے، اور باعث زیادہ خرابی اور بدمذہبی کا یہ ہوا ہے کہ ان عیاروں نے تمام کارروائی ظاہراً ان سادہ لوحوں کو سونپ دی ہے، یہ ان مکاروں کے مکر سے بے خبر، ان کی چالبازی سے غافل، ان کے اقوالِ فاسدہ کو اپنی زبان وقلم سے شائع کر کے عوام کو دھوکا دے رہے ہیں؛ چنانچہ گواہ اس کی روئداد مطبوعہ جلسہ لکھنؤ وکانپور ہیں جس کے اقوالِ فاسدہ کا مشتے نمونہ ازخروارے سائل نے سوال میں درج کیا ہے، اور فقیر نے بھی ان خرافاتِ مردودہ کے علاوہ اور بہت سے ہذیاناتِ مطرودہ ان ہر دو روئداد میں دیکھے ہیں۔

پس مجیب مصیب نے جو کچھ ان قائلین کے اقوالِ فاسدہ کی رُو سے ان پر احکام شرع جاری کیے ہیں وہ سب ان پر قطعاً وارد ہوتے ہیں، ان پر لازم واجب ہے کہ ان اقوالِ فاسدہ سے تائب ہوکر جلد اہل سنت وجماعت میں شامل ہوں؛ ورنہ ان کی وہ جانیں۔ اللہ عزوجل تو اپنے دین کی خود حفاظت فرمائے گا، ان سے کچھ نہیں ہونے کا، اگلے مبتدعین سے کیا ہوا، جو اِن سے ہوگا۔ فقط

حررہ الفقیر محمد عمر الدین السُّنّی الحنفی القادری الہزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

اجوبۃ مرقومۃ الصدر صحیح و درست ست

کتبہ

خادم الشرع القاضی اسمٰعیل الجلمائی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ
وعن استاذیہ وعن جمیع المؤمنین آمین یارب العالمین۔

عکس مہر

المجیب مصیب ولہ ثواب عظیم ومن انکر فقد غوی وضل عن الطریق الحق

کتبہ احقر العباد حسن بن نور محمد عفی عنہما

ما اجاب المجیب فھو فیہ مصیب ولہ فیہ اجر نصیب

کتبہ سید مرتضی بن سید محمد سلطان امام مسجد بالائی محلّہ

لقد اصاب من اجاب ومن انکر فقد خسر وخاب لا ریب فی تحقیق المحقق وتدقیق المدقق

حررہ فقیر قادری مرید احمد حنفی عفی عنہ

الاجوبۃ کلھا صحاح والعلم الاتم عند خالق الماء والصباح

العبد الفقیر محمد یسین عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ہذہ الجوابات کلھا حق لا ریب فیہا۔

حررہ الراجی الی رحمۃ المنان میر عبد الرحمٰن عفی عنہ

جوابات سوالات عشرہ مذکورہ سب صحیح اور مطابق اہل سنت وجماعت ہیں۔

حررہ العبد المفتقر الی مولاہ محمد عبید اللہ جعل اللہ اخراہ خیرا من اولاہ

الجواب صحیح موافق لاہل السنۃ والجماعۃ

کتبہ خادم الشرع قاضی شیخ محمد مرگھی عفی عنہ وعن جمیع المسلمین آمین قاضی شہر بمبئی

صح الجواب

نمقہ الفقیر عبد الغفور عفی عنہ

الجواب صحیح۔

حررہ المتوکل علی اللہ القوی محبّ النبی حفظہ اللہ عن شر کل غوی وغبی۔

الجواب ظاہر للصواب واللہ اعلم بالصواب

رقمہ احقر الآفاق محمد اسحٰق عفی عنہ

قد حقق المحقق فیما اجاب وہو فیہ مصیب ومشاب واجب الاعتقاد

ما اثبت وقال وماذا بعد الحق الا الضلال

کتبہ فقیر حقیر سراپا تقاصیر گوشہ نشین کلبہ نامرادی ادنی الادانی محمد عبد الہادی عفی عنہ

دہلی

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ بلا مریۃ

عکس مہر۔ محمد کرامت اللہ

الاجوبۃ صحیحۃ۔ محمد عبدالرشید

الٰہ آباد

المجیب مصیب کتبہ العبد المسکین محمد محی الدین الجعفری الزینبی الالٰہ آبادی عفا اللہ عنہ

من اجاب فقد اصاب

حررہ المفتقر الی اللہ الصمد سید مسیح الدین احمد رفیعی الٰہ آبادی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

الجواب صحیح کتبہ المفتقر الی اللہ الصمد سید امیر الدین احمد عفی عنہ الرفیعی القادری النقشبندی

المجیب مصیب۔ کتبہ محمد الکافی عفی عنہ

دستخط خاص

من اجاب فقد اجاد اصاب فیما افاد نمقہ احوج المریوبین الی رحمۃ ربہ الہادی

محمد حسین محبّ اللّٰہی الالٰہ آبادی عاملہ اللہ بالا اموی

رام پور

ہیچ منداں نے تقریر پُر تزویر زندقہ والحاد وزید وولید وبکر وعمرو ومخلد کی اور اس کا ابطالِ مدلل مبرہن عمدہ تحقیق وتدقیق کے ساتھ دیکھا جو نہایت ضروری تھا۔ اقوال باطلہ مذکورہ کو بنظر تجربہ شبہات پر مبنی نہیں ہیں بلکہ نفاق وعناد ان کی بنیاد ہے۔ فرقہ ضالہ نیچریہ کی یہ بھی ایک شاخ ہے کیونکہ اہل اسلام کی صورت بنا کے نصوصِ قرآنی واحادیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام واصول دین پر اعتراضات قائم کرکے ابلہ فریبی ودھوکہ دہی ہے۔ سب کو بددین کردینا اوران کفار کی رضا جوئی جو استحکام دین سے خائف ہیں حاصل کرنا ان کا مقصود اعلیٰ ہے۔ کیونکہ کھلم کھلا کفر پر آمادہ ہونا مشکل

ہے؛ تا کہ مثل احبار یہود و نصاریٰ کے ثمن قلیل دنیا سے منفعت اُٹھائیں، ان کی صحبت اور تقریر شیطانی کا ضرر کفارِ ظاہر سے بہت زیادہ ہے؛ پس صورتِ نفاق کو خوب غور کر کے دُور سے بچنا لازم ہے اس واسطے کہ اُس کی سمیّت کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ **واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم .**

نمقہ العبد المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ

زید و ولید و عمرو و مخلد و بکر کے عقائد مذکورہ بلاشبہ فاسد و باطل ہیں مجیب مصیب نے درباب ابطال عقائد مذکورہ جو ارقام کیا نہایت صحیح و درست ہے۔ واللہ اعلم

محمد فضل حق اصلح اللہ حالہ

بلاشبہ یہ اقوال ولید وغیرہ کے باطل ہیں اور سبب اضلال خلق کما بینہ المجیب

محمد عبد الغفار خان

الجواب صواب والمجیب مثاب العبد محمد ارشد علی عفی عنہ

قدّ مالمت فی ہذا الجواب العجاب فرائیتہ بما اتی محررہ قد اصاب واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد عنایت اللہ ولد محمد حبیب اللہ خان

ذلک الکتب لا ریب فیہ فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔

العبد محمد ظہور الحسین عفی عنہ

لقد جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔

العبد محمد معز اللہ غفرلہ ماجناہ

بلاشک اقوال مذکورہ فی السوال خلاف اہل سنت والجماعۃ ہیں جو ایسے امور کا اعتقاد رکھے اس نے سلف صالحین فرقۂ ناجیہ اہل سنت سے خروج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد منور علی

ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ محمد جعفر علی خان عفی عنہ

ما قالہ المجیب فہو حق صریح۔ وزیر احمد عفی عنہ

الحق احق بالاتباع۔وزیر محمد خان عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔محمد نیاز علی پسر مولوی سید محمد منیر علی مبرور مغفور

مرادآباد

الجواب صحیح و المجیب نجیح .

مسکین محمد اسمعیل بیگ غفر ذنوبہ وستر عیوبہ مدرس عربی مدرسہ امدادیہ مرادآباد

الجواب جواب صواب۔محمد ابوالفضل عفی عنہ

الجواب صحیح۔شگفتہ محمد گل بے نظیر

الجواب صحیح محمد حاتم عفی عنہ

لاریب فی ہذا الجواب واللہ اعلم بالصدق والصواب۔نمقہ المفتقر الی رحمۃ ربہ الغنی۔

السید محمد حبیب الرحمٰن السلہتی صانہ العلی

مجیب کے جواب اول سے آخر تک دیکھے سب جواب باصواب ہیں خداوند کریم

مجیب کو اس کا اجر جزیل عنایت کرے۔واللہ اعلم بالصواب

مارہرہ شریف

الجواب عین الصواب۔جب تک اہل ندوہ پابندی مذہب اہل سنت نہ کریں

تمام متوسلان خاندان برکاتیہ اس سے احتراز فرض جانیں۔واللہ الہادی۔

فقیر ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب

الجواب حق وصواب حررہ المعتصم بذیل النبی الامجد عبدالرسول محبّ احمد

کان اللہ لہ ذلک کذلک ونعوذ باللہ من سبل المہالک

پھپھوند

میرے نزدیک یہ جوابات جن کو حضرت مولانا المعظم ادام اللہ برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے

نہایت صحیح ہیں، اوراس ندوہ میں ضرور ایسے ایسے نقائص ہیں کہ اگر منتظمین ندوہ نے ان کودفع نہ کیا تو یہ ندوہ صرف نیچریت کا دروازہ اورآزادی کا گھر ہی نہ ہوگا بلکہ مسلمانوں کونیچریت اورالحاد اورلا مذہبی کی طرف دعوت کرنے والاقرار پائے گا۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ السید عبدالصمد السھسوانی

بدایوں

اصاب المجیب۔حررہ الفقیر عبدالقادر القادری عفی عنہ

المجیب مصیب حررہ الفقیر عبدالمقتدر القادری العثمانی غفرلہ

قداصاب من اجاب۔الجواب صواب۔فضل المجید قادری عفی عنہ

حافظ محمد بخش ۱۳۰۰ھ فضل المجید

بریلی

الجواب صحیح یہ عقائد اہل سنت وجماعت کے سب حق ہیں اوراسلامی فرقوں میں سے سوائے اہل سنت وجماعت کے سب بدمذہب ہیں ان سے احتراز لازم کما اشارالیہ المجیب مصیب۔

نمقہ شجاعت علی عفی عنہ

یہ مسائل عقائد اہل سنت وجماعت کے متعلق تھے جی نے چاہا کہ شرح وبسط کیجیے مگر جوابات بعونہ تعالیٰ نہایت شافی وکافی اوراپنے اجمال ہی میں بغایت محکم ووافی واقع ہوئے ہیں۔لہذا اسی قدر پر بس ہے۔واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم واللہ تعالی اعلم۔

ابوالمظہر محمد امیر اللہ

قدصحت الاجوبۃ اصاب من اجاب

سید شاہ قطب حسین

الحمدللہ تلک عشرۃ کاملہ یہ اجوبہ فاضلہ موضح حق ومبطل عقائد باطلہ ہیں

ان میں ریب نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا خیال مضل۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر محمد خلیل اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح۔ عبدالرشید عفاعنہ

جناب مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی مفتی حیدرآباد زید مجدہ کی تصدیق

یہ فتوی مفتی صاحب موصوف کی خدمت میں بھی بصیغۂ رجسٹری بغرض تصدیق حاضر کیا گیا اور ساتھ ہی گذارش کر دیا کہ اگر آپ کی رائے ان جوابوں سے موافقت نہ کرے جو جواب آپ کے نزدیک حق وصواب ہوں ارشاد فرمائیں کہ عہدۂ اِفتا آپ کا خاص منصب ہے اور بعد سوال مسائل دینیہ جواب دینا علما پر واجب۔

بنظر تعجیل مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب نزیل حیدرآباد و جناب برکات نصاب مولانا مولوی سید احمد اشرف میاں صاحب اشرفی جیلانی صاحبزادہ کچھوچھہ شریف تلمیذ خاص جناب مفتی صاحب کو (کہ سالہا سال سے انہیں کے پاس رہتے اور اب بھی انہیں کے پاس ہیں) مفتی صاحب کی یاددہانی کے لیے لکھ بھیجا ان دونوں عالموں اور نیز جناب مفتی صاحب نے جو کچھ اس بارے میں حضرت عالم اہل سنت مدظلہ العالی کو لکھا ان کے خطوط شریفہ سے وہ عبارات نفیسہ یہ ہیں:

تحریر جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب دام مجدہ

حضرت جناب مولانا دامت برکاتہم العالیہ۔ آداب۔

بروزِ جمعہ مولوی لطف اللہ صاحب کے پاس میں حاضر ہوا، حضرت کا پیام پہنچایا کہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے جو فتوی آپ کی تصدیق یا تقریب کے واسطے بھیجا ہے اس پر آپ اپنی مہر فرما دیجیے۔ مولوی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ جوابات صحیح ہیں؛ لیکن تقاضاے وقت کے خلاف ہیں۔ روئداد میں اگر بعض غلطیاں ہیں تو ان سے مولوی محمد علی صاحب کو کب انکار ہے۔

مولوی محمد علی صاحب نے نہایت لجاجت کے ساتھ مولوی احمد رضا خان کو لکھ بھیجا کہ مجھ کو یہ اصرار نہیں کہ مجھ سے کوئی غلطی نہ ہوئی بلکہ بے شک ہوئی، آپ تشریف لائیے اور حسب مراد اصلاح دے کر ندوہ کو عزت بخشیے، ہم فرق باطلہ کو نہ ارکان بنائیں گے، نہ ان کو بلائیں گے البتہ اگر بغیر

بلائے کوئی چلا آیا تو اس کا نکال دینا ہم پر ضروری نہیں ہے۔

کوئی مخالف مذہب اہل سنت کے خلاف بیان نہ کرے گا لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ نہیں نہیں جب تک یہ اشتہار نہ دیا جائے گا کہ ہم نے روافض و نیچریہ وغیرہ کو ندوہ سے علیحدہ کر دیا ہے ندوہ کی شرکت جائز نہیں رکھوں گا۔

ملتمسہ نیاز عبد القیوم قادری عفی عنہ روز چہار شنبہ ۲۵

تحریر جناب صاحبزادہ موصوف دامت برکاتہ

گزارشِ خادمانہ قبول ہو۔ تعمیل ارشاد میں میری طرف سے کوئی کمی نہیں؛ لیکن اعلیٰ حضرت جناب مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے بار بار عرض کی جرأت بھی نہیں۔ حضرت ممدوح نہایت عدیم الفرصت رہتے ہیں، زبانی حضور کے فتوی کی نسبت یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ جو کچھ مولانا نے تحریر فرمایا ہے اجوبہ تمام نہایت ٹھیک اور درست ہیں؛ لیکن جس بنا پر اس فتوی کا اعلان مقصود ہے بغور دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آخری نتیجہ برہمی جلسہ ندوۃ العلما ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کانپوری کی تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کو اطلاع دے چکے ہیں کہ جو کچھ روئداد لکھنؤ میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے، اس کا میں معترف ہوں اب آپ معاف فرمائیے اور جلسہ کے رکن رکین بنیے ، جس طرح سے آپ کی رائے ہوگی کارروائی کی جائے گی، اور ذی علم لوگ فرقِ باطلہ سے شریک ہوگئے ہیں، اب ان کو نہ بلائیں گے اور اگر وہ آئیں گے بھی تو خود بخود آئیں گے اور ان کو کچھ جلسہ سے سروکار نہ ہوگا اور حکمت عملی سے آہستہ آہستہ ان تمام مخالفین کو جدا کر دیں گے بلکہ وہ خود علیحدہ ہو جائیں گے۔

ابوالمحمود احمد اشرفی جیلانی از حیدر آباد دکن۔

الحمدللہ! ان دو ذی علم شاہدوں کی شہادت سے واضح ہوا کہ جناب مفتی صاحب بھی اس فتوی کی کامل تصدیق فرماتے ہیں اور یہی مقصود تھا۔ رہا یہ کہ جناب موصوف اس کے اعلان کو خلاف مقتضائے وقت جانتے ہیں، ہم فقرا بھی اس رائے میں ان کیفیتوں پر جو جناب مفتی صاحب تک پہنچائی گئیں

بہت خوشی سے متفق ہیں۔ واقعی جب انہیں یہ خبریں دیں کہ ندوہ ہر طرح مولوی احمد رضا خان صاحب کی رائے کو قبول کرتا ہے، غلطیوں کا بھی اقرار ہے، اصلاح کا بھی خواستگار ہے، بدمذہبوں کے بلانے سے بھی انکار ہے، جلسہ میں ان کا بیان ہونا بھی ناگوار ہے، جو ان میں خود آجاتے جلسہ سے محض بے سروکار ہے، اب سے جناب مولوی صاحب ہی کی رائے پر کارروائی کا دارومدار ہے باایں ہمہ مولوی صاحب کو بلاوجہ اصرار ہے تو اس کا جواب بھی تھا جو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اب اعلان خلاف خلاف مصلحت وبیکار ہے، اسی بنا پر خود جناب مفتی صاحب کی رجسٹری یہ آئی۔

نقل کامل خط جناب مفتی لطف اللہ صاحب بنام حضرت عالم اہل سنت مدظلہما

مولانا المکرّم المعظم دامت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دو عنایت نامی ورود مسعود شرف افزائے خاکسار ہوئی۔ مولانا آپ ندوۃ العلما میں شریک ہوں جیسے اور جو امور اصلاح طلب ہوں بوجہ احسن ان کی اصلاح فرمایئے۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس زمانۂ پُرفتن میں اسلام کے رُکن اعظم ہیں، ندوہ آپ سے حضرات کی شرکت کا بہت محتاج ہے۔ آپ کو اگر کسی سے کچھ رنج ہو تو اللہ کے واسطے اس رنج کو دور کیجیے اور ندوہ میں شریک ہو جایئے، آئندہ سے جو کچھ کارروائی ہوگی بمشورہ وصوابدید آپ کے ہوگی۔

مولوی سید محمد علی ناظم ندوہ نیک سیرت اور بشیر آدمی ہیں، وہ کبھی حق بات کے قبول کرنے سے انکار نہیں کریں گے۔ میں اگر علی گڑھ ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جملہ امور ضروری کو زبانی عرض کرتا؛ مگر کیا کیا جائے آپ سے بہت دُور ہو گیا ہوں۔

سوالات مع جوابات مرسلہ آپ کے پہنچے چونکہ بعض سوالات متعلق بہ ندوہ و ناظم ندوہ معلوم ہوتے ہیں اور ان کے جوابات سے ندوہ کی برہمی کا توہم ہوتا ہے، اس واسطے میرے نزدیک اس وقت ان کی اشاعت نامناسب ہے۔ اسی وجہ سے میں نے ان جوابات کے اخیر میں نہ کچھ لکھا ہے، نہ مہر کی ہے، آپ اگر شریک ندوہ ہو جائیں گے اور امور اصلاح طلب کی اصلاح بطرز مناسب فرمائیں

گے تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر موجب طال خاطر سامی نہ ہوگی اور عجب نہیں کہ پایۂ پذیرائی بھی پائے۔

والسلام خیر ختام

محمد لطف اللہ از حیدر آباد

۲۸ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ روز شنبہ

اس تحریر شریف سے بھی واضح کہ جناب مفتی صاحب ان فتاوی کو صحیح و درست مانتے ہیں؛ مگر ان کی اشاعت نامناسب جانتے ہیں اور وہ ان لفظوں سے کہ اس وقت نامناسب ہے۔ پھر مہر نہ کرنے کی وجہ صرف اسی قدر ٹھہراتے ہیں نہ کہ معاذ اللہ فتاوی میں کوئی غلطی بتاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ مقصد و مضامین ندوہ پر جو احکام ان فتاوی میں ہیں سب مقبول و مسلم ہیں اور ان خبروں کی بنا پر جو مفتی صاحب کو پہنچائی گئیں بالفعل اشاعت نامناسب ہونا ہمیں بھی تسلیم مگر افسوس کہ یہ خبریں صرف مفتی صاحب ہی تک پہنچانے کی تھیں یہاں اصلاً کوئی خط پرچہ ان نفیس حق پسندیوں پر مشتمل نام کو نہ آیا۔

جب ان خبروں کے مژدے بجائے اس کے کہ دفتر ندوہ کانپور سے یہاں آتے آتے اُلٹے حیدر آباد جا کر اور علما کی تحریروں سے یہاں پہنچے فوراً ندوہ کو اور نیز جناب مفتی صاحب کی خدمت میں متعدد خطوط بھیجے کہ ان مضامین کا کوئی عنایت نامہ یہاں نہ آیا بلکہ جو آیا اسے ان مقاصد حسنہ کا مناقض پایا۔ خیر اب بحمد اللہ تعالیٰ یہ اُمور منظور ہیں بروجہ کافی جانب ندوہ سے ان کا اطمینان کرا دیجیے، وہ مضامین کہ ندوہ نے چھاپ چھاپ کر تمام ملک میں شائع کیے ان کا معالجہ صرف ایک قلمی پرچہ سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ مفصل خطوط ایسے الحاح و عاجزی کے الفاظ میں تھے کہ شاید پتھر پر بھی اثر کرتے؛ مگر ادھر سے کچھ جواب نہ ملا، صدائے برنجاست۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کو یہ خبریں لکھنے بغرض صلح و اصلاح یا حق پسندی کی راہ سے نہ تھیں؛ ورنہ جو بات خود مانے دوسرے کے طلب پر عدول کیا معنی۔ ہاں مطلب یہ تھا کہ مفتی صاحب برہم اور علمائے اہل سنت سے بدظن ہو جائیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بھی محض غلط تھا کہ ادھر سے اخراجِ بدمذہباں کے اشتہار دے دینے خلاف مصلحت سمجھیں تو مجھے اس پر اصرار رہا، ہرگز نہیں بلکہ صاف لکھ دیا کہ فی الحال ندوہ سے اخراج فلاں فلاں کی تصریح

اگر خلافِ مصلحت سمجھیں تو مجھے اس پر اصرار نہیں، صرف اتنا اعلان فرما دینا کہ آج تک تحریرات و مقاصد ندوہ میں کس وجہ سے بعض امور مخالف ومضر مذہب اہل سنت درج ہو گئے تھے اب ندوہ بطیّب خاطران سب سے رجوعِ حتمی اور پابندی مذہب اہل سنت کا عہد دائمی کرتا ہے۔

کوئی تحریر یا تقریر جس کا کوئی حرف مخالف مذہب اہل حق ہو اس انجمن میں نہ ہو سکے گی۔ عام حضرات کو اس قدر بھی نہ قبول ہونا تھا نہ ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ جلسے کو پابندی مذہب اہل سنت کا اعلان دینے میں کیا تامل کی جگہ ہے۔ اب بھی ہم غربا اسی قدر اعلان کے خواستگار آئندہ اختیار بہ دست مختار۔

والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

وصلی اللّٰه تعالٰی علی خلقه سیّدنا و مولانا محمّد

و اٰلهٖ واصحابه اجمعین .

۲۶رشوال ۱۳۱۴ھ

الحمدللہ! یہ مبارک رسالہ جس میں بہت روشن و دل پسند و عام فہم وسُو دمند بیان سے ظاہر کیا ہے کہ ندوہ کا اصل مقصد کیا ہے اور اس دعوتِ اتحاد و اتفاق کی کس خیال پر بِنا ہے اس ندوہ اخیر کو ندوۂ سابقہ دار الندوہ سے علاقہ کتنا ہے۔ آخر میں ندوہ کی مختصر رُوداد سوم کی نامہذب دشناموں باطل اتہاموں کے معقول جواب

مظہر صواب مسمّٰی بنام تاریخی

ندوہ کا تیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ

{ ۱۳۱۴ھ }

تالیف لطیف

مداحِ مصطفیٰ، خادم الاولیا، صاحب طبع نقاد و ذہن وقاد

جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب حسؔن قادری برکاتی ابوالحسینی

سلمهم الله عن الافات والمحن

حسب فرمائش مصنف ممدوح مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی میں طبع ہوا۔

Qadri\Desktop\Nadwa ka teeja.bmp not found.

[مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّیّ علیٰ رسولہ الکریم

قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کو جس کام کا محال اور غیر ممکن ہونا معلوم ہو جاتا ہے، اس میں سعی وکوشش کو بے کار سمجھ کراس کے خیال سے بھی درگزر کرتا ہے؛ مگر حمد ونعت کچھ ایسے پیارے اور دلچسپ کام ہیں جن کا اِنصرام بشری طاقت بلکہ ملکی قوت سے بھی باہر، پھر بھی جسے دیکھیے وہ اپنی تحریروں اپنی تقریروں کے عنوان کوانہیں سے عزت دینے میں سعی کرتا ہے؛ لٰہذا تبرکاً میں بھی اس مبارک دولت سے حصہ لینا اور سرنامہ کو اس نام سے عزت دینا چاہتا ہوں۔

خدا خدا ہے محمد مصطفیٰ ہے جل شانہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

اوّل کے سجود کو سر نیاز موجود، خاتم پر بے شمار سلام بے نہایت درود۔

وہ ایسا خدا ہے جس نے اپنے محبوب کی نبوت کا جن وبشر کیا، شجر اور حجر سے اِقرار کرادیا۔

یہ ایسا محبوب ہے جس نے اپنے خدا کی وحدانیت کا ارض وسما میں ڈنکا بجادیا۔

وہ ایسا خدا ہے جس کے ہاتھ میں ایسے کی جان ہے۔

یہ ایسا محبوب ہے جس کے اختیار میں سارا جہان ہے۔

جس طرح اللہ محمد کے وصل میں فصل نہیں، اسی طرح حمد ونعت میں فراق کو دخل نہیں۔ جو مسلمان حمد لکھے گا نعت نہ چھوڑے گا، کعبہ جائے گا مدینہ سے منہ نہ موڑے گا۔ مسجد کی فصیلوں، خطبہ کے منبروں پر وحدانیت کی شہادات اَدا کرنے والے ساتھ ہی ساتھ رسالت کا بھی اِقرار سناتے ہیں۔ یہ دونوں مبارک ذکر کچھ ایسے لازم وملزوم ہیں کہ جہاں اللہ ہے وہاں محمد رسول اللہ ہے، جہاں محمد رسول اللہ ہے وہاں اللہ ہے، اللہ ہی اللہ ہے۔

فرش سے عرش تک دُھوم ہے۔ ذرّے ذرّے کو معلوم ہے کہ وہ خدا ہے برتر...... یہ ہمارا پیغمبر۔ نہ اس کا کوئی مثل......نہ اس کا کوئی ہمسر۔

محبین، محبوب کے نام کو دردِ دل کا تعویذ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درد ودل سے پاک ہے، اس

نے اپنے محبوب کے نام سے اپنے فرشتوں کی آنکھوں، حوروں کے سینوں، مسلمانوں کے دلوں، عرش وکرسی بلکہ تمام مقدس مقاموں کو زینت بخشی۔

ملائکہ کی محفل میں جایئے تو انھیں کا چرچا، حوروں کی انجمنیں دیکھیے تو یہی غلغلہ، پیارے محبوب کی دونوں جہان میں دہائی پھر رہی ہے۔ایک خدائی ہے کہ ان کے مبارک قدموں پر گر رہی ہے۔

زمین والے، آسمان والے، جہان والے انھیں کے فدائی...... انہیں کے شیدائے دل...... شب میں جاگ کر اللہ اللہ کرنے والے انہیں کے آرزومند...... انہیں کے تمنائی۔

حل سے حرم تک، عرب سے عجم تک مختلف زبانوں پر ان کی یاد جاری...... شرق سے غرب تک، جنوب سے شمال تک ان کی یادگاری...... زبان والے تو زبان والے ہیں، بے زبانوں میں بھی انھیں کی پکار ہے...... غرض خدا کی خدائی ہے کہ ان پر نثار ہے۔

حضرت سلمان نے شیر دیکھا ان کا نام لیا، کتے کی طرح دُم ہلاتا حفاظت کو ساتھ ہولیا۔اونٹ محنت سے عاجز آیا، ان کے آستانہ پر فریاد لایا۔پانی کی مچھلیاں انہیں کی یاد میں موجیں کر رہی ہیں۔ ہوا کی چڑیاں انہیں کی محبت کا دم بھر رہی ہیں۔شام کے بسیرا لینے والے انھیں کا کھاتے ہیں، صبح کے چہچہانے والے انہیں کا گاتے ہیں۔ ع : جس کا کھاتے ہیں اُس کا گاتے ہیں

یہ تو ذی رُوح ہیں، اپنے مالک کو جانتے، آقائے نعمت کو پہچانتے ہیں۔ستونِ حنانہ ایک خشک لکڑی تھی، دل نہ زبان، عقل نہ جان۔حضور نے منبر نو ساختہ پر خطبہ فرمایا۔فراقِ محبوب نے اسے خون رُلایا، جس طرح دودھ پیتا بچہ ماں سے پھوٹ پھوٹ کر روتا، جان کھوتا ہو، یہی حالت اس چوبِ خشک پر طاری تھی، فریاد و بکا برابر جاری تھی۔یہاں تک کہ اُس دلوں کے چین، جان کے آرام نے اسے سینۂ مبارک سے لگایا۔تسکین پائی، قرار آیا، خدا جانے وہ تسلی بخش اَدا تھی، یا کوئی تسکین دہ اقرار جس نے اس رونے والے کو دفعۃً خاموش کر دیا، دلِ بے قرار میں صبر کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔

ابتدائے اسلام میں ستر (۷۰) کافروں نے حملہ کیا۔کوہِ صفا اپنی جگہ سے اُکھڑ کر پروانہ وار دوڑا اور حائل ہوا۔گویا وہ بے زبان زبانِ حال سے گویا تھا :

اے غافلانِ خاسر! اگر یہی قصدِ خاطر تو یہ سینہ حاضر، زخم پر زخم کھائیں گے اور محبوب کو چشم زخم سے بچائیں گے۔

یہ کعبہ میں تھے اور ابو جہل خبیث ان کے قصد سے چلا، ساتوں پردے زمین کے شق ہو کر ایک غار پیدا ہوا جس میں اس ناری کو جہنم نظر آیا، کچھ غیبی سپاہی (فرشتے) دیکھے جو آتشی حربے لیے ہوئے اس ملعون پر حملہ کناں دوڑے کہ محبوب پر حملہ کرنے والے، آ تیرے قصدِ بد کا مزہ چکھائیں۔ دم لے کہ دم کے دم میں تجھے نیچا دکھائیں۔ اسفل السافلین پہنچائیں۔

اس محبوب کے واسطے آسمان سے رحمت برستی، زمین سے اِمداد اُگتی ہے...... سنگریزے باتیں کرتے ہیں...... پیڑ سجدے میں قدموں پر سر دھرتے ہیں۔ قربان جاؤں، کیا پیارا محبوب ہے جس کی ہر اَدا ہر انداز خوب ہے۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

غرض حمد کی طاقت نہ نعت کی لیاقت۔

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاک ادب خفتن
سجودے میتواں کردن درودے میتواں گفتن

اب بر سر مطلب آتا ہوں، جو کہنا ہے کہے سناتا ہوں۔ مبارک دین اسلام کے ظہور سراپا نور سے پہلے کفر کی تاریک گھٹا زمانہ پر چھائی تھی۔ سچے خدا کے مخلوق جھوٹے خداؤں کی فدائی تھی، جہالت کا زور، بے دینی کا شور، بات بات پر قتال، فضولیات پر جدال، غضب فساد، قیامت عناد، شب و روز جھگڑے، آئے دن بکھیڑے، دو میں لڑائی، ہزاروں کی صفائی، جنگ محبوب، صلح معیوب، انسان جاموں میں، نہ تلوار نیاموں میں، دو میں اَن بَن ہوئی، خاندانوں پر بنی، زبانوں سے بگڑی، جانوں پر بنی، صلح پر لڑائی، لڑائی سے صفائی، مذہب خراب، مشرب شراب، زنا سے میل، قمار بائیں ہاتھ کا کھیل، انانیت کا جوش، نفسانیت کا خروش۔

صراط مستقیم ویران، منزلِ حق سنسان، مخالف ہوا، زور پر جان گزا، تلاطم شور پر بیڑوں سے یاس، ناخدا آس، نہ پاسِ مریض، جان بلب، چارہ فرما اب نہ تب، دنیا بھر کی آفتیں زمانہ کو گھیر چکی تھیں۔ زمانہ بھر کی مصیبتیں دنیا پر دست شفقت پھیر چکی تھیں، میٹھی نیند سونے والے، لمبی تانے سو رہے تھے، خفتہ بختوں کے نصیب اپنی تقدیر کو رو رہے تھے کہ دفعۃً ہوا کا رُخ پھرا، زمانہ نے پہلو بدلا،

خزاں کا عمل اُٹھا، فصل بہار کا سکہ بیٹھا، رات تک پژمردگی کا دور تھا، صبح ہوتے عالم ہی کچھ اور تھا ،نوری گھٹائیں چھائیں، ٹھنڈی ہوائیں آئیں، رحمت کے بادل گھرے، افسردہ خاطروں کے دن پھرے، کلیاں چٹکنے لگیں، مہکنے لگیں؛ کیوں نہ ہو کہ تہامہ کے مطلع حرم کے افق فاراں کی چوٹیوں سے آفتاب ہاشمی نے طلوع فرمایا۔

لاشرقیۃ ولاغربیۃ نافِ زمین کعبہ رب العالمین سے یہ چمکتا نور دلوں کا چین جانوں کا سرور بر سرظہور آیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ وبارک وکرم۔

اس نورِ الٰہی نے اپنی جھلک سے کوچے کوچے کو وادیِ ایمن، کوہ کوہ کو طورِ روشن بنایا، دُولہا کی سواری آئی، نچھاور لینے کی باری آئی۔ اب کیا تھا خدا دے اور بندہ لے۔ بھکاری دست طلب پھیلائے، دامن دل کی جھولیاں بنائے دوڑے، منگتا دم قدم کی خیر مناتے بڑھے، جود وعطا کا میلہ ہے، فقیروں کا ریلے پر ریلا ہے، جماؤ کا زور لاؤ لاؤ کا شور، جنم کے بگڑے سنبھل گئے، قسمتوں کے بل نکل گئے، بتوں سے خدائی پھری، اسلام کی دہائی پھری، حسن و جمال کی جان بخش و دل ستاں ادائیں، دل ہی دل میں گھر کرنے والی نگاہیں۔

جلے بھنے سینہ کی بسنے والیاں ٹوٹے دلوں زخمی گھائلوں کے ساتھ خدا جانے کیا احسان کر جاتی ہیں کہ انسان آزادی کی بضاعت خودمختاری کی دولت شادشادنگاہِ اولیں کی نذر کر دیتا اور خوش خوش طوقِ بندگی اپنے ہاتھوں پہن لیتا ہے، ان جملوں کا تعلق معمولی حسینوں ظاہری جمیلوں سے تھا۔ مجھے یہاں ذکر کرنا ہے جمالِ احمدی اور حسن محمدی کو (روحی فداہ علیہ صلاۃ اللہ) جسے خدا نے خاص اپنے لیے بنایا، اپنی محبوبی خاص سے ممتاز فرمایا۔

اس آئینہ رُو کے آئینہ رُو کو قدرت کے ہاتھوں نے وہ ضیا بخشی جس کی تجلی کے ایک ایک بکے سے من رآنی فقد را الحق کی تنویر چمک اُٹھی۔ گلوے پُرنور میں نحن اقرب الیہ کے ہار پڑے۔ گورے ہاتھوں میں ید اللّٰہ فوق ایدیھم کے گجرے۔ غرض حسن بےصورت کی تنزلی، تجلی اگر برسم تدلی صورت پذیر ہو تو برنگ مثالی صورتِ جمالی محبوب ذی الجلالی ہی اس کی تصویر ہو۔

ان خدا پسند تجلّیوں نے تو فرشِ خاک سے لے کر عرشِ پاک تک دُھوم مچا دی، دل چمکا دیئے، آنکھوں کی تقدیر جگا دی، اس محبوب کے جلوہ فرماتے ہی عشق کا برقی اثر کل مخلوقات، سب

موجودات میں دوڑ گیا۔ جن و بشر، شجر و حجر، آزاد و گرفتار بلکہ درودیوار بھی اس مزہ سے خالی نہ رہا۔ یہ جس راہ نکلتے عشاق نقش پا پر آنکھیں ملتے، جس آبادی میں آتے مکین تو مکین مکان خوش ہو جاتے۔

درودیوار چو محراب کشایند آغوش

کہ تو ایں جا بصد آمین و دعا آمدہ

حضور پُرنور نے عیدالضحیٰ میں اونٹوں کو نحر فرمایا۔ کیا کہوں کہ ان بے زبانوں نے کیا مزیدار سماں دکھایا، ذبح میں سبقت لے جانے پر جلدی کرتے تھے، زندگی جاوید پر کٹے مرتے تھے۔

ذبح ہوں گے ترے ہاتھوں سے خوشی اسی کی ہے

آج اِترائے ہوئے پھرتے ہیں مرنے والے

لکھا ہے شب معراج فرمایا گیا :

انا وا نت و ما سوی ذلک خلقت لاجلک .

اے پیارے میں ہوں اور تو، باقی میں نے سب تیرے لیے پیدا کیا ہے۔

اللّٰہ جمیل و یحبّ الجمال تو شانِ جمال کی خوش نما تجلّیوں نے محبّ کے خزانوں کی کنجیاں محبوب کے ہاتھوں میں دے کر مختارِ مطلق بنادیا۔ ع :

حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

جب حضور نے ایسی محبوبیِ خاص و مقبولیت عام کا لباسِ فاخر زیب بدن فرما کر اظہارِ رسالت فرمایا، اسلام کو سچا اور باقی مذاہب کو جھوٹا بتایا۔ اگر چہ اس مبارک مقصد کا بہت سے نا قابل برداشت تکلیفوں نے سامنا کیا؛ مگر ان کے بڑھے ہوئے اِرادے، بندھی ہوئی کمر میں کچھ بھی تزلزل نہ ہوا۔ مشرکین تکلیفیں پہنچاتے، اذیتیں دیتے، یہاں جو ٹھہر چکی تھی، ٹھہر چکی تھی، ان باتوں کو خیال میں بھی نہ لاتے۔

بشری طاقت ہرگز ان مصائب کا تحمل نہ کرسکتی جو یہاں رات دن اُٹھائے جاتے۔ اس کام میں کوئی روکنے والا ان کو نہ روک سکتا تھا نہ روک سکا۔ ایک زبردست عزیز مقتدر کی قوت نے اس مبارک مقصد کی تکمیل و اشاعت کے لیے اُنھیں کھڑا کیا تھا۔

کفار میں مشورہ ہو کہ ان کارروائیوں کا شہادت کے ذریعہ سے انسداد کیا جائے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس ارادے سے درِ دولت عرش منزلت کی طرف چلے، حاضر ہوئے تو اُنھیں کا کلمہ پڑھتے، اُنھیں کا دم بھرتے نظر آئے، شہید کرنے آئے تھے، شہیدِ عشق ہو کر رہ گئے۔

اب کیا تھا **الحق یعلو ولا یعلٰی** کے آثار نظر آنے لگے۔ **جاء الحق و زھق الباطل** کے انوار چمکنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں عرب، روم، شام، مصر، عراق، دیارِ اَمصار، اقطارِ آفاق سے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی دل نواز آوازیں آنے لگیں۔

اسلامی بجلیاں عرب کے پہاڑوں سے نکل کر تمام دنیا میں چمک گئیں۔ اسلام کا بے ساز و سامان مگر ظفر پیکر لشکر جدھر جاتا، فتح و نصرت اقبال برسم اِستقبال حاضر آتا۔ اس خدا کے لشکر کو بحیثیت ظاہر اگر دیکھا جاتا تو مخالف کے مقابلہ میں ہمیشہ کم نظر آتا، اور سامانِ حرب تو بس اللہ ہی کا نام تھا؛ مگر ان گنتی کی تلواروں کا سامنا کرنا کچھ ہنسی کھیل نہ تھا۔ ان کے ہاتھ تو کسی اور ہی کے بل پر اُٹھتے تھے، اور ہے بھی یہ کہ ایک سپر کہاں کہاں کام دیتی۔ ان کی تکبیروں کی دل کش ادائیں ایسے وار نہ تھے جن کی روک ہو سکتی۔ کہیں تلوار سے قلعہ خالی کیا، کہیں ادا سے دل چھین لیا۔ صلی اللہ علیہ و علیہم وسلم۔

بالآخر ان مساعی جمیلہ کا یہ اَثر ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ بتوں سے بیزار ہو ہو کر خدا کے سامنے سر جھکانے لگا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر کا جاں فزا شور ہوا میں پھیل پھل کر کانوں تک آنے لگا۔ خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک اسلام کی کامل ترقی دنیا کی وسیع آبادی میں اپنی برکتیں پھیلایا کی۔

اس وقت تک تنزیل قرآن پر قتال ہوتا، معاملہ اسلام و کفر کا انفصال ہوتا، مومنین اہل حق، کفار اہل باطل تھے۔ جب مومنین کہتے اہل حق ہی اس کے مصداق ہوتے۔ اسی محاورے پر قرآن اُترا، حدیثیں آئیں۔

اس وقت تک کان اس ناگوار صدا سے آشنا ہی نہ تھے کہ مدعیانِ ایمان بھی مہتدی و ضال کی طرف منقسم ہیں؛ مگر امیر المومنین خاتم الخلفا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الاسنی کی نسبت ارشاد ہو چکا تھا کہ تم جس طرح تنزیل قرآن پر قتال کروگے، یوں ہی تاویل قرآن پر مدعیانِ ایمان بالقرآن کو قتل و

پامال کرو گے۔ ان متفرق فرقوں کے نام بھی سنا دیے، پتے بھی بتا دیے، ان کے قتل و بد دینی کے احکام بھی فرما دیے، ان سے جدائی دُوری احتراز نفوری کے اعلان بھی جتا دیئے۔

چنانچہ حسب وعدۂ صادقہ وہ دن سامنے آیا، آخر خلافت خاتم الخلفا میں ظہور بد مذہباں نے منہ دکھایا۔ خارجی نکلے، رافضی نکلے، رافضیوں سے متعدد فرقے اچھلے، یہ سب کلمہ خواں تھے، مدعی ایمان تھے۔ ہمارے کلمہ کا دم بھرتے، ہمارے قبلہ کو سجدہ کرتے۔

مولیٰ علی بھی انہیں کافر نہ جانتے، گمراہ و بد دین و خاسر مانتے؛ مگر بایں ہمہ نہ ہمدردی سمجھی نہ اتفاق اتحاد کی ترنگ سوجھی۔ **انما المومنون اخوۃ** کا مصداق جانا، نہ **کونوا عباد اللّٰہ اخوانا** کا یہ محل مانا، بلکہ انہوں نے اور تمام صحابہ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم نے ان کے قتل وقتال و عذاب ونکال پر اجماع فرمایا۔

دست وزبان وسنان ولسان وبیان وبنان سے ان کا فتنہ مٹایا اور کیوں نہ ہوتا کہ پہلے ہی محمد رسول اللّٰہ ﷺ نے یہی احکام فرما دیے۔ سب راستے بتا دیے تھے، ان کے بعد جو جو آتش فتنہ بد مذہباں زیادہ بھڑکتی گئی، ان کے رد میں ائمہ دین، اولیاے معتمدین، علما و مجتہدین کی کوشش چمکتی گئی، مجالس وعظ ومحافل درس میں ان کے ردو تقبیح وطعن و تفضیح سے گونجتی رہیں۔ ہزاروں کتابیں ان کے توہین عقائد و تبیین مکائد میں تالیف ہوئیں۔

جب سیف دست سنت میں ہوتی، جعد بن درہم کی طرح بد مذہب کلمہ گو ذبح ہوتے رہے، جب زمانے نے دوسری طرف کروٹ بدلی، امام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی طرح اہل حق حمایت مذہب حق میں اہل باطل کے ہاتھوں قید ہوئے، تازیانے سہے؛ مگر کبھی بھائی چارا نہ بھایا، اتفاق واتحاد کا گیت نہ گایا۔ سلفاً خلفاً ہر قرن وطبقہ میں صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین سے لے کر حضرت مولانا بحر العلوم ملک العلما عبد العلی لکھنوی وشاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اور ان کے بعد مولانا رشید الدین خان دہلوی، مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی، مولانا حیدر علی۔

غرض ۱۳۰۰ھ تک کے علما کا یہی داب رہا۔ ہمیشہ علماے سنت نے رد و تفضیح بدعت و اہل بدعت کو اہم مقاصد سمجھا، اور واقعی اگر یہ مقدس گروہ ایسا نہ کرتا تو آج آزادی پسندوں کی طرح ہر شخص بجائے خود فرعونِ بے سامان ہو جاتا۔ ان کی انہیں مقبول کوششوں کی وجہ سے تو ان کی دواتوں

کی روشنائی خونِ شہیداں پر غالب آئی، ان کی انہیں مقدس سعیوں نے تو ہمیں صراطِ مستقیم دکھائی۔

اب زمانہ رنگ نَو پکڑتا ہے، تیرہ سو برس کا بنا کام بگڑتا ہے۔ قاعدے کی بات ہے کہ دشمن کو دو وقت زیادہ کوفت ہوتی ہے، ایک ابتداے امر میں جب اس کی ناگوار چیز خداداد جوش کے ساتھ ہونہار نونہال کی طرح نئی نئی کونپلوں سے لہلہاتی ہے، جان توڑ کر اس کے ازالہ میں کوشش کرتا ہے کہ ابھی علاج آسان ہے، تازہ معاملہ ہے۔

درختے کما کہوں گرفت ست پائے
بہ نیروی شخصے برآید زجائے

دوسرے اِمتدادِ امر پر جب اس کی اگلی پچھلی کوششیں مدتوں بے کار جائیں، اور خاطر خواہ کام نہیں بنائیں، تدبیریں کرے اور فضول وضائع قرار پاتی ہیں۔ اس وقت پھر اسے ایک جوش شدید ابلتا اور برسوں کا جھنجھلایا ہوا پھر جان پر کھیل کر آخری حیلہ کے لیے سنبھلتا ہے کہ 'اوّل باآخر نسبتے دارد'۔

ہمارے عدو مبین شیطان لعین کو بھی یہی دو منزلیں پیش آئیں۔ دونوں بار اس نے کمیٹیاں بنائیں، بار اوّل جب اسلامی ترقی کا جاں فزا سماں اس ملعون کی آنکھوں میں کھٹکتا نظر آیا اور بالائی متفرق کوششوں نے کچھ کام نہ بنایا، کمیٹی کفار مسمّٰی بہ 'دارالندوہ' کا صدرِ انجمن بنا، وہ پرانا عیار شاہ مکار لَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ (۱) کا مدرس پرکار لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (۲) کی جمع تفریق حساب (ہندسہ) سے ماہر ہوشیار لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ (۳) کی نہانی کمین میں بکمینِ شکار اُس کول سے نکل اسکول سے چل پیر مرد کی صورت سنوار سفید و دراز ریش پھٹکار شیخ نجدی بن کر آدھمکا۔

---

(۱) (قسم ہے) میں ضرور انہیں بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا۔ (پارہ ۵، النساء: ۱۱۹)

(۲) اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کردوں گا مگر ان میں جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ (پارہ ۱۴، الحجر: ۴۰-۳۹)

(۳) میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (پارہ ۸، الاعراف: ۱۶)

اس صدر ناپاک و دیگر اراکین سفاک نے جو مشورے گانٹھے اور جیسے جیسے ان کے ملعون مکر اپنی سزا کو پہنچے قرآن عظیم سے واضح و آشکار۔ پھر اپنے سی خفیہ و پیدا ہر قسم کی تدبیریں بگھارتا رہا بڑا فتنہ ایجاد بد مذہبی کا تراشا جس نے طرح طرح کی صورتوں مختلف ہیئتوں میں جلوہ دیا؛ مگر تیرہ سو برس تک کوئی خاطر خواہ جوڑ نہ چل سکا، نہ ریگ بدعت کا کوئی مضبوط دُھس بندھا، نہ دریائے سنت کا بڑھنا رُکا۔

اس گئے وقت میں بھی مجموعِ طوائف گمرہاں کو اہل سنت سے یک و ہزار کی نسبت بھی نہ ہوئی، آخر جان سے تنگ آ کر سخت جھنجلا کر بارِ دوم پھر ایک کنبہ جوڑا۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ نگاہ دوڑائی تو اس تدبیر کے لیے ہندوستان ہی اولی نظر پڑا کہ بے قیدی آزادی فتنوں کی آبادی تقوی کی بربادی کا یہیں جھنڈا گڑا۔

پھر بکمالِ ہوشیاری یہ بھی سمجھا کہ وسط ہند کا کوئی شہر ہو جس کا اثر سب طرف پھیلے اور سمت میں پورب سے قرب النسب کہ الفتنة بہنا ٹھہر چکا، پہلے یہ سمجھ سمجھا کر اعظم گڑھ و آرہ و دیگر بلاد سے اپنے ڈھب کے لوگ بلا صدارت و نظامت رکنیت بدستور سب عہدے جما ایک کمیٹی سمیٹی نام ندوۃ العلما۔ ندوہ تو وہی ہے علما کا پھندنا اس لیے بڑھایا کہ عیار سمجھتا تھا اسلامی جرگے میں بے حیلہ عُلما کے کام نہ چلے گا جسے خود اس کے ارشد تلامذہ حضرات نیچیر یہ نے صاف و واشگاف بیان کیا اور ان کے اخوان حضرات ندو یہ نے اپنا فخر جان کر بکشادہ پیشانی چھاپ دیا۔ مضامین ثلثہ ندوہ صفحہ ۳۶ تا ۳۸ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں :

میں بالخصوص اس رائے کا ذکر چاہتا ہوں جو ۹۴ء کی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نیچریاں نے اس مجلس ندوہ کی تائید میں پاس کی ہے۔ یہ نامور اہل الرائے مسلمانوں کا جلسہ ہے جو نو برس سے قائم ہے، جس جوشِ ہمدردی کے ساتھ ندوہ کی تائید اس جلسہ میں کی گئی اس کی کیفیت ستر (۷۰) صفحوں پر چھاپی گئی۔ یہ تجویز محسن الملک مہدی علی خان نے پیش کی اور سید محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی جن کی مثل تربیت یافتہ عالی خیال مسلمان انگریزی تعلیم نے ہند میں پیدا نہ کیا، اس تجویز کے الفاظ حسب ذیل ہیں :

کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ ندوہ کے مقاصد نہایت عمدہ ہیں۔ نواب محسن الملک اس کی تائید

اس تمہید سے شروع کرتے ہیں :

’صاحبو! آپ لوگ (نیچری) چند سال سے جس ضروری مفید کام کی سعی کر رہے ہیں اس کے پورے ہونے کی امید اب ہوتی ہے۔ خوب یاد رکھو کہ بغیر گروہِ علما ہم اپنے ارادوں میں اچھی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم جو کچھ اس حال میں کر رہے ہیں عرصہ گزرا اس نے صرف ایک گروہِ قلیل پر اثر کیا، فقط چند لوگ ہمارے ہم خیال وہم داستاں ہوئے۔ ہماری آواز اسی کمرے میں گونجتی رہتی ہے اور ہمارے خیالات کی مشعل اسی احاطہ میں روشن ہو کر بجھ جاتی ہے۔ نہ قوم کا بڑا حصہ ہماری آواز سنتا ہے، نہ ہم گروہِ کثیر کو روشنی دکھا سکے ہیں؛ مگر وہ آواز جو اس مجلس (ندوہ) سے نکلے گی اسے ہر مسلمان سنے گا اور وہ مشعل جسے یہ لوگ دکھائیں گے جو ہادیانِ طریقت و پیشوایانِ شریعت سمجھے جاتے ہیں وہ ایسی بلند ہو گی کہ اس کی شعاعیں (نئی روشنی کی) ہر مسلمان کے گھر میں نظر آئیں گی۔‘ تم کلامہ

اسے نقل کر کے ندوہ نے کلاہِ فخر اُچھالی کہ ’یہ امر تمام عالم پر ہویدا ہے کہ اس عہد میں جو کوشش مسلمانوں میں تعلیم جدید کی اشاعت کی ہوئی ہے اس میں نواب محسن الملک کا نمایاں حصہ ہے۔ ان کے خیالات اس تجربہ پر مبنی ہیں جس کی عمر دو قرن سے بھی زیادہ ہے۔ انہوں نے صاف صاف تسلیم کیا کہ جو کوشش اس وقت تک ان کے گروہ (نیچری) نے کی وہ بدون علما کی مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔‘

مسلمانو، للہ انصاف، خدارا ان عبارتوں کو دیکھو سمجھو، ندوہ اور کانفرنس نیچریاں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، یا کچھ اور۔ ندوے کو خود اقرار ہے کہ میں نیچریوں کا کام کامل کرنے اٹھی ہوں۔ ندوے کا خود اظہار ہے کہ میں مسلمانوں کو نیچریوں کا ہم خیال کرنے چلی ہوں۔ ندوے کو خود افتخار ہے کہ نیچری جس کام میں تھکے جھک مار چکے ہیں اپنے ابنائے مجمع علما کے بل سے اُسے پورا کرتی ہوں۔ یہ سبب تھا کہ ندوۃ العلما نام رکھا۔ عدو مبیں رجیم لعین نے پہلے کھلی آزادی کوٹ پتلون لال ٹوپی کے بھرّن پر لینا چاہا۔ کچھ امیر پھنسے۔

جب دیکھا بڑی جماعت غربائے دین پسند کی ہے وہ اس داؤ میں نہیں آتے، سمجھا غلطی کھائی

اپنے دل کید منزل سے کہا 'یار عزیز اب علما کو دھوکے کی ٹٹی بنایئے اور اس آڑ میں امراغربا سب کو پھانس کر گل چھرے اُڑایئے کہ وہ آواز جو اس مجلس سے نکلے گی اسے ہر مسلمان سنے گا اور وہ مشعل جسے یہ لوگ دکھائیں گے ہر مسلمان کے گھر میں نظر آئے گی۔' تم کلام الشیطان

واقعی اس رجیم کا یہ خیال وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۱) اگر اللہ واحد قہار اپنے دین مبین کی حفاظت نہ کرے تو یہ مہا جال سخت جنجال تھا؛ مگر الحمد للہ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (۲) بے شک شیطان کا مکر ضعیف ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (۳)

اللہ عزوجل لکھ چکا ہے کہ میں ضرور غالب کروں گا اپنے دین اور اپنے رسولوں کو۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیھم وسلم والحمدللّٰہ رب العالمین .

اب کہ کمیٹی جڑ چکی، پکے پرانوں کو لچے گھڑے کی چڑھی کھچڑیاں پکیں کہ کیا تدبیر ہو جس سے اہلسنّت کی قوت ضعیف وحقیر ہو۔ رفض پھوٹا، خارجیت نکلی، اعتزال اُٹھا، وہابیت اُچھلی، ترک تقلید چلا، نیچریت مچلی، کیا جوڑ نہ کیا، کیا چال نہ چلی؛ مگر جماعت سنت کی گرہ کھلنی تھی نہ کھلی۔ انہیں ان کے رسول نے، ان کے اصحاب نے، ان کے ائمہ نے، ان کے نُوَّاب نے، ربّ الارباب کے حکم سے دو مبارک جملے الحبُّ للّٰہ والبغض للّٰہ ایسے سکھا دیے ہیں جن کے الفاظِ ثلثہ نے تمام شیاطین اقطارِ اربعہ کے حواسِ خمسہ کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔

ابلیس وذرّیات واخوان واخوات برسوں پاپڑ بیل کر ساتوں کرم جھیل کر کسی آٹھوں گانٹھ کمیت نو گرفتار لعل ولیت کو دس گیارہ سالوں کی کوشش سے بارہ باٹ کر بھی پائیں تو وہ دم کے دم میں ساری محنت تیرہ تین کر دیتے ہیں، تیرہ سو برس سے یہی حال ہو رہے ہیں۔ اوّل اسے سمجھائیں گے سمجھا فبہا؛ ورنہ دودھ میں سے مکھی نکال باہر کیا۔

ع : سایہ اش دور باد از مادور

---

(۱) اور ان کا داؤ کچھ ایسا نہ تھا کہ جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں۔ (پارہ ۱۳، ابراہیم: ۴۶)

(۲) پارہ ۵، النساء: ۷۶۔

(۳) پارہ ۲۸، المجادلۃ: ۲۱۔

ان کی جماعت کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا، جو شاخ فاسد ہوئی اس کو چھانٹ دیا۔ اصل درخت ویسا ہی لہلہاتا رہا۔ کسی طرح یہ 'حب للّٰہ و بغض للّٰہ' کا نسخہ چھڑایئے، پھر کیا ہے میدان مار لیا ہے، ملھاریں گایئے، اس کی تدبیر اگر ہے تو یہی ہمدردی انسانی اور اتفاق اتحاد کی لے بڑھانی کہ یہ صورت حرام لفظ خواہی نخواہی دل کش و دل آویز ہیں اور عوام کے بہکانے بہلانے کو بظاہر قرآن و حدیث کے دفاتر ان کی مدح سے لبریز۔

انما المؤمنون اخوۃ سنائیں گے۔ کونوا عباد اللّٰہ اخوانا پڑھائیں گے۔ اب یہ عوام کیا جانیں کہ حدیث مجید کا کیا مفاد، اور محاوراتِ قرآنیہ میں 'مومنین' سے کیا مراد۔ یوں ہی وہ ہزار در ہزار قاہر احادیث ونصوص صریحہ ائمہ قدیم وحدیث کہ بدمذہبوں سے اتحاد حرام، اختلاط گناہ۔ جو ان سے دوستی رکھے خود بدمذہب وگمراہ، انہیں سلام نہ کرو، کلام نہ کرو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، پانی نہ پیو، پاس نہ بیٹھو، ارتباط نہ کرو، وہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جاؤ، مریں تو ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان سے دُور بھاگو کہ کہیں تم خود گمراہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ ارشاداتِ کثیرہ عوام بے چاروں کو ان کی بھی کیا خبر!۔

اور دنیا میں عوام ہی مالدار عوام ہی اکثر اس طریقے سے وہ خدا اور رسول کا باندھا ہوا مضبوط قلعہ جس کا نام 'حب للّٰہ و بغض فی اللّٰہ' تھا بات کی بات میں پیوند خاک ہوگا اور حفظ و محافظت سنت و جماعت کا گریبان چاک۔ یہ چال اگرچہ حضرات نیچریہ کہ ہماری کمیٹی کے اکابر اراکین اور سپاہ اجلب علیهم بخیلک و رجلک کے سپاہیان۔۔۔ ہیں، آٹھ نو برس سے چل رہے تھے: مگر اس میں بڑا نقصان یہ تھا کہ الٰہی فوج کے سلطان تاجور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائبوں خادموں علمائے کرام نے عوام کو خوب سمجھا دیا تھا کہ یہ اشقیا ملحدین کفار مرتدین ہیں، قرآن عظیم کو کھیل بنائیں رسول کریم پر قہقہے اُڑائیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۱)

لہٰذا ان کی بات اہل عقل ودین کے نزدیک بانگ خر و بادِ شتر سے بھی زیادہ بے ہودہ وذلیل تر ٹھہری تھی، جیسا کہ وہ خود رو چکے ہیں کہ 'ہماری آواز اسی کمرہ میں گونجتی ہے اور ہماری مشعل اسی احاطہ میں روشن ہو کر بجھ جاتی ہے قوم کا بڑا حصہ ہماری آواز نہیں سنتا'۔

---

(۱) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (پارہ ۲۸، المنفقون: ۴)

وہ اوّل تو آیت حدیث سے آگاہ کیا اور جو سنی سنائی ہزار تحریف معنوی ولفظی کے ساتھ سنائیں بھی تو عوام پہلے ہی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمیشہ قرآن وحدیث معنی بگاڑا کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ اب تک سوا چند دنیا مرید زر پرستوں کے کسی پر چال نہ چلی، جال نہ پڑا؛ مگر اب جو یہ چند مُلّا نے خصوصا پرانے سیانے ہم نے گانٹھ لیے ہیں ان پھندیتوں کا پھانسا کہیں چھوٹتا ہے، جبہ کا جال دستار کا پیچ بدبلا ہے۔ یہ جب عمامے بھڑکا کر، چُنے پھڑکا کر، مقدس ریش وسر ہلا کر، کشادہ پیشانیوں پر سجدے کے گھٹے دکھا کر، کچھ آیتوں حدیثوں کے ساتھ مثنوی شریف کے اشعار گا کر، اتفاق واتحاد کی ہانک کُوکیں گے تو ایک کُوک میں سب گھڑیاں چل نکلیں گی وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے چاہا تھا:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم .

بدمذہبوں سے دُور ہو اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہ وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں فتنہ نہ ڈال دیں۔

اس کا کھٹکا نہ رہے گا ان کا چاہا بےکار جائے گا۔ ہمارے ارادے کا نالہ بھیگا پھر انہیں تصنیف کا بھی ڈھب ہے۔ اوّل تو ہر بونگ کے سامنے آتے قلم اٹھاتے، ہر ایک کو جرأت کہاں اور جو بعض مردانِ ہدی شیرانِ خدا مقابل بھی آئے تو عوام پر وہ اثر ہر گز نہ ہوگا جو نیچریوں اور مولویوں کے مقابلے میں تھا۔

اب ادھر سے علما کا وار ہے تو ادھر سے بھی مُلّوں کی چوٹ ہے۔ ادھر گنتی کے ہوں گے کہ بن میں شیر شہر میں شاہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ادھر آخور کی بھرتی سینکڑوں کی پوٹ ہے۔ عوام فرقِ علم کیا جانیں۔ ان کے نزدیک مولوی مولوی سب ایک سے بلکہ جس کا عمامہ بڑا وہی مولوی بڑا۔ ادھر آیت حدیث کی سند شافی ہے، تو ادھر بھی آیت حدیث کا نام اغوائے عوام کو کافی ہے۔

اتفاق اتحاد نے رسالہ بازی کو فحش وخودکشی ٹھہرا دیا؛ مگر یہ ندوے کی حمایت میں یہ بھی کرلیں گی۔ کتب سیر پیش نظر ہیں۔ ابتدائے اسلام میں تالیف و مدارات کے وقائع سے دفتر بھرلیں گے۔ اس کا منسوخ ہونا ائمہ کرام لکھ چکے، لکھا کریں، کہیں ایسا مشہور تو نہیں جیسے بہن سے نکاح کا نسخ مقصود عوام کا مارنا ہے، وہ ہر طرح مریں گے۔

مانا کہ ان کے سمجھانے چونکانے سے بعض کی آنکھیں کھلیں بھی تو اس قدر ضرور ہے کہ سیکڑوں بے خبر بھی رہیں گے۔ رسالے کتابیں کون دیکھا کرتا ہے۔ کچھ ادھر کچھ ادھر سنی سنی دوٹوک ہو ہی جائیں گے، اور یہی اصل مقصود ہے کہ جماعت سنت میں تفرقہ پڑے، ان کی بندھی ہوئی گرہ کسی طرح کھلے۔ ہمارا مطلب ہر طرح حاصل اور پھر خوبی تو دیکھیے کہ اتحاد واتفاق کے راستے سے نزاع واختلاف کی گھاٹی میں لے جائیں گے، جو کمیٹی کے ہتے چڑھے انہیں فرعونیوں کی طرح پانی کے راستے آگ میں پہنچائیں گے، اور ہاں ایک بڑا کرتب تو رہ ہی گیا جس کا سین دل کا چین جس کا جنتر ستم چھومنتر وہ یہ کہ للہ الحمد میاں من داد صلح فتاد

آریاں رقص کناں دست بہ شکرانہ (۱)

رآسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

عام محفل سجائیں گے، اتحاد کے سُروں میں لہرا بجائیں گے، دو متخالف فریق کے دو ملانے جنم کے بگڑے دُھر کے کھسیانے جس کے تخالف کا شور، اکھاڑوں کا زور، پالیوں کا شہرا، پانیوں کا دریا پورب سے اُمڈا پچھّم سے گزرا، انہیں بنا سنوار کر اسٹیج پہ لائیں گے۔ اسپیچ کہلوائیں گے، روئیں گے، رُلائیں گے، بھری محفل کے آگے گلے ملائیں گے، شُکرانے بھیجیں گے، شکرانے اُڑائیں گے، عملی کارروائی یوں کر دکھائیں گے، لوگ کہتے ہیں: لکھا مٹتا نہیں، ہم اگلے لکھے کو آگ لگائیں گے، ہوا بتائیں گے، پانی پھیریں گے، خاک میں ملائیں گے، چار عنصر میں نئے دانے نئے پانی نئی روشنی کی آمادانی سے دُھوم مچائیں گے۔

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش

الوداع اے دین ومذہب الفراق اے عقل وہوش

جب عوام کالانعام ایسے دوا عدا نظر جہاں میں مشیّن علما کا گلے ملنا، پاسدارئِ مذہب سے توبہ کرنا، اپنی اگلی کوششوں پر تین حرم کہنا دیکھیں گے، پھر کون ایسا ہے جو ان ترچھی نگاہوں کا مارا نہ پڑے، امانت کے سر پر آرہ نہ پڑے، مذہب کی قدر دلوں سے نکلے گی۔

---

(۱) شکرانہ بالفتح تسمے از برنج شیریں۔

نئی روشنی کی مشعل دن دھاڑے جلے گی، جب پیش خویش یہ سب منصوبے گانٹھ چکے، انجمن جمادی، اتفاق اتحاد کی لے گرمادی، دل میں نفاق لب پر اتفاق، اختلاف مقصودِ اتفاق کا حیلہ، دین و مذہب سے کھونا مراد اور علما کا وسیلہ۔

یہاں بدمذہبوں کے چار فرقے زیادہ مشہور تھے، رافضی، وہابی نیچری، غیر مقلد۔ ان کی کمیٹیاں اور سبھائیں بھی علحدہ علحدہ تھیں۔ ان کے آپس میں بھی نزاع و پیکار اور جوتی پیزار تھی؛ مگر ہندوستان کی بدقسمتی نے پانچویں بار جو کروٹ لی، یہ نئی روشنی کا پنج شاخہ ایسا بنایا کہ وہ اگلی چومک بھی اس میں آ ملے۔ یہ سب فرقے ملت واحدہ ہو گئے، اور اہل سنت کے مقابلہ میں دینی بھائی بن بیٹھے۔

لطف یہ کہ اس گندم نما جو فروش جمگھٹ نے بعض بھولے کم گو سادہ نیک خو ضعیف الاعتقاد و سریع الاعتماد معلّمی شعاروں بوڑھے ناتجربہ کاروں کو بھی اپنے دامِ فریب میں لاکر سو (۱۰۰) کے ہزار کرسی کی بہار کا وہ سبز باغ دکھایا کہ پہلے اقوال مہر دستخطی تحریریں جن کا خلاصہ یہ کہ (یہ سب بدمذہب ہیں ان سے احتراز واجب ہے) یک قلم مسترد فرمادیے اور یاروں کے یار ہو بیٹھے۔

سمجھ والے تو بیگانوں کو بیگانہ سمجھتے ہیں
وہ کیا سمجھے ہیں جو اغیار کو اپنا سمجھتے ہیں

کیوں صاحبو! کیا احکامِ شرعی کسی ہائی کورٹ کے نظائر ہیں جو کل کچھ تھے آج کچھ ہو گئے۔ یا (خاک بدہن رفاض) اخی جبریل یہ چلتا فقرہ کانوں میں پھونک گئے کہ رافضی معاذ اللہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیں، قرآن عظیم کو بیاضِ عثمانی بتائیں، ناقص و نا تمام کہیں، حفظ الٰہی کا انکار کریں، وہابیہ و غیر مقلدین ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہ میں عیب آنا مانیں، ہمارے حضور ﷺ کی شانِ پاک میں تنقیص و توہین اپنا دین جانیں، امام اعظم کو سب و شتم سے یاد کریں، اکابر دین کی خدمت میں بے باکیاں کرنے پر مریں، نیچری نار و جناں و ملائکہ و قرآن بلکہ خدا تک کے منکر ہوں۔ حضور پُر نور پیغمبر دو جہاں ﷺ کو ایک 'ریگستانی نبی' ماننے کے مقر ہوں؛ غرض جو چاہیں کہیں، جو چاہیں کریں، یہ انہیں ناپاک باتوں پر مکلّف ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، تم اگر ان سے ربط ضبط اتفاق اتحاد نہ رکھو گے تو ایمان ندارد، نماز روزہ اکارت۔ (دیکھو رسالہ اتفاق وغیرہ تحریرات ندوہ)

اب قرآن وحدیث سب بالائے طاق، آہ اتفاق واہ اتفاق۔ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں :

كلهم فى النار الا واحدة .

سب جہنم میں ہیں سوا ایک اہل سنت کے۔

اور ندوی ٹھہرائیں :

كلهم فى الجنة الا واحدة .

سب جنت میں ہیں سوا اصحاب سنت و جماعت کے۔

کہ ندوہ کا خلاف کیا اور ایمان گیا۔ اب وہ خدا کہ سب کو ایک نگاہ دیکھتا تھا یہاں دوسری آنکھ رکھتا ہے۔ قرآن پر ہنسو، حدیثوں سے استہزا کرو؛ مگر کوئی ندوہ کی روداد پر حرف رکھ سکتا ہے؛ غرض کمیٹی کی رائے نے رسول اللہ ﷺ کے تمام ارشادات کہ سب بدمذہب ناری ہیں، جہنم کے کتے ہیں، بدترین خلق ہیں، رافضی مشرکین ہیں، خارجی بے دین ہیں، بدمذہبوں سے میل جول ناجائز، ان کی عیادت نہ کرو، نماز جنازہ نہ پڑھو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، پانی نہ پیو، پاس نہ بیٹھو وغیرہ وغیرہ سب یک قلم منسوخ کردیے۔

اصحاب کرام وائمہ اعلام وخلفاے اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم کہ ہمیشہ انہیں فرمانوں پر کاربند رہے، مشرکین کی گوشمالی پر مبتدعین کی سزا کو مقدم رکھتے، اور ہمارے مشکل کشا شیر خدا کو لومنین خلافت ندوہ ہی کا خلاف فرماتے گزرے، معاذ اللہ سب کے سب نفسانیت، خودکشی، سرپھٹول میں گرفتار ٹھہرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قصور معاف، ندوہ کی دوستی آپ صاحبوں کو کس کس کی دشمنی کی طرف کھینچے لیے جاتی ہے۔

ع : بہ بیں کہ از بریدی وبا کہ پیوستی

آپ کو اپنے ندوہ ہی کی قسم تھوڑی دیر انصاف کی آنکھوں سے 'جامع الشواہد' اور 'الفتح المبین' کو ندوہ کی کتابوں سے ملا کر دیکھیے کہ پہلے آپ ہی کا کیا رنگ تھا اب کیا ڈھنگ ہے۔

ع : بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہ کہ آپ صاحبوں کا قصور نہیں، اصل صدر وارا کین دارالندوہ کی ماتحتی نے آپ نمائشی صدر و

اراکین صاحبان کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف، حضراتِ اصحاب کرام کے خلاف، ائمہ اعلام کے خلاف خود اپنی ساری عمر کے کام کے خلاف پر مجبور کیا۔

کس کس سے اس میں بگڑے گی کچھ یہ بھی دھیان تھا
باتیں تو آپ شیفتہؔ ان سے بنا چلے

حیلہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو اس واسطے ملا لیا ہے کہ فراق میں مقدمات ہوتے ہیں، روپیہ اٹھتا ہے، رسائل لکھے جاتے ہیں جھگڑا بڑھتا ہے، غیر قوموں کو مضحکہ بنانے کا موقع ملتا ہے، اس لایعنی عذر بدتر از گناہ کے دندان شکن جواب رسالہ مبارکہ 'سوالات حقائق نما' و رسالہ 'مراسلات سنت و ندوہ' وغیرہما رسائل اہل سنت میں بارہا دیے گئے اور لاجواب رہے، خدا سمجھ دے اور سمجھ کے ساتھ دین و دیانت بھی ملے، امانت کے سر نازنیں پر آرہ نہ چلے تو وہی ایک شعر لاجواب اس کا کافی وشافی جواب ہے۔

بارقیباں جدل فزوں می شد
یار راکشتہ از جدل رستیم

نزاعِ بدمذہباں یوں ختم کیا کہ سرے سے دین و مذہب ہی تج دیا یعنی

ع : وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

کسی ہازل کا یہ شعر ندوے پر ٹھیک اُتر گیا۔

زہر دے کر مار ڈالا رات ہم نے یار کو
ختم بھی کرتے کسی صورت غم اغیار کو

کاش پہلے یہ سمجھ آتی تو اپنے جگری بھائیوں رافضیوں، نیچریوں، وہابیوں، غیر مقلدوں کے رد میں فتوے کیوں لکھے جاتے۔ بڑے بڑے کچہریوں کیوں چڑھتے، مقدمہ بازیاں کیوں کرتے، دشمن کے ہاتھوں زہر کیوں کھاتے۔ آج ان خون گرم بُھتیوں سے آنکھ کیوں نیچی ہوئی، ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر معافی کیوں مانگنی پڑتی، افسوس یہ مت آئی تو پیچھے سے آئی، کوفیوں سے وفا بھائی مگر بعد خرابی بصرہ بھائی۔

ع : ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ایک عذرِ معمولی یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ جدائی میں عداوتِ مخالفت چمکتی رہے گی، اس صورت میں ہدایت کی امید کیسی !۔ اور جب ایک جگہ نشست و برخاست کا موقع حاصل ہوگا تو رفتہ رفتہ یہ باتیں دفع ہوکر انہیں راہِ راست میں لے آئیں گی۔

بہم دشمن بھی اک جا ہوں تو اُلفت ہو ہی جاتی ہے
یہ ہے مل بیٹھنا وہ شے محبت ہو ہی جاتی ہے

خوب جو سوجھی اوندھی ہی سوجھی، یہ نہیں کہتے کہ ان کی گمراہی آپ میں اَثر کر جائے گی۔

ع : ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

ابھی دیکھیے نہ کئی دن کئی راتیں، دو ہی دن کی صحبت، چار ہی ملاقاتیں، وہی ڈھنگ، وہی گھاتیں اور وہی وہی باتیں۔ ناظم صاحب نے بے حجاب ہوکر صاف صاف تقیہ کا اِعتراف کر ہی دیا علمائے اہلِ سنت مجامع ومحافل میں بیانات ورسائل مین دھڑی دھڑی تبرا ہونے لگا۔ افتراؤں کی بھر مار، چھل پہل بوچھار، نفاق کا آزار، افتراق کا گرم بازار بے دینوں پر نثار، سنیوں سے بیزار، بدمذہبوں کی تعظیم سنیوں پر گالی گفتار، مبتدعوں کی تعریف سنیوں کی ہجو بے شمار

جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
بات کرنی ہمیں مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

حد یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں صریح تحریفاتِ معنویہ ہونے لگیں، نیچری کلین سرز میں دین میں بحیلۂ تاویل تخم تغییر وتبدیل بونے لگیں، 'تحریف معنوی' سے نوبت تا بہ 'تحریف لفظی' پہنچی، نیا قرآن تصنیف ہوا، تازہ آیت گڑھی، ایمان سے کہنا کبھی پہلے بھی یہ لطف کی حرکات واقع ہوئی تھیں۔

جانِ من! یہ اسی نئی یاری کا اثر، انہیں نئے یاروں کی تلقین، اب بھی آپ کو یقین آیا یا نہیں، یہ تو خاص واقعہ کا حال تھا کہ آپ کا آئینہ آپ ہی کے آگے کر دیا، آپ ہی کا منہ آپ کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ اس سے قطع نظر کیجیے تو اس اختلاط میں ایک احتمال وہ ہو تو دوسرا پہلو یہ بھی تو ہے، پھر بحکم عقل و نقل ایسے اندیشۂ مفاسد سے احتراز فرض بلکہ زمانہ کی حالت فتنہ کی کثرت پر نظر کر کے تو آپ کے مرکوزِ خاطر کو (جو فقط برائے گفتن ہے) مضمون بعید بلکہ اَبعد اور اس گزارش کو قریب تر خیال کرنا

ضرور ہے۔

جب میں 'فتاوی القدوہ' پر نظر ڈالتا ہوں تو اپنے اس خیال کو یقین کے رنگ میں ڈوبا ہوا پاتا ہوں، بے شک بد مذہبوں کی محبت بد مذہب بنا کر رہتی ہے۔

رباعی

از ہم نفسان ناموافق بگریز ☆ از دوست نمایاں منافق بگریز

چوں شب سیہ است ظاہر و باطن شان ☆ از ظلمت شب چو صبح صادق بگریز

اب یہ بھی دیکھ لیجیے کہ اس پہلودار معاملے میں شریعت مطہرہ نے کس پہلو پر نظر فرمائی، کسے نظر انداز کیا، ہمارے بہی خواہ ہمارے رؤف ورحیم ہم پر ہم سے زیادہ مہربان، ہمارے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم نے یہی فرمایا :

لا تجالسوھم .

ان کے پاس نہ بیٹھو۔

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم .

ان سے دُور بھاگو انہیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

معاذ اللہ! حضور کے مقدس خیال میں یہ بات نہ آئی تھی، ہمارے میل جول سے بد مذہب ہدایت پائیں گے، راہِ راست پر آئیں گے۔ نہیں یہ منع فرمانا یقیناً اس قبیل سے تھا جس طرح شفیق باپ آوارہ مزاجوں بدمعاشوں کی صحبت سے اپنی پیاری اولاد کو روکے، پھر جس نے اپنے مہربان باپ کی نصیحت پر کاربندی کی دو جہان میں نفع پایا، اور زمانے نے بھی اسے 'سعادت مند' و 'خلف' کہہ کر یاد کیا۔ جس نے خلاف کیا، دارین میں نقصان پایا۔ ناخلف آوارہ واہی ناکارہ کہلایا۔

سب جانے دو فرض کیا کہ آپ کے دونوں عذر معمولی قابل مقبولی ہیں؛ مگر ان عذروں نے کیا یہ بھی کہہ دیا تھا کہ بد مذہبوں کو مسند وعظ پر بٹھائیے، ان سے لیکچر کہلوائیے، ان کی مدح وستائش دینی میں دفتر کے دفتر گائیے، ان کی تعظیم عظیم سے رب عظیم کا عرشِ عظیم ہلائیے۔

وہ صریح ضلالت کے کلمات علانیہ بکیں، انہیں شربت کے سے گھونٹ پی جایئے، نوشِ جان و شِیر مادر ٹھہرایئے۔ سکوت کیسا، حسب دفعات دستور العمل ندوہ اس کی اجازتیں دیجیے، تحسینیں کیجیے، چھاپیے بیچئے۔ اہل سنت معترض ہوں تو ان پر لام کاف چھانٹیے ۔ یہ کہاں کی حقانیت، کیسی امانت ہے، کس حد کا لطف، کس مد کی نظامت ہے۔ ذرا گردن اُٹھایئے، آنکھ ملایئے، آپ ہی سے کہتے ہیں۔ اب للہ للہ للہ ذرا خوفِ خدا و ہولِ قیامت پیش نظر رکھ کر کہیے، کوئی جواب ہے، کوئی عذر ہے، کوئی حیلہ ہے، شرم شرم شرم۔

ع : شرم بادت از خدا واز رسول

ہزار تف بریں لطف بد نظمی کہ ان نئے نئے بھتیوں سے میل جول فرض، اتحاد ایمان، اتحاد نہ رکھیں تو سُنی کفار، نماز روزے بیکار، سب حق پر ہیں، سب اپنی سمجھ پر مکلّف ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب ائمہ اہل سنت پر باہمی اقوال سے حکم کفر آتا ہے۔ الالعنۃ اللہ علی الظالمین۔

مسلمانی کا دعوی رکھتے ہو تو ذرا خدا اور رسول سے ڈر کر کہو کہ ایسی حالت میں علماے اہل سنت پر اس طوفان بے تمیزی کی مخالفت فرض تھی یا نہیں؟ جب علماے ندوہ شرکت ندوہ کی خاطر بریلی آئے اور ہمارے قبلہ وکعبہ عالم اہل سنت حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور تاج الفحول حضرت مولانا مولوی عبد القادر صاحب بدایونی دام ظلہم العالی اور دیگر علماے اہل سنت سے ملاقاتیں کیں، اس وقت بھی یہی کہا گیا کہ ندوہ اپنی طرف سے یہ چھپوا کر شائع کردے کہ ندوہ خاص اہل سنت کا ہے، اہل سنت کے خلاف کوئی کارروائی اس میں نہ ہوگی، اہل سنت مقلدین ائمہ اربعہ ہیں، جن کا مذہب مطابق مذہب علماے حرمین شریفین ہے، اہل سنت کے خلاف کوئی کارروائی ہمیں پسند نہیں۔

وعدے کر کے سب تشریف لے گئے۔ عبد اللہ صاحب انصاری تحریر لے گئے، حقانی صاحب خود بھی مضمون لکھ کر لے گئے، سلیمان صاحب پھلواری ضامن ہوئے کہ اسی پر کاربندی کریں گے، ندوہ سے کرائیں گے، یہ چُھپی نہ رہے گی، چھپی ہوئی دکھائیں گے؛ مگر ان وعدوں کا ظہور نہ ہونا تھا نہ ہوا، ندوے کو منظور نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ بہت صاحبوں نے تو کروٹ ہی نہ لی، اور سلیمان صاحب و

مفتی عبد السلام صاحب صاف آکر کہہ گئے کہ ہم عاجز و معذور ہیں، یہ نوخیز انجمن نہیں مانتی، اس کی ہٹ سے مجبور ہیں۔

واقعی ایک ہٹ سے آدمی مجبور ہوتا ہے، اس نوخیز انجمن میں تو تینوں داخل ہیں، انجمنی تریا ہٹ، نوخیزی، بالک ہٹ، ادعاے صدارت و سرداری راج ہٹ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اہل سنت کو اس مبارک اعلان سے کہ ہمارا جلسہ سنیوں کا جلسہ ہے، ہم نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں کی شرکت سے رضامند نہیں، کس نے روکا ہے یہ کہ انجمن بیچاری تو لاکھوں میں مانتی مگر اصل صدر و اراکین دارالندوہ جن کی ماتحتی میں یہ حضرات ہیں کہیں وہ بھی ماننے دیں۔

ع : پتلیاں تار کے بل چلتی ہیں

سوال: خدارا انصاف مسندِ وعظ پر کہ حقیقۃً مسند مصطفیٰ ﷺ ہے، ان کے مخالفوں یعنی بدمذہبوں کو بٹھا کر اغیار کے مضحکہ کا سامان آپ نے اپنے ہاتھوں تیار کیا یا نہیں۔ کل تک جن لوگوں کو بدمذہب مبتدع لکھ کر چھاپا، آج انہیں بے توبہ لیے دینی عزت دے کر ان کی مدحت تعظیم خدمت کی سعادت لے کر نگاہِ یار و اغیار میں اپنے آپ کو نہ اپنے آپ اپنے دین و مذہب کو ذلیل وخوار کیا یا نہیں؟، اگر چہ عقلا کے نزدیک ایسا مقام بدمذہبوں کے لیے باعث توقیر نہیں ہوسکتا ۔

من از بے قدری خامد سر دیوار دانستم
کہ ناکس کس گردد ہرگز از بالانشینی ہا

مگر یہ ہولناک واقعہ نگاہِ عوام میں بدمذہبی کو ہلکا اور مذہب حق کو بے قدر کرنے والا ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سوال: اگر حضرات یا حضرات کے کسی بزرگ کی شان میں کوئی بدشخص اَدنی گستاخی کرے تو اس سے میل جول کیسا، اپنے مقدور بھر ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمائیں؛ مگر ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عائشہ و فاطمہ و حسن و حسین صلی اللہ علی مولاہم و علیہم و بارک و سلم کے بُرا کہنے والے گالیاں دینے والے جگری بھائی ہیں۔ شرم شرم شرم تحریر حقانی جی کی جورُوداد اوّل میں ہے، سر بازار پردۂ حیا چاک کر کے ان ملاعنہ کے تبرا کو ذرا سی بات ٹھہرا کر گاتی ہے کہ ذرا ذرا سی بات کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔ تف تف تف

ہاں! یہ بھی فرمایئے کہ آپ ہی کا یہ ایجادی مسئلہ کہ جو کلمہ گو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو ہمارا دینی بھائی ہے۔ کسی فرقہ کا مسلمان ہو اسے بُرا کہنا حرام، اس سے اتحاد رکھنا فرض، اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد، سب حق پر ہیں، اللہ سب سے راضی ہے۔ بریلی میں کیوں رنگ بدل گیا کہ صدہا کلمہ گویوں سچے مسلمانوں، مذہب حق کے خدمت گزاروں پر بے باک روئداد ناپاک اخباروں میں زبان دراز بدمعاشوں کے پردے میں گالیوں کا تانتا باندھ دیا۔ اب آپ کا ایمان ندارد ہوا یا نہیں۔ خیر! ہم تو یہ کہہ کر خاموش ہو رہے کہ نہ ہمارے علمائے کرام مذہب حق کی حمایت کرتے، نہ بزرگانِ دین کی طرح تبرا سنتے۔

ع : ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

مگر ندوہ اور اس کے ارکان کی تہذیب کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ یہ عادت اپنے دینی بھائی رافضیوں کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ اب سمجھے کہ یہ تہذیب وزن برابر کرنے کی غرض سے عمل میں لائی گئی کہ ان کی علمی باتوں کا جواب ہم سے نہ ہو سکے گا۔ ہماری گالیوں کا جواب ان سے نہ بن پڑے گا۔ ہم یوں بھی خوش ہیں، خدا ہمیں حمایت دین حق پر قائم رکھے، اور مخالفین مرتے دم تک گالیاں دیتے رہیں، چھیڑنے والے گالیاں ہی سننے کو چھیڑتے ہیں۔

داغ کو چین ہی نہیں آتا

اُن سے جب تک بُرا بھلا نہ سنے

ہمارے نزدیک آپ کے ایجادی مسئلہ میں کلمہ گوئی اور نماز روبقبلہ پڑھنے کے ساتھ اگر یہ قید بھی ہوتی کہ ندوہ کا مخالف نہ ہو تو گالیوں کی شکایت کا بنا جواب لیس رہتا اگرچہ ضروریات دین کا شگوفہ پرانے بوسیدہ خیال کے مولویوں نے پڑھا کر اسلام کے وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا صرف توتے (طوطے) کی طرح کلمہ پڑھنا، اور بلادِ شرقیہ وغربیہ میں ہر درود یوار و کافر و دنیا کے سایۂ صبح وشام کی صورت قبلہ کی طرف سجدہ میں پڑنا، نہ فقط مومن بلکہ محبوبِ خدا و ولی بے خطا ہونے کے لیے بس ہے؛ مگر ہمارے ندوہ پر ایمان لانا ایسا ہی مدارِ ایمان وضروری دین ندویان ہے جن کا منکر اگرچہ لاکھ کلمہ گو ہو، ہزار روبقبلہ نماز پڑھے، کافر اور کافر بھی کیسا، حربی، اور حربی کو سب وشتم سے یاد کرنے میں حرج نہیں۔

ہاں! بظاہر اس قید سے بچے تو کیا ہوا، یہ مادۂ فاسدہ فی بطن الندوہ ضرور موجود تھا جب تو ندوے کے بعض سرپرستوں بعض چیلے چانٹوں نے مخالفانِ ندوہ کو مخالف اسلام لکھ کر یہ مطلب پورا کیا۔

ع : جو ہو ندوہ کا مخالف وہ مسلمان کیسا

ع : اگر پدر نتواند پسر تمام کند

بھلا چھٹ بھی کس حساب میں ہیں، خود ناظم صاحب بایں ادعائے تقوی وتصوف اپنے خطوط میں مخالفان ندوہ کو مخالفین اسلام لکھ چکے ہیں، خدا کی شان علمائے اہل سنت پر تکفیر تکفیر کا جھوٹا الزام اور خود اس کا سچا ارتکاب۔ اگر معاذ اللہ کوئی ان کی طرح بے باکی اوڑھ لیتا تو جواب میں یہ رباعی بس تھی۔

نظامت زائے ندوہ کا فرم خواند ☆ چراغِ کذب را بود فروغے

مسلماں گویمش زیرا کہ نبود ☆ دروغے را جوابے جز دروغے

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ندوے میں نیچری رافضی کوئی شریک نہیں، خدا سچ کرے؛ مگر صاحبو! ابھی تو جولاہے کا تیر ہے، روئداد جلسۂ دوم تو کچھ اور ہی کہہ رہی ہے۔ ذرا فرد اراکین قسم اوّل وقسم دوم ملاحظہ ہو۔ کتنے نمبر تقیہ فروش شیعی بھائیوں کے نام سے سیاہ پوش ہوئے ہیں۔

اب رہے نیچری ان میں سے بھی اس جلسہ کے اعلی اراکین میں داخل مشتے نمونہ از خروارے، شبلی صاحب بہادر ہیں جو آپ کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہتے ہیں۔ ندوہ کا سارا دارو مدار انہیں پر ہے۔ بے ان کے مشورہ کے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: بدمذہب کی ملازمت سے آدمی بدمذہب نہیں ہو جاتا۔ ان کی نسبت محض بدگمانی ہے، ہم تو اسے مان بھی لیتے؛ مگر ان کی تصانیف مثل مثنوی صبح امید وغیرہ بالتفصیل ان کی نیچریت کی روشن دلیل اور جلسہ بریلی میں شاہ سلیمان صاحب کا نیچریت والحاد کے بیان پر ان کی طرف کنکھیوں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے یہ فرمانا: 'چاہے ہمارے مولوی شبلی صاحب برا مانیں'۔

اُدا شناسوں کے نزدیک ان کی ساری نیچریت کا اجمال جمیل اس کے علاوہ 'مضامین نظم ونثر' کے صفحہ ۹۰، ۹۱ میں خود ندوے نے اپنے تمام نیچری رافضی غیر مقلد وہابی سارے کنبے کے مدحت کے گیت گائے ہیں، یہ تو چھپی نہیں چھپی ہے، اس کا عذر کیا ہوگا بلکہ مولوی عبد العلی صاحب آسی مدراسی

کہتے تھے: 'وہ تو میں نے بہت بند چھاپنے میں نکال ڈالے، اس میں تو بہت ہی کرم بھری تھی'۔

اس پر خیال کیجیے کہ اس کا چھپر ذبیح چھپرا موی کے سر رکھو، ساری ڈھلی بگڑے بے چارے ذبیح کے گلے باندھو تو حضرت یہ بخیر ہے، اگر کوئی کافر کلماتِ کفر بکے، دو خدا مانے، رسول کی جناب میں گستاخیاں کرے، اور آپ اسے یوں ہی بلا ردو انکار چھاپیں، بیچیں، شائع کریں تو آپ خود بھی خدا اور رسول کو گالی دینے سے بچ نہیں سکتے، نہ کہ صرف طبع اشاعت ہی نہیں بلکہ صریح تحسین کریں، اجازت دیں، اسے بزرگانِ اسلام سے گنیں، تحریر و محرر کی تعریف کریں، اسے اپنے جلسہ کا مقرر و لیکچرر کہیں، تو قطعاً یقیناً ہر ذی عقل کے نزدیک وہ سب کلماتِ ملعونہ اس سارے جلسہ مجنونہ کے ٹھہریں گے، اور کفر و الحاد و زندقہ و فساد جو جو احکام ان کلمات پر ہوں، سب اراکین کو حصہ رسد پہنچیں گے، اور خود ندوہ کو اس کا صریح اقرار ہے۔

ذرا دفعہ (۱۹) دستور العمل ندوہ ملاحظہ ہو، آپ ہزار بچا کریں وہ صاف پکار رہی ہے کہ ندوہ میں جو کچھ چھپے گا، سب کا مسلمہ ہوگا۔ صاحبو! خدائے قہار کبھی بد مذہبوں کے لیے حجت نہیں رکھتا، ہاں جناب ناظم صاحب ذرا نگاہِ روبرو۔ اسی 'مضامین نظم ونثر' کے ٹائٹل پر آپ کیا بولتے ہیں: 'امسال ملک کے مختلف ٹکڑوں سے جو لائق اور ہمدرد بزرگانِ اسلام نے خود تشریف لا کر یا مضامین بھیج کر تحریراً و تقریراً قوم کی اصلاح و ترقی کی تدابیر بتانے اور اپنے پُر اثر بیانات اور دلآویز نظم ونثر سے قوم کی رغبتیں بڑھانے میں صرفِ ہمت فرمائی اس کی رُوداد چند حصوں میں شائع کی گئی ہے، ازاں جملہ تیرہ تقریروں کا یہ ایک مجموعہ ہے جس کا سلسلہ صفحہ اول کتاب ہذا سے شروع ہوتا ہے۔

فقیر آثم محمد علی ناظم عفی عنہ'۔

خدا کی شان! آپ کی جو روداد ٹکڑے ہو کر بٹی، ممکن تھا کہ آپ اپنی اس تمہید کا پھندنا کسی اور ٹکڑے کے ماتھے لٹکاتے؛ مگر قسمت کا لکھا کہ یہ اقراری لکھا اسی ٹکڑے کے حصے میں پڑا۔ اب ذرا انصاف کی عینک لگا کر ملاحظہ ہو کہ اس ٹکڑے میں آپ کے بزرگ اسلامی و لائق ہمدرد دینی ذبیح صاحب نے سنت جماعت و جماعت سنت و دین و دیانت کو ذبح کر کے دین الٰہی کو نئی روشنی سے 'اصلاح' اور ندوہ و نیچریت کو ترقی دینے کے لیے کیا کیا پُر اثر و دلآویز ٹکڑے پارچے کیے ہیں، اور غیر مقلدوں، وہابیوں اللہ عزوجل کا جھوٹ جائز ماننے والوں، نیچریوں، رافضیوں سب کی

دہائی دے کران کی مدائح کے گیتوں میں کیا کیا زمزمے لیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ تا صفحہ ۹۱)

یہاں تو نام بنام تمام مخالفین اہل سنت کے اکابر غیر مقلدوں کے پیشوا وہابیہ کے معتمدین نیچریہ کے سر برآوردہ رافضیہ کے مجتہد کو سراہا اور ان سے دوہائی مچا کر ان سے دین و مذہب کا سنوارنا چاہا، آگے آپ کے انہیں بزرگ نے مدحِ ندوہ میں صاف فرمادیا۔

نہیں یہ بھی کچھ کم ہے اعجاز اس کا ☆ کیا جس نے ہے شیعہ سُنی کو اکٹھا
یہی ہے اگر جذب اس کا تو حقا ☆ علی گڑھ کو بھی کھینچ لاوے گا اس جا
مبارک ہے وہ دن کہ جب یہ دن آئے ☆ مسلمانوں کو یہ وہ جلسہ دکھائے
اگر ہو گئے متحد سب یہ فرقے ☆ تو بیشک مسلمانوں کے دن پھریں گے

اللہ اللہ! ندوہ کے بزرگ یوں صاف صاف ہانک بولیں اور سارا ندوہ اسے مقبول ومرضی رکھ کر چھاپے وشائع کرے، دن دھاڑے آنکھوں میں خاک جھونکنے کو تیار کہ ہمیں نیچریوں رافضیوں سے کیا علاقہ، ندوے میں کوئی بھی ایسا نہیں یعنی اگر چہ خون رواں ہے مگر خدا جھوٹ کرے غرض

ع : بے حیا باش وآنچہ خواہی کن

سوا اس کے مضامین ثلثہ کی صاف صریح روشن تصریح سن ہی چکے، جس میں اہل ندوہ کو خود اقرار ہے کہ ندوہ شاخِ کانفرنس نیچریاں ہے۔ بھلا یہ تو آفتاب سے زیادہ واضح ثبوت ہیں۔ عاقل انصاف پسند تو اتنی ہی بات میں ان پکے ہوشیاروں کا کچا چٹھا سمجھ سکتا ہے جو 'مضامین ثلثہ' سے منقول ہو چکی کہ نیچریوں نے ندوہ کی تائید میں جلسے کیے، کانفرنس میں اس کی تائید ومدح وستائش کے ریز ولوشن پیش ہوئے، نیچری صاحبوں نے علاوہ رودادِ سالانہ کے ستر (۷۰) صفحے اس کی تعریف و ترغیب میں جداگانہ چھاپے، ایمان سے کہنا کبھی کبھی نیچریوں کو کسی جلسہ دینی سے ایسی دلچسپی ہوئی تھی، یہیں ہے سارا حال جال چال خال خال ظاہر۔

ع : خواب ایں نرگس فتاں تو بے چیزے نیست

ذرا روہیل کھنڈ گزٹ مطبوعہ ۱۶ مئی ۹۶ء پر بھی نظر ڈال لیجیے جس سے ظاہر ہے کہ جلسہ ندوہ کو اس کے سرسید کا عنایت آمیز اسلام بذریعہ ٹیلیگرام رسید ہوا، اور تھوڑی دیر' ناظم صاحب کی پہلی برکت' پر بھی نظر فرما لیجیے۔ صفحہ اوّل میں ارشاد ہوتا ہے: 'مختلف خیالوں اور متعدد فرقوں کے اصحاب

اس اتحاد و یک دلی کے ساتھ باہم شیر وشکر نظر آتے تھے کہ گویا کبھی ان کے درمیان میں کسی قسم کا اختلاف ہی نہ تھا'۔

اور پھر آپ کا ندوہ بالکل دھوئے دھائے پاک وصاف ہے۔ بھلا اسے بدمذہبوں سے کیا علاقہ، تکلیف تو ہوگی یہ برکت تمام وکمال دیکھ لیجیے۔ مسجد آرہ کی کارروائی امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے مطیعوں کے حق میں کس قدر دل شکن واقع ہوئی۔ سبحان اللہ! کہاں وہ 'الفتح المبین' 'جامع الشواہد' کی مہریں، کہاں وہ فتوے، کہاں وہ امامت غیر مقلدین پر علی گڑھ میں صدر صاحب کے زور وشور مقدمے دعوے، اور کہاں دفعۃً یہ کایا پلٹ کہ ان کی امامت جائز، بلا کراہت دھڑلے سے غیر مقلدین کو امام بنائیں، خود مقتدی بنیں، زور شور سے آمین بالجہر کہلوائیں، مزے سے سنیں، اس پر خوشیاں منائیں اور پھر مقلد کے مقلد بنے رہیں۔

مسلمانو! کون نہیں جانتا کہ ان غیر مقلد صاحبوں کے جہری نعروں کے کیا معنی ہوتے ہیں، یہ کہ ابوحنیفہ نے غلط سمجھا، ابوحنیفہ نے حدیثوں کا خلاف کیا، ابوحنیفہ کو علم نہ تھا، وہ باطل پر تھے، ہم حق پر ہیں۔ ان کے لکیر کے فقیر کان کھول کر سنیں کہ ہم ان کے مخالف، ان کے بدگویوں، ان کے خلاف ضرب لگاتے ہیں۔ آفرین ہے ان حضرات کو جو ایسی صدائے دل شکن سن کر مسرت ظاہر فرمائیں۔ شاباش ان صاحبوں کو جو اس واقعہ کو اپنے اہتمام سے طبع کرائیں۔

ندوہ کی پہلی برکت تو وہ تھی جس نے حامیانِ حق کو ماحیانِ حق سے شیر وشکر کرا دیا۔ طوطی و زاغ کو ایک قفس میں بٹھا دیا۔ دوسری برکت یہ ہوئی کہ حمایت حق سے دل برداشتہ کر کے اعانت باطل پر کمر بستہ کر دیا۔ رباعی

ندوہ بھی عجیب ہے مرکب معجون ☆ ظالم نے لیا ہے سر پہ سنت کا خون
پہلی برکت تھی اس کی آمین بالجہر ☆ اور دوسری تیسری ہے قحط وطاعون

اب کون کہے، یہ سب کارروائیاں مذہب حق کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں ہیں۔ کل تک جو آپ سے سنا تھا، آج آپ سے عرض کیا جاتا ہے کہ ان سے دُور رہیے، ان کے قلوب پر تو مہر کر دی گئی ہے۔ آپ اپنی پہلی مہروں کو یاد کر کے ان بے مہروں سے مہر ومحبت نہ کیجیے، اور اس ہیبت ناک مہر سے بچیئے، دشمنوں کی دوستی پر نہ جائیے، ان کے ظاہری تپاک پر خیال نہ فرمائیے۔

ز تعظیم تواضعہاے حضم ایمن شوصائب

کمر خم کردن صیاد آفت ہاست مرغاں

دوستی کرنی معمولی اور سرسری امر نہیں، اس میں تامل اور دیکھ بھال کے لیے حدیث شریف سخت تاکید فرما رہی ہے :

المرء علی دین خلیله فینظر احدکم من یخالل .

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو خوب دیکھ لو کس سے دوستی کرتے ہو۔

شیخ مجدد صاحب فرماتے ہیں کافر کی صحبت سے مبتدع کی صحبت زیادہ مضرت رساں ہے۔

اور بے شک ایسا ہی ہے کہ وہ کھلا کافر اور یہ کھلا شیطان ہے۔ حضرت مولانا مولوی معنوی کی مثنوی شریف کے اشعار سے ندوی واعظ اپنے وعظوں کو رونق دیتے ہیں، ارشاد کرتے ہیں۔

تا توانی دور شو از یار بد ☆ یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند ☆ یار بد بر جان و بر ایمان زند

جلسہ بریلی کے بارے میں آپ کی جو رُوداد چھپ کر ہمارے پاس آئی ہے، اب ہم اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتے ہیں، اور ندوے کی تہذیب وصدق کا بھانڈا پھوڑتے ہیں؛ مگر اس سے پہلے ایک لطف کا امر گزارش کرنا ہے۔

الحمد للہ! اس جلسہ سے ندوی صاحبوں پر علماے اہل سنت کی وہ ہیبت چھائی کہ مہینے ہوئے آج تک رودادِ جلسہ شائع نہ فرمائی۔ اب جو یہ چند ورقی شرما شرمی لکھ کر چھاپی تو ناظم صاحب کا نام نہیں بلکہ منشی احسن صاحب بہاری لال گلابی ٹائٹل پر چمک رہے ہیں؛ حالانکہ حسب دفعہ ۱۷ دستور العمل ندوہ روداد کا انتظام وذمہ ناظم ہے۔

کیا وجہ کہ ناظم صاحب نے روئداد اپنے دستخط سے جاری نہ فرمائی۔ دو حال سے خالی نہیں، یا یہ روداد منشی بہاری ہی کی زادۂ طبع ونتیجۂ افکار ہے، یا ناظم صاحب کا دلی بخار اور مشتہر صاحب کا نام نامی ع : چوں بار ہمی بر وعزیز ست کی قید میں گرفتار۔ بہر حال ناظم صاحب اور ناظم صاحب کا ندوہ اعتراضِ بے ضابطگی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ندوے کی سوم رُودادِ مختصر اور اس پر منصفانہ نظر

قولہ: ترقی علم کا ذوق ہمارے دلوں میں ڈالا۔

اقول: یعنی فلسفۂ جدیدہ یورپ جسے بے ردوقدح داخل نصاب کرنے پر ندوہ مٹی ہوئی ہے۔ صاحبو! یہ ذوق ادھر کا الہام نہیں دوسری طرف کا القا ہے۔ ذرا دارُ رودارُ و میں فرق کیے ہوئے

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

قولہ: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (۱) کا خطاب دے کر۔

اقول: پوری آیت پڑھیے پوری: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر عمل کیوں نہیں کیا اس کے آگے تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲) ارشاد ہے جسے ہر طرح مٹاتے پر ندوہ مٹی ہے مناظرہ بند، ردوقدح بند، نزاعی سوالوں کے جواب بند۔ (دیکھو روداد اول ودوم ومضامین نظم ونثر وغیرہا) یہاں تک کہ کسی امر میں رنج نہ چاہیے۔ (روداد اول صفحہ ۶۹) یعنی سب میں گیا درجہ گرانکار بالقلب ہے وہ بھی نہ ہو اتحاد فرض شِیر وشکر رہنا مدارِ ایمان (مضامین اربعہ وغیرہا) کلا واللہ یہ تو خیر امۃ کے اوصاف نہیں، امت شر کا حال ہے: كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ (۳)

قولہ: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (۴) کا مامور بنایا۔

اقول: حق ہے یعنی سب راہِ حق پر ثابت قدم رہو، رافضی، خارجی، غیر مقلد، وہابی، نیچری، ندوی ہو کر پھوٹ نہ ڈالو، نہ یہ کہ فرقے چاہے سو (۱۰۰) ہوں سب ایک ہی بنے رہیں جو ندوے کا ایمان ہے۔ (مضامین اربعہ صفحہ ۱۸)

(۱) تم بہترین امت ہو۔ (پارہ ۴، ال عمران: ۱۱۰)
(۲) بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ (پارہ ۴، ال عمران: ۱۱۰)
(۳) جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے۔ (پارہ ۶، المائدہ: ۷۹)
(۴) اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط تھام لو۔ (پارہ ۴، ال عمران: ۱۰۳)

قولہ: وَ تنازَلا لا (۱) عکا حکم سٗوکو

اقول: وَ يَ دُ لجوم ظُۃ (۲) لاتلیلجذکم کھک بِ فَمَافار یِ اللّٰہِ (۳) لود

فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمین (۴) ولا تركنوا الى الذين ظلموا

فتمسكم النار (۵) وغیرہا آیات تو شاید ندوے کے قرآن میں نہ ہوں گی جن میں صاف ارشاد

ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[یہاں بیاض ہے]۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انصاف، کیا یہی تعلیم محمدی ہے، حاشا اللہ واللہ کہ ان کی تعلیم پاک بالکل اس کے خلاف ہے۔

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۶)۔

قولہ: ندوہ کی پکار کوئی معمولی پکار نہیں۔

اقول: یہ سچ ہے، ایک پہلے ہوتی تھی جس کا اثر اجتماع احزاب تھا، دوسرے تیرہ سو برس کے بعد اب ہوئی اجتماع اہل مذاہب ناصواب ہے؛ مگر ان شاء اللہ تعالیٰ: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۷)۔

قولہ: علمائے ربانی کی پکار ہے۔

اقول: ضرور غیر مقلد، نیچری، رافضی، وہابی اگر علمائے ربانیین نہ ہوں گے تو کیا اہل سنت ہوں گے!۔

قولہ: ندوہ نے نعرہ کیا اور ہر طرح سے لبیک کی صدائیں آنے لگیں۔

اقول: کیا احزاب سے بھی زیادہ؟۔

---

(۱) اور آپس میں جھگڑو نہیں۔ (پارہ ۱۰، الانفال: ۴۶)

(۲) اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ (پارہ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۳)

(۳) اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔ (پارہ ۱۸، النور: ۲)

(۴) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پارہ ۷، الانعام: ۶۸)

(۵) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (پارہ ۱۲، ھود: ۱۱۳)

(۶) مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ (پارہ ۲۸، المنفقون: ۷)

(۷) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔ (پارہ ۲۷، القمر: ۴۵)

قولہ: جلسہ کا اعلان ہوا اور عالم میں ہل چل پڑ گئی۔

اقول: اور ہل چل بھی کیسی لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ(۱)

قولہ: اہل اسلام کے طبقے میں جوش پھیل گیا۔

اقول: سچ ہے، مگر اہل باطل میں یوں کہ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ(۲) سب مل کر اہل حق پر ایک ساتھ نرغہ کریں اور اہل حق میں یوں کہ: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ(۳)

جن سے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے مقابلہ کو سامان جمع کیا ہے ان سے ڈرو تو اسے سنتے ہی ان کا جوش ایمان اور زائد ہو گیا اور بولے اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا خوب کام بنانے والا۔

قولہ: پانچ سو روپیہ زادِ راہ۔

اقول: مگر خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى نصیب نہ ہوا۔(۴)

یہ پانچ سو کے دن کے واقعی بہاری صاحب نے حقانیت ندوہ کی کیا کیا مال دار دلیلیں پیش کیں۔ ع : فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قولہ: خود بریلی کے جج صاحب بہادر نے ایام جلسہ میں تعطیل کر دی اور مسلمان عمال کو شراکت جلسہ کی عام اجازت دی۔

اقول: اب خاتمہ دلائل ہو گیا اس سے بڑھ کر دلیل حقانیت ہو سکتی ہے۔ جج بہادر حیدر آباد تشریف لائیں، صاحب جج بہادر بریلی پسند فرمائیں، پھر اس جلسہ کی خاص دینی اسلامی شرعی ایمانی ہونے میں کیا شک کی گنجائش ہے!۔ ع : لا أمر بعد اتفاق

(۱) جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں۔ (پارہ ۱۳، ابراھیم: ۴۶)

(۲) ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو۔ (پارہ ۵، النساء: ۱۰۲)

(۳) پارہ ۴، ال عمران: ۱۷۳)

(۴) سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔ (پارہ ۲، البقرہ: ۱۹۷)

قولہ: بریلی کے غریب میزبانوں نے ایسی میزبانی کی۔

اقول: مگر امیر میزبانوں نے وہ مہربانی کی کہ مٹی کی پرانی میلی نمکوریوں میں کتھا چونا دیا۔ ذرا ناظم صاحب سے پوچھنا۔

قولہ: اس شہر میں کایستھ سبھا اور آریہ سماج کے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔

اقول: یہی تو بتقلید نیچر یہ آپ حضرات کا منتہائے ہمت و مبلغ علم ہے۔ دنیا کی ٹیم ٹام ظاہری دُھوم دھام پر مٹے پھرتے ہو۔ اسی کو مسلمانوں کی ترقی، اسلام کی برکت، اسلام کی بہبود جانتے ہو۔ اسی میں کافروں کی پیشی و بیشی دیکھ کر ہائے تنزل وائے کے مرثیے گاتے ہو۔ اسی میں ان سے بڑھنا چڑھنا اور نہ بن پڑے تو برابر ہی پڑا چاہتے ہو۔

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (1)

مگر حاشا نہ یہ اسلام کی خوبی، نہ مسلمانوں کی ترقی۔ مسلمان ان باتوں میں ہمیشہ کفار سے کم رہے ہیں، اور کم رہیں گے، مسلمانوں کا خدا صاف فرما چکا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۱)

ہرگز آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ اس چیز کو جو ہم نے کافروں کے گروہوں کو برتنے کے لیے دی دنیا میں جینے تک کی رونق انہیں فتنے میں ڈالنے کو اور تیرے رب کا رزق بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

کفار و دنیا دونوں عدوّ اللہ ہیں، کفار و دنیا دونوں ملعون ہیں، عدو اور ملعون۔ ملعون ہی کو لائق ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ (2)

اس تھوڑی سی تمتع دنیوی پر جو کافروں کو ملا آپ حضرات کا یہ حال ہے۔ اگر مناسبت عداوت و لعنت اپنا پورا عمل کرتے تو سب میں پہلے اسلام کو سلام کرنے والے، ایسے ہی دنیاوی زرق برق

(۱) بولے اے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔ (پارہ ۹، الاعراف: ۱۳۸)
(۲) گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے۔ (پارہ ۱۸، النور: ۲۶)

پسند کرنے والے حضرات ہوتے۔ رب جلا وعلا خود فرماتا ہے :

وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ (پارہ ۲۵، الزخرف: ۳۴)

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ سب ایک دین باطل پر ہو جائیں گے تو ہم بنا دیتے انہیں جو خدا کے منکر ہیں ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کو دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگائیں اور انہیں بہت کچھ آرائش دیتے اور یہ سب کچھ کیا ہے یہی دنیا کے جیتے جی کا برتنا اور پچھلا گھر تیرے رب کے یہاں انہیں کو ہے جو پرہیز گاری کریں۔

ایمان سے کہنا، اگر رب العزت عز جلالہ ایسا ہی کرتا کہ دنیا میں ہر کافر کے مکان سونے چاندی کے ہوتے، چاندی کی چھتیں، چاندی کی سیڑھیاں، سونے کے دروازے، سونے کے تخت، ہزار گونہ آرائش وتجمل سے ہر صفت تو اس وقت حضرات نیچر یہ اور آپ صاحب اگر بالفرض مسلمان رہتے بھی تو کیا کچھ ہائے ذلت، وائے پستی، آہ تنزل، واہ بدبختی کہہ کہہ کر چلاتے، اور کس کس قدر اسلام ومسلمین کی تذلیل وتحقیر کے مسدس وقصائد ومضامین ثلثہ واربعہ ونظم ونثر گاتے۔

اللہ اللہ اسلام کی قوت، مسلمین کی شوکت جس امر میں تھی یعنی دین پر ثبات، حق پر استقامت، گمراہوں پر سختی، بدمذہبوں سے نفرت، معروف کی تاکید، منکر پر شدت وہ سب تو یوں گنوا بیٹھے کہ سب حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نگاہ دیکھتا ہے، مناظرہ حرام ردخود کشی، مسائل نزاعیہ کا جواب سکوت وخاموشی اور جس امر کو ترقی اسلام ورفعت مسلمین سے نام کو علاقہ نہیں بلکہ اس میں بڑا حصہ کفار ہی کا ہے اسے یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھیے اور اس میں برابری پر مریے، جان من! اسی کو تو دنیا کوشی ودین فراموشی بلکہ دنیا خری ودین فروشی کہتے ہیں۔

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم
تو خواہ ازسخنم پند گیرو خواہ ملال

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پُر نور تاجدار رسالت علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتحیۃ کو دیکھا کہ چٹائی پر لیٹے ہیں، اس کے نشان بدن اقدس پر بن گئے ہیں۔ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ امیر المومنین کو بے اختیار رونا آیا، عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! قیصر وکسریٰ کافرانِ مجوس ونصاریٰ اس ناز ونعمت میں، اور حضور (ﷺ) اللہ کے رسول اس تکلیف ومحنت میں!۔

فرمایا: اے عمر! کیا تو راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔

خود امیر المومنین فاروق اعظم باوصف ان فتوحاتِ عظیمہ کے جب بیت المقدس تشریف لے گئے ہیں، وہاں کے پادریوں نے حضور کو دیکھنے کے لیے بلایا تھا، دشمنوں کے سامنے اس حالت سے جلوہ فرما ہوئے کہ اونٹ پر غلام سوار اور اپنے ہاتھ میں مہار، بدن مبارک میں چمڑے کا کُرتا، جس میں سترہ پیوند۔

اللہ اللہ! اگر ایسے لوگ حضرات صحابہ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو کیسا کیسا ہنستے، احمق سمجھتے اور دل میں تو اب بھی کہتے ہوں گے کہ وہ ریگستانی جفاکش ناز ونعمت کے مزے کیا جانیں۔ یہ لطف عجیب ونظم وترتیب وآراستگی وتہذیب تو کچھ دانایانِ یورپ ہی کو نصیب۔

ع: خضر کیا جانیں فریب اگلے زمانے والے

سچ فرمایا علمائے باطن نے کہ 'اگر تم صحابہ کو دیکھتے تو انہیں مجنون کہتے اور وہ تمہیں دیکھتے تو کافر سمجھتے'۔ **نسأل اللّٰہ العفو و العافیة .**

قولہ: اس سال کے جلسہ کو پچھلے دونوں سال سے کہیں باشان وشوکت کر دکھایا۔

اقول: رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، غیر مقلدوں کے جمگھٹ سے شان وشوکت تو سال اوّل ہی سے تھی، ہاں اس سال یہ ترقی نمایاں نئی نرالی، بڑی چمک والی ضرور نصیب ہوئی کہ ایک مسماۃ بازاری(۱) صاحبہ نے ندوہ کی رکنیت وسروری قبول فرما کر اسے رونق تازہ وزینت ودلکشی

(۱) یہ کہ صاحبہ عمر طویل تک بریلی ولکھنؤ میں کا سبہ اموال کثیرہ رہیں۔ آخر زمانے میں ناکحہ ہوئیں۔ اگر توبہ نکند چہ کند، اس میں شک نہیں کہ انجمن ندوہ بے تمیز حلال وحرام جمع مال پر مائل ہوتی ہے، اس کی رکنیت میں بہت اموال وہ ہیں جن میں وجہ حلال کی آمیزش بھی ثابت نہیں؛ تو یہاں تو مشکل ندوہ میں صورت خلط پیدا ہے، پھر بھی خیال یہ تھا کہ انجمن دنیوی لاج کا تو پاس رکھے گی، ندوۃ العلما نام رکھ کر ایسی رکنیت کا دخول پسند نہ کرے گی؛ مگر واقع خلاف توقع ہوا۔

ع: خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندوں کی کیا چوری ۱۲ منہ

بے اندازہ بخشی، اور وہ بھی یوں کہ بڑے بڑے رکنوں کی رکنیت ٹکے ٹکے یعنی دو روپے کی اور ان کی پورے سینکڑے کی ایک سے پچاس رکن بن سکیں۔

ع : و کل الصید فی جوف الفراء

بھلا رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، نامقلدوں کا دخول تو جج صاحب حیدرآباد کے فتوائے باطنی مخالف فتوائے ظاہری سے حلال ہوا۔ ان رکنۃ الارکانہ صاحبہ کا مال شاید کسی اور صاحب جج بہادر کی مذہبی مقدس کتاب بائبل کی رُو سے حلال طیب سمجھ لیا ہوگا کہ خداوند رب الافواج کے مقدس بندے (علما) 'اسے کھائیں اور مستائیں' (دیکھو عہد نامہ عتیق یسعیاہ نبی کی کتاب باب (۱) ۲۳۔ درس ۱۷، ۱۸)

قولہ: اور ثابت کر دیا کہ اس کے کارکنان مخلص عباداللہ سے ہیں۔

اقول: مخلصین عباداللہ نہ بدمذہبوں سے اتحاد فرض کرتے، نہ اس پر مدارِ ایمان رکھتے، نہ بدمذہبوں کو حق پر جانتے، نہ خدا کو سب سے راضی مانتے، نہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو حرام کرتے، نہ ظاہری دھوم دھڑ کا مخلصین عباداللہ ہونا ثابت کر سکے؛ ورنہ یہ نیچری صاحبوں کی کانفرنس اور آریہ وغیرہم کفرہ کی سبھاؤں کو ندوہ سے زیادہ حاصل۔ 'کے آمدی و کے پیر شدی'۔ ہاں! شاید یہ اسی درس اٹھارہ کی طرف اشارہ ہو کہ خداوند کا وعدہ تھا خرچی کا مال ان کے لیے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں اور وہ ان کارکنوں نے پایا تو یہ دو مقرب بندے ہوئے۔

قولہ: ہرگز نفسانیت کے پیرو نہیں۔

اقول: جی خدا نہ کرے، انتہائی بے نفسی ہے کہ ابوبکر و عمر کو گالیاں دینے والے، جگر کے ٹکڑے ائمہ کو بُرا کہنے والے، آنکھ کے تارے خدا اور رسول پر قہقہے اڑانے والے، سر کے طُرّے۔ رہے سنی انہیں گالیاں دینا، ان پر تبرّا اخباروں رسالوں میں چھاپنا، ان کی حق ہدایتوں پر اصلاً کان نہ رکھنا،

---

(۱) (۱۷) کیونکہ ستر برس کے بعد ایسا ہوگا کہ خداوند صور کی خبر لینے آئے گا اور وہ پھر خرچی کے لیے جائیں گی اور روئے زمین پر کی ساری مملکتوں سے زنا کاری کرے گی۔ (۱۸) لیکن اس کی تجارت اور اس کی خرچی خداوند کے لیے مقدس ہوگی اس کا مال ذخیرہ نہ کیا جائے گا اور نہ رکھ چھوڑا جائے گا بلکہ اس کی تجارت حاصل اس کے لیے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے سیر ہو اور نفیس پوشاک پہنیں۔

نہ کسی بات کا جواب دے سکنا، اور پھر انہیں باطل کوش و مخالف اسلام کہے جانا یہ نفسانیت تھوڑی ہے یہ تو شیطانیت ہے۔ نفسانیت جب ہوتی جب اپنے نفس کے لیے ہوتی، اپنے نفس کا کیا آرام، سفر کی مصیبتیں جھیلیں، ٹکٹ کاٹ کر بھگتیں، ریلوں کا خرچ اوڑھیں، یوں سال بسال کنبہ جوڑیں، اس میں نفس کی آسائش کیا، ہاں حضرت صدر اعظم دارالندوہ کا ارشاد بجالانا ہے کہ اِ ّٓ اَنْ لالاَ دُ دُکُمْ ءُ ءَ فَاسْ جَ مْ تُبْ بُ(۱) لِ تْ تِ یْ ی

ہاں اسے بے لفظی کی کچھ حد ہے کہ اپنے دین و مذہب کو بھی اوروں کے مذہب سے یہ طرح چھا جانا بھی رعونت و خود بینی اور مہلک عارضہ ٹھہرا۔ (دیکھو مضامین اربعہ) واقعی اس فروتنی نے تو قاضی رطل البوق کی تواضع کو بھی مات کیا۔

قولہ: کوئی کامل ولی اللہ شریک ہے۔

اقول: جب تو اعداءُ اللہ کا مذہب ٹھیک ہے۔ اعداء اللہ سے اتحاد ایمان ہے، اولیا اللہ پر طعن ہر آن ہے۔

قولہ: اس سخت مخالفت پر کامیابی کیوں کر ہو سکتی۔

اقول: ندوی بیچارے ہیں، سخت مصیبت میں کہیں تو یہ خیال آتا ہے کہ جلسہ کا بھرم نہ بگڑے تو ردندوہ میں علمائے اہل سنت کی صدہا مہریں تحریریں دیکھ کر سب سے آنکھ بند کے لیتے اور ایک دم سے رٹ لگاتے ہیں کہ ندوہ پر سب دلدادہ ہیں، اس کی ایک آواز چار طرف ہل چل ڈال دیتی ہے، علما فضلا کملا مشائخ سب دوڑے چلے آتے ہیں، سوا دو حضرات کے کوئی مخالف نہیں۔

ندوے میں درجنوں کوڑیوں علما ہیں، سینکڑوں کے آگے دو کی بات کا کیا اعتبار۔ اور کبھی جو ندوے کی کرامت ولایت ثابت کرنی ہوتی ہے تو اقرار کر دیتے ہیں کہ مخالفت بہت سخت واقع ہوئی جس کے باعث کامیابی ہر گز نہ ہو سکتی؛ مگر وہ تو ایسی ہی کوئی دل کش دل آویز سو روپے والی رکنیت آڑے آ گئی جس نے شرم رکھ لی جس سے جمگھٹ کے سنگت منتشر نہ ہوئی۔

دُوہرا مکاں بنایا ہے رہنے کو یار نے
گر میں گیا اِدھر سے اُدھر سے نکل گیا

(۱) مگر یہی ہے کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی۔ (پارہ ۱۳، ابراہیم: ۲۲)

قولہ: الحق یعلو ولا یعلی .

اقول: ضرور حق ہے جب تو اہل سنت کے ستر سوالات اوران کے بعد کے اور بے شمار ارشادات کا جواب ندوہ بھر کی پارٹی سے آج تک نہ ہوا، نہ قیامت تک ہو سکے۔ اور اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ اہل اسلام لاکھ طرح تمہارے افعال واقوال کی گمراہی وضلالت بدلائل ساطعہ قرآن وحدیث ثابت کیے جائیں، تم ایک کا جواب دو، نہ اپنے کام سے باز آؤ جیسا کہ ندوے میں ٹھہر چکا، اور خود اسی جلسہ سوم میں بیان میں آلیا تو ایسا یعلو ولا یعلیٰ تم سے زیادہ حضراتِ نیچر یہ کا حصہ۔ تم تو ابھی نو آموز شاگرد ہو جسے خود نیچریوں نے اعلانیہ چھاپ دیا۔ کما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ.

قولہ: جاء الحق و زھق الباطل .

اقول: واللہ ضرور حق ذرا یاد کرو، مسجد جامع بریلی میں شیر حق کا تشریف لانا، اور خدا جانے کس کا یہ جاوہ جا فرار فرمانا: قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱)

قولہ: جس وقت ندوہ نے اپنا قدم بریلی میں رکھا مخالفت کا اثر ایسا کافور ہونے لگا جیسے آفتاب کے آگے ظلمت۔

اقول: آپ نے بھی کیا پامال مثال دی ہے۔ یوں کہیے جیسے حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مدظلہ کے مقابلہ سے مسجد جامع میں صدرِ ندوہ۔ آپ کے ساتھ ایک شہادت بھی نہیں اور ہمارے صدق پر ہزاروں مسلمانوں کی شہادتیں موجود۔ 'سرگزشت و ماجرائے ندوہ' میں امر چہاردہم ملاحظہ ہو۔ شرم شرم شرم۔

قولہ: جناب صدر انجمن کو پورا اختیار ہے کہ وہ جس کو غیر مناسب تقریر کرتے دیکھیں فوراً روک دیں۔

اقول: افسوس یہ اختیار کبھی ان تقریروں میں صرف نہ کیا گیا جو مذہب و دین کے بالکل خلاف تھیں، ان کے لیے تو ندوے نے دوسرا قاعدہ وضع کیا ہے۔ روئداد اول صفحہ ۶۴ ملاحظہ ہو۔ مجتہد روافض کے بیان کی نسبت لکھا ہے: اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے کچھ بولنا بھی چاہا؛ مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی ردوقدح نہ ہو

---

(۱) اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (پارہ ۱۵، بنی اسرائیل: ۸۱)

اس لیے خاموشی اختیار کی گئی۔

غرض کہ مقصد ندوہ است دم فرد بستن
بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی

قولہ: ندوۃ العلما ایک اجنبی نام لفظ ہے جس کو اکثروں نے آج ہی سنا ہوگا۔

اقول: ندوہ تو پرانا لفظ ہے تیرہ سو برس سے سنتے آئے، ہاں ندوۃ الکفرہ تھا اب بجائے کفرہ علما کا قائم مقام ہونا ضرور نیا ہے کہ اس سے پہلے نہ سنا۔

قولہ: علما خوابِ غفلت میں پڑے سوتے ہیں رسالہ بازی کیا کرتے ہیں۔

اقول: رد و قدحِ بد مذہباں تو زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔ ہاں اس وقت کسی فن میں تصنیف نہ ہوتی تھی۔ جب سے اسلام میں تصنیف کتب شروع ہوئی، یہ رسالہ بازی بھی ہونے لگی۔ اگر یہ خواب غفلت میں پڑے سونا ہے تو صحابہ سے آج تک سب اسی میں مبتلا تھے۔ اب حضرات نیچریہ کے چھینٹے پڑنے پر نو خیز ندوہ چونکی اور آنکھیں ملتی اٹھی تو سامنے وہی لال ٹوپیوں کی صورت نظر پڑی، لاجرم انہیں کی ہانک بولنے لگی؛ مگر کیا خاک بولی اپنی حمایت میں تو اس نے بھی رسالہ بازاری سر بازار کر چھوڑی۔ ہاں یہ کہیے کہ اللہ عزوجل کا کذب جائز ماننا، رسول اللہ ﷺ کی شان میں کلماتِ توہین بکنا، صحابہ کرام و اہل بیت عظام کو گالیاں دینا، ہلکی آسان باتیں ہیں ان میں رسالہ بازاری حرام اور ندوہ صاحبہ کی شان میں آدھا حرف کہنا منافیِ ایمان لہٰذا اس میں رسالہ بازی فرض۔

قولہ: اگر اختلاف نیک نیتی سے ہو تو کچھ حرج نہیں چونکہ اس سے کچھ مخالفین کے رد کرنے کا شبہ ہوتا تھا اس بے صدر انجمن نے اور تقریر شروع کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اقول: دین و مذہب و ملت سب کا دھڑی دھڑی کر کے ندوے میں رد ہوا، جلسوں میں پڑھا گیا، رسالوں میں چھپا، آج تک شائع ہو رہا ہے، اس پر صدر صاحب کچھ نہ پھوٹے، مخالفین ندوہ کا ایسا لحاظ تھا کہ ان کی رد کا شبہ گزرتے ہیں۔ ع : ضبط کی تاب نہ باقی رہی چلا اُٹھے

ہاں! یہ کہیے کہ رد کی اضافت فاعل کی طرف ہے، مخالفین فاعل ہیں اور ندوہ مفعول یعنی اس تقریر کے چھیڑنے سے صدر صاحب گھبرائے کہ اب اس رد کا ذکر آتا ہے جو مخالفین نے کیا ہے، وہ

اگر چہ بہزار عیاری ہو پھر بھی ندوہ کی قلعی کھلے گی لہٰذا اور تقریر کرنے کی ہدایت فرمائی۔

قولہ: یہی علما ان نقصوں کو جو شرعِ محمدی کے عملی طریقے میں ہیں سنواریں گے۔

اقول: ہاں کیونکر؟ یوں کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے، سب گمراہ حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو یکساں دیکھتا ہے، صحابہ واہل بیت وخود خدا ورسول کے دشمنوں بدگویوں سے اتحاد فرض۔ یہ نہ ہو تو نماز روزہ اکارت، ایمان ندارد۔ دیکھیے نقص عملی کو کیسا سنوارا کہ آج تک تیرہ سو برس سے صحابہ وتابعین وائمہ دین سب کے نماز روزے اس ترکِ اتحاد کے باعث اکارت گئے تھے، اب حضرات نے صورت قبول نکالی۔

قولہ: امراض کا استیصال کریں گے۔

اقول: وہ مرض کیا؟ یہی دین ومذہب کی پابندی۔ رسالہ 'اتفاق' صفحہ ۲۴ ملاحظہ ہو کہ اپنے ہی مذہب کے فروعات وجزئیات کو اچھا اور خطا سے پاک یقین کرنے نے اہل مذہب کے دلوں میں خود بینی ورعونت کا نہایت ہی مہلک عارضہ پیدا کر دیا۔

قولہ: بعض حضرات کو اغراضِ ندوہ پر شبہے ہوتے ہیں؛ لیکن وہ شبہے بالکل غلط ہیں، ندوہ کا مقصد نہ شیعہ سنی، نہ مقلد غیر مقلد کو ایک بنانا ہے، نہ کوئی دوسرا مذہب معجونِ مرکب ایجاد کرنا ہے۔

اقول: بریلی کے سنی بھی عجیب حضرات ہیں، دند مچا رکھا ہے کہ ہمارے ایک سوال کا بھی جواب ندوی علما سے نہ ہو سکا۔ آئیں اور تمام دینی مذہبی کتابوں دفتروں کا اس ایک حاکمانہ جملہ سے (لیکن وہ شبہے بالکل غلط ہیں) مسکت جواب لیں۔ چلیے قصہ تمام ہوا۔

حضرت! آپ کہتے ہیں کہ ندوہ کا مقصد سنی شیعہ، مقلد غیر مقلد کو ایک بنانا وغیرہ نہیں ہے، ندوہ کا ارشاد ہے کہ سب مل بانٹ کر کھاؤ، شیر وشکر ہو کر رہو، ورنہ ایمان ندارد، نماز بے کار، روزہ اکارت۔ یہ الفاظ، یہ کلمات، یہ جملے، یہ اعلانات ندوہ کی کتابوں رُودادوں میں چھپے ہیں، چُھپے نہیں۔ اور صدہا بار آپ کو کھول کھول کر دکھا دیے، پھر بھی جولا ہے کا تیر ہو تو اس کا کیا علاج!۔ اس کے بعد جو مقاصد ارشاد ہوتے ہیں ان کا کچا چٹھا رسائل اہل سنت مثلاً ندوہ کا ٹھیک فوٹو گراف وغیرہ میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے، دیکھیے کہ آنکھیں کھل جائیں۔

قولہ: حرمین شریفین کے لوگوں نے ندوہ کے مقاصد سے اتفاق کیا۔

اقول: اس کا حال کشف الاخبار بمبئی جلد ۴۳ نمبر ۳۷ میں اور ہندی چندی حضرات کے دستخط لیے، اور حضرات حرمین شریفین کا نام بدنام اور پھر وہ دستخط بھی کیا سنا کر لیے کہ علماے اہل سنت حمایت مذہب کے لیے جمع ہوں گے، اس کا کون انکار کرتا۔ بات تو جب ہے کہ جن جن عبارات کتب و روداد ہاے ندوہ پر علماے اہل سنت کو اعتراض ہیں ان عبارتوں کو اور ان اعتراضوں کا بے تغییر و تبدیل صاف صاف عربی میں ترجمہ کر کے علماے حرمین طیبین کے حضور پیش کیا جائے، پھر دیکھیے وہاں سے ندوے کو کیا کیا خلعت نصیب ہوتے ہیں۔

تقریر مولوی شبلی پر کلام

قولہ: پھر شمس العلما مولوی شبلی پروفیسر علی گڑھ کالج (نیچریاں) اٹھے اور حاضرین مصر ہوئے کہ آپ ضرور فرمایئے۔

اقول: جی ہاں! ان سے اصرار کیوں نہ ہوتا، ندوے میں سارا کیا دھرا تو انہیں کا ہے۔ ندوۃ العلما ہے اور علما ہیں گونا خواندہ یا گونہ خواندہ اور یہ ان سب کے سورج 'شمس العلما'۔

قولہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ع: **لا بارک اللّٰہ فی الدنیا بلا دین**

اقول: اسی مصرع کا مطلب حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے اس بیت میں ادا فرمایا ہے ۔

مبادا دل آن فرومایہ شاد ☆ کہ از بہر دنیا و بدین بباد

مگر شبلی صاحب ذرا خدارا انصاف ع: چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پہ

دیکھو رسالہ غزوہ صفحہ ۱۸ تا صفحہ ۲۲۔

قولہ: اسلام نے کہیں تو مال کی مذمت فرمائی ہے **اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** (۱) اور کہیں مدح **اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا** (۲)

اقول: اس میں کلام نہیں کہ اسلام نے مالِ قبیح کی مذمت اور مالِ صالح کی مدحت فرمائی:

نعم المال الصالح للرجل الصالح (۳).

---

(۱) (اور جان رکھو کہ) تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے۔ (پارہ ۹، الانفال: ۲۸)
(۲) مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگھار ہے۔ (پارہ ۱۵، الکہف: ۴۶)
(۳) نیک آدمی کا مال کتنا پاکیزہ اور عمدہ ہوتا ہے۔

مگر شمس العلماے ندوہ شبلی صاحب کی لیاقت علمی دیکھنی ہے پہلی آیت سے مذمت مال مانی حالانکہ فتنہ بمعنی آزمائش ہے اور وہ خیر وشر دونوں ہوتی ہے۔

قال اللہ : وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (۱) . .

نیز فرماتا ہے :

حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (۲) .

کیا اللہ عزوجل نے ملائکہ کی مذمت فرمائی ہے یہاں کچھ ہاتھ پاؤں مار لیے تو آیت: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (۳) میں کیا کہیے گا۔ کیا معاذ اللہ یہاں رب العزۃ نے معراج شریف کی مذمت کی ہے معالم میں فرمایا :

الاکثرون علی ان المراد منه ما رآی النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم لیلة المعراج من العجائب والآیات. قال ابن عباس هی رؤیا عین اریها النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم. (۴)

دوسری آیت سے مدحت مال جانی؛ حالانکہ دنیوی آرائش کا ذکر قرآنِ عظیم بطور تحقیر فرماتا اور اسے محض ناچیز وخوار بتاتا ہے۔ اسی آیت کا تتمہ دیکھیے کہ اس کا مقابلہ باقیات صالحات سے کیا گیا :

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (۵)

قولہ: وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ. (۶)

---

(۱) اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو۔ (پارہ ۱۷، الانبیاء: ۳۵)

(۲) جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو۔ (پارہ ۱، البقرہ: ۱۰۲)

(۳) اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (پارہ ۱۵، بنی اسرائیل: ۶۰)

(۴) ترجمہ: اکثر اصحابِ علم کے نزدیک آیت میں 'فتنہ' سے شب معراج سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عجائب ونشاناتِ الٰہیہ کا دیکھنا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اس سے عینی مشاہدہ مراد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرایا گیا۔

(۵) اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے اب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔ (پارہ ۱۵، الکہف: ۴۶)

(۶) پارہ ۳۰، الشرح: ۸۔

ہم نے تجھ کو محتاج پایا پس غنی کر دیا۔

اقول: یہ شبلی صاحب کی دوسری 'شمس العلمائی' ہے۔آیۂ کریمہ میں 'ووجدک' ہے یعنی اللہ نے تجھے پایا، اور آپ ترجمہ فرماتے ہیں: 'ہم نے تجھ کو پایا'۔ میں نہیں کہتا کہ حاصل مطلب لکھنے میں حرج ہے۔کلام اس میں ہے کہ علما تصریح فرماتے ہیں رب احد واحد عزوجل کی طرف سے ضمیر جمع متکلم کا اطلاق جائز نہیں، سوا ان مواضع کے جہاں خود اس نے ارشاد فرمایا ہے، علم ہو تو جان لو گے کہ اس کی تصریح کہاں ہے، نہ معلوم ہو سکے تو دریافت کر لینا ان شاء اللہ العزیز بتایا جائے گا۔

قولہ: نفس اختلاف مذموم نہیں، یہ اختلاف نہ ہوتا تو علم کلام ہی کیوں موضوع ہوتا بلکہ اختلاف سے مراد نزعِ نفسانیت ہے۔

اقول: یہ شمس العلمائے ندوہ شبلی صاحب کی تیسری 'شمس العلمائی' ہے۔حضرت یہاں بھری مجلس میں سٹیج پر جلوہ فروش ہو کر یوں بتا رہے ہیں کہ علم کلام جس اختلاف کے بنا پر وضع ہوا ہے، وہ نہ مذموم ہے نہ نفسانیت۔شبلی صاحب علم کلام کس اختلاف کی بنا پر وضع ہوا ہے، بدمذہبوں نے جو عقائد صحیحہ اہل سنت و جماعت سے خلاف کیا اس کی ردّ وقدح کو وضع ہوا جسے آج نوخیز ندوہ خود کشی بتا رہی ہے۔کیا گمراہوں، بددینوں کا اختلاف فقہی خلافیاتِ ائمہ مجتہدین کی طرح اختلافِ رحمت ہے۔حاشا وکلا، وہ قطعاً مذموم اور یقیناً تعصب ونفسانیت سے ہے۔

ہاں! مجھی کو سہو ہوا، معاف ہو، میرے دل میں بحمد اللہ تعالیٰ عقائد سنت راسخ ہیں، انہیں کی بنا پر کلام کیا، یہ خیال نہ رہا کہ ندوہ کے دھرم میں تو بدمذہب، گمراہ، بددین، مبتدعین حق پر ہیں۔خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نگاہ دیکھتا ہے، واقعی اب ان کا اختلاف کیوں مذموم یا نفسانیت سے ہونے لگا!۔

قولہ: دارالعلوم کی تجویز پیش ہوئی، ابراہیم آردی نے اختلاف کی، اور وجہ یہ بیان کی کہ اس دارالعلوم میں خصوصیت مذہب مدنظر رکھنا مناسب نہیں۔ ناظم صاحب نے کہا: ان شاء اللہ اس کا خیال رکھا جائے گا باتفاقِ عام یہ تجویز بھی منظور ہوئی۔

اقول: مسلمانو مسلمانو، سنیو سنیو! یہ تجویز یاد رکھیے، ندوے میں بالاتفاق پاس ہو لیا کہ دارالعلوم میں کوئی خصوصیت مذہب منظور نہ رہے گی، تاویلات کا میدان وسیع ہوتا ہے؛ مگر دل کی

دبی ہوئی بے جھلک دکھائے نہیں رہتی۔ ع : زبان پر آئے گی جو دل میں ہوگی

تقریر حقانی پر کلام

قولہ: آج مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولوی فضل حق صاحب مرحوم و مغفور جیسے عالم کیوں نہیں ہوتے۔

اقول: دو وجہ سے۔ اولاً: شاہ صاحب و مولوی صاحب مرحومین نے فلسفہ جدیدہ پڑھا تھا، فنونِ یورپ کی تے چاٹی تھی، درس نظامی کو مردود سمجھا تھا، یہ آج کل کے علما نے نہ کیا۔

ثانیاً: دونوں صاحبوں نے نہ روافض کا رد کیا، نہ وہابیہ کا، نہ 'تحفہ' لکھی، نہ 'رجوم الشیاطین' نہ 'تحقیق الفتوی' نہ اور کوئی رسالہ وفتوے۔ اور آج کل کے علما خود کشی، سر پھٹول میں پڑے ہیں، خواب غفلت میں سوتے رسالہ بازی کر رہے ہیں۔ کیوں نہ کہو گے، کیسے وجوہ روشن ہیں حقانی جی ان علما کا نام لیتے ہوئے ذرا ندوے کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ رکھ لیا ہوتا۔

ع : شرم بادت از خدا و از رسول

شاہ سلیمن کا فلسفہ

قولہ: ایک عالم صاحب نے کہا کہ بخت نصر اور حضرت زکریا کا ایک وقت تھا۔

اقول: کیا یہ اس سے زیادہ عجیب ہے جو ندوے کے بڑے چیدہ امام و ممبر و عالم معتبر شاہ سلیمن صاحب نے اپنے لیکچر مندرج مضامین اربعہ صفحہ ۲۹ میں فرمایا کہ آئس لینڈ میں جہاں چھ مہینے تک آفتاب نہیں دکھائی دیتا ہے، وہاں کے صوم وصلاۃ کے مسائل قلم بند کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں: علاوہ کشف و کرامات در علم ہیئت و جغرافیا ہم کمالے دارند۔

اولاً: روے زمین پر کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں چھ مہینے کی رات ہو۔

ثانیاً: عرض تسعین کہ منتہاے عرض و تفاوت لیل ونہار ہے، جہاں برف کا سمندر ہے جس میں انسان کا اصلاً گزر نہیں وہاں بھی کامل چھ مہینے آفتاب نہ دکھائی دیتا محض غلط اور اس کا اِدعا علم ہیأت سے جہل و ناواقفیت ہے۔

ہاں! وہاں نصف حضیضی میں تقریباً ساڑھے پانچ مہینے (۱) آفتاب نظر نہیں آتا اور نصف اوجی میں تخمیناً ساڑھے چھ مہینے غائب نہیں ہوتا۔ ہیئت دان اس تفاوتِ مقدار کی وجہ جانتا ہے کہ دن اور رات برابر کیوں نہ ہوئے، ہم اجمالاً اس کی طرف اشارہ کریں، اس کے دو سبب ہیں: اوجِ شمس کا برجِ شمالی میں ہونا اور عالم الیٰنم کے باعث اُفقی انکسار۔

ثالثاً: اطلبین ملاحظہ ہوں، آئس لینڈ کا عرض شمالی صرف نسہ یعنی ۶۵ درجے ہے جو تمام میل طی تک بھی بالغ نہیں تو وہاں از روئے قواعد علم رات کی مقدار چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہو سکتی، نہ کہ دو تین روز، نہ کہ مہینوں، نہ کہ چھ مہینے، جو کہیں کی مقدار نہیں۔ لوگ تو مثل میں کہتے ہیں: 'سیر میں پنسیری کا دھوکا'۔ یہاں تو سیر میں ساڑھے چار من پختہ کا دھوکا ہے کہ مقدار یک شبانہ روز بھی نہیں اور آپ چھ مہینے گڑھیں ہاں شاہ صاحب نے اقسامِ شراب بہت تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں جن سے بحمد اللہ تعالیٰ ہم غریب مسلمانوں کے کان آشنا نہیں، وللہ الحمد۔

اِبراہیم آروی کا ایمانِ فلسفی

کیا آپ کے امام الندوہ ابراہیم آروی کے قول سے بھی عجیب تر جو اپنے رسالہ اتفاق مندرجہ مضامین اربعہ صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں:

زمین کا سورج کے قریب ہوتے جانا جو فلسفہ حال سے ثابت ہوا ہے اس نے اسلام کے اس سچے مسئلہ کہ قیامت میں سورج زمین سے نہایت ہی قریب ہو جائے گا کیسا کھول دیا۔

اے ماشاء اللہ، معاذ اللہ! اسلام کے مسائل اسی کے محتاج ہیں کہ خرافاتِ بے معنی و جزافاتِ لایعنی فلسفہ سے ان کا ایضاح ہو۔ آروی صاحب کے ایمان میں قیامت کو نہ آسمان شق ہوں گے، نہ ستارے گر پڑیں گے، یہی نظام جو آج ہے حشر تک باقی رہے گا۔ زمین سورج سے قریب ہو رہی ہے، یوں ہی رفتہ رفتہ کمالِ قرب پر پہنچ جائے گی، وہی قیامت ہے۔

یہ بعض نصارائے حال کا خیال ضرور ہے؛ مگر اسلامی عقائد سے منزلوں دُور ہے۔ حضرات!

(۱) شاہ سلیمن کا فلسفہ: علمائے فن ریاضی نے عرض تسعین کے لیل ونہار میں تقریباً نو شبانہ روز کا فصل رکھا ہے کہ دن بقدر چھ مہینے نو (۹) روز کے اور شب نو روز کم۔ چھ مہینے ان کا کلام لیل ونہارِ نجومی میں ہے، یہاں ہمارا کلام رؤیت وغیبت شمس میں تھا، لہٰذا نظر کا تفاوت اور زائد حصہ ہوا۔

فلسفۂ جدیدہ پر مٹنے کے یہی نتائج ہیں کہ اصولِ عقائد اسلامیہ سے منہ پھیر کر وساوسِ مخذولہ کو مثبت عقائد بنایئے- انا للہ وانا الیہ راجعون- اور زمین وشمس کا تفاوت کم ہوتے جانا بھی کچھ فلسفہ حال کا نیا خیال نہیں، قدیم سے اکثر ارصاد اس پر شہادت دے رہے ہیں۔

بطلمیوس کے زمانے میں مابین المرکزین تقریباً ڈھائی درجہ تھے، کما ذکرہ فی المجسطی ملخص الہیاۃ میں دو درجے ساڑھے اکیس دقیقے لکھا۔ رصد مامونی ورصد بنی موسیٰ میں عین دو درجے پانچ دقیقے ثابت ہوا۔ رصد سمرقند میں دو درجے ایک دقیقہ بیس ثانیے۔ رصد جدید میں دو درجے ایک دقیقہ سے بھی کم؛ یعنی تقریباً ۵۸ ثانیے، ہاں! اوائل اس اختلاف کو خلل ارصاد پر محمول کرتے رہے، جب بمرور زمان وتکررِ تجربہ ایسا ہی نظر آیا کیا ذہن تقاربِ واقعی کی طرف گیا، اسی طرح میل کلی میں ارصاد کا فرق زمانۂ اقلیدس میں چوبیس درجے معلوم ہوا۔

ابرخس نے رومیہ کبریٰ میں سات دقیقے کم پایا، بطلیموس نے اسکندریہ میں ۳/۲ ۸ کم، رصد مامون رشید و بنی موسیٰ میں ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے، پھر بعض دیگر ارصاد اسلامیہ میں ۳۳-۲۳ رصد مراغہ وسمرقند میں ۳۰/۲۳، ہندوستان میں رصد محمد شاہی سے ۲۸/۲۳، رصد جدید سے ۲۷/۱۲۳ اسے بھی خطاے ارصاد پر حمل کیا جاتا تھا؛ مگر امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے تصریح فرمائی کہ معدل النہار و منطقۃ البروج قریب ہو رہے ہیں جس وقت دونوں منطقی منطبق ہو جائیں گے نفخ صور ہوگا آسمان و زمین فنا ہوں گے۔ وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔

تقریر مولوی محمد شاہ پر کلام

قولہ: جس وقت ہم کھڑے ہوتے ہیں، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑے عالم ہوں گے؛ لیکن تجربہ کے بعد اندر سے خالی نکلتے ہیں۔

اقول: جنابِ من! کسی کی صورت پر بہت بڑا عالم نہیں لکھا ہوتا، اگر کہیے تنومند و دراز قدی ولحم وشحم سے بڑے عالم ہونے پر استدلال ہوتا ہے تو محض غلط علما اکثر نحیف وضعیف الجثہ ہوتے ہیں اور بہت سے پیٹ بھرے بے فکرے بڑے بڑے قد اور مہتمتن بلکہ عالم کے حق میں لحیم وشحیم وفربہ ہونا غالباً نقص ہے کہ یہ باتیں بے فکری سے ہوتی ہیں اور علما دنیا میں بے فکر نہیں رہ سکتے؛ ولہٰذا حدیث میں فرمایا:

ان اللہ یکرہ الحبر السمین . (۱)

اللہ موٹے عالم کو ناپسند رکھتا ہے۔

جناب خواہی نخواہی اپنے اوپر یا مولوی لطف اللہ صاحب یا ابراہیم صاحب آروی پر نہ لے جایئے، بات کے جواب میں ایک فائدہ علمی عرض کیا ہے، اور اگر کہیے یہ شبیہ جبہ ودستار ولباس کبار سے گزرتا ہے تو حضرت یہ تو آپ کے ہاتھ کی بات ہے، جب آپ اندر سے خالی ہیں تو کیوں ریائی لباس زیب تن فرما کر مخلوقِ الٰہی کو دھوکے دیں اور احادیث لباسِ شہرت کے مصداق بنیں!۔

قولہ: فقہ ایسی حاصل کریں کہ امام ابوحنیفہ کے برابر ہوں۔

اقول: جی ہاں! دارالعلوم کی خشت بنیاد تو اسی اِرادۂ فساد پر رکھی جانے کو ہے، ولہٰذا ابراہیم صاحب آروی رئیس غیر مقلدین کی پیش کی ہوئی تجویز اولاً ناظم صاحب، پھر باقی حضار کی تسلیم سے بالاتفاق پاس ہوگئی کہ دارالعلوم میں خصوصیت مذہب نہ رہے۔ یہ تو طلبہ کو تعلیم ہی کیا جائے گا کہ دیکھو ہم نے وہ دارالعلوم قائم کیا جس کی بدولت تم (کندہائے ناتراشیدہ) حدیث میں بخاری اور فقہ میں امام ابوحنیفہ ہوگئے، اب تمہیں تقلید کی کیا ضرورت بلکہ کب اجازت۔

قولہ: تفسیر ایسی پڑھیں کہ قاضی بیضاوی کے ہم پلہ ہوں۔

اقول: حدیث میں امام بخاری کا نام لیا جن کے بعد اُن کا سا محدث دنیا میں نہ ہوا۔ فقہ میں امام اعظم کا نام پاک لیا جو بلاشبہ امام الائمہ و مالک الازمہ ہیں جن کی نسبت امام شافعی نے فرمایا:

الناس کلھم فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ .

سب آدمی فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج و دست نگر ہیں۔

اب جو تفسیر کی باری آئی، چاہیے تھا کہ کسی ایسے ہی مفسر کا نام لیا جاتا جس کا پلہ تفسیر میں ایسا ہی ہوتا جیسا ان دو ائمہ کا فقہ وحدیث میں مگر حضرت کو خیر سے یہی دو چار متداول تفسیروں کے مصنّفین معلوم تھے ان میں تفسیر بیضاوی بہ نسبت اوروں کے زیادہ دقیق سنی تھی سمجھ لیے کہ بیضاوی ہی سب سے اعلیٰ درجہ کے مفسر ہوں گے، اہل علم پر اس وہم کا بطلان غنی عن البیان۔

---

(۱) تفسیر بغوی: ۱۶۶/۳۔

قولہ: علم دین غالب رہے کہ اسی سے عالم وارث الانبیا بنتا ہے اور صاحبو! کامل تو اسی وقت ہوں گے کہ جب وہ علومِ دینیہ کے بعد تصوف بھی سیکھیں، علماے ربانیین وہی کہلائیں گے جو ایسی تکمیل کریں۔

اقول: سرکار نے اوّل علم کی دو قسمیں کیں: دینی و دنیوی۔ پھر صرف، نحو، بیان، معانی، لغت، معقولات کے بعد ادب، پھر حساب تاریخ گنا کر علم دین کی ترغیب کی اور حصر کیا کہ عالم اسی سے وارث الانبیا بنتا ہے؛ مگر ہنوز کامل نہیں جب تک علوم دینیہ کے بعد تصوف نہ سیکھے۔ پہلی تعدید روش علم سے جتنی مناسب بنے، اس سے قطع نظر کر کے معروض کہ بھلا صرف نحو بیان معانی لغت کہ علوم ادبیہ ہیں، دنیوی علم سہی تصوف کو کیا سمجھ کر علم دنیوی ٹھہرایا، اور علوم دینیہ و وراثت انبیا سے خارج بتایا کہ علوم دینیہ کے بعد اسے بھی سیکھنا چاہیے۔

قولہ: جیسا کہ ہمارے اکابرین نے ان کے علوم سے واقفیت حاصل کر کے علم کلام بنایا۔

اقول: آپ کے اکابریناتوں (۱) نے رد کے لیے توجہ فرمائی، یہاں فلسفہ جدیدہ بے رد داخل کرنے کی ٹھہرتی ہے۔

قولہ: نیچریت اور الحاد ترقی پا رہے ہیں چاہے مولوی شبلی صاحب بُرا مانیں۔

اقول: جزاک اللہ! عمر بھر میں یہ ایک کہی ہے، کیوں مولوی شبلی صاحب کچھ کچے تو نہ ہوئے ہوں گے، غیرت ہو تو ندوے بھر کو ڈوب مرنا چاہیے۔

ندوے کا سفید جھوٹ

قولہ: جلسہ دوم آج کے جلسے میں واعظین نے دل کھول کر خوب بیان کیا، حکیم قیم الدین صاحب، مولوی کرامت اللہ صاحب واعظ دہلوی۔

اقول: مسلمانو! کذب و دروغ ندوے کا اعلی ہنر ہے۔ ادھر علماے حرمین پر عنایت کی تھی جس کا جواب کشف الاخبار بمبئی وغیرہ میں شائع ہو گیا، ادھر ہند کے مولویوں اور دیگر مشہور لوگوں کو

(۱) یہ چار درجے کی جمع الجمع ہے کبیر کی جمع اکابر۔ اکابر کی جمع اکابرین۔ یہاں تک تو مولوی صاحب کی ایجاد پھر اکابرینات اس کی اکابریناتوں، یہ اس پر مستزاد۔

خواہ مخواہ مانا جاتا ہے، اگر چہ وہ ندوہ کے رد میں مہریں کر چکیں، تحریریں کر دیں؛ مگر ندوہ انہیں اپنا رکن وحامی ومعتقد ومداح بنائے جاتا ہے؛ جیسا کہ فہرست ہائے ندوہ ورسالہ فتاوی السنہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔ یہی چھل مولانا مولوی کرامت اللہ خان صاحب واعظ دہلوی کے ساتھ برتا، مولوی صاحب موصوف روز اول حضرت عالم اہل سنت مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب کے پاس آئے اوران کے رسالہ مبارکہ **الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلا (۱۳۱۱ھ)** کے نہایت مداح وشکر گزار ہوئے۔

یہ رسالہ حضرت ممدوح نے مولوی صاحب موصوف ہی کے استفتا کرنے پر تحریر فرمایا تھا جس میں مذہب وہابیہ کا بطلان بروجہ اعلی صرف آیات واحادیث سے ثابت فرمایا۔ مولوی صاحب نے حضرت ممدوح سے اسی دن کا وعدہ فرمالیا تھا کہ اگر ندوہ اصلاح نہ مانے گا تو میں چلا جاؤں گا، ہرگز شریک نہ ہوں گا؛ چنانچہ یہی ہوا کہ ندوے نے اصلاح نہ مانی اور مولوی صاحب موصوف بے وعظ فرمائے تشریف لے گئے۔ اس شوخ چشمی کو دیکھیے کیا بے تکان چھاپ دیا کہ مولوی صاحب نے دل کھول کر خوب بیان کیا شرم شرم شرم۔ ہم اس سفید جھوٹ کے رد میں تین خطوط کی نقل حاضر کرتے ہیں، دو مولوی کریم اللہ خان صاحب عم مکرم مولانا کرامت اللہ خان صاحب کے اور ایک خود مولوی صاحب موصوف کا۔

نامہ مولوی کریم اللہ خان صاحب بنام مولوی محمد حسین صاحب بریلوی

کرم فرما محبان مولوی محمد حسین صاحب زاد الطافکم

بعد سلام مسنون واضح باد، مولوی جعفر علی خان صاحب وقت مراجعت از جلسہ ندوہ عنایت نامہ آن مکرم مع پنج رسائل (۱) وخط (۲) مولوی عبد القادر صاحب ودیگر کاغذات رسانیدند از مطالعہ آں بسیار خوش وشاد کام شدم ہزاراں آفریں بر فہم ورائے مولوی عبد القادر صاحب ومولوی احمد رضا خان صاحب کہ ایں چنیں سوالات در ردّ ندوہ شکن وشرعی تحریر فرمودند تا حال از جانب ندوہ کہ صدہا

(۱) یعنی سوالات ومراسلات وسرگذشت وغیر ہار دندوہ۔۱۲

(۲) یعنی۔۔۔۔اسی ڈپٹی اشفاق حسین صاحب اظہار شناعت ندوہ۔

ذی علم اند جواب باصواب بجز تو تو میں میں قابل تفہیم نیامدہ۔ مولوی کرامت اللہ خان صاحب نیز از دہلی تشریف در ندوہ بطلب آوردہ بودند یک روز درآں جا بودہ وعظ نہ فرمودہ روز دیگر در رام پور تشریف آوردند تعریف وتوصیف مولوی عبدالقادر صاحب ومولوی احمد رضا خان صاحب بسیار می فرمودند۔

۲۵/ذی قعد ۱۳۱۳ھ

نامہ دوم مولوی کریم اللہ خان صاحب بنام حضرت عالم اہل سنت مدظلہ العالی

جناب مولانا ومکرمنا ومعظمنا ومفخمنا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت ہدایاتہم وزادت ارشاداتہم

السلام علیکم وقلبی لدیکم۔

جناب والا مولوی کرامت اللہ خان صاحب، میرے برادر زادہ حقیقی ہیں، قرارداد تواریخ ندوۃ العلما کے دوسرے روز خانۂ احقر پر تشریف لائے، میں نے سبب تشریف آوری کا دریافت کیا تو فرمایا بطلب ندوہ بریلی آیا اور دوسرے دن میرا وعظ کہنا ندوے میں قرار پایا، میں نے وعظ کہنا مناسب نہ جانا اور رام پور چلا آیا، پھر مولوی صاحب موصوف اسی دن یہاں تشریف فرما رہے اور دوسرے دن تشریف دہلی لے گئے۔ ۳/محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

نامہ مولوی کرامت اللہ خان صاحب بنام نامی حضرت عالم اہل سنت

جناب مولانا مخدوم جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مولانا! واقعی بندہ نے جلسہ ندوۃ العلما میں وعظ نہیں کہا، اور دوسرے روز کہ جلسہ دوم تھا احقر رام پور چلا آیا۔ بے شک اس روز کے پرچے میں احقر کا نام مندرج تھا، وقت شب کے واعظین میں پیر جی عبداللہ صاحب سے احقر کو معلوم ہو گیا تھا، چونکہ احقر کو وہاں کا طریقہ ناپسند تھا اور شب کو مولوی عبدالحق صاحب سے بہت کچھ گفتگو ہوئی بلکہ کچھ رنجش بھی ظہور میں آئی۔ حافظ عزیز الدین صاحب وکیل ایک سمجھ دار شخص ہیں، اس وقت انہوں نے داد دی اور اس وقت احقر کی جانب ہو

گئے، اس گفتگوے لاطائل کو کیا تحریر کروں؛ غرض احقر اسی روز چلا آیا، نہ وعظ کہا، نہ شریک جلسہ ہوا اب وہ جو چاہیں خلافِ واقعہ تحریر کریں۔

۴ رمحرم الحرام ۱۳۱۴ھ

حضراتِ ناظرین! یہ مشتے نمونہ از خروارے تھا ایسی ایسی کارروائیاں تو ندوہ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ کیوں ندوہ کے جاں نثار و نیچری جال کے گرفتار و! اگر جھوٹ کہو تو ندوہ ہی کا لہو پیو کہ ایسے دروغ گو کی حمایت میں اپنے بد مذہب بھائیوں کے خوش کرنے کے لیے حامیانِ سنت کو مخالفانِ اسلام وغیرہ وغیرہ نامہذب خطابوں سے یاد کرتے کچھ خوف خدا دامن گیر ہوتا ہے یا نہیں۔

سامنے غیر کے تم 'فتنہ' مجھے کہتے ہو
چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

حضرات! اگر خدانخواستہ فسادِ ندوہ سلامت رہے تو ابھی کیا ہوا ہے، خدانہ کردہ وہ زمانہ قریب آنے والا ہے کہ علی گڑھ کی پُر زور بادِ مخالف بڑے بڑے مقدس چہروں سے نقاب اٹھا کر خفیہ اِرادوں، مخفی منصوبوں کو کھول دے، اور نیچریت آزادانہ لَے میں یہ ترانہ اُڑائے ؂

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

افسوس افسوس افسوس۔

ندوے! خدا تیری اصلاح کا زمانہ جلد لائے، خدا تجھے سُنی بنا کر اہل سنت کے مذہب حق کا سچا خدمت گزار بنائے۔ تو نے یہ کیا رنگ پکڑے ہیں، کیا ڈھنگ اختیار کیے ہیں!۔ رُباعی

اغیار کی کیا بات خوش آئی ندوے ☆ یاروں سے جو کی تو نے جدائی ندوے
یوں صدق و دیانت کو ڈکارا تو نے ☆ دیکھی تیرے معدہ کی صفائی ندوے

قولہ: علی گڑھ کالج کے ایک طالب علم نے تقریر کی اجازت حاصل کی، اور کہا: جس طرح بچہ اپنے والدین سے اپنی آرزو ظاہر کرتا ہے، میں آپ کے ساتھ کرتا ہوں یہ کہ اس دار العلوم میں انگریزی ضرور شامل کی جائے، ان کے بعد دوسرے انگریزی دان اٹھے، اور تائید میں تقریر شروع کی؛ لیکن صدرِ انجمن نے روک دیا۔

اقول: غریب مسلمانوں کو نوچ کھسوٹ کر، دس لاکھ لوٹ کر انگریزی پڑھوانا اگر آپ کے نزدیک اچھا تھا تو آرزومند بچے کی ہمک روک کر اس کا دل کیوں توڑ دیا؛ حالانکہ ندوے میں ٹھہر چکا تھا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہوگی، اور اگر بُرا تھا تو صاف انکار کیوں نہ کر دیا، یہ گول مول کیسی!۔

حضرت! اُس سے کہیے جو آپ کی اندر سے آگاہ نہ ہو۔ یہ ایک آدھ فضول جگہ پر روک ٹوک میں صدر صاحب کے دہن کی مہر ٹوٹنی بھی بریلی کے رعب کا صدقہ ہے؛ ورنہ یہ حضرت صاف صاف کفریات وضلالات پر تو کچھ بولنے والے تھے ہی نہیں جیسا کہ سالِ اوّل کی کارروائیوں سے ظاہر ہے۔ اللہ رے تمکنت، یہاں تعلیم انگریزی کے ذکر پر روکا جاتا ہے اور حضرت یہ ندوہ کی طرف سے میاں مشتاق علی صاحب کا شہر بہ شہر گشت کاہے کے لیے تھا!۔

قولہ: شاہ سلیمان نے کہا: واعظین کے لیے اُصول بنوایا جائے کہ ضعیف اور غلط روایات نہ بیان کیا کریں۔

اقول: اور یہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے قاتل شقی اشقی کو شربت پلانا، اس کے حال پر لطف ورحمت فرمانا، اس کے ساتھ ہمدردی برتنا، جو آپ کے ہر لیکچر اتفاق اتحاد کا نقل مجلس ہو رہا ہے، یہ کون سی صحیح روایت ہے دیگراں رانصیحت!۔

قولہ: مولوی محمد شاہ رام پوری نے بیان کیا: جو صاحب ندوے میں شعر واشعار پڑھیں پہلے علما کو دکھا لیا کریں؛ کیونکہ یہ جلسہ علما کا ہے، اتباعِ شریعت کا خیال رہے، جن باتوں سے شقاوت پیدا ہو اس کے پڑھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔

اقول: آج یہ جلسہ علما کا ہے، اس سے پہلے جہلا کا تھا۔ آج اتباعِ شرع کا خیال چاہیے، پہلے کچھ حاجت نہ تھی۔ علما کو دکھا لینے کی تجویز آج آپ پیش کرتے ہیں، پہلے ہی خاص دستور العمل میں درج نہ تھا کہ ہر تحریر مہینہ بھر پہلے پیش ہو کر بعد منظوری پڑھی جائے گی۔ کیا ندوہ کے حقانی جی ’اعلام‘ میں نہ لکھ چکے کہ حضرت سلامت یوں شتر بے مہار بنا کر ندوے میں کسی کو بھی بیان کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اوّل پڑتال کر لی جاتی ہے پھر آپ صاحبوں کو دکھانے کا کیا نتیجہ نکلا، یہی نہ کہ اشعار واقوالِ نظم ونثر صریح کفریات وضلالات سے بھرے پڑے ہیں اور آج تک باوصف صدہا بار سمجھانے کے نہ ان سے توبہ کی جاتی ہے، نہ اُن کی اشاعت ہی روکی جاتی ہے۔

تقریر حقانی پر کلام

قولہ: مولوی عبدالحق دہلوی کھڑے ہوئے اور محامد و برکاتِ اسلام پر تقریر شروع کی۔ اسلام ایک ابدی حیات ہے، خدا کیا ہے، اس کی ذات وصفات کیا ہیں، آخرت کیا ہے، ان سب کا پورا سبق ہم کو اسلام ہی نے پڑھایا۔ افسوس کرتا ہوں کہ میرا وقت تمام ہو گیا، یہ کہہ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے، فی الواقع یہ قابل قدر مضمون وقت کا محتاج تھا مگر افسوس کہ تیس (۳۰) ہی منٹ تھا اس میں بھی دس منٹ مسلمان ہونے میں صرف ہو گئے، گویا محامد اسلام کے بسم اللہ ہی ہو کر رہ گئی۔

اقول: ہمیں یہاں دو امر گزارش کرنے ہیں: ایک جناب صدر و ناظم وغیرہما ارا کین سے کہ حضرات سالِ اوّل جو تنگی وقت کے باعث مجتہد صاحب رافضیان کو زیادہ بیان کی گنجائش نہ ملی، باآنکہ کارروائی ندوہ ختم ہو چکی تھی، ایک جلسۂ خاص بیانِ مجتہد صاحب کے لیے کیا گیا، ملاحظہ ہو روداد اول صفحہ ٦٤ کہ مجتہد صاحب کی تقریر کے لیے ایک گھنٹہ تھا؛ مگر وقت میں گنجائش نہ رہی تو دوسرے وقت پر ان کا بیان رہا، صفحہ ۹۹۔ ندوہ کی کارروائی ختم ہو گئی تھی؛ مگر مجتہد صاحب کا بیان تنگی وقت سے نہ ہوا تھا؛ اس لیے سہ پہر کو بھی جلسہ ہوا اور بہت کثرت سے لوگ جمع ہوئے۔ علما بھی اکثر موجود تھے، جو فاصلہ پر رہتے تھے، شدتِ گرمی یا ضعف سے نہ آئے، اس نہ آنے پر بعض نے بدگمانیاں کیں؛ مگر ع: چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

مجتہد صاحب نے دیر تک بیان کیا۔ ختم کے بعد ابراہیم آروی نے کھڑے ہو کر مجتہد صاحب کا شکریہ اَدا کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔ کیوں حضرات مجتہد صاحب کے بیان کا یہ اہتمام ہوا اور محامد اور برکات اسلام کا بیان ایسا فضول کام۔ ہاں ابراہیم آروی صاحب! مجتہد وہابیاں کا بیان ضرور ایسا قابل تھا جس کے لیے نہ وقت کا لحاظ ہوا، نہ دوسری کارروائیوں کا۔

صفحہ ٦٣ پر ہے: ابراہیم صاحب آرہ کھڑے ہوئے، حاضرین مولوی صاحب کے بیان سے بہت خوش ہوئے؛ مگر شائقین کے اصرار سے مجلس وعظ کی طول ہو گئی اور دوسری کارروائی اس وقت ملتوی رہی۔ حقانی جی بھی اس وقت کوئی ایسا ہی بیان رافضی پسند وہابیت مند کرنے کھڑے ہوئے تو انہیں بھی یہی گنجائش ملتی؛ مگر افسوس کہ انہوں نے محامد و برکاتِ اسلام کا نام لیا جو محض فضول سمجھا گیا، چاہے وہ اس کے ضمن میں الٹے ہی چلتے۔

دوسرا امر حقانی جی سے معروض۔ کیوں حضرت! یہ ما اللّٰہ ما ذاتہ کا سوال کہ خدا کیا ہے، اس کی ذات کیا ہے، اسلام نے کس دن سکھایا، اور ذاتِ الٰہی کی حقیقت و ماہیت کا پورا نہیں آدھا ہی سبق کس روز پڑھایا، بلکہ اسلام نے تو ذاتِ الٰہی میں خوض و فکر سے صراحۃً منع فرمایا اور اسے ہلاک ہو جانے کا سبب بتایا۔ ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

تفکروا فی کل شئ ولا تفکروا فی ذات اللّٰہ (۱)

ہر چیز میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو۔

نیز ابوالشیخ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

تفکروا فی خلق اللّٰہ ولاتفکروا فی اللّٰہ فتھلکوا . (۲)

مخلوقاتِ خدا میں فکر کرو اور ذاتِ الٰہی میں فکر نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

مشرکین عرب کے شرک و کفر کے ساتھ نری جہالت و بے علمی و غفلت و نافہمی کا بھی تمغہ رکھتے تھے، انہوں نے بھی **ما الرحمن؟** پوچھا **ما اللّٰہ؟** نہ پوچھا۔

فرعون جیسے کافر معاند نے بھی باوصف عنا و شدید و قصد بعید **ما اللّٰہ** نہ کہا **ما رب العٰلمین** ہی کہا۔ ان کافروں، جاہلوں، معاندوں کے یہ سوال اور ندوے کے مسلم عالم پیشوا **ما اللّٰہ** گڑھتے اور **ما ذات اللّٰہ** کا سبق پڑھتے ہیں: كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔

قولہ: ابراہیم آروی مقاصد ندوہ پر تقریر کو کھڑے ہوئے؛ مگر سارا وقت تمہید ہی میں ختم ہو گیا اور اصل مقاصد ندوہ جس کے لیے کھڑے ہوئے تھے کچھ بیان نہ کر سکے۔

اقول: الحمد للہ! یہ ہیبت حق ہے۔ یہ بریلی شہر تھا، اب وہ جولانیاں کہاں، وہ مطلق العنانیاں کہاں، یہ ہیبت ہے کہ آج تک روداد غائب۔

قولہ: عبدالوہاب بہاری کھڑے ہوئے، آپ کا وقت بھی کچھ اسی عنوان سے تمام ہو گیا،

---

(۱) الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۶/۱۴۴ حدیث: ۲۴۲۵ ...... کنز العمال: ۳/۱۰۶ حدیث: ۵۷۰۴۔

(۲) الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۵/۳۸۳ حدیث: ۲۲۹۷ ...... کنز العمال: ۳/۱۰۶ حدیث: ۵۷۰۵۔

خاص تقریر کچھ نہ ہوسکی۔

اقول: جی اب تو ان شاء اللہ العزیز ایسی ہی ٹھوکریں سکندریاں سب ہی کھائیں گے، ایک آری و بہاری پر کیا موقوف۔ سوالات (حقائق نما) و مراسلات وفتاوی القدوہ وغیرہ رسائل علماے اہل سنت کا قاہر دباؤ وہ نہیں کہ سر اُٹھانے دے۔

قولہ: خواجہ محمد یوسف رئیس علی گڑھ کھڑے ہوئے اور کہا: آپ لوگ خیال کرتے ہوں گے، یہ لال ٹوپی والا کون کھڑا ہوا، مجھ کو مولانا لطف اللہ صاحب کی شاگردی ہے، ان سے اجازت لے کر کچھ کہنا چاہتا ہوں، اگر ندوہ محمڈن کالج کے مقابلے میں دارالعلوم قائم کرے تو دس ہزار کی جائیداد وقف کروں۔

اقول: حضارِ جلسہ کا بیان تھا کہ ان لال ٹوپی والے حضرت نے ندوے کو اس کالج نیچریاں کے متعلق کر دینے پر دس ہزار کی دینی کہی تھی، آپ نے مقابلہ کا لفظ موہم لکھا کہ مماثلت و مخالفت دونوں کو محتمل ہوگا۔ یہ چیز اس کے مقابلے کی ہے یعنی ہو بہو ویسی ہے، اُسی کی مثل ہے، اس سے کسی بات میں کم نہیں۔

ندوے کے نامور مسلمانوں پر خود ندوے کا لعنت کرنا

قولہ: دنیا میں ہم کو ضرور ہے کہ علم دین بھی سیکھیں۔ ہم کو اس علم سے کچھ فائدہ نہیں جس سے ہائی کورٹ کے جج ہوجائیں، اور لال ٹوپی شراب کا استعمال کرتے رہیں، لعنت ہے ایسی ترقی پر۔

اقول: اے شاباش! ذرا اور بڑھ کر۔ بھلا یہ تو آپ نے مسٹر محمود پر جھکائی سر سید کی کدھر چھپائی؛ مگر لطف یہ ہے کہ وہی لال ٹوپی جسے آپ خود پہن کر اسٹیج پر کھڑے ہوے، لال ٹوپی والے کو حسب زعم ندوہ آج کل کے مولویوں سے اچھا بتا چکے ہیں، اب اسی کو شراب سے ملاتے اور وجوہِ لعنت میں شمار فرماتے ہیں!، کیا یہ بھی صدر صاحب کی شاگردی کا اَثر اور واں سے اجازت لے کر ہے۔

صدر و ناظم سب ندوی صاحبو! ذرا نگاہ روبرو آپ ہی سے عرض ہے۔ کیوں حضرت! آپ کی ستھری دھوئی مہذب انجمن اور یہ نامہذب لعنت سخت دل شکن اور وہ بھی کن پر؟، ندوے کے نامور

اہل الرائے عالی خیال تربیت یافتہ مسلمانوں پر۔ دیکھو مضامین ثلثہ صفحہ ۳۷، ۳۶؛ مگر ہاں! ہمارا ہی اعتراض بے جا ہے، آخر ندوہ ہے، یہ لعنت خوانی رافضی بھائیوں کا رنگ پکڑا ہے۔

منافع ندوہ پر کلام

قولہ: ندوے نے ایک عظیم الشان کام اُٹھانا چاہا ہے، وہ احیاے سنت نبویہ ہے۔

اقول: اگر اٹھانا بمعنی رفع اور دُور کرنے کے ہے تو بے شک ٹھیک ہے؛ ورنہ بیاناتِ صدر میں معروض ہو چکا ہے کہ ندوے کی تعلیم تعلیم محمد رسول اللہ ﷺ کے بالکل مناقض ہے۔

قولہ: یہ جلسہ علما کا ہے، انہوں نے پہلے اپنی ہی اصلاح مدنظر رکھی ہے۔

اقول: کہی تو سچ، اصلاح بھی کیسی کہ سر پر ایک بال بھی سلامت نہ رکھے، بدمذہبوں کا رد بند، مناظرہ بند، مسائل مذہبی کا جواب بند، بدمذہبوں سے میل جول فرض، اتحاد ایمان؛ ورنہ نماز روزہ اکارت، ایمان ندارد، ایک ایک بات کوئی کئی ہزار بار عرض کیا جائے۔

قولہ: اپنے آپ کو دوسرے پر فوقیت نہ دینا۔

اقول: یہاں تک کہ اپنے مذہب کو مذاہبِ فاسدہ سے بہتر نہ جاننا کہ اس سے رعونت وخود بینی کا نہایت ہی مہلک عارضہ پیدا ہوتا ہے، اور واقعی جب ٹھہر چکی کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے، سب حق پر ہیں، خدا سب سے یکساں راضی ہے، پھر فوقیت کہاں!۔

قولہ: تمام عالم ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی امتیاز نہیں۔

اقول: ہاں! ایک حمام میں سب (عریاں)۔ یہی علما کا تخت دینی، اعزاز مذہبی، تعظیم کا سامان ورخت اور اسی پر مولوی لطف اللہ صاحب سُنی ملا بھی ہیں، اسی پر شبلی صاحب نیچری ہیں، اسی پر ابراہیم آروی صاحب وہابی ہیں، اسی پر کنتوری صاحب رافضی ہیں، اسی پر ولیکاٹ صاحب پادری ہیں، سب اس پر سب شیر وشکر، سب دینی برادر، سب ایک برابر، کوئی امتیاز ہی نہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا نفع دینی متصور!۔

قولہ: اطاعت امیر مفقود ہوگئی، اس جلسے میں اس کا بھی قلع قمع ہوتا ہے۔

اقول: ہاں اپنی اطاعت سکھائی جاتی، اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مٹائی جاتی ہے :

وَ تَرْ كَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱) اور فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى (۲) وغیرہما آیات اور لَا تَجِدُ ... (۳) اور سَلِّسْلُکُمْ یُ یُوَّاْهُوْ وَ (۴) وغیرہما احادیث اور نہی عن المنکر وتغییر منکر وردوقدح منکر وتوہین فجار وتذلیل اشرار وصلابت فی الدین وشدت علی المفسدین وغیرہا احکامِ قرآنیہ وحدیثیہ و اجماعیہ کے نسخ ومسخ کو کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

قولہ: علما کی منزلت بہت کم ہوگئی، اس کا قیام بھی صوری اور معنوی طور سے اسی جلسے میں ہو سکتا ہے۔

اقول: ہوسکتا نہ کہیے، ہوتا ہے کہیے۔ صوری وہی تخت والی، اور معنوی وہی خدا کی رضا یک لخت والی۔ جب عوام رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، پادریوں سب کو تخت علما پر ایک برابر دیکھیں، ادھر وہ سب برحق، خدا سب سے راضی کی بھاری تصریحیں سنیں، پھر رفض و وہابیت و نیچریت و پادریت کی پوری قدر ومنزلت آپ ہی صوری ومعنوی طور پر حاصل، اور معجون المذاہب ظاہر وباطن سے کامل ہوا ہی چاہے۔

قولہ: دارالعلوم قائم کرنے کی تجویز منظور ہوگئی۔

اقول: اور ساتھ ہی بالاتفاق پاس شدہ رائے سے قید مذہب دُور ہوگئی۔

قولہ: باوجود یہ کہ مخالفین نے علمائے کرام وساداتِ عظام ومشائخ وقت شریک ندوہ کو کیا کیا کچھ بُرا بھلا نہ کہا، اور رسالہ جات واِشتہارات میں ان کی کیا کیا کچھ توہین نہ کی؛ مگر ادھر سے کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔

اقول: باحیاباش وآنچہ خواہی گو۔ ندوۂ بریلی سے پہلے اور اس کے زمانے میں اہل سنت نے جو رسائل واشتہارات طبع فرما کر شائع کیے ضرور آپ کے پاس موجود ہوں گے۔ مہربانی فرما کر آپ نے وہ عبارتیں نقل فرما دی ہوتیں جن میں اہل سنت کے علما ومشائخ وسادات کے توہین تھی۔ حضرات!

---

(۱) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ (پارہ ۱۲، ھود: ۱۱۳)
(۲) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پارہ ۷، الانعام: ۶۸)
(۳) تخریج پہلے گزر چکی ہے۔
(۴) تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

ان مہذب مضامین کی نسبت ایسا کہنا آپ ہی جیسے راست گفتار، دیانت شعار صاحبوں کا کام ہے۔

للہ 'سوالات حقائق نما' دیکھیے۔ مراسلات حضرات عالم اہل سنت بنام ناظم ندوہ مندرجہ رسالہ 'مراسلات سنت و ندوہ' دیکھیے۔ 'فتاوی قدوہ' دیکھیے۔ وہ دیکھیے، یہ دیکھیے، کیا کیا دیکھیے، اور ایمان کی آنکھ سے ٹھیکری اٹھا کر بولیے کہ اہل سنت نے کس نرمی و ملاطفت کے ساتھ آپ کو حق پر لانا چاہا، اور آپ کے ناظم صاحب نے کیا خشونت و عصبیت برتی۔

پھر جب آپ کے اشتہاریوں، اخباریوں نے ان پاک مہذب ارشاداتِ شرعیہ کے مقابل فحش و ناپاک بے تہذیبیاں شروع کیں، جو دارالسلطنۃ کلکتہ و روہیل کھنڈ گزٹ بریلی و اشتہارات مطبوعہ ندویان سے واضح و آشکار ہے تو البتہ عوام اہل سنت نے پیرایۂ ظرافت میں ضرور آپ کی ساختہ شان، پرداختہ بزرگی کی خفیف خبر گیری کی۔

رسالہ 'سرگزشت و ماجرائے ندوہ' ہی کی لوح کا دوسرا صفحہ دیکھتے تو ایسا مضمون معکوس لکھتے کچھ حیا کرتے، اور اب بھی حاشا للہ! ادھر کے لطیف کلمے آپ کی فحش بے تہذیبیوں کے پاسنگ تک نہ پہنچے، آپ اپنی مقاصد ندوہ ہی دیکھیے اور حیا ہو تو آنکھ نیچی رکھیے، سر بازار یہ شوخ چشمیاں اچھی نہیں۔

ہاں! حضرت مجھی کو سہو ہوا، ندوہ کے نزدیک تو تہذیب وہ ہے جو یہیں صفحہ ۳۶ کے آخر سے لے کر ختم روئدادِ مختصر تک آپ برتیں گے، جسے ہم آگے چل کر ہدیۂ ناظرین باتمکین کرنے والے ہیں۔ آپ تو اسے تہذیب جانتے ہیں اور اس کے عکس کو بے تہذیبی۔ اگر ہم بھی اراکین ندوہ کی طرح علمائے کرام و ساداتِ عظام مشائخ اعلام کو سب و شتم سے یاد کرتے تو ندوہ کے مذہب میں مہذب قرار پاتے۔

الحمد للہ کہ ہم نے اپنے رسائل و اشتہارات کو آپ کے الزام سے بری کر دکھایا۔ اب ہم آپ کے جملہ ذیل پر بہت وقعت کے ساتھ نظر ڈالتے، اور بحکم قد یصدق آپ کے گاہے گاہے صدقِ مقالی کے شکر گزار ہوتے ہیں، وہ جملہ یہ ہے ادھر سے کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔

اقول: کلمۃ حق اُرِیدَ بِھا باطل. سچا بھی بولے تو جھوٹ کی نیت سے، یوں کہیے کہ علمائے اہل سنت کے رسائل و فتاوی و مسائل و سوالات کا جواب ندوہ بھر کی پکار سے نہ ہو سکا، نہ ہو۔ طرح طرح قسمیں دیں، آیتیں حدیثیں سنائیں، مدتوں دوستانہ خطوں میں سمجھایا، جب نہ مانا،

شائع کر کے دکھایا؛ مگر کسی طرح ان شرمیلی صورتوں کا منہ کھلنا تھا، نہ کھلا۔

یہ معنی ہیں کہ ادھر سے کسی نے جواب نہ دیا۔ وہ تو بات یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ولہ الحمد علمائے اہل سنت کی مذہبی تحریریں باطل کی آمیزش سے ندوہ ہو کر شائع نہیں ہوتیں، جو کسی کو منہ کھولنے کا موقع حاصل ہو، بدمذہبوں کے پاس ندوہ کی طرح ان کا جواب اگر ہوتا ہے تو یہی کہ افترا کی بوچھار یا گالیوں کا تار۔

قولہ: بلکہ ندوہ کے ہر ممبر کی فرداً فرداً یہی کوشش رہی کہ انہیں نہایت سنجیدگی کے ساتھ سمجھایا جائے۔

اقول: بے شک ایامِ ندوہ میں آپ کی کمیٹی کے چیدہ چیدہ ممبر علمائے اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہو کر خواستگارِ شرکت ندوہ ہوئے۔ جب یہاں اس کی شناعتوں کا اظہار فرمایا گیا طوعاً یا کرہاً سب حضرات کو تسلیم ہی کرتے بنی۔ اصلاح کے وعدے کر کے گئے۔ جب دیکھا کہ ندوہ کسی طرح مذہب اہل سنت کی پابندی پر راضی نہیں ہوتا، بعض اہل توفیق تو وہیں سے ندوہ کو سلام کر کے رخصت ہوئے، بعض مثل شاہ سلیمن وغیرہ آکر کہہ گئے کہ ہم مجبور ہیں نوخیز انجمن ہٹ پر آگئی، کسی طرح نہیں مانتی، باقی حضرات نے پھر منہ ہی نہ دکھایا۔

حقانی جی بھی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر چلے۔ دربارۂ اصلاحِ ندوہ خود ایک عبارت تحریر فرمائی جسے مجلس علمائے اہل سنت نے 'غزوہ' میں طبع کرا دیا ہے۔ دیکھیے صفحہ ۳۸؛ مگر وہ بھی اس نوخیز انجمن کی ہٹ کے آگے ویسے ہی ناکام رہے جیسے مقدمہٗ دہلی میں۔ غرض یہاں تو جو صاحب تشریف لاتے شیرانِ حق کی ہیبت نے اَن کہی کہلا چھوڑی۔ اس پر قائم رہنا توفیق کے ہاتھ تھا، جسے چاہا کرامت فرمایا۔ یہ سب وقائع مفصلاً 'سرگزشت ندوہ' میں طبع ہو چکے۔

قولہ: اور اسی بنا پر دو ایک رسالے شائع کیے، جن میں انہیں سمجھایا گیا اور شکوک رفع کیے گئے اور صاف طور پر لکھ دیا گیا کہ اگر آپ للّٰہیت کے ساتھ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو بخوشی جلسے میں تشریف لائیے اور یا خود ہا اس کا تصفیہ کر لیجیے۔

اقول: خدا کا شکر کہ آپ کو بھی ان مہذب تحریروں کے نام ظاہر فرمانے میں شرم آئی، جن کی تہذیب لوحِ سرگزشت کے دوسرے صفحہ پر انتخاب کر کے اہل سنت نے طبع فرما دی، اور 'سطوہ' اور

’غزوہ‘ ان کے رد میں تصنیف کیا۔کیا میں بھی آپ کی خاطر سے ان پردہ نشینوں کا نام ظاہر نہ کروں، نہیں، مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوسکے گا، مجھے ان کا کید-ان شاءاللہ- ناظرین پر ظاہر کردینا ہے۔

ایک ’ہدایۃ الالبا‘ دوسری ’اعلام‘، ان تحریروں میں بے شک اس مضمون کی عبارتیں لکھی گئی ہیں کہ آپ جلسے میں شریک ہوئیے، یہ کیجیے، وہ کیجیے۔افسوس آپ کی جو رودادیں پہلے چھپ چکیں اگر ان سے صراحتاً یہ ثابت نہ ہوتا کہ آپ کی کمیٹی میں شرعی امور بلکہ دین و مذہب پر بھی کثرت رائے کو غلبہ ہے تو یہ بھی کر دکھاتے؛ ورنہ بے قبولِ اصلاح اس طوفانِ بے تمیزی میں پاؤں دھرنا کیا ضرور تھا۔

اگر علمائے اہل سنت جلسے میں جاتے، مضامین اصلاح پیش فرماتے، اور وہاں کے نیچری، وہابی، رافضی، غیر مقلد وغیرہم کے جمگھٹ میں یہ ہلڑ ہوتا کہ کثرتِ رائے سے تجویز ہوئی کہ یہ مضامین قابل منظوری نہیں تو سوا بے حرمتی شریعت و ہتک مذہب کیا حاصل ہوتا!۔ان عبارتوں کے شائع کرنے میں پیچ یہ ہے کہ ہم تو ہر طرح اصلاح پر مستعد ہیں؛ مگر اہل سنت ہی کو منظور نہیں۔

لیکن جب حضرات سے درخواست کی گئی کہ بہت اچھا آپ یہی عبارتیں جو ’ہدایۃ الالبا‘، ’اعلام‘ میں لکھی ہیں، ندوہ کے مہر و دستخط سے مشتہر کر دیجیے تو ہم یوں بھی موجود ہیں؛ ورنہ ایک عبدالحق یا امجد علی کا قول تمام ندوہ پر حجت نہیں ہوسکتا۔اگر وقت پر ندوہ یہ کہہ کر الگ ہوگئی کہ میں انہیں نہیں جانتی، یہ میں نعل مختار نہیں تو اس وقت ہم اس عبارت کو کیا کریں گے۔اس کے جواب میں کس بھولے پن سے ارشاد ہوا کہ ندوہ لکھ کر تو شائع کرے گی نہیں، زبانی کہلوا لیجیے۔اے سبحان اللہ! زبانی جمع خرچ کی بھی ایک ہی ہوئی۔

اس سے بھی تیز سنیے کہ رفع شکوک کیے گئے، ہمارے ایک اعتراض کا بھی جواب ندوہ کے دوسو عالموں سے نہ ہوسکا؛ مگر اس دوورقی اور چوورقی تحریروں نے سب شکوک رفع کر دیے جن میں ہمارا کلام سمانے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ یوں کہیے کہ اعتراضوں کی طرف سے اعراض فرما کر دیانت اور تہذیب کو دھتا بتا کر جو زبان پر آیا کہہ چلے، اور جواب ہوگیا یعنی مذہب وتہذیب سب کو جواب ہوگیا۔

جن صاحبوں نے ہمارے سوالات اور آپ کی تحریرات کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائے ہوں گے، ہماری طرح آپ کے ستم راست بیانی کے وہ بھی قائل ہوگئے ہوں گے۔ان دونوں تحریروں

میں ہمارے ایک سو نوے سوالوں میں سے ایک کا بھی جواب ہوتو ہم گناہ گار؛ ورنہ ہمارے مخالفین کذب کے فدائی، حق سے بیزار۔

اب رہی ہماری للّٰہیت، اسے تو کوئی ناظم صاحب پر حلف رکھ کر پوچھے اور 'مراسلاتِ سنت و ندوہ' دیکھے۔

قولہ: مگر اس پر بھی ادھر سے جو کچھ ہوتا رہا، وہ کس پر ظاہر نہیں اور ادھر سے جو صبر و شکیبائی سے کام لیا گیا، وہ بھی کس پر ہویدا نہیں۔

اقول: یعنی اہل سنت کی طرف سے شرعی اعتراضوں کے وار پر وار ہوتے رہے، اور ندوہ خاموش دم سادھے صبر و شکیبائی سے کام لیتی رہی، اور اگر آپ کی مراد بے تہذیبی، تو مضمون برعکس ہے، اوپر دیکھیے اور شرمائیے۔

قولہ: مقصد دوم کی ایک گونہ یہ کامیابی کی صورت ہے کہ اس کے ایک ممبر نے بھی نفسانیت کی روش اختیار نہیں کی۔

اقول: بجا ارشاد ہوا، یہ تو اسی سے روشن کہ مذہب حلال ہو گیا اور کسی نے اُف تک نہ کی۔

قولہ: ہم کو یہاں پر یہ دکھلانا ہے کہ ہمارے مہربان مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور ان کے پیشوا و مقتدا مولوی عبد القادر صاحب بدایونی نے جن کی ذی علمی، اتباع سنت حنفیت، ہٹ دھرمی، کج روی کا لفافہ خواص و عوام پر کھل گیا۔

اقول:ؔ اُلفت رفض کی تاثیر تیرا کیا کہنا
آ گیا خیر سے ان کو بھی تبرا کہنا

سچ تو یہ ہے کہ ندوہ کی محبت نے سراپا ندوہ بنا دیا۔ منہ سے بات نکلی تو ندوہ ہو کر، جہاں ہمارے حضرات کی ذی علمی، اتباع سنت حنفیت کا بیان کیا وہاں اپنی ہٹ دھرمی، کج روی بھی دکھا گئے، عبارت کا ندوہ بنا گئے۔ بے شک حضرت عالم اہل سنت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب اور حضرت تاج الفحول مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب مدظلہما الاقدس کی ذی علمی و اتباع سنت و حنفیت کے جوہر خاص و عوام پر ظاہر ہو گئے، اور ندوہ کے ٹکٹ یافتہ مولویوں کی ہٹ دھرمی، کج روی کا لفافہ کھل گیا کہ علمائے اہل سنت ندوہ کی اصلاح میں (جس کا محتاجِ اصلاح ہونا خود اس کے

اراکین کو مسلم) با دِل و جان و قلم و زبان ساعی رہے، اور ندوہ اپنی ہٹ دھرمی، کج روی پر جمی رہی خلافِ واقع لکھ لکھا کر چھاپ دینے میں آپ کو تو کچھ بھی تامل نہیں، شیرانِ حق کے نعروں نے روباہ حضالوں کے چھکے چھڑا دیے، بھاگتے ہی بنی، اس تماشے کو ہزاروں آنکھیں دیکھتی تھیں

ندوی کہتے ہیں کہ ہم ندوہ کے سینکڑوں مولویوں کی سنیں یا ان دو حضرات کی مانیں، یہ نہیں دیکھتے کہ ان دو بندگانِ واحد قہار کی ہیبت نے ان سینکڑوں کا کیا حال کیا۔ صرف اس قدر کہنا کہ اُدھر سینکڑوں ہیں، ادھر اگر بالفرض باطل تسلیم بھی ہو تو ندوہ کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ مذہب اہل سنت ندوہ کی کمیٹی نہیں، جس میں آپ صاحبوں کی کثرت آرا پر فیصلہ ہو، ان دو صاحبوں کے مقابلے سے سینکڑوں کے پاؤں اُٹھ جانے پر ہمیں ایک شعر یاد آیا ہے، گویا شاعر نے اسی واقعہ پر لکھا ہے۔

دودل یک شود بشکند کوہ را ☆ پراگندگی آرد انبوہ را

قولہ: کن اصول پر اور کیسی مخالفت کی۔

اقول: اصولِ کتاب و سنت و اجماعِ امت و ارشاداتِ ائمہ ملت، انہیں اصول کی بنا پر ان بددینوں، گمراہیوں سے مخالفت کی، جنہیں صدہا بار گنا دیا گیا کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے، سب حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، بدمذہبوں سے محبت فرض، اتحاد ایمان، یہ نہ ہو تو ایمان ندارد، نماز روزہ اکارت، کیوں کن اصول پر کیسی مخالفت کی!۔

قولہ: اور محترم انجمن ندوۃ العلما نے کس سنجیدگی و متانت و سلامت روی کو اختیار کر کے صبر و استقلال سے کام لیا۔

اقول: وہی پہلی بات کہ ہمارے سوالوں سے عاجز آ کر علمی بحث میں سکوت اختیار کیا، اور ضلالت و جہالت پر اِصرار رکھا۔

قولہ: جس کے اجر میں بفحوائے آیت پاک اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ خالق عالم نے ندوہ کو بریلی میں کیا عزت بخشی!۔

اقول: اگر روپے کے بارہ بارہ والی لالٹینوں اور گوروں کے سونے کی چارپایوں سے (جو نیلام میں خرید کی گئی تھیں) ندوہ نے عزت پائی تو یہ تو ہم نے بھی بعض ثقات کی زبانی سنا، اور کہتے

چونہ کا ذکر اوپر گزرا۔ باقی رہا اجر صبر اس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ اول تو بے چاری انجمن نے صبر نہ کیا، اس سے ضبط نہ ہو سکا، ہر وار پر بدزبانی سے کام لیتی رہی، گالیاں کو سنے دیتی رہی، اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا جب بھی اہل سنت کو صبر کا اجر ملتا ہے، بدمذہبوں اور بدمذہبی پسند کرنے والوں کو اجر صبر سے کیا واسطہ۔ حضرت! یہ تعصب واصرار وعناد واستکبار کہلاتا ہے، نہ صبر واصطبار۔

قولہ: جلسہ کے کوئی دو ماہ پہلے جب اس کے بریلی میں قرار پانے کی خبر گرم ہوئی تو یکایک حضرات کے دل میں جانے کیا گزری کہ ندوہ کے مخالف بن بیٹھے۔

اقول: وہی جو ہمیشہ ہدایت کرنے والوں کے جی میں گزرتی ہے، اور یکایک کا حال صدر و ناظم سے دھرم رکھ کر پوچھو کہ یہ نوخیز انجمن جس روز پیدا ہونے والی تھی، اسی دن برملا مولوی لطف اللہ صاحب کو سمجھایا، انہوں نے تسلیم کیا اور ناظم صاحب کچھ حرکت مذبوحی فرما کر دم بخود۔

قولہ: جناب سیدنا ناظم صاحب کو خط لکھا کہ جلسہ یہاں نہ کیا جائے تو بہتر۔

اقول: کیا قیامت ہے، اگر بھولے سے کبھی سچ بھی بولیں گے تو جھوٹ ملا کر ندوہ بنا دیں گے۔ مولوی محمد رضا خان اور مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب کے خطوط اس مضمون کے گئے تھے کہ اگر آپ باپابندی مذہب اہل سنت تشریف لائے ہیں تو بسم اللہ؛ ورنہ مخالفت ہوگی، وہاں پابندیِ مذہب منظور نہ ہوئی، ناچار اہل سنت نے مخالفت کی۔

قولہ: جناب ناظم صاحب نے نہایت سہولت سے جواب دیا کہ آپ تھوڑا توقف فرمائیے جس وقت اراکین ندوہ بریلی میں جمع ہوں گے، اس وقت زبانی رفع شبہات ہو جائے گا۔

اقول: اراکین ندوہ بریلی آئے اور علمائے اہل سنت سے ملے، رفع شبہات کی جگہ شناعاتِ ندوہ تسلیم کر کے اُٹھے۔ دیکھیے سرگزشت ندوہ اور زبانی کی قید یہاں بھی نہ چھوڑی کہ اپنی زبان اپنے اختیار میں ہے، اقرار کا انکار، انکار کا اقرار کرتے کیا دیر لگتی ہے۔

قولہ: مگر احقاقِ حق منظور ہی نہ تھا بلکہ محض طوفانِ بے تمیزی مقصود تھی۔

اقول: لعنۃ اللّٰہ بالکاذبین تم بھی کہو آمین۔ خدا آپ کو راہِ راست پر لائے۔ آپ نے انجمن ندوہ کی پوری تصویر کھینچ دی، طوفان اُس پر کیا خوب پھبا ہے، اور اُسی کے اُنوثت کی بدولت طوفان بے چارہ بھی مؤنث ہوگئی۔

قولہ: جھٹ یہ چال چلے کہ آپ نے ایک استفتا تکفیر رفضا پر تیار کر کے چند علما کے دستخط کرائے۔ من جملہ ان کے بعض وہ حضرات بھی تھے جو ندوہ کے اعلیٰ سر پرست یا اُس کے رکن رکین تھے۔

اقول: یہ آپ ہر جگہ تقیہ کیوں کر جاتے ہیں۔ مفتی لطف اللہ صاحب جج حیدر آباد کا نام لکھتے کیوں شرماتے ہیں۔ حضرت! وہ استفتا محض رفضا ہی کے بارے میں نہ تھا، کل مبتدعین یعنی سارے ندوہ کے بارے میں تھا۔ وہ فتوی حیدر آباد، بمبئی، دہلی میں چھپ چکا ہے۔ آپ تھوڑی دیر انصاف کی عینک لگا کر ملاحظہ کیجیے کہ محض روافض کے بارے میں ہے یا کل مبتدعین کے۔

قولہ: بعد ازاں اس پر اپنا ایک لمبا چوڑا مضمون ندوہ پر غیر مہذب اعتراضات کا اضافہ کیا، اس طرح کہ گویا استفتا اس تحریر کا جز ہے، اور دیکھنے والوں کو دستخط کل تحریر پر معلوم ہوں اور دلیری دیکھیے کہ اس کو چھپوا کر شائع بھی کرا دیا۔

اقول: حادثۂ جانکاہ مولوی لطف اللہ وغیرہ رسائل میں ان مہملات خرافات کے جواب بار بار وہ پہنچا دیے ہیں کہ آپ کا جی ہی جانتا ہوگا؛ مگر میں تو اس عیاری کو مانتا ہوں۔ فرماتے کیا ہیں کہ گویا یہ استفتا اُس تحریر کا جز ہے۔ جناب من! اس میں کون آنکھوں کا اندھا کلام کر سکتا ہے۔ ضرور وہ فتوی ان مجموعۂ اوراق میں داخل ہے، پھر ہم نے اسے داخل کر کے آپ کا کیا بگاڑا، حرج تو اس میں تھا کہ اضافۂ اعتراضات یوں کیا جاتا کہ گویا وہ اعتراضات فتوی کے جُز ہیں۔

اللہ رے چالاکی! تغلیطِ عوام کے لیے افترائی اعتراض سے یہی مقصود اور ادا کے لیے وہ عبارت جس سے کذب مفقود، پھر جوشِ دانش دیکھیے کہ دیکھنے والوں کو دستخط کل تحریر پر معلوم ہوں، کہیے اس توہّم میں اعتراضات جز و فتوی ٹھہرتے یا استفتا جز و تحریر غرض ؎

نہ تیری بات بُری ہے نہ تیری گھات بُری
نظر نہ آئی مجھے تیری کوئی بات بُری

آپ غیر مہذب غیر مہذب کی پکار کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ تمہیدی عبارت میں اگر بُرا کہا گیا تو مبتدعین کو مبتدعین کی صحبت پسند کرنے والوں کو۔ اگر آپ کے نزدیک یہ بے تہذیبی ہے تو اس بے تہذیبی سے فتویٰ کب خالی ہے، اس میں تو وہ کچھ ہے جو عنوان کے مضمون میں نہیں۔ انصاف سے کہیے! اب آپ کے طور پر تو وہ احکامِ شرعیہ –معاذ اللہ– غیر مہذب اور مفتی صاحب

بد تہذیب ٹھہرے یا نہیں۔ دلیری تو آپ کی دیکھنے کے قابل ہے کہ مولوی کرامت اللہ خان صاحب کا نام جلسہ دوم بریلی کے واعظین میں چھاپ کر شائع کرا دیا اور وہ اس کارروائی سے بالکل بے خبر، کیوں کیسی کہی!۔

قولہ: علما اس کارروائی سے بالکل بے خبر۔

اقول: استفتا کے ساتھ ندوہ کی روداد صدرِ ندوہ کی خدمت میں حاضر کی جائے، تین دن ان کے ملاحظہ میں رہے، اس پر بھی بے خبر رہیں تو خدا حافظ۔

(دیکھیے اشتہارِ مباہلہ جس کو حافظ سید عبدالکریم صاحب بریلوی نے زمانۂ جلسہ بریلی میں مشتہر فرما کر ندوہ کے ایک ایک رکن کے ہاتھ میں دے دیا) لطف تو یہ ہے کہ جج صاحب حیدرآباد فرماتے ہیں کہ اگر یہ جانتا کہ یہ فتوی ندوۃ العلما سے متعلق ہے تو ہرگز مہر نہ کرتا کیا خوب جس بات سے زید بے چارہ گناہ گار اور رافضی، خارجی، نیچری، وہابی بننے کا سزاوار ہو وہی امر ندوہ کرے تو مہر سے بھی انکار ہو۔ یاں سچ ہے: 'بیر والی اپنے بیروں کو کیوں کر کھٹے کہے'۔

قولہ: جب انہوں نے دیکھا تو تماشے و تبرّا کرنے لگے کہ حاشا و کلا ہم نے ہرگز خلافِ ندوہ پر دستخط نہیں کیے، اور جس استفتا پر دستخط کیے اس کو ندوہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اقول: استفتا کے مضامین ندوہ ہی کی کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ بارہا مطابق کر کے دکھا دیا، آنکھیں نہ کھلیں تو ہمارا کیا قصور۔ اب جب چاہے مطابق کرا لیجیے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر بجائے زید سوال میں ندوہ قائم ہوئی تو بقولِ مفتی صاحب مہر کے قابل نہ رہتا۔

قولہ: اب جناب کی افترا پردازی کھل گئی اور راز افشا ہو گیا اور چلتی ہوئی کوشش کو سخت صدمہ پہنچا؛ لیکن چاہیے کہ اس روش میں کچھ تخفیف ہوئی نہیں بلکہ تشدد اور بڑھ گیا، ناواقفوں کے بہکانے کے لیے خلافِ واقع بیانات اور افتراے محض سے کام لینے لگے۔

اقول: الحمدللہ! آفتاب سا روشن ہے کہ اہلِ سنت کی پاک و مبارک تحریروں کو دیکھ کر مسلمان صراطِ مستقیم پر قائم رہے بلکہ بعض اراکین و شرکاے ندوہ ندوہ سے بیزار ہو گئے، اور بفضلہٖ تعالیٰ جدا ہوتے جاتے ہیں۔ آپ سید کہلاتے ہیں، زندہ مکھی تناول فرمانی آپ سے متوقع نہیں۔ لا جرم عبارتِ شریفہ کی یہ مراد ہو گی جو ہم بطور شرح عرض کرتے ہیں۔

اب جناب صدر و ناظم وغیرہما حامیانِ ندوہ کی افترا پردازی کھل گئی اور اشتہارِ مباہلہ وغیرہا تحریرات اہل سنت کے طبع ہوتے ہی راز افشا ہو گیا، اور ندوہ کی چلتی ہوئی کوشش زر اندوزی کو سخت صدمہ پہنچا؛ لیکن چاہیے کہ اعتراضات اہل سنت دیکھ کر اپنی ضلالتوں، بطالتوں، جہالتوں پر متنبہ ہو کر اس روش دین فروشی و دنیا خری میں کچھ تخفیف ہوتی، یہ نصیب نہ ہوا!۔ نہیں بلکہ کاسہ لیسی نیچریت کا تشدد اور بڑھ گیا اور کیوں نہ بڑھتا کہ سو سے آٹھ سو ہو گئے تھے۔

ناواقفوں کے بہکانے کے لیے مختصر روداد وغیرہ تحریراتِ شر و فساد میں کانپوری بہاری لیلیٰ نہاری نہ دیا، حواری خلاف واقع بیانات اور افترائے محض سے کام لینے لگے۔ کبھی کہہ دیا: مفتی جی نے جس پر مہر کی یہ وہ فتوی ہی نہیں، وہ تو صرف رافضیوں کے متعلق تھا۔ کبھی کہہ دیا: ہمیں نہ جتایا تھا کہ یہ ندوے کے ماتھے جائے گی؛ ورنہ ہرگز ہم مہر نہ کرتے وغیرہ وغیرہ خرافات کثیرہ۔ اب بے شک یہ حق محض ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ

قولہ: روزمرہ (الی قولہ) توجہ نہ کی گئی۔

اقول: اس کا رد ابھی گزارش ہو چکا۔

قولہ: اس کے بعد جلسے میں جب علما جمع ہوتے تو مولوی مجتبیٰ حسن اور مولوی کرامت اللہ صاحب واعظ دہلوی صلح کا پیغام لائے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ امور تحریر سے طے نہیں ہو سکتے بلکہ اس وقت تو ان کے اور اپنے منحصر علیہ و متفق علیہ بزرگ سردار لطف اللہ صاحب موجود ہیں جن پر انہوں نے حصر بھی کیا تھا جو مولانائے ممدوح مخدوم فرمائیں گے اسی پر تصفیہ ہے بہتر ہے کہ آپ تشریف لائیے یا مجھ کو بلائیے۔

اقول: دعویٰ حصر کے شافی جواب حادثۂ جانکاہ مولوی لطف اللہ و رسالہ 'جثوہ' وغیرہما سے سینے اور ان دونوں پیاموں کا واقعہ (جنہیں آپ نے یوں ظاہر کیا کہ گویا اہل سنت کے بھیجے ہوئے تھے حالانکہ وہ دونوں صاحب ندوے کی طرف سے علمائے اہل سنت کے پاس آئے اور بطلانِ ندوہ و تعصب ندویان تسلیم فرما کر اٹھے اور بوعدہ اصلاح ندوہ کو واپس گئے)۔

'سرگزشت ندوہ' میں پڑھیے؛ مگر یہ تو فرمائیے کہ جب آپ کے بزرگ سردار صاحب ندوہ کی

کرسی گرمانے کو تشریف لائیں، اور مسجد جامع بریلی سے روزِ جمعہ ہزاروں کے مجمع میں احقاقِ حق کا نام سنتے ہی بایں ریش وفش یوں نا گفتہ بہ لب بیان بہریں خط حاضر کیا جائے، ہمارا خط نہ لیں، مجبور ہو کر اشتہارِ مباہلہ چھاپ کر ہاتھوں میں دے دیا جائے، اس پر کروٹ نہ بدلیں، پھر تصفیہ کی کیا صورت، اور ایرا غیرا نتھو اخیرا کے بلانے یا ان کے پاس جانے کی کیا ضرورت۔ اور ہم تو یہ بھی کر چکے، علمائے اہل سنت ناظم صاحب کے پاس گئے، مناظرہ چاہا، ٹال گئے کہ وہیں آؤں گا، یہاں آئے اور پھر کندھا ڈال گئے کہ دوسرے وقت آؤں گا، وہ ان کی قسمت کا دوسرا وقت آج آتا ہے، شرمائیے تو نہ ہو گے۔

اگر کہیے ان حضرات کا تقریر سے بچنا اُڑان گھائیاں بتانا کچھ خوف خدا یا ہیبت خلق کے سبب نہ تھا (اور سچ بھی ہے خوف خدا ہوتا تو مذہب اہل سنت حلال ہی کیوں کیا جاتا) رہی ہیبت خلق۔

ع : خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندوں کی کیا چوری

بلکہ یہ مقدس صلح کل حضرات جھگڑتے سے بچتے ہیں، مناظرہ ومباحثہ تحقیقات دینیہ کو تو تو میں میں سمجھتے ہیں (یہ ضرور حق ہے مگر کب سے انہیں ندوے کے نئے دنوں سے؛ ورنہ اب تک داڑھیاں تو اسی تو تو میں میں سپید ہوئیں۔)

میں عرض کروں گا حضرت! پھر اب تصفیہ کی کیا صورت؟۔ تقریر تو یوں گئی۔ رہی تحریر اس کی نسبت آپ فرما چکے، یہ امور تحریر سے طے نہیں ہو سکتے۔ لا جرم کارروائی صاحبانِ مذکورین ندوہ کا حاصل بقول آپ کے یہی نکلے گا کہ احقاقِ حق منظور ہی نہ تھا بلکہ طوفانِ بے تمیزی مقصود تھی، چاہے طوفان مذکر کا مونث ہی کیوں نہ ہو جائے، سب جانے دو۔ آپ کے سردار بزرگ پنچ مقبولۂ فریقین ہی سہی، پھر حضرت! فیصلہ ان کے سکوت پر رکھا تھا، یا تحقیق پر۔ تحقیق ان کی وہی ہے جو فتویٰ میں موجود، اور مہر کے خلاف لب پر مہر سے استناد مردود۔

ولاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم .

قولہ: مگر ادھر سے کچھ جواب نہ آیا۔

اقول: شاہ سلیمان اور مولوی عبدالحق اور دیگر علمائے ندوہ سے جو علمائے اہل سنت کی ملاقات وزیارت کو آئے تھے، حلف رکھ کر جواب کی نسبت پوچھیے اور جان بوجھ کر انجان نہ بنیے۔ اور ہاں!

جامع مسجد بریلی سے بے جواب دیے فرار کس نے کیا؟۔ خط کا جواب کس نے نہ دیا؟۔ اشتہارِ مباہلہ پر سانس کس نے نہ لیا؟۔ اعلانِ مناظرہ پر یہ جاوہ جا کون چل دیا؟۔ شرم، شرم، شرم۔

اس کے بعد صفحہ ۴۸ کے سطر دو سے دس تک آپ مجبوروں کی طرح گالیاں دیتے، کوسنے سناتے، ناک بھوں چڑھاتے، پیچھے پھر پھر کر دیکھتے جاتے، ندویوں کو افسوس دلاتے، اہل سنت کو خوش کرتے، ہنساتے خراماں خراماں تشریف لے گئے ہیں جس کا جواب کئی بار ہو چکا ہے۔

قولہ: خدائے عادل نے ندوۃ العلما کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوا دو چار خاص متعلقین کی کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

اقول: آج تک تو ہم پر اِفترا اور بہتان کی بھر مار تھی، اب ۔نعوذ باللہ۔ خدائے عادل کی ذاتِ پاک کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ ہمارا خدا تو اہل سنت کے سوا سب بدمذہبوں سے بیزار ہے۔ اس نے کبھی ایسوں کا ساتھ دیا نہ دے۔ بر سبیل تذکرہ یہاں ایک حکایت لکھتا ہوں۔

ایک شخص کو نزع میں کلمہ تلقین کیا گیا، زبان سے نہ نکلا، وجہ پوچھی، کہا: کوئی روکتا ہے اور زبان پر کلمہ کو جاری نہیں ہونے دیتا۔ پوچھا: کیوں، کہا، کہتا ہے کہ آخر تو وہی تو ہے جو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بُرا کہنے والوں کے پاس بیٹھتا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ ہمارا خدا بدمذہبوں تو بدمذہبوں ان کے پاس بیٹھنے والوں سے بھی راضی نہیں وہ قرآنِ مجید میں فرما چکا:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۱)

وہ صاف وعید شدید ارشاد کر چکا۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (۲)

اب رہی یہ بات کہ اہل سنت کی طرف دو ہی چار معدود رہ گئے۔ اس کا جواب سرگزشت و ماجرائے ندوہ سے لیجیے، اور اپنے ندوے کے شرکا بلکہ ارا کین کو ہماری طرف دیکھیے اور شرما کر گریبان میں منہ ڈالیے۔ ہاں! شاید آپ کے اپنے متعلقین مراد ہوں تو سچ ہے آپ کے متعلقین جو

(۱) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پارہ ۷، الانعام: ۶۸)
(۲) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (پارہ ۱۲، ہود: ۱۱۳)

ہمارے ساتھ ہوتے وہ معدود ہی ہیں، اور اگر خدا نہ کردہ امر حق کے اظہار میں دنیا خلاف ہو جائے تو کیا دنیا کی مخالفت سے- معاذ اللہ- حق حق نہ رہے گا- خدا کے سچے بندے اس امر کی کچھ پروا بھی کریں گے- آپ کے ناظم جی کو حدیث سنا ہی دی تھی کہ **رحم اللّٰہ عمر ترکه الحق ماله من صدیق**- اللہ عمر پر ترحم کرے حق گوئی نے اسے اس حال پر کر چھوڑا کہ کوئی اس کا یار نہیں۔

قولہ: دو ایک عالم جو اُن کے حمایت کو آئے تھے وہ بھی ندوہ کی برکت دیکھ کر ادھر کے ہو رہے۔

اقول: کیا قیامت ہے۔ کبھی تو کچھ سچ بھی بول دیا کیجیے، آخر ان کے نام کیا تھے، آپ کی راست گفتاری تو ان گول گول لفظوں ہی سے ظاہر ہے۔ ایسا چمکتا ہوا واقعہ اگر واقع ہوتا تو اس کا تفصیلی ذکر کیوں ہضم فرما لیا جاتا۔ اب ہم آپ کو یہ کھول کر دکھائے دیتے ہیں کہ آپ کے علما علمائے اہل سنت کی حقانیت دیکھ کر ادھر کے ہو رہے 'سرگزشت وماجرائے ندوہ' ملاحظہ ہو۔

قولہ: بریلی کے مسلمان عام طور پر ان کے فعل پر نفریں کرنے لگے کہ انہوں نے ناحق یہاں کے مسلمانوں کو ہندوستان بھر میں بدنام کرایا۔

اقول: ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ معاملہ مسجد جامع کے بھی گواہ یہی کہتے تھے۔ دیکھیے سرگزشت اس کے بعد صفحہ ۳۸ کے حاشیہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

قولہ: بلکہ ممبرانِ ندوہ کے اس حلم کو خیال فرمائیے کہ جلسہ میں ان کی طرف سے روزانہ وہی تبرائی اشتہار تقسیم کرنے کو لوگ آیا کرتے تھے؛ حالانکہ کوتوال صاحب نے اس کی سخت ممانعت کر دی تھی؛ مگر انہماک فی المخالفت دیکھیے کہ شریفانہ عزت وآبرو کا بھی خیال نہ رہا، اور کارروائی بند نہ کی گئی جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ کانسٹیبلوں نے چند مرتبہ ان کے آدمیوں کو گرفتار کر کے چالان کرنا چاہا؛ مگر جناب ناظم صاحب وغیرہم نے باصرار چھوڑ دیا اور درگزر کیا جس کے ہم شکر گزار ہیں۔

اقول: ہم- بحمد اللہ تعالیٰ- نہ تبرائی نہ تبرائیوں کے بھائی۔ ہمارے اشتہاروں میں ایسے مضامین نہ تھے جیسا کہ اوپر ہم ثابت کر آئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہر اشتہار روزانہ ایک ایک رکن ندوہ کے ہاتھ میں دے دیا جاتا تھا۔ باقی رہا کانسٹیبلوں کا قصہ اور ناظم صاحب کے چھڑوانے کا فخریہ ملنا آپ کے اس منہ کی بات ہے جس میں اس رنگ کی ہزاروں بھری ہیں اور تو کچھ بن نہیں پڑتا یوں ہی بے پر کی اُڑا کر خوش ہو لیا کیجیے۔

اگر تھوڑی دیر کو یہ واقعہ صحیح بھی مان لیا جائے تو آپ کو ایسے حامیانِ حق سے سبق لینا چاہیے کہ حمایت مذہب میں موانع کا کچھ بھی خیال نہ کیا، اور حق کا کام کرتے رہے۔ آپ کی طرح کوئی لکھنے والا ادھر سے یہ لکھ دیتا کہ ادھر کے بڑے بڑوں کو دریائے شور کا حکم ہو گیا تھا؛ مگر ادھر والے انہیں چھڑا لاتے، پھر آپ جو جواب اس کا دیتے وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھ کر خاموش ہو رہیے، اور صدق و دیانت کے گلے سے چھری اٹھا لیجیے۔

یہاں سے آخر تک آپ نے وہی ظاہری ٹیم ٹام اور دُنیوی دُھوم دھام اور دعوت ہائے مال حلال و حرام اور بھٹیاروں کے تعشق قسائیوں کے تعلق سقوں کے تصدق سواری کے آگے جنازے کی طرح چھڑکاؤ وغیرہ کی راگ مالا گائی ہے جو محتاجِ جواب نہیں۔ بھٹیاروں کا یہ خط صاف ظاہر ہے کہ کسی درِ پردہ حضرت نے انہیں لکھ دیا اور کہیے قسائیوں کا بھی آیا یا نہیں۔ بھٹیاروں والے میں اس کا ذکر تو تھا، آتا تو کیوں نہ چھاپتے، کیوں چھپاتے کہ ندوہ کی برکت کے دو گواہ ہو جاتے۔

ہاں! اتنی برکت کے تو ہم بھی قائل ہیں جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، نہ اس میں کسی کے خط اور واللہ باللہ ثم تاللہ کی حاجت کہ حضرت ندوہ کی برکت قدوم سے بریلی میں چھ سیر کا تو بک گیا۔ اب خدا خدا کر کے بھاؤ سنبھلا ہے، حضرات یہاں سے اُٹھ کر بمبئی پہنچے، وہاں ایک تائیدی جلسہ کیا، طاعون پھیلا، اب خدا کے لیے اور شہروں پر مہربانی ہی رکھیے۔

رب انی اعوذبک من ھمزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین.

منشی نہال احمد صاحب کا ندوے کے تھالے میں نہال تقریر بونا اور ہمارے قلم حق رقم کی آبیاری سے اس کی کلی کلی کا نہال ہونا

یہ منشی صاحب ندوہ کے نوکر ناظم صاحب کے ماتحت اور منشی بہاری صاحب کی طرح نقاب چہرۂ نظامت ہیں۔ ان منشی جی نے کچھ ابکار افکار پیش نہ کیں، وہی مطرودات ہیں جن کی ناز برداریاں بارہا ہو چکیں۔ ندوے کی ظاہری ٹیم ٹام کے جواب اوپر گزرے، یوہیں بقیہ مضامین کہ اوپر رد ہو چکے انہیں رد سابق کے حوالے کر کے بعض باتیں کہ منشی جی نے نئے لباس الفاظ پہنا کر دکھائی ہیں اجمالاً ان کے متعلق گزارش سنیے۔

قولہ: جن کے دلوں میں اسلامی شوکت وشان کی عظمت ہے ان سے اس مجلس کی قدر و قیمت پوچھیے۔

اقول: سیدنا ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالی عنہ نے کسی شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

اردنا کم صرفا فاذ قد منرجتم

فبعدا او سحقا لا نقیم لکم وزنا

یعنی ہم نے تمہیں خالص چاہا تھا اب کہ تم میل کر بیٹھے تو دور نہ ہو، دفع ہو، ہمارے یہاں تمہاری کچھ قدر نہیں، اسے سنتے ہی غش فرمایا۔ اسلامی عظمت جاننے والوں کے نزدیک میل کرنے والوں کی یہ قدرت و قیمت ہے۔

قولہ: پھر خبر لیجیے۔

اقول: کتنی بار؟۔

قولہ: زمانہ کا رنگ مذہبی اقوات (۱) وجذبات کا اس قدر مخالف ہے کہ اکثر حضرات میرے اس بتائے ہوئے قرینے سے یہی نتیجہ اخذ کر لیں گے کہ جلسہ نہایت ہی پھیکا اور کم زور ہوا؛ کیونکہ ایسے پیارے اسلامی دل بہت تھوڑے ہیں۔ حضرات! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جلسہ نہایت ہی قوت سے ہوا۔

اقول: الحمد للہ کہ اس بیان میں ایک تو سچے بولے، خدا کرے ہمیشہ تمہیں یوں ہی بتانا نصیب اور اہل سنت تمہارے نتیجے لینا روزی واقعی سچے اسلامی پیارے دل بہت کم ہیں۔ اگر جلسہ خالص سنت پر ہوتا ہرگز نہ یہ ٹیم ٹام ہوتی، نہ دھوم دھام نظر پڑتی، وہی گوشہ نشیں، مسجد گزیں، مغموم وحزیں؛ مگر نور آگیں، معدود محمود مبارک چہرے نظر آتے، جنہیں نہ نیچیریت چڑگئی، نہ آزادی کی ہوا لگی، نہ اُنھوں نے اپنے قدیم مذہب پہلی کتابوں پر پانی پھیرا، نہ مذہب کے دعوی واپس لیے، یہ رافضیوں کی پکار، نیچریوں کی گہار، وہابیوں کی بھر مار، تفضیلیوں کی بوچھار، لال ٹوپیاں دُم دار، میز کرسی کی قطار، حضرت شمن الدین کی جھنکار کہاں سے آتی کہ شان وشوکت کی بہار لہلہاتی۔

(۱) یہ قوت کی جمع افعال وفعلات اوزان جمع سنی تھی یہ افعات ندوے کی نئی گڑھت ہے؛ مگر جب ندویوں نے قرآن مجید کی آیت گڑھ لی تو اس کی کیا شکایت! ۔۱۲

قولہ: تین چار روز تو وہ چھل بل رہی کہ جدھر دیکھیے اسلام ہی اسلام کی صدا آ رہی ہے۔

اقول: یہ سچ ہے۔ ادھر مجلس اہل سنت میں دعوتِ حق و ہدایت صدق کے شب و روز اعلان تھے کہ اے ندویو! اسلام پر آؤ، اسلام سے نہ بگڑو، اسلام سے نہ جھگڑو، اسلام کے احکام نہ بدلو۔

ہاں ہاں ہاں۔ اسلام، اسلام، اسلام۔

جنہیں سن سن کر بڑے بڑے اراکین ندوہ یہاں تو الاسلام گردن نہادن ہی کا مزہ دکھا گئے، خواہ وہاں جا کر قائم رہے یا نہ رہے۔ ادھر ندویوں کے نصیب نیچری تقدیر کی طرح سر پر ہاتھ رکھ کر رو رہے تھے کہ ہائے اسلام، وائے اسلام، اسلام کا خلاف اور ندوۃ العلما کا نام۔ غرض ہر طرف اسلام ہی اسلام کی صدا تھی، خواہ بزمِ دعوت خواہ مجلس عزا تھی۔

قولہ: بوجھ اُٹھاتے۔

اقول: جب ہی تو عزیز ہیں۔

قولہ: اسلامی جلسے، مذہبی گروہ۔

اقول: احکامِ اسلام کا صریح اور جلسہ اسلامی مذہب حق کے گلے پر چھری اور گروہِ مذہبی۔

قولہ: جس جلسے میں کچھ دنیاوی فائدوں کی امید نہ ہو۔

اقول: خدا نہ کرے جھونپڑے کی جگہ محل تیار ہونا اگر چہ ایک خاص کا فائدہ ہی سہی؛ مگر بے پڑھے لکھے یا چند حرف پڑھے علما کی فہرست میں نام درج ہونا، بڑے بڑے القاب سے یاد کیا جانا، اطراف واقطار میں رودادوں اشتہاروں کے ذرائع سے تشہیر پانا، کوئی دنیوی فائدہ ہی نہیں۔ کل تک جن کا کوئی نام بھی نہ جانتا، یا ایک میاں جی معلم سے زیادہ نہ مانتا، آج ائمہ عظام وعلمائے اعلام لکھے جاتے ہیں، یہ تھوڑا فائدہ ہے!۔ حدیث یؤتی بالشهید ملاحظہ کیجیے۔

بے وقوف آدمی نام کے لیے جان تک دے دیتا ہے، گرمی وغیرہ کا صدمہ اٹھا لینا کیا بات ہے۔ پیر سبھوڑا وغیرہ کے۔۔۔اور آن میں ندوے سے کہیں زیادہ ہجوم اور پھر وہاں نہ ندوے کے سے ہرے خیمے نہ میز کرسی، نہ کلب گھر اور سخت جاں گزا گرمی، جلتی دوپہر دیکھتے تو جانتے کہ طبائع کو فضول ہنگاموں سے کیسی دلچسپی ہے!۔

قولہ: مذہبی محبت مذہبی جوش۔

اقول: اس سے زیادہ کیا مذہبی محبت و جوش متصور کہ مذہبی دعویٰ واپس لینا فرض اکبر۔ دیکھو رودادِ اول۔

قولہ: ہمارے علما کی فراغ دستی کی کیا حالت ہے۔

اقول: سو کے آٹھ سو تو ہو گئے، اور زادِ راہ بھی پرائے ذمے، وہ بھی یوں کہ بیس پچیس کے بدلے پانچ سو ملے۔

مغالطہ شرکت علما کا جواب

قولہ: صفحہ ۴۱ ’اس کو امرائے قوم کے طرح فضول کاموں میں‘ (الی قولہ) ہر سال سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو علما کا شریک ہونا (الی قولہ) صفحہ ۴۴۔ کیونکر ایسے جلسے کے رکن ہو سکتے ہیں جو اسلام کے مضر ہو۔

اقول: یہاں ڈیڑھ ورق میں منشی جی شرکت علما کی بنا پر بہت ہمک ہمک کر حقانیت ندوہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ ’فضول ہوتا علما کیوں شریک ہوتے ایک سال اگر دوبارہ نہ آتے، خصوصاً وہ جو حامی تقلید تھے، علمانے شرکت عملی سے جواب دے دیا۔ کیا ڈیڑھ سو علما کو کوئی سبق دے گا، اعتراض نیک نیتی سے ہوتے تو معترضین یہ جمگھٹ دیکھ ہی کر ندوی بن جاتے، جماعت سے اختلاف ناجائز ہے، اس سارے ہذیان کا حاصل صرف یہی فقرے ہیں اور انصاف اور عقل کی نگاہ سے دیکھیے تو نری ابلہ فریبی کے فقرے ہیں۔ ان سب خرافتوں اور ان کی مثل سو اور ہوں تو سب کا جواب یہی ایک بس ہے کہ اول تو سو ڈیڑھ سو عالم کی گنتی ہونے کا حال دلوں میں خوب جانتے ہو، بڑے بڑے پگڑ بندھا کر جبے پہنا کر کوڑیوں عالم گڑھے گئے۔

اور فرض بھی کیجیے کہ ڈیڑھ سو نہیں تین سو تھے۔ اب ذرا اتنا ارشاد ہو جائے کہ یہ علمائے اہل سنت ہیں، یا غیر اہل سنت۔ بر تقدیر ثانی بد مذہبوں کے جمگھٹے سے کیا استناد۔ یوں کربلا و ایران کے جلسوں میں علمائے مجتہدین روافض کے ہجوم اور اپنی دیوار تلے کانفرنس۔ نیا چرہ میں بڑے بڑے ریفارمر، فلاسفر، پیشوایانِ نیچر کے دھوم دھام دیکھنے اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف پر کئی ہزار فوجیوں نے لام باندھا، وہ سب قراء و علما ہی تھے۔ کیا جماعت سے مراد گمراہان ہے۔ بر تقدیر اول وہ ندوے کی باطل کارروائیوں، مذہب حق کے حق میں چھریوں تلخ کن ادائیوں پر مطلع تھے یا

نہیں، بر تقدیر ثانی حالت جہل سے کیا استناد، وہ یہی کہہ کر بچ نکلے کہ

وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ (۱)

بر تقدیر اوّل وہ ان ضلالات ندوہ کو حق ...... یا واقعی ضلالت ومخالف ومضر مذہب اہل سنت جانتے ہیں، بر تقدیر ثانی وہ صریح تمہاری مخالفت اور ندوہ وندویان کی گمراہی کے معترف ہوتے۔ اگر چہ کسی مروت محبت یا دنیوی منفعت یا دینی مداہنت کے باعث مرتکب شرکت ہوئے کہ عالم کے لیے عصمت ضرور نہیں۔

آخران کے بڑے بڑے سر برآوردہ حضرات میں وہ بھی جو علانیہ خلاف ما انزل اللّٰہ حکم کرنے کی نوکری پاتے، یا بیگاری طور پر آنریری بن کر کرسی گرماتے ہیں، کیا ان کے ارتکاب سے یہ محرماتِ قطعیہ حلال ہو جائیں گے۔ شہود عدول علما وثقات کے سامنے کا واقعہ ہے، جب ندوہ بریلی میں ایک فاضل (۲) ناظم صاحب کے یارِ کامل جن کی شان کا ندوے بھر کی پارٹی میں شاید ایک ہی آدھ نکلے تو نکلے، ناظم کے اصرار سے ندوے میں آئے۔

اوّل حضرت عالم اہل سنت مدظلہ الاقدس ہی کے دولت کدہ پر مقیم ہوئے، ندوے میں آنے کی معذرت فرماتے تھے کہ ناظم سے مجھے دانت کاٹی ہے، ان کے اصرار سے مجبور ہوں، وقت تناول طعام برملا جلسے میں جانے کی معذرت فرماتے تھے کہ مجھے مثل جدا نہ سمجھئے، ندوے میں دیوار کی طرح جا بیٹھوں گا (۳) مجھے ان کے حرام حلال سے غرض نہیں بر تقدیر اول جو ضلالت کو حق جانے وہ خود گمراہ ہے، کلام سنی علما میں تھا، یہ بد مذہب بدعتی ٹھہرا۔

بالجملہ اولاً گنتی کے ملا جنہیں تم نے تو سوڈیڑھ سو ہی کہا اور ندوی تو ہزاروں گاتے ہیں۔

ثانیاً ان میں بھی بکثرت نیچری رافضی وہابی۔

ثالثاً جو ان القاب سے جدا ومحفوظ رہے ان میں بعض کو ان خرافات ندوہ پر اطلاع نہ تھی، بعد اطلاع کنارہ کشی کی؛ جیسے جناب مستطاب جبل الاستقامۃ کنز الکرامۃ الاسد الاسد الاشد الاوشد

(۱) اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی۔ (پارہ ۱۳، یوسف: ۸۱)
(۲) بعض رسائل اہل سنت میں زلت قلم سے ان کی نسبت امروہوی لکھا گیا والصحیح الکانفوری۔ ۱۲ منہ
(۳) الفاظِ شریفہ یہ تھے: میں حلال وحرام کچھ نہیں جانتا جس کا مطلب غالباً یہی ہوگا۔ ۱۲ منہ

الاسعد الامجد الا وحد المؤید المسدد من اللہ الا حد الصمد مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث حنفی سورتی و جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مفتی رام پور و جناب مولانا مولوی محمد کرامت اللہ خان صاحب دہلوی و عالی جناب برکات صاحب جناب مولانا مولوی شاہ امین الدین احمد صاحب سجادہ نشین بہار شریف وغیرہم اکابر و اعلام مذکورین فتاوی السنہ وغیرہا رسائل کرام۔

رابعاً بعض گرفتار مروت صدر یا محبت ناظم یا دیگر دعاۃ اعاظم جیسے فاضل مذکور جن کا حضور محض جداریت ندوہ پر مقصور۔

خامساً بعض کو یہ خوف وترس کہ ہم کنارہ کش ہوں تو ندوہ کا علی غول چمٹ پڑے گا۔ سینکڑوں سے بگڑے گی، اخباروں اشتہاروں میں گالیاں پڑیں گی، کون بیٹھے بٹھائے اچھے جی کو گھن لگائے، عزت ورفعت میں بٹا آئے، اس سے بلقمہ دوحتہ ہے۔

سادساً کسی کو یہ عظیم لالچ دیا گیا کہ تم ندوے میں ملے رہو گے تو دارالعلوم کی مدرسی تمہیں دیں گے۔ کسی کو یہ ظاہر شوق دلایا کہ تمہاری فلاں کتاب داخل نصاب کرلیں گے۔ بعض کو یہ میٹھا کہ نام تو مشہور ہوگا، بے محنت تمام اقطار وامصار میں فہرست علمائے کبار میں مذکور ہوگا یہ تو ہلکے لالچ ہیں۔ پھر اس کے ساتھ جنہیں معظم معزز مناصب کی کرسیاں ملیں، سینکڑوں بھیڑیں ان کے اشارے پر چلیں، ہزاروں کے مجمع میں تمنائے صدارت وعظ کی کلیاں کھلیں، سینکڑوں غافل بندے مقدس جان کر ہاتھ پاؤں پر آنکھیں ملیں، ان کے نفسانی رغبات کا کہنا ہی کیا ہے۔

سابعاً بعض کو صرف ہنگاموں کا شوق، جلسوں کا ذوق، حلال سے مطلب نہ حرام سے کام۔

اب ساری بازی چھنٹ کر ڈھاک کے وہی تین پات رہ جائیں گے جو قصداً عمداً ان ضلالات کے بانی، ان کی سنیت کس نے مانی۔ کیا کوئی سنت کا گلا کاٹ کر صرف زبانی ادعائے سنیت پر سنی رہ سکتا ہے!۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم .

اب جماعت کی خبریں کہیے، ہم تمہیں سہل تدبیر بتائیں جس سے اجتماعِ علما کے سب حال کھل جائیں۔ رسالہ اتفاق ونظم نثر ومضامین ثلثہ واربعہ وروداد ہائے ندوہ کی جن جن عبارات پر علمائے اہل سنت نے اعتراضات کیے ہیں، ان پر ضلالت وبطالت کے احکام دیے ہیں، اپنے اس ڈیڑھ

سو دوسو یا ہزار کے مجمع سے بے پھیر پھار بالتصریح ان عبارات پر مہریں لے آؤ کہ ہمارے نزدیک یہ بیانات واقوال و کارروائی وافعال حق و ہدایت و مطابق مذہب اہل سنت ہیں، ہم ان کی صحت و مطابقت سنت کے ذمہ دار ہیں، دیکھو تو کئی مہریں ہوتی ہیں۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا . (اور اگر ایسا نہ کرسکو اور یقیناً نہ کرسکو گے) تو جان لو کہ یہ شرکت عملی سب بے معنی غلو، کیوں کچھ ہمت ہے، جاؤ تمہیں نو مہینے کی مہلت ہے، مہریں لاؤ، اجتماع کا نتیجہ دکھاؤ، اچھا سب (۱) جانے دو، صدر و ناظم ہی کو مہرانے دو، اور جب وہ بھی تصدیق ندوہ سے جان چرائیں، مہر مانگتے پیٹھ دکھائیں، تو للہ انصاف سب مطلع صاف۔

کیوں حضرات! کچھ خدا کا خوف، آخرت کا ڈر، قیامت کا پاس، حساب کا حظ بھی ہے، یا محض تغلیطِ عوام وفریب دہیِ عام۔ اور ہاں اس اجتماعِ علما پر میں ہی کیوں کلام کروں، خود رب النوع ندوہ پروفیسر النیا چرہ اپنے شبلی ہی بہادر کا لیکچر مندرج مضامین اربعہ نہ سنیے، صفحے پر چمکتے ہیں: ندوے کے اشتہارات کا ڈھنڈورا پیٹ کر باہر دالوں کو جو حقیقت سے ناواقف تھے بلالیا، علما عاجزی سے، تقاضے سے، خوشامد سے، سفارش سے مجلس میں شریک ہو گئے۔ کیوں کچے تو نہ ہوتے ہو گے اسی اجتماع پر یہ لن ترانی اسی برتے پر تتا پانی۔

میں تو اس ادا کا قائل ہوں کہ ایسے ضلالت جلسے میں شرکت ہی سے ان علما پر اعتراض اور ان کا شریک ہونا ہی اس کا جواب یہ نئے ڈھنگ کا مصادرہ کھلا مکابرہ۔

رہا ان حضرات کا حمایت فقہ میں مقابلے کرتے رہنا جن میں رد میں روایات مولوی محمد شاہ رام پوری کا ذکر بھی داخل فرمالیا حالانکہ ان حضرت کو جانچیۓ تو تقلید سے اتنا ہی علاقہ رکھتے ہیں جس قدر میاں شبلی اسلام سے، اب کہ ندوے نے وہ مقابلے سب خود کشی نفسانیت سر پھٹول ٹھہرا دیے۔

ان حضرات نے اپنی اگلی تحریروں، کارروائیوں پر پانی پھیر دیے۔ ندوے کے حکم سے مذہبی دعوے واپس لے لیے۔ جب مولوی لطف اللہ صاحب و ناظم صاحب کے رسالے فتوی حقانی جی کی تفسیر وغیرہ کے جو شلیے دعوے دکھائے گئے، سرکارِ ندوہ سے صاف یہی جواب ملے کہ وہ غلط فہمی تھی،

---

(۱) بعینہٖ اسی مضمون کا اعلان اشتہار دربار ہو شائع کردیا گیا آج تک صدر یا ناظم کسی کا منہ نہ کھلا۔
ع : کچھ ایسا سوتے ہیں سونے والے کہ حشر تک جاگنا قسم ہے

اب اس سے تائب ہو لیے۔ مقاصد ندوہ میں تصریح کر دی کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو کیا اسے اگلے کفر سے الزام دیا جائے گا، تو خدا کے واسطے اب اس زمانۂ جاہلیت کی باتوں کو کیوں مناطِ مدح واعتماد و تخصیص استناد قرار دیتے ہو۔ شرم، شرم، شرم۔

قولہ: ندوہ کی خاص جماعت میں کوئی ایسا نہیں جو دائرۂ اہل سنت سے خارج ہو۔

اقول: 'غزوہ' وغیرہ متعدد رسائل اہل سنت میں اس 'نہیں نہیں' کی ہٹ کو بارہا گھر تک پہنچا دیا، ندوے کی خاص پارٹی میں سب کا دخول کھول کر دکھا دیا، پھر بھی وہی دریں چہ شک کے ہانک باور ہے تو اس کا کیا علاج۔ ع : جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

قولہ: وہابیت اور بدعتیت کا دائرہ ایسا وسیع ہے۔

اقول: متعدد رسائل میں سنی کے معنی و معیار بھی ظاہر کر دیے خود بیان حقانی و مولوی عبداللہ انصاری وغیرہما جو تحریرات لکھوا کر لے گئے کہ اس پر ندوے سے دستخط کرائیں گے ان میں ہر بار سمجھا دیے۔ ع : جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

قولہ: عام جلسے میں عام طور پر لوگوں کا شریک ہونا ہرگز مضر نہیں۔

اقول: بالکل مضر نہیں۔ اس کا جواب عظمت کے تحت اور اس پر بے امتیاز سب کی نشست اور وعظوں لیکچروں کی صدارتوں، ضلالتوں، گمراہیوں کی اشاعتوں کے رد مشبع جن کا بیان بارہا ہو چکا بروجہ احسن اَدا کر چکے، اور اب کرنے کو موجود ہیں۔ ع: جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

قولہ: علمائے اہل سنت اس قدر کمزور ہیں کہ چند آدمیوں کے نفس شرکت سے ان کا اَثر مٹ جائے۔ الخ

اقول: آپ نے اس نفس پر خیال نہ کیا، وہ بیانات، وہ اختیار، وہ تعظیمات، وہ اقتدار، وہ ضلالتوں کے لیکچر علانیہ دھواں دار، کیا نفس شرکت ہیں اور یہیں سے آپ کے ساختہ سینوں کی کمزوری و بے اَثری ثابت کہ یہ خود ہی ان کے رنگ میں رنگ گئے۔ ناظم صاحب تقیہ سنوار گئے۔ حقانی صاحب خلفائے کرام تبرا سہار گئے۔ سب حضرات مل کر یکسر دعاویٔ مذہب ڈکار گئے۔ کہیے کس کے اثر غالب پڑے، کس کی بیکار گئے، یہ سب امور بھی بارہا معروض ہو چکے۔

ع : جو اس پر بھی وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

قولہ: اتفاق سے یہ مراد لینا کہ ایک مذہب میں سب بیان کر دیے جائیں یا ہم بد مذہبوں کی لعن وطعن اپنے مذہب اور پیشواؤں پر سنیں اور پروانہ نہ کریں غلط فہمی ہے نہ ایسا ممکن نہ اہل حق ایسا کر سکتے ہیں۔

اقول: الحق اہل حق ایسا نہیں کرتے؛ مگر کلام اہل ندوہ میں ہے وہ تو یہی وتیرے برت چکے، سب حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے، اتحاد فرض، یک دلی ایمان، رنج واختلاف حرام، ردخودکشی تبرّا، ذراسی بات اس پر بُرا ماننا تو تو میں میں دیکھو رسالہ اتفاق و روداد اول وغیرہا کہیے یہ وہی باتیں ہیں یا کچھ اور

ع : جو اس پر بھی وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

یہاں سے لاحول پڑھ کر بھاگ جانے تک وہی ساختہ معنی اتفاق اور اس پر نامنطبق کافروں ڈاکوؤں کی مثالیں، اور فضیحت کن نزاعیں وغیرہ بیان فرمائی ہیں، جن کے صد ہا بار جواب دلائل عقلیہ ونقلیہ قرآن وحدیث اقوال ائمہ قدیم وحدیث صحابہ کرام سے حضرت شیخ مجدد صاحب و جناب شاہ عبدالعزیز صاحب وخود ناظم وحقانی وغیرہما کے اقوالِ زمانۂ جاہلیت وغیرہا سے سوالات و مراسلات ودامغ وفوٹو ونذیر الندوہ واسعاد الفضلا ورغم الجہلا وغیرہا رسائل اہل سنت میں سمجھا دیے گئے؛ مگر دریں چہ شک کا کیا علاج ع : جو اس پر بھی وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

اجمالاً اتنا سمجھ لیجیے، کیا یہ مرہم پٹی اس گہرے زخم کی دارُو ہو سکتی ہے جو رسائل اتحاد و روداد وغیرہا سے ندوہ وندویان کے ایمان کو لگا کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے، سب حق پر ہیں الخ جسے صد ہا بار گنا دیا۔

ع : جو اس پر بھی وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

یہاں سے آخر تک وہی معمولی باتیں ہیں کہ ایک آنکھ بند فرما کر سب ندوی حضرات ایسی ہی گاتے اور اہل سنت کی طرف سے دونوں آنکھیں کھول دینے والے جواب پاتے رہے۔ ندوہ سے یہ ہوگا، وہ ہوگا، یہ نفع پہنچا، وہ پہنچے گا؛ حالانکہ نفع خاک بھی نہ ہوا اور ضرر حشرات الارض کی طرح پھیل پڑے، ایمان ومذہب کا عزیز رکھنے والا تمہارے ’ہوگا ہوگا‘ سنے یا آنکھوں دیکھے واقعات پر نظر کرے۔

واللّٰہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل و لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم .

اِلتماس ہدایت اَساس

کاش صدر ندوہ دیگر معدودے چند جو ہنوز باوصف شرکت ندوہ وتائید مفاسد وتقریر باطل و ترویج کاسد دعوی سنیت رکھتے اور مذہب اہل سنت کو عزیز ومحبوب ہوتے ہیں، تھوڑی دیر غصہ سے بے تعلقی فرما کر اس التماس کو چشم انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ ابھی گے دن گے راتیں گزری ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت سی خلافِ شرع، خلافِ مذہب، خلافِ اسلام، خلافِ سنت کارروائیاں ظہور میں آئیں، اگر ندوہ سے ایک ممتد زمانہ تک دلچسپی رہی تو اس کا انجام ومآل کیا اس وقت دیدہ ورانِ باانصاف کی پیش لگام نہیں۔ خدارا انصاف تھوڑے دنوں کی شرکت نے تو یہ رنگ دکھائے، یہ گل کھلائے، ایمان سے کہنا!۔

ع : جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

سنیوں سے بگاڑ، رافضیوں سے میل، وہابیوں سے لہو، نیچریوں سے کھیل، یک دلی کے پیام سلام، عنایت کے ٹیلی گرام، یہاں تک کہ پریسیڈنٹ کانفرنس نیچریاں جلسہ نہم منعقدہ شاہجہانپور نے صاف لکھ دیا کہ ندوۃ العلما کی کارروائیوں کے تفصیلی ذکر نے ہم کو یہ نتیجہ نکالنے کی جرأت دی ہے کہ استادِ زمانہ کے زبردست ہاتھ نے آخر کار ہمارے عالی دماغ علما کی- گستاخی معاف- کچھ گوشالی کی ہے جس سے امید ہوسکتی کہ وہ مبارک گروہ ایک شاگرد رشید کی طرح چند مفید سبق سیکھنے کی کوشش کرے گا۔

کہیں ستر صفحے تائید ندوہ میں تیار ہوئے جسے ندوہ فخریہ طور پر خود ظاہر کر رہی ہے۔ ندوہ سے پیشتر آپ صاحبوں میں خدا جانے کیا عیب تھا کہ یہ عیب دار طاغی پر نقص داغی آپ مقدس صورتوں سے پرہیز رکھتے اور دشمن جانتے تھے اور اب کیا وصف آگیا کہ امصار ودیار سے میل جول کی بے ہنگام صدائیں آنے لگیں۔ گستاخی معاف ہو تو عرض کروں: پہلے آپ خالص سنی، دین حق کے مددگار اور حامی تھے، اور اب آپ نے بدمذہبوں کی ہم عنانی نہ صرف ہم عنانی بلکہ ہم زبانی اختیار فرمائی،

اس کے سوا اگر کوئی اور وجہ ہے تو ارشاد ہو۔ ذرا کان تو لگایئے، دیکھیے وہ ان کے آپس میں آپ حضرات کی نسبت کہا جارہا ہے۔

راہ پر اُن کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہ زمانہ خیر سے جلد لائے کہ دین حق کے دوستوں کے آپ دوست ہوں، اوراس کے دشمنوں کے دشمن۔ آمین آمین آمین۔

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبه سید المرسلین
وعلی اله الطاهرین و اصحابه الطیبین وعلینا معهم اجمعین
برحمتک یا ارحم الرّاحمین آمین .

[یہ رسالہ ردّ قادیانیت پر ماہوار رسالہ 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان' سے ماخوذ ہے۔ یہ رسالہ مولانا کی زیرِ ادارت جاری ہوا، ہمیں اس کا پہلا شمارہ دستیاب ہو سکا جس میں اس کتاب 'ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری' کی پہلی قسط شائع ہوئی]

ہدایت نوری
بجواب اطلاع ضروری

-: از :-

مولانا حسن رضا خان قادری رضوی برکاتی

Qadri\Desktop\Qahruddayyan.bmp not found.

[مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

عدد اوّل:

اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں حتی کہ خود اللہ عزوجل پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں

مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ومولی تمہیں کفرو کافرین کے شر سے بچائے۔ قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختۂ مشق رسول اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو بنایا ہے، اور واقعی اسے اس کی ضرورت بھی تھی وہ مثیلِ عیسیٰ بلکہ نزولِ عیسیٰ یا دوسرے لفظوں میں عیسیٰ کا اوتار بنا ہے۔ عیسی کے تمام اوصاف اپنے میں بتاتا ہے، اور حقیقت دیکھے تو مسیح صادق کی جمیع صفاتِ حمیدہ سے اپنے آپ کو خالی اور اپنے تمام شنائع ذمیمہ سے اس پاک مبارک رسول کو منزہ پاتا ہے؛ لہٰذا ضرور ہوا کہ ان کے معجزات، ان کے کمالات سے یک لخت انکار اور اپنی تمام شنیع خصلتوں، ذمیم حالتوں کی ان پر بوچھار کرے، جب تو اوتار بننا ٹھیک اُترے۔ میں یہاں اس کی گالیاں جمع کروں تو دفتر ہو لہٰذا اس کی خرد ارسے مشت نمونہ پیش نظر ہو۔

فصل اول:

رسول اللہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں علیہما الصلوٰۃ والسلام پر قادیانی کی گالیاں

تازیانہ ۱ : (۱) اعجازِ احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے؛ کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے، اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآنِ عظیم پر بھی جڑ دی کہ وہ ایسی باطل بات بتا رہا

ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

(۲) ایضاً ص ۲۴: کبھی (۱) آپ کو شیطانی الہام ہوتے تھے۔

(۳) ایضاً ص ۲۴: ان کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔ یہ بھی صراحۃً نبوتِ عیسیٰ سے انکار ہے؛ کیونکہ قادیانی خود اپنی ساختہ کشتی ص ۵ پر کہتا ہے: ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں ٹل جائیں، نیز پیشگوئی لیکھرام آخر دافع الوساوس ص ۳ پر کہتا ہے: کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۷ پر کہا: کیا اس کے سوا اور کسی چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا، وہ پورا نہ ہوا۔ اور کشتی ساختہ میں اپنی نسبت یوں لکھتا ہے، ص ۶: اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اس کے لیے تو بھاری عزت ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وہ خواری و ذلت ہے جس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہیں، الالعنۃ اللہ علی الظالمین

(۴) دافع البلا ٹائٹل پیج ص ۳: ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ اعلم؛ مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا، رسول اللہ اور وہ بھی ان پانچ مرسلین اولوالعزم سے کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں یعنی ابراہیم ونوح وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم اس کی صرف اتنی قدر ہے کہ ایک راست باز آدمی تھا جو ان کی خاکِ پاک کے ادنی غلاموں کا بھی پورا وصف نہیں تو بات کیا!۔ وہی کہ عیسیٰ کی نبوت باطل ہے۔

فقط ایک نیک شخص تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو نجات ملنے کا واقعی سبب ہو سکے، بلکہ حقیقی نجات دہندہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تھے، اور اب قادیانی ہے کہ اسی کے متصل کہتا ہے کہ حقیقی مُنجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب آیا؛ مگر بروز کے طور پر خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(۵) پھر یہاں تک تو عیسیٰ کا ایک راست باز آدمی اور اپنے بہت اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی تھا کہ بے شک اور البتہ کے ساتھ کہا۔ نوٹ میں چل کر وہ یقین بھی زائل ہو گیا، اُسی صفحہ پر کہا:

(۱) یہ خود ان کا اپنا عقیدہ ہے، بظاہر انجیل کے سر تھوپا ہے، خود اسے اپنے یہاں صحیح حدیث سے ثابت مانتا ہے، اس کا بیان ان شاء اللہ تعالی آئندہ آتا ہے۔۱۲

یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے؛ ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں، اے سبحان اللہ!۔

ایمان یقین شعار باید ☆ حسن ظن تو چکار آید

(۶) پھر ساتھ لگے خدا کی شریعت بھی ناقص و ناتمام ہوگئی، اسی کے ص ۴ پر کہا: عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۷) عیسیٰ کی راست بازی پر شراب خوری اور انواع انواع بداطواری کے داغ بھی لگ گئے۔

ایضاً ص ۴: مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے؛ کیوں کہ وہ (یعنی یحییٰ) شراب نہ پیتا تھا۔ اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کی بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حَصور رکھا؛ مگر مسیح کا نہ رکھا؛ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(۸) اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ میں یوں لکھا: آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے، اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔

اس رسالہ میں تو ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان (ص ۹) اسرائیلی شریر (ص ۱۰) مکار (ص ۱۱) بدعقل (ص ۱۲) زنانے خیال والا (ص ۱۳) فحش گو (ص ۱۴) بدزبان (ص ۱۵) کٹیل (ص ۱۶) جھوٹا (ص ۱۷) چور (ص ۱۸) علمی (ص ۱۹) عملی (ص ۲۰) قوت میں بہت کچا، خلل (۲۱) دماغ والا گندی (ص ۲۲) گالیاں دینے والا، بدقسمت (ص ۲۳) نرا فریبی (ص ۲۴) پیرو شیطان (ص ۲۵) وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیے۔

صاف لکھ دیا: (ص ۶) حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔ (۲۷) اس زمانے میں

ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی ہو تو وہ آپ کا نہیں تالاب کا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں سوا مکر وفریب کے کچھ نہ تھا۔ (۲۸) انتہا یہ کہ (ص ۷) پر لکھا کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدائے قہار کا حلم کہ رسول اللہ کو بحیلہ (۱) وبے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا، ان شدید ملعون گالیوں کے آگے ان لچھے دار شرافتوں کا کیا ذکر جو نیچہ بند صاحب نے علمائے اہل سنت کو دیں، ان کا پیر تو نانی دادی تک کی دے چکا۔ الالعنۃ اللہ علی الظالمین۔

(۲۹) وہ پاک کوآری (کنواری) مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لیے۔ قادیانی نے اس کی دادیاں گنا دیں، اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے، اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دادا دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہو سکتے ہیں جس کے لیے باپ ہو، جس کے نطفے سے وہ بنا ہو، پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا۔ قرآن عظیم کی تکذیب اور طیبہ طاہرہ مریم کو سخت گالی ہے۔

کشتی ساختہ ص ۱۶ پر لکھا: مسیح تو مسیح، میں اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں، مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ اور خود ہی اس کے نوٹ میں لکھا: یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں، یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں یوسف بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھ جانے پر اعتماد کیا۔ ہاں ہاں یقین جانو آسمانی قہر سے کاٹا جائے گا، واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی ژٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

(۳۰) نیز اسی دافع البلا کے ص ۱۵ پر لکھا: خدا ایسے شخص (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لا سکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ ان گالیوں کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو ایک ہلکی سی گالی ہے کہ اس کے فتنے نے دنیا تباہ کر دی؛ مگر اس میں دو شدید گالیاں اور ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فصل سوم میں مذکور ہوں گی۔

---

(۱) خبیث حیلہ مناظرہ کا ہے، اس کا رد عنقریب آتا ہے۔ ۱۲

(۳۱) اربعین نمبر۲ (ص ۱۳) پر لکھا کہ کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ، ان مرسلین اولوالعزم کا کامل ہادی ہونا بالائے طاق، پورے مہدی بھی نہ ہوئے، اور کامل کون ہیں جناب قادیانی۔ دیکھو اسی کا ص ۱۳، ۱۲۔

(۳۲) مواہب الرحمٰن ص ۷۲ پر صاف لکھ دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا: **لو قدر اللّٰہ رجوع عیسیٰ الذي هو من اليهود لرجع العزة الى تلك القوم** (۱) ظاہر ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے نہ کہ نسب کا، کیا مرزا کہ پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔

قادیانی نے حضرت عیسیٰ کی تکفیر کردی

(۳۳) حد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کردی۔ مسلمانو! وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس کے مقدمات متفرق کرکے لکھے۔ یہ تو دشنامِ سوم میں سن چکے کہ عیسیٰ کی سخت رسوائیاں ہوئیں اور کشتی ساختہ ص ۱۸ پر کہتا ہے: جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ دیکھو کیسا صاف بتا دیا کہ جسے خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے؛ لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اسے خدا پر ایمان نہ تھا اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ **الا لعنة الله على الكفرين .**

قصد تھا کہ فصل اوّل یہیں ختم کی جائے کہ اتنے میں قادیانی کی ازالۃ الاوہام ملی اس کی برہنہ گوئیاں بہت بے لاگ اور قابل تماشا ہیں۔

معجزاتِ مسیح کی تکفیر واِنکار

(۳۴) یہ جو مثیل مسیح بنا اور اس پر لوگوں نے مسیح کے معجزے مثلاً مردے جلانا اس سے طلب کیے تو صاف جواب دیتا ہے (ص ۳) احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں، احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔ دیکھو وہ ظاہر باہر قاہر معجزہ جسے قرآنِ عظیم نے جابجا کمالِ تعظیم کے ساتھ بیان فرمایا، اور آیۃ اللہ ٹھہرایا، قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔

پھر اس کے متصل کہتا ہے: (ص ۴) ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے

---

(۱) ترجمہ: عیسیٰ کہ یہودی تھا اگر اس کا دوبارہ آنا اللہ تعالیٰ مقدر فرماتا تو ضرور یہود کی عزت لوٹ آتی۔

الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

دیکھو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا کہہ کر ان کے تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کیا، اور تالاب کے قصے سے اور بھی پانی پھیر دیا، اور آخر میں لکھا: (ص ۵،۴) زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا: مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزاتِ مسیح و تصریحاتِ قرآن عظیم سے صاف منکر ہے، اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا اِدعا۔ مسلمان تو مکذبِ قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعاً کافر، مرتد، زندیق، بے دین ہے، نہ کہ نبی و رسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے۔ الا لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

اور اس کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افترا اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے۔ قرآن عظیم تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے :

اَنِّی قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ
فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۂ آل عمران: ۳، آیۃ ۴۹)

بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے۔ اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا، اور مردے زندہ کرتا ہوں۔ اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو۔ بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پھر مکرر فرمایا :

وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ (سورۂ آل عمران: ۳، آیۃ ۵۰)

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے، انہیں اپنے معجزات کا انکار تھا۔ کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟۔ضرور قرآن سچا ہے۔اور قادیانی کذاب جھوٹا۔

کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر۔ ضرور کافر ہے، ضرور کافر بخدا۔

(۳۵)اسی مکر فکر قادیانی کے ازالۂ شیطانی میں آخر ص ۱۵۱ سے آخر ۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے مسخر گیاں کیں جن کی حد و نہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے، اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(۳۶) بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

(۳۷)وہ معجزے نہ تھے، کل کا زور تھا۔عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلیں بنانی آ گئی تھیں۔

(۳۸)عیسیٰ کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔

(۳۹)وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۰)سب کھیل تھا لہو ولعب تھا۔

(۴۱)سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔

(۴۲)بہت مکروہ وقابل نفرت کام تھے۔

(۴۳)اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۴۴)عیسیٰ روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔وہ ناپاک عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں:

(ص ۱۵۱)انبیا کے معجزات دو قسم ہیں: ایک محض سماوی جس میں انسان (ص ۱۵۲) کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارقِ عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے، جیسے سلیمان کا معجزہ صرحِ ممرد من قواریر۔ بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جوشعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے، اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے، مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے، سو کچھ تعجب نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ، یا پیروں سے چلتا ہو؛ کیونکہ مسیح اپنے باپ (۱) یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کے ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے؛ پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا (۲) سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔

ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں، حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، اور ہلتی بھی ہیں، دُم بھی ہلاتی ہیں، اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتے میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں، اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں، ماسوا (۳) اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں؛ کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں۔

(ص ۱۵۴) سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھادے تو کچھ بعید نہیں؛ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ (۴)

سلب امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں، اور مفلوج مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین ابن عربی کو

---

(۱) اس کا باپ دیکھیے مسیح ومریم دونوں کو سخت گالی ہے۔۱۲

(۲) اس کا دادا دیکھیے یہ وہی مسیح ومریم کو گالی ہے۔۱۲

(۳) یہاں تک تو مسیح کا معجزہ کل دبانے سے تھا اب دوسرا پہلو بدلتا ہے کہ مسمریزم تھا۔

(۴) یہاں تک مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے .... تھے، اب اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے پر مسخرگی کرتا ہے۔۱۲

بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عاملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الٰہی اس عمل کلام اللہ کی تصدیق وتکریم کرے۔ **ولاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**، **كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ**

تنبیہ

ان عباراتِ ازالہ سے- بحمد اللہ تعالیٰ- اس جھوٹے عذر معمولی کا بھی ازالہ ہو گیا جو عبارات ضمیمہ انجام آتھم کی نسبت بعض مرزائی پیش کرتے ہیں کہ یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی ہیں

اولاً: ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل مثل اعجاز احمدی و دافع البلا و کشتی نوح و اربعین و مواہب الرحمٰن وغیرہا میں ملی کھلی پھر رہی ہیں وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں ہیں۔ مثل مشہور ہے: دولہن کا منہ کالا مشاطہ کب تک ہاتھ دیے رہے گی۔

ثانیاً: کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بدمذہب کے مقابل اللہ کے رسولوں کو گالیاں دی جائیں۔

ثالثاً: مرزا کو اِدعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے؛ مگر کوئی نیا حکم جو شریعت محمدیہ سے باہر ہو نہیں آسکتا، ہم تو قرآنِ عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

(سورۂ انعام: ۶/۱۰۸)

کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے۔

مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

رابعاً: مرزا کو اِدعا ہے کہ وہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ التبلیغ ص ۴۸۳ پر لکھتا ہے:

من ایات صدقی انه تعالیٰ وحقنی باتباع رسوله و اقتداء نبیه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فما رأیت اثر لمن اثار النبی الا قفوته .

بتائے تو کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس دن عیسائیوں کے مقابل معاذ اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔

خامساً: مرزا کے ازالہ نے مرزائیوں کی اس بکر فکر کا کامل ازالہ کردیا۔ ازالہ کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں۔ ان میں وہ کون سی گالی ہے جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہے حتی کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے، وہاں چوری بھی کسی مال کی نہ بتائی تھی بلکہ علم کی۔ ضمیمہ انجام ص ٦۔

نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ ازالہ میں اس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لاکر بے پر کی اڑاتے اور اپنا معجزہ ٹھہراتے۔

رہی ولادتِ زنا، وہ اس نے اس بائبل محرف کے بھروسے پر لکھی۔ برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزاماً پیش کی، اگرچہ مرزا کی علمی کارروائی صراحۃً اس کی مکذب تھی کہ وہ اپنے رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائبل محرف کو نزولِ الیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے؛ مگر ازالہ میں تو صاف تصریح کردی کہ قرآنِ عظیم اسی بائبل محرف کی طرف رجوع کرنے اور اس سے علم سیکھنے کا حکم دیتا ہے۔

ازالہ (ص ۳۰۸) آیت ہے: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو۔ ان کی کتابوں پر نظر ڈالو، اصل حقیقت منکشف ہو۔ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی بنی اور انجیل۔

تو ثابت ہوا کہ یہ توریت و انجیل بلکہ تمام بائبل موجودہ اس کے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہے۔ تو جو کچھ اس سے لکھا، ہرگز الزاماً نہ تھا بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت اور خود اس کا عقیدہ تھا اللہ تعالیٰ دجالوں کا پردہ یوں ہی کھولتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

فصل دوم: علی مرتضیٰ و امام حسن و امام حسین و فاطمہ زہرا اور خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم پر قادیانی کی گالیاں...... باقی آئندہ

اَللّٰھُمَّ اُنصر من نصر دین محمَّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم
واخذل من خذل دین محمَّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و لا تجعلنا منھم

رُوداد سال اوّل
آمد وصرف مدرسہ اہل سنت معروف بہ منظرِ اسلام واقع بریلی
اُلمسمّٰی بنام تاریخی

اِظہارِ روداد

{۱۳۲۲ھ}

مرتبہ

محمد حسن رضا خان حسؔن قادری ابوالحسینی

منتظم دفتر مدرسہ، بابت ۱۳۲۲ھ

Qadri\Desktop\Izhare Roodad.jpg not found.

[مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین خاتم النبیین وعلی اٰلہ الطاھرین وصحبہ الطیبین برحمتک یاٰرحم الرّٰحمین

صلائے عام بہ خادمانِ اسلام

اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلامی ترقیاں آسمان سے برستی اور زمین سے اگتی تھیں۔ ہر مسلمان کے دل میں حمیت دینی وحمایت مذہبی کچھ ایسی دل کش اداؤں سے جاگزیں تھی کہ اس کی ہر عملی کاروائی میں اس کی پیاری پیاری جھلکیاں نظر آجاتی تھیں۔ ان مقبول بندوں کا کھانا پینا، سونا جاگنا حتی کہ مرنا جینا سب دینی بہبودی، دینی بہتری کے واسطے تھا۔ جب تو ان کے پاک اِرادوں، مقدس کوششوں کے نتائج - باوجود زہریلی پُرجوش مخالفتوں کے- ایسے ایسے ظاہر ہوئے جن کی نظیر تاریخی دنیا میں اگر کوئی چراغ لے کر نہیں بلکہ آفتاب لے کر ڈھونڈھے تو ہرگز نہ مل سکے۔ ایک یہ وقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنی ترقی، اپنی بہتری دنیاے دنی، گزشتنی وگزاشتنی کے تنگ دائرہ میں محدود خیال کرلی ہے۔

افسوس! وہ قوم جو دینی خدمت گزار ہوکر عقبٰی کی خوبیوں کے علاوہ دنیوی عزت کا چمکتا تاج اپنے سر پر رکھ چکی ہے، اس کے خیالات میں ایسا انقلابِ عظیم واقع ہو۔ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر خیال کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں میں فیصدی کتنے ایسے حضرات ہوں گے جن کو رات کے آٹھ پہر میں تھوڑی دیر کے لیے بھی یہ خیال آتا ہو کہ لاؤ ایسے سامان بہم پہنچائیں، ایسی تدابیر عمل میں لائیں کہ اسلامی ترقی درکنار موجودہ مفاسدِ قبیح المنظر سے آئندہ نسل ہی کی حفاظت ہو۔

صدہا قسم کی بدمذہبیاں، طرح طرح کی خرابیاں جو پیدا ہوچکی ہیں اور آئے دن پیدا ہوتی رہتی ہیں، ان کا سبب اگر ہے تو ہم مسلمانوں کی بدنصیب غفلت ہی ہے جس نے ہم کو تنزل کی سب سے نیچی گھاٹیوں تک پہنچادیا ہے۔

تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی دین کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے، اور دینی ترقی علم دین کی ترقی کے ساتھ، جس کا چراغ ہندوستان میں جھلملاتا نظر آتا ہے۔ میں اس چراغ کو چراغِ سحر یا آفتابِ شام کہوں تو بالکل بجا ہے۔

سنی بھائیو! ہمارے علمائے کرام- **کثرهم الله تعالىٰ أمثالهم** -فرقۂ اسلام میں آج جن کو بدمذہب فرمارہے ہیں وہ کل ہمارے ہی گُل کے جُز اور ہماری ہی شاخ کے گل تھے۔ یہ ہماری غفلتوں کا کیا دھرا ہے جو وہ ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنا بیٹھے۔ بدمذہبوں کے کالج مدارس تو اکثر مقامات پر ہیں، آپ مہربانی فرما کر کوئی سنی مدرسہ بھی بتا دیجیے جو کاروائیوں کی ترقی میں ان کا مقابلہ کر سکے۔

انہیں وجوہ پر نظر کر کے اہل سنت بریلی نے ایک مدرسہ (جس کا تاریخی نام ' منظرالاسلام' ۱۳۲۲ھ ہے) کھولا ہے۔ عملی کارروائی بھی خدا کا نام لے کر شروع کر دی ہے۔ اس مدرسہ میں اس کا پورا التزام کیا گیا ہے کہ خالص سنیوں کے سوا کسی بدمذہب کو مدرس نہ بنایا جائے۔ اس کا بھی نہایت اہتمام ہے کہ ناقص الاستعداد طلبہ کو مسند تدریس پر مدرس بنا کر نہ بٹھایا جائے کہ جو خود ناقص ہے دوسرے کو کیا کامل کر سکے گا۔

یہ مدرسۂ مبارکہ خاص ترویج عقائد اہل سنت و تعلیم علوم دین و ردّ بدعت و ہدایت مبتدعین کے لیے قائم ہوا ہے۔ اس مدرسہ میں صرف عربی کے پانچ مدرسین ہیں۔ تعلیم کے ساتھ تحریر و تقریر کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ہدایۃ النحو تک کے طلبہ کو کچھ جملے دیے جاتے ہیں جن کا وہ باقاعدہ ترجمہ عربی میں کرتے ہیں۔ پنج شنبہ کو بعد ظہر طلبہ سے وعظ کہلایا جاتا ہے۔ درجۂ اوّل کے طلبہ کو تاکید ہے کہ حتی الامکان وعظ بزبان عربی کہا کریں۔

علم تجوید چونکہ ہندوستان میں مفقود سا ہو گیا ہے۔ لوگ فرقانِ عظیم کو خلاف ما انزلَ اللہ پڑھتے ہیں اور اپنی اور مقتدیوں کی نمازیں خراب کرتے ہیں، مدرسہ نے اس طرف خاص توجہ کر کے حافظ احمد یار خان صاحب کو- جو بریلی کے مشہور مجود ہیں- اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اور غربائے مسلمین کے بچوں کے واسطے بلا تنخواہ اردو فارسی اور بقدر ضرورت حساب کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

یہ مدرسہ طلبہ کو چند حرفِ درس معمولی پڑھا کر عام مدارس کی طرح کاغذی سند فراغت دینے کو تکمیل نہ سمجھے گا بلکہ ہونہار طلبہ کو حسب استعداد و مناسبت طبع ہمیشہ انتخاب کر کے کچھ واعظ، کچھ

مدرس، کچھ مفتی، کچھ مصنف بنائے گا کہ وہ باذنہٖ تعالیٰ مدرسہ سے سچے کامل ہوکر ملک میں پھیلیں اور اس گھنگھور چھائی ہوئی اندھیری میں نورانی مذہب کی مشعلیں روشن کریں۔

اسی خیال کی بنیاد پر منظرالاسلام نے ایک دارالافتا بھی قائم کیا ہے، جس میں منتہی طلبہ سے کارِ افتا لیا جاتا ہے اوراس عملی کارروائی سے ان کے علم کے آئینہ کوروز تازہ جلا دی جاتی ہے۔ یہاں کے طلبہ کو بعونہٖ تعالیٰ بیت اللہ شریف کی وہ اعلیٰ درجہ کی سندیں دی جائیں گی جن کی نظیر نظر نہ آئے گی۔

حسب وسعت اس مدرسہ کے اغراض میں یہ امر بھی داخل ہے کہ علاوہ درسِ فارسی عربی کے ایک شاخ اردو میں مختصر رسائل عقائد ومسائل نماز وروزہ کی تعلیم کے لیے ہو کہ عام عوام علم نہ حاصل کریں تو ضروریاتِ دین سے تو غافل نہ رہیں۔ نیز یہ بھی مقصود ہے کہ معقول آمدنی کے بعد غربائے اہل سنت کے اطفال کا وظیفہ مقرر کرکے ایک وقت دینی تعلیم دوسرے وقت دستکاری سکھائی جائے، جس کی وجہ سے دینی واقفیت اور وجہ معیشت ان شاء اللہ العزیز دونوں حاصل ہوتی رہیں؛ مگر ایسے عظیم کام آپ حضرات کی توجہ خاص پر موقوف ہیں۔

سب میں بڑھ کر خوش نصیبی اس مدرسہ کی یہ ہے کہ مجدد دِمأۃ حاضرہ، صاحب براہین قاہرہ، عالم اہل سنت حضرت مولانا مولوی حاجی محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی مدظلہم العالی نے باوجود قلت فرصت اس کی نگرانی کے ساتھ درسِ حدیث شریف بھی اپنے ذمہ لیا ہے، اور جناب رحیم داد خان صاحب تحصیلدار بہادر نے اپنی فراخ حوصلگی اور دریا دلی سے سو روپیہ عطیہ یک مشت کے علاوہ ملک حسین پور مدرسہ کے لیے وقف فرما کر مکانِ مدرسہ میں معقول امداد کا وعدہ فرمالیا۔

اے اہل سنت اے عزیز پیارے بھائیو! اب سونے کا وقت نہیں، ہوشیار ہو، دیکھو دن ڈھل گیا، شام ہونے کو ہے، رات کی بھیانک صورت منہ دکھانا چاہتی ہے، اب بھی آنکھ نہ کھلی تو کب کھلے گی! ؎

سفر ہے درپیش خواب کب تک بہت بڑی منزلِ عدم ہے
نسیم جاگو، کمر کو باندھو، اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

توفیق رفیق باد۔ آمین

کارروائی دارالافتا
واقع بریلی محلّہ سوداگراں

مسئلہ

از بنگالہ ضلع نواکھال۔ مرسلہ: مولوی ولی اللہ صاحب ۱۱ر رجب ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند راز دارانِ دین متین و دقیقہ شناسانِ شرعِ مبین اندریں مسئلہ کہ آخر الظہر ، یا احتیاط الظہر بعد فرض الجمعہ بدیار ما مروّج است، اصل اں چیست؟ و باادائے آں در ہر چہار رکعت بعد الفاتحہ خواندہ شود یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چوں جمعہ مشروط بشرائط نزدائمہ ما سادات حنفیہ علیہم الرضوان من الملک العلام بود، ووجود ہمہ شروط دریں بلاد محلِ تامل اختلاف ست، بدیں وجہ اکثر مشائخ بخارا بلکہ جمہور ائمہ دین و علماے معتمدین بمقامے کہ در جواز صلاۃ جمعہ شک افتد، یا نماز جمعہ متعدد جا خواندہ شود، اگرچہ حسب مذہب مفتیٰ بہ تعدد جمعہ مطلقاً جائز و درست است

–کما اعتمد علیہ فی الکنز والوافی، والملتقی والکافی، والتنویر والطحاوی، والھندیہ والشافی، والمحیط و جواھر الاخلاطی و صححہ مفتی الجن والانس نجم الدین النسفی والعلامہ شرنبلالی فی المراقی، قال فی شرح الوقایہ و بہ یفتی، و فی شرح المجمع للعینی والحاوی القدسی وجواھر الاخلاطی و علیہ الفتوی و فی فتح القدیر و علی المفتی بہ و فی المحیط و تکملۃ الرازی و بہ ناخذ–

خواص را حکم چہار رکعت بعد ادائے چہار رکعت سنت بعد الجمعہ بہ نیت سنت وقت باایں نیت کہ آخریں ظہر کہ وقت او یافتہ ام و ہنوز ادانہ کردہ ام، دادہ اند۔

–قال فی الحلیه شرح المنیة وقد یقع الشک فی صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلک اذا تعددت فی المصر وهی واقعة اهل مرو فیفعل مافعلوه . قال الحسن لما ابتلی اهل مرو باقامة الجمعة فی موضعین مع اختلاف العلماء فی جوازها، امر أئمتهم بأداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطیا . در فتاوی عالمگیریه است: ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر او غیره و اقام اهله الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات و ینووا بها الظهر؛ حتی لو لم تقع الجمعة موقعها، یخرج عن عهده فرض الوقت بتعین، هکذا فی الصغیري والغنیة شرح المنیه والکافی و فتح القدیر و القنیه والطحطاوی علی الدر والمراقی والحاوی القدسی والبحرالرائق و مجمع الانهر و شرح المجمع و نهر الفائق،والفتاوی الظهیریة، والحجة، وخزانة المفتین، ومختار الفتاوی، والسراجیة و شرح الکنز لملا مسکین والتاتارخانیة والفتاوی الصوفیة و جامع المضمرات والدر المختار والفتاوی رحمانیة وخزانة الروایات واختاره الامام الحسن والتمر تاشی، والعلامه ابن شحنة والباقانی والمقدسی و ابو السعودوالقاضی بدیع الدین و شیخ الاسلام وغیرهم من الائمة علیهم الرحمة والرضوان من الملک العلام–

اما عوام کہ بتصحیح نیست قدرت ندارند یا بہ سبب ایں رکعات اربعہ جمعہ رافرض خدانداانند یا قائل فرضیت صلاتین شوند محکوم بایں حکم نیند بلکہ اوشاں رابرادایش اطلاع ندادہ شود کہ در دفع اکدواہم مفسدہ اشدواعظم است، درحق شاں ہمیں بس ست کہ بربعض روایات نماز اوشاں صحیح گردولہٰذا در نورالشمعۃ تصریح فرمود:

نحن لانامر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص و لو بالنسبة الیهم .

درمراقی الفلاح ست:

بفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض او تعدد

المفروض فی وقتها و لا یفتی بالاربا ع الا الخواص و یکون فعلهم ایاها فی منازلهم اه

ولہٰذا درطحطاوی فرمود :

فالاولی ان تکون فی بیته خفیة خوفا من مفسدة فعلها اقول وهو اعتقاد الجهلة الخ و بمثله صرح غیر واحد من الائمة .

ودر ضم سورۃ اختلاف لکن احوط ضم درر کعات اربعہ است، دربحرالرائق نویسد :

ثم اختلفوا فی القراء ة، فقیل یقرأ الفاتحة والسورة فی الاربع، و قیل فی الاولیین کالظهر .

صاحب منحۃ الخالق فرماید:

و یقرؤن فی جمیع رکعاتها .

درفتح اللہ المعین است:

واختلفوا فی ضم السورة للفاتحة فی الاربع او فی الاولیین فقط . والاحتیاط ان یقرأ هما فی الاربع، هکذا فی العالمگیریة عن فتاوی (آهو) ینبغی ان یقرء الفاتحة والسورة فی الاربع التی یصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتار خانیه ا ه .

اقول لکن الحق ھو التفصیل اے شخصیکہ قضاہائے ظہر برگردن ندارد، دورکعات اربعہ ضم نماید و ہرکہ دارد در اولیین فقط۔

قال الحلبی: و ینبغی ضمها فی الکل ان لم یکن علیه قضاء، فان وقعت فرضا فالسورة لا تضر،وان وقعت نفلا فالضم واجب وان کان علیه قضاء، لا یضم فی الاخیرین لانها فرض البتتة. واللّٰه تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم .

کتبـــہ

عبید المصطفیٰ ظفر الدین احمد رضوی عفی عنہ

بجمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ فتویٰ

مسئلہ از بنگالہ ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی ولی اللہ صاحب ۱رجب ۱۳۲۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں دین متین کے رازدار و شرع مبین کے دقیقہ شناس مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ آخر الظہر یا احتیاط الظہر جو فرض جمعہ کے بعد ہمارے دیار میں رائج ہے، اس کی اصل کیا ہے؟ اور اس کی ادائیگی میں ہر چار رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قراءت کی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا، باطل کو باطل۔ چونکہ جمعہ ہمارے ائمہ سادات حنفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اسی وجہ سے اکثر مشائخ بخارا بلکہ جمہور ائمہ دین اور علماے معتمدین نے (جس جگہ کہ نماز جمعہ کے جائز ہونے میں شک واقع ہو یا نماز جمعہ متعدد جگہ پڑھی جائے اگرچہ مفتی بہ مذہب کے مطابق تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے جیسا کہ کنز اور وافی، مطلقہ اور کافی، تنویر اور طحاوی، ہندیہ اور شافی، محیط و جواہر اخلاطی میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور مفتی ثقلین نجم الدین نسفی اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ شرح وقایہ میں فرمایا: اسی پر فتوی دیا جاتا ہے اور عینی کی شرح مجمع اور حاوی قدسی و جواہر اخلاطی میں ہے وعلیہ الفتوی یعنی فتوی اسی پر ہے اور فتح القدیر میں ہے وعلی المفتی بہ یعنی مفتی بہ قول پر اور محیط تکملۃ الراضی میں ہے: و بہ ناخذ یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)

جمعہ کے بعد سنت کی نیت سے چار رکعت سنت ادا کرنے کے بعد خواص کو چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس نیت کے ساتھ کہ آخری ظہر جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی ادا نہیں کی۔ حلیہ شرح منیہ میں فرمایا کہ کبھی جمعہ کے صحیح ہونے میں بعض شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے شک واقع ہو جاتا ہے اور اسی سے ہے شہر میں متعدد جگہ قیام جمعہ اہل مرو کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو جو انہوں نے کیا ویسا ہی کریں۔

حسن نے فرمایا کہ جب اہل مرو دو (۲) جگہ جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں آزمائے گئے۔ حالانکہ اس کے جواز میں علما کا اختلاف ہے تو ان کے ائمہ نے جمعہ کے بعد احتیاطی طور پر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: پھر ہر وہ جگہ جہاں جمعہ کے جائز ہونے میں شک واقع ہو شہر وغیرہ میں شک واقع ہونے کے سبب اور وہاں کے باشندے جمعہ قائم کریں تو ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں اور اس سے ظہر کی نیت کریں؛ یہاں تک اگر جمعہ صحیح نہیں ہوا ہوگا تو یقینی طور پر وقت کے فرض سے عہدہ برآ ہو جائے گا۔

اسی طرح ہے منیہ کی شرح صغیری اور غنیۃ، کافی اور فتح القدیر قنیہ طحطاوی علی الدر مراقی اور حاوی قدسی بحر الرائق مجمع الانہر اور شرح مجمع و نہر الفائق اور فتاوی ظہیریہ اور حجت اور خزانۃ المفتین مختار الفتاوی

اور سراجیہ شرح کنز لملامسکین تاتارخانیہ فتاوی صوفیہ جامع مضمرات درمختار فتاوی رحمانیہ اور خزانۃ الروایات میں۔امام محسن تمرتاشی علامہ ابن شحنہ باقانی مقدسی ابوالسعود قاضی بدیع الدین اور شیخ الاسلام وغیرہ ائمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(علیہم الرحمہ والرضوان من الملک العلام)

لیکن عوام جو تصحیح نیت پر قادر نہیں یا ان چار رکعتوں کے سبب سے جمعہ کو خدا کا فرض نہ جانیں یا دو نمازوں کی فرضیت کے قائل ہوں انہیں یہ حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ انہیں اس کی ادائیگی کی اطلاع بھی نہیں دی جائے گی کہ اہم اور موکد فساد کو دفع کرنے میں شدید وعظیم تر ہے،ان کے حق میں اتنا ہی کافی ہے کہ بعض روایات کے مطابق ان کی نماز صحیح ہو جائے گی؛اسی لیے نورالشمعۃ کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ ہم ان جیسے احکام کا عوام کو حکم نہیں دیتے،بلکہ خواص کو اس پر مطلع کرتے ہیں۔مراقی الفلاح میں ہے کہ چار رکعت ادا کرنے سے جاہلوں کے اعتقاد کو بگاڑنا ہے کہ جمعہ فرض نہیں یا اس کے وقت میں فرائض متعدد ہیں۔چار کا حکم خواص ہی کو دیا جائے گا اور یہ چار رکعات اپنے گھروں میں ادا کریں گے۔اھ

اسی وجہ سے طحطاوی شریف میں فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ان چار رکعت کی ادائیگی پوشیدہ طور پر گھر میں کی جائے کہ ان کی ادائیگی سے اندیشۂ فساد ہے میں کہتا ہوں یہ جاہلوں کا اعتقاد ہے۔الخ

اور اسی کے مثل بہت سے ائمہ نے تصریح کی ہے اور سورت ملانے میں اختلاف ہے؛لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ چاروں رکعات میں سورت ملائی جائے۔بحرالرائق میں لکھتے ہیں کہ قراءت میں اختلاف ہے پس کہا گیا ہے کہ فاتحہ اور سورت چاروں رکعتوں میں پڑھی جائے اور کہا گیا ہے کہ ظہر کی طرح پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے۔

صاحب منحۃ الخالق فرماتے ہیں کہ اس کی تمام رکعات میں قرأت کی جائے۔فتح اللہ المعین میں ہے: فاتحہ کے ساتھ ضم سورت میں اختلاف ہے آیا چاروں رکعتوں میں ملائی جائے یا صرف پہلی رکعت والی دو میں،احتیاط اسی میں ہے کہ فاتحہ اور سورت کو چاروں میں پڑھا جائے۔

اسی طرح ہے فتاوی عالمگیری میں فتاوی آھو سے کہ سورت فاتحہ اور سورت کو ان چار رکعتوں میں پڑھنا چاہیے جو ہمارے دیار میں جمعہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں،ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اھ۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جو شخص ظہر کی قضا گردن پر نہ رکھتا ہو وہ چاروں رکعات میں سورت ملائے اور جو ظہر کی قضا رکھتا ہو وہ صرف پہلی دو رکعتوں میں سورت ملائے۔حلبی نے فرمایا کہ چاروں رکعت میں سورت ملائے اگر اس پر قضا نہ ہو پس اگر وہ نماز فرض واقع ہوئی تو سورت اسے کچھ نقصان نہ دے گی اور اگر نفلی واقع ہوئی تو ضم سورت واجب تھا ہی اور اگر اس پر قضا ہو تو آخری دو رکعت میں نہ ملائے کہ وہ یقیناً فرض ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ

از بہار شریف، مرسلہ: مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۲۴/ رمضان المبارک یوم چہار شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع وفضلاے دین لطیف اس مسئلہ حسب ذیل میں ہندہ ایک عورت ہے اس کے ایک لڑکی تولد ہوئی، ہنوز اس کی لڑکی کی عمر تین برس تھی کہ اس ایام میں ایک نو تولد لڑکا مسمّٰی زید اس عورت کا دودھ پیا، بعدہٗ اس عورت کے تین بچے پیدا ہوئے، جس وقت اس عورت کے پسر اصغر کی عمر چار سال تھی ایک لڑکی مسماۃ زینب پھر ہندہ سے دودھ پی آئی، اس صورت میں زنِ مذکور زید وزینب کی رضاعی ماں ٹھہری یا نہیں اور زید و ہندہ کے درمیان شرعاً نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الہدایۃ الی طریق الصواب

جس کا دودھ پیا ہو اسے رضاعی ماں کہتے ہیں عام اس سے کہ اپنی ماں کا دودھ پیا ہو یا غیر کا۔ لیکن اوّل میں شدت درجہ کی قربت ہے لہٰذا رضاعی نہیں کہتے تو صورتِ مسئول عنہا میں ہندہ زید و زینب دونوں کی رضاعی ماں ہوں گی، اگر ان دونوں نے مدت معینہ میں دودھ پیا ہو (یعنی دو برس چھ مہینے کی عمر کے اندر اندر)۔

درمختار میں ہے: **ھو مص من ثدی ادمیته فی وقت مخصوص وھو حولان و نصف عنده** یعنی رضاع دودھ چوسنا ہے پستان سے عورت کے وقت مخصوص میں اور وہ امام کے نزدیک دو برس چھ مہینے ہیں۔

خزانہ میں ہے: **و ھو ثلثون شھرا.** یعنی وقت معین تیس مہینے ہے۔

تبیین میں ہے: **حرم بسبب الرضاع ما حرم من الناس بسبب النسب اذا وجد فی ثلثین شھرا ھکذا فی غیرھا .**

یعنی دودھ پینے کے سبب سے وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو بوجہ نسب لوگوں سے حرام

ہو جاتی ہیں جبکہ رضاع (دودھ پینا) تیس مہینے کے اندر پایا جائے اسی طرح اس کے علاوہ میں ہے۔(مترجم)

بزازیہ میں ہے: **ارضعت صبية و اخرى ايضا ان اللبن من زوجين فهما اختان لام و لو ذكران فاخوان لام و ان كان الرجل واحد فاختان لاب و ام .**

یعنی اگر دودھ پلایا عورت نے کسی لڑکی کو اور دوسری کو بھی، اگر دودھ دو زوج کا (یہ پہلے عمرو کے نکاح میں تھی اس وقت ایک کو دودھ پلایا، بعدہٗ اس نے اسے طلاق دے دی یا مر گیا اور عدت کے بعد نکاح کر لیا بکر سے اب اس سے اولاد ہوئی، اس وقت دوسری کو پلایا) تو یہ دونوں علاتی رضاعی بہن ہوں گی اور اگر دونوں مذکر ہیں تو علاتی رضاعی بھائی ہوں گے اور اگر دودھ ایک زوج کا ہے تو دونوں عینی رضاعی بہن ہوں گی۔

خلاصہ میں ہے: **امرأة ارضعت صبيتين فهمـــا اختان فان كان ابوهما واحد فهما اختان لاب و ام من الرضاعة و ان كان مختلفا فهما اختان لام .**

یعنی ایک عورت نے دو لڑکیوں کو دودھ پلایا تو یہ دونوں بہن ہوں گی اور اگر ان دونوں کے رضاعی باپ بھی ایک ہیں تو عینی رضاعی بہن ہوں گی؛ ورنہ علاتی، اور رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح جائز نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: **ولاحـل بين رضيعي امرأة لكونها اخوين و ان اختلف الزمن والاب .**

یعنی نہیں حلال ہے نکاح درمیان دو رضیع ایک عورت کے اس واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ زمانہ دونوں کا جدا ہو اور باپ بھی الگ ہوں۔

طحطاوی میں ہے: **والـمـراد بـالـرضـعين الذكر والانثى فكل رضيعي امرأة لا يـحـل لـلذكر منهما تزوج الانثى حيث كان الرضاع منهما داخل العامين تقدم احد هما على الاخرى ام لا .**

اور مراد رضعین سے مذکر اور مونث ہے پس دو رضیع ایک عورت کی نہیں حلال ہے واسطے مذکر کے ان دونوں سے نکاح کرنا مونث سے، جہاں کہیں ان دونوں سے

رضاع دو برس کی عمر کے اندر ہو ایک دو میں سے دودھ پینے میں مقدم ہو یا نہیں۔
تبیین میں ہے: **ولا حل بین رضیعی ثدی لانهما اخوان من الرضاع .**
یعنی نہیں حلال ہے نکاح دو رضیع کا کہ ایک عورت کا دونوں نے دودھ پیا ہو اس واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
۲۴؍رمضان المبارک یوم چہارشنبہ ۱۳۲۳ھ

کتبـــه

عبدہ المذنب غلام محمد البہاری عفی عنہ بمحمدنِ المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خوشدامن اور زوجہ ایک جگہ سوتی ہیں، حالت شہوت میں زوجہ سمجھ کر اس کو جگایا معلوم ہوا کہ خوشدامن ہے، ندامت سے بھاگا اب اس کی زوجہ حلال رہی یا حرام ہوگئی، کفارہ لازم آیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللھم ارنا الصواب

شہوت کے ساتھ خوشدامن کو چھونا یا چومنا سہواً ہو یا عمداً، مکرہاً ہو یا مخطئاً ہر طرح داماد پر زوجہ کے ابدی حرام ہونے کا موجب۔ عالمگیری میں فرمایا: **ثم لا فرق فی ثبوت الحرمة بالمس بین کونه عامدا او ناسیا او مکرها او مخطئا** ۔یعنی چھونے سے حرمت کے ثابت ہونے میں کوئی فرق نہیں کہ چھونے والے نے جان بوجھ کر چھوا ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا چھونے پر مجبور کیا گیا ہو، پھر مخطئا تفریع فرمائی **فلو ایقظ زوجته لیجامعها فوصلت یده الی بنت منها فقرصها بشهوة و هی من تشتهی یظن انهاامها حرمت علیه الام حرمة مؤبدة**

كذا فى الفتح القدير .

یعنی اگر اس نے بیوی کو جماع کے لیے جگایا تو اس کا ہاتھ اس کی بیوی کی لڑکی پر پڑا تو شہوت کے ساتھ اس کی چٹکی لی اور وہ تھی مشتہاۃ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی ماں ہے تو اس کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی، ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔

اقول هذا لو وصلت الحرارة الى اليد كما سيجئى ان شاء اللّٰه و عليه قياس المسئلة و قال فى الخانية حرمت عليه امرأة و ان كان يظن انها امرأة لوجود المس عن شهوة .

میں کہتا ہوں یہ حکم اس وقت ہوگا جب اس کے ہاتھ میں گرمی محسوس ہو جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ آرہا ہے اور اسی پر مسئلہ کا قیاس ہے اور خانیہ میں فرمایا اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی اگر چہ اس کو اپنی بیوی گمان کرتا ہو، شہوت کے ساتھ چھونے کی وجہ سے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر زید نے اپنی خوشدامن کو صرف آواز دے کر بغیر ہاتھ لگائے یا ہاتھ لگایا مگر ایسا موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا جو ادراک واحساسِ حرارت کو مانع یا صرف کپڑا ہی پکڑ کر بیدار کیا کہ زید کا ہاتھ اس کی خوشدامن کے جسم کو نہ لگا، یا اس کے سر کے بالوں کا وہ حصہ مس کیا جو مسترسل تھا یا بوقت لمس زید کو شہوت نہ تھی یا پہلے سے تھی مگر اس لمس سے زائد نہ ہوئی یا زائد ہوئی تو اتنی کہ زید کو انزال ہوگیا ان صورتوں میں اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: **و لو كان (الحائل) مانعا عن (وصول الحرارة) لا تثبت الحرمة ١هـ:**

اگر حائل چیز وصول حرارت سے مانع ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

ہندیہ میں ہے :

الشهوة تعتبر عند المس والنظر حتى لو وجدا بغير شهوة ثم اشتهى بعد الترك لا تتعلق به الحرمة، وحد الشهوة فى الرجل ان تنشر الته او تزداد انتشار ان كانت منتشرة كذا فى التبيين و هوالصحيح، كذا فى جواهر الاخلاطى و به يفتى كذا فى الخلاصة ايضا قال لو مس

فـانـزل لـم تثبت به حرمة المصاهرة فی الصحیح لانه تبین بالانزال انه ای (المس) غیر داع الی الوطی کذا فی الکافی اھ و قال فی درمختار و عـلیـه افتـی ابن الکمال وغیره اھ اقول لان الاصل فی ثبوت الحرمة هـوالـوطـی واما دواعیه فقد اقیمت مقامه احتیاطا کما صرح به فی رد الـمـحتـار وغیره من معتبرات الاسفار فلما انطفئت النائرة وانکسرت الشهـوة و لم تتدا الی الغایة و لا تماد الی النهایة بطـلـت داعیتـهـا و ظهر انها لیست من دواعیه بخصوصها اذ هو لایوجدبدونها .

یعنی شہوت کا اعتبار چھونے اور دیکھنے کے وقت ہوگا حتی کہ اگر یہ دونوں بغیر شہوت کے پائے گئے پھر چھوڑنے کے بعد شہوت پیدا ہوئی تو اس سے حرمت متعلق نہ ہوگی اور شہوت کی حد مرد میں یہ ہے کہ اس کا عضو مخصوص منتشر ہوجائے یا اگر پہلے سے منتشر تھا تو انتشار میں اضافہ ہوجائے ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی جواہر اخلاطی میں ہے اور اسی پر فتوی ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے نیز انہوں نے فرمایا اگر اس نے خوشدامن کو چھوا اور انزال ہوگیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی صحیح قول کے مطابق کیونکہ انزال سے ثابت ہوگیا کہ چھونا وطی تک پہنچانے والا نہیں، ایسا ہی کافی میں ہے اور درمختار میں فرمایا کہ اسی پر ابن کمال وغیرہ نے فتوی دیا ہے میں کہتا ہوں اس لیے کہ اصل حرمت کے ثبوت میں وطی ہے، رہے اس کے دواعی تو ان کو احتیاطاً اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب معتبرہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے تو جب آگ بجھ گئی اور شہوت ختم ہوگئی اور وہ مقصد تک نہیں پہنچی اور انتہا تک اسے رسائی حاصل نہیں ہوئی تو اس کا داعی ہونا باطل ہوگیا ظاہر ہوگیا کہ خاص کر وہ دواعی جماع سے نہیں کیونکہ جماع اس کے بغیر نہیں پایا جاتا۔(مترجم)

اور اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا چھوا جو برہنہ تھا یا اس پر ایسا باریک کپڑا تھا جو احساس حرارت لینت بدن کو مانع نہ تھا یا اس کے سر کے بال مس کیے اور اس مس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے شہوت تھی تو زائد ہوگئی اور انزال نہ ہوا تو ان حالتوں میں اس کی بیوی ہمیشہ کے واسطے حرام ہوگئی اب کسی طرح یہ اس کے اور وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ عالمگیریہ میں فرمایا :

ثم المس انما یوجب حرمة المصاھرة اذا لم یکن بینھما ثوب فان کان ضعیفا لا یجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاھرة و ان انتشرت التہ بذلک، و ان کان رقیقا بحیث تصل حرارة الممسوس الی یدہ تثبت بہ حرمة المصاھرة کذا فی التبیین و قال صدرالشھید و علیہ الفتوی و کذا فی الثمنی شرح النقایہ.١ھ

یعنی پھر حرمت مصاہرت چھونے سے اس وقت ثابت ہوگی جبکہ دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو پس اگر کپڑا ایسا موٹا ہے کہ چھونے والے کو ممسوس کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اگر چہ اس سے اس کا آلہ منتشر ہو جائے اور اگر اس کا کپڑا ایسا باریک ہے کہ ممسوس کی حرارت اس کے ہاتھ تک پہنچتی ہے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی، ایسا ہی تبیین میں ہے اور صدرالشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور ایسا ہی ثمنی شرح نقایہ میں ہے۔ (مترجم)

درمختار میں ہے: **و لو بشعر علی الراس بحائل لایمنع الحرارة .**

اگر چہ سر کے بال چھوئے ایسے حائل کے ساتھ جو مانع حرارت نہ ہو۔

عالمگیریہ میں ہے :

لو مس شعرھا بشھوة ان مس ما اتصل براسھا تثبت و ان مس ما استرسل لا تثبت و الطلق الناطفی اطلاقا من غیر ھذا التفصیل کذا فی الظھیریة و ھکذا فی وجیز الکردری والسراج الوھاج و لومس ظفرھا تثبت کذا فی الخلاصة ا ھ، و فی الخانیة و لو قبل الرجل ام امرائتہ تثبت الحرمة مالم یظھر انہ قبلھا بغیر شھوة و فی المس ما لم یعلم انہ کان ان الشھوة لاتثبت الحرمة .

یعنی اگر اس کے وہ بال جو سر سے متصل ہیں شہوت کے ساتھ چھوئے تو حرمت ثابت اور اگر لٹکے ہوئے بال چھوئے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی ناطفی نے اس کو مطلق رکھا ہے بغیر تفصیل، ایسا ہی ظہیریہ میں ہے اور ایسا ہی وجیز کردری اور سراج وہاج میں ہے اور اگر شہوت کے ساتھ اس کے ناخن کو چھوا تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور خلاصہ اور

خانیہ میں ہے اگر مرد نے اپنی بیوی کی ماں کا بوسہ لیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ اس نے بغیر شہوت کے بوسہ لیا ہے اور چھونے میں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے شہوت سے بوسہ لیا ہے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔

اقول اذا المتبادر فی التقبیل هو الشهوة فلا یحکم علی خلاف الظاهر الا بدلیل صارف عنه، بوجودا لمشروط بالشرط الذی وجوده لیس بضروری الا بعد اثبات تلک الشرط بالدلیل فاذن لا سبیل الی القول بالمشروط قبل قیام البرهان علی وجود الشرط واللہ تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم .

میں کہتا ہوں اس لیے کہ متبادر بوسہ لینے میں شہوت ہے تو ظاہر کے خلاف حکم نہیں لگایا جائے گا بغیر کسی دلیل صارف کے مس (چھونے) کے برخلاف اس لیے کہ اصل اس میں عدم شہوت ہے تو یہاں اس پر کسی شاہد کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ ایسی شرط کے ساتھ مشروط کے وجود کا حکم لگانا جس کا وجود ضروری ہو صحیح نہیں، جب تک دلیل سے اس شرط کا اثبات نہ ہو جائے تو مشروط کے قول کی طرف کوئی راستہ نہیں شرط کے وجود پر دلیل قائم ہونے سے پہلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبـــہ

المذنب عبدہ المذنب عزیز غوث غفرلہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر پر اولیاء اللہ کی چادر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واجب وہ ہے جس کو اللہ ورسول نے واجب کیا اور حرام وہ ہے جس سے اللہ ورسول نے منع

فرمایا اور جس بات کو اللہ و رسول نے نہ منع کیا اور نہ اس کا حکم دیا وہ جائز ہے جو اسے منع کرے شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔قبور اولیاے کرام پر اس نیت سے چادر ڈالنا کہ قلوبِ عوام میں عظمت اور ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا ہو اور وہ توہین جو عام قبور کے ساتھ کرتے ہیں اور رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے یہاں تک کہ جوتا پہنے ہوئے چلتے ہیں؛ یہاں تک کہ قبر پر بیٹھ کر جوا کھیلتے دیکھا گیا ہے یہاں تک معاذ اللہ قبروں پر پیشاب کرنے میں بھی باک نہیں۔قبور اولیاے کرام بھی اگر عام قبروں کی طرح رکھے جائیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۔

یعنی یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

اس کی نظیر شرع میں تحلیہ مصحف ہے یعنی قرآن مجید پر سونا چڑھانا، اس میں طلائی آیتیں سنہری جدولیں بنانا کہ زمانۂ سلف میں اصلاً نہ تھا اور فقہا نے مکروہ تک لکھا ہے تو اس وقت اس کی حاجت نہ تھی دلوں میں عظمت قرآن مجید کی ویسی ہی متمکن تھی تو یہ بے فائدہ صرف تھا مگر جب یہ قریب کا تاریک زمانہ آیا اور نگاہ عوام میں عظمت اجلال پیدا کرنا اس ظاہری زنیت کا ثمرہ ہو گیا، لاجرم علما نے حکم استحباب دیا۔عالمگیری میں ہے :

هو ان كان احداثا فهو بدعة حسنة و كم من شئى كان احداثا و هو بدعة حسنة و كم من شئى يختلف باختلاف الزمان والمكان كذا فى الجواهر الاخلاطى .

یعنی وہ اگر نو ایجاد ہو تو بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں نئی ہوتے ہوئے بھی بدعت حسنہ ہوتی ہیں اور بہت ساری چیزیں زمان و مکان کے مختلف ہونے سے بدل جاتی ہیں ایسا ہی جواہر اخلاطی میں ہے۔

علامہ سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی 'کشف النور عن اصحاب القبور' میں فرماتے ہیں :

ان كان القصد بذالك التعظيم اعين العامة حتى لا يحتقر و اصاحب هذاالقبر الذى و ضعت عليه الثياب والعمائم ولجلب الخشوع والادب لقلوب الغافلين الزائرين لان قلوبهم نافرة عندالحضور فى

التادب بین یدی اولیاء اللہ تعالیٰ المدفونین فی تلک القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتھم المبارکۃ عند قبورھم فھوا مر جائز لا ینبغی النھی عنہ لان الاعمال بالنیات و کل امرء ما نوی .

یعنی دونوں عبارتوں کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ اگرچہ نو پیدا ہے؛ مگر مستحسن ہے کہ بہت سی باتیں نو پید ہوتی ہیں مگر حسن ہوتی ہیں اور بہت باتیں زمان و مکان کے اختلاف سے بدل جاتی ہیں، قبور اولیاے کرام پر چادر ڈالنے سے جب کہ یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں عظمت پیدا ہو ان کے حضور خشوع وخضوع غافل زائروں کے دل میں پیدا ہو کہ ان کے دل اولیاے مدفونین کے حضور میں ادب کے لیے کم جھکتے ہیں اور ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اولیاے کرام کی ارواحِ طیبہ ان کے قبور پاک کے پاس تشریف فرما ہوتی ہیں، یہ چادر ڈالنا جائز بات ہے جس سے نہی نہ چاہیے؛ اس لیے کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے اور ہر شخص اپنے کیے کا پھل پائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبــــــــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب عبدالرشید عفی عنہ

مسئلہ

مرسلہ: عبدالرحمٰن از ملک بنگال ضلع بریسال ڈاکخانہ دبیر چڑ موضع چرکچہ

چہ می فرمایند علماے دین اندریں مسئلہ کہ زید در کابین نامۂ منکوحہ خورش بعد ذکر واقرار شرائط چنیں وچناں بدیں گونہ شرط دیگر نوشتہ داد کہ من از شرائط مذکورہ ہیچگونہ شرط را یا جزو شرط را خلاف نکنم اگر بکنم پس اختیار کہ مرا برائے طلاق دادن مرترا حاصل است آں اختیار بتو سپردم کہ تو نفس خود را بیک بسہ طلاق داد و بزوجیت شخص دیگر داخل شدہ زندگانی خود را بسر بکنی آنکہ مر بر تو ہیچ مگونہ دعوی باقی

نہ خواہد ماند، اگر بکنم شرعاً وعدالۃً مقبول ومسموع نخواہد شد، پس اگر زید بہ شرائط مذکورہ کا بین نامہ ہیچ مگونہ شرط را خلاف بکند حسب شرائط تفویض زید، سرزنش را برائے ایقاع طلاق بر نفس خود شرعاً اختیار باشد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کے اقرار نامہ میں مختلف شرطوں کے ذکر واقرار کے بعد اس طرح کی ایک دوسری شرط بھی لگائی کہ میں مذکورہ شرطوں میں سے کسی شرط یا جزوشرط کے خلاف نہیں کروں گا اگر کروں تو وہ اختیار جو مجھے تجھ کو طلاق دینے کا حاصل ہے وہ تیرے سپرد ہے کہ تو اپنے آپ کو ایک دو تین طلاق دے اور دوسرے شخص کی بیوی بن کر زندگی گزارے اس وقت میرا تجھ پر کسی قسم کا دعوی باقی نہیں رہے گا اگر میں دعوی کروں تو شرعاً اور عدالۃً مقبول اور مسموع نہ ہوگا لہٰذا زید اگر اقرار نامہ میں مذکورہ شرطوں میں سے کسی شرط کے خلاف کرے تو سپردگی کی شرطوں کے مطابق اس کی عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا شرعاً اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درصورت مستفسرہ زن زید را اختیار ایقاع طلاق برخود حاصل ست در ساعتے کہ زن را علم خلاف شر کردن زوج اوشود ہمدراں مجلس خود را از یک تا سہ برقدر خواہد طلاق دہد، تا دو طلاق از زوجیت بیروں نخواہد شد، شوھر را اختیار رجعت در عدت بود، اگر رجعت کرد بدستور زنش ماند، ورنہ از حبالۂ نکاحش بیروں خواہد شد، وآنگاہ زن را اختیار نکاح باہر کہ خواہد بدست خواہد آمد اگر سہ طلاق نفس خود را داد پس فی الحال از زوجیت برآمد واو را اختیار است کہ بعد عدت نکاح ثانی بشخصیکہ خواہد کند زید را اصلاً اختیار منع نبود فاما ایں اختیار زن را در ہماں مجلس باشد بعد تبدیل مجلس نتواند کہ خود را طلاق دہد در مجمع الانہر ست ولو قال لھا انت طالق کماشئت ماشئت طلقت ماشاءت، واحدۃ او اکثر لان کم اسم العدد فیتناول الکل فی المجلس لا بعدہ در اصلاح ست لمن قیل لھا طلقی نفسک او امرک بیدک او اختیاری بنیۃ الطلاق تطلقھا فی مجلس علمت بہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

غلام مصطفیٰ ابراھیم البہاری عفاعنہ الباری

بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ ۳؍شوال یوم جمعہ ۱۳۲۳ھ

ترجمہ: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہے جس وقت کہ عورت کو شوہر کے شرط کی مخالفت کرنے کا علم ہو اسی مجلس میں اپنے آپ کو ایک سے تین تک جس قدر چاہے طلاق دے، دو طلاق تک زوجیت سے خارج نہیں ہوگی، شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہوگا اگر رجعت کرلے تو بدستور اس کی بیوی باقی رہے گی ورنہ اس کے عقد نکاح سے نکل جائے گی اور اس وقت اس کو جس سے بھی چاہے نکاح کا اختیار حاصل ہوگا اگر وہ اپنے آپ کو تین طلاق دے دے تو فی الحال زوجیت سے باہر ہو جائے گی اور اس کو اختیار رہے گا کہ عدت کے بعد دوسرا نکاح جس سے چاہے کرے، زید کو بالکل منع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا لیکن عورت کا یہ اختیار اسی مجلس میں ہوگا، تبدیلی مجلس کے بعد وہ اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی۔ مجمع الانہر میں ہے اگر شوہر نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے جیسے چاہے جتنی چاہے تو جس قدر چاہے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی ایک یا زیادہ اس لیے کہ کم اسم عدد ہے تو وہ کل کا شامل ہوگا مجلس میں بعد میں نہیں۔ اصلاح میں ہے جس عورت سے کہا گیا اپنے آپ کو طلاق دے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یا اپنے آپ کو اختیار کر (یہ طلاق کی نیت سے کہا) تو جس مجلس میں اسے علم ہوا اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

ازبریلی مرسلہ عبدالسبحان چاٹگامی، ۳شوال یوم جمعہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر آیات قرآن مجید میں کوئی

لفظی غلطی ہو جائے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اصل کلی اس باب میں تغییر معنوی فاحش ہے عام ازیں کہ تقدیم وتاخیر کلمات وحروف سے ہو یا زیادۃ ونقصان کلمہ وحروف کے باعث پس اگر معنی کا تغیر فاحش ہو گیا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔خلاصہ میں ہے :

لو قدم كلمة على كلمة او اخر كلمة عن كلمة فلم يغيرا لمعنى لا تفسد .

یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ پر مقدم کیا یا موخرا گر معنی میں تغیر نہیں آیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اسی میں ہے :

لو زاد كلمة فلم يغير المعنى لا تفسد .

یعنی اگر زیادہ کیا کلمہ اور معنی میں تغیر نہ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

خزانۃ المفتین میں ہے :

وان ترك كلمة من آية فلم تتغير المعنى كما لو قراء و ما تدرى نفس ما ذاتكسب غدا و ترك ذالا يفسد صلاته، و ان تغير المعنى بترك الكلمة بان قرء فما لهم لا يومنون و ترك لا يفسد صلاته عند العامة.

یعنی اگر چھوڑ دیا ایک کلمہ کسی آیت سے اور معنی نہ بدلے ہوں مثلاً **و ما تدرى نفس ماذا تكسب غدا** پڑھا اور (ذا) چھوڑ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر معنی میں تغیر آ گیا مثلاً: **فما لهم لا يومنون** پڑھا اور (لا) چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر حرف میں تغیر ہو جائے تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں: کم کر دیا، یا زیادہ کر دیا، یا ایک حرف کو دوسرے سے بدل دیا۔اس کی بھی وہی صورت ہے جو گزری، یعنی اگر معنی میں تغیر فاحش ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

خلاصہ میں ہے :

ولو قدم حرفا علی حرف ان تغیر المعنی بالتقدیم تفسد .

یعنی اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کیا اور معنی میں تغیر آ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اسی میں ہے :

اذا زاد حرفا ان کان لا تغیر المعنی لا تفسد صلاتہ عند عامۃ المشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ .

یعنی اگر حرف زائد ہو گیا ہو اور معنی میں تغیر نہیں آیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ عام مشائخ رحمہم اللہ یہی موقف ہے۔

اسی میں ہے :

نقصان حرف ان کان لا یتغیر المعنی لا تفسد صلاتہ بلاخلاف .

یعنی کم کرنے میں حرف کے اگر معنی بدل نہ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ھکذا فی غیرھا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واحکم .

کتبـــــــــــــہ

عبید النبی نواب مرزا بریلوی عفی اللہ عنہ

بحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ

از سینتھل ضلع بریلی مرسلہ رحمت حسین صاحب۔ ۲۲ جمادی الثانی یوم پنج شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جبکہ اس کے دو ماہ کا حمل تھا طلاق دی اور مسماۃ نے دو روز کے بعد اپنا نکاح ثانی بکر کے ساتھ کرلیا۔ بارہ روز مسماۃ ہندہ بکر کے یہاں رہی بعد کو فرار ہو کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی اب مسماۃ

بکر کے یہاں جانے پر راضی نہیں ۔ پھر اس صورت میں جب کہ مسماۃ ہندہ کو دو ماہ کا حمل تھا طلاق جائز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر اب زید اس کو پھر اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو کس صورت میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رب زدنی علما نافعا وفہما کاملا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے ہندہ کو تین طلاق دی ہیں تو بلا تحلیل زید کے لیے حلال نہیں اور اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی ہے تو نکاح کی ضرورت نہیں صرف زبان سے کہہ دے کہ رجوع کی میں نے اور ایک یا دو طلاق بائن دی ہے تو صرف نکاح کی ضرورت ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور زید اس سے ابھی نکاح کر سکتا ہے، انتظار وضع حمل کی حاجت نہیں اور دوسرا نکاح جو ہندہ نے بکر کے ساتھ کیا وہ محض باطل اس لیے کہ یہ نکاح قبل عدت کے ہوا کیونکہ اس کی عدت وضع حمل تھی، حمل دو ماہ کا ہو یا تین ماہ کا ہر صورت میں زید ہندہ کو طلاق دے سکتا ہے، لعدم المانع واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبـــہ

عبدالرضا عاصی نذیر الحق الرمضانپوری البہاری عفی عنہ
بجمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

{اطلاع}

اس دارالافتا میں دیگر مدارس کے منتہی طلبہ بھی بشرط صحت عقائد بعد امتحان داخل ہو سکتے اور بعد تکمیل انہیں بھی یہاں سے سند مل سکتی ہیں۔ مہتمم مدرسہ

File C:\Documents and Settings\Afroz Qadri\Desktop\Rodaad\19.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\20.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\21.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\22.jpg not found.

File C:\Documents and Settings\Afroz Qadri\Desktop\Rodaad\23.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\24.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\25.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\26.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\27.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\28.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\29.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\30.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\31.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\32.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\33.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\34.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\35.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\36.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\37.jpg not found.

Qadri\Desktop\Rodaad\38.jpg not found.

ایک نظر ادھر بھی

مضمون: مولوی ابراہیم بہاری طالب علم مدرسہ منظرالاسلام

جو جلسۂ سالانہ میں پڑھا گیا

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں
سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

خدا کا ہزار شکر ہے کہ مدرسہ منظرالاسلام کے طفیل میں آج ہمیں اپنے مکرموں کو اپنا حالِ زار سنانے کا موقع ملا۔ طالب علم کا نام تو بہت قدیم ہے، بحمداللہ تعالیٰ! اِسلام کے ساتھ ساتھ یہ نام بھی اس کے باغ کی ناشگفتہ کامیوں کو عطا ہوا، جو کوشش میں ہیں کہ دامن رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی مبارک ہوائیں دلکش صدائیں ان تک پہنچیں، اور خدا چاہے تو انہیں اس باغ کا مہکتا پھول بنائیں؛ مگر زمانِ حال و زمانِ سابق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلے طالب علم ایک فارغ البال معزز مؤقر کا نام تھا کہ سلطنت اسلام خود اس کے تمام حوائج کی کفیل ہوتی۔ طالب علمی جس طرح دین حاصل کرنے کا ذریعہ تھی دنیا کی بےفکری معاش سے بھی عمدہ وسیلہ تھی۔

اب ہمارے شہروں میں علم روشِ زمانہ کے لحاظ سے طالب علم کن کا نام ہے؟ چند بےچارے مصیبت کے مارے، وطن سے دُور عزیزوں سے مہجور کہ فقط علم حاصل کرنے کی تمنا میں آپ کے شہروں میں پڑے ہوں، ان کی غم خواری آپ حضراتِ اسلام کریں تو آپ ہی فرمایئے ان کے بسر کی شکل اور طلب علم کے لیے فراغ کیونکر ہے!۔

خسرو غریب ست دگدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از راہِ کرم سوے غریباں بنگری

اگر آپ حضرات ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں تو وہ اپنے درد و غم کی کہانی کسے سنائیں پردیسی مسافر بےیار و مددگار۔

تو پھرا ہے بہت اے پیر فلک سچ کہنا
ہم سے بے کس بھی زمانے میں کبھی دیکھے ہیں

مدرسہ منظر الاسلام کہ خاص آپ حضرات اہل سنت و جماعت کا یکتا مدرسہ ہے ہنوز اس کی ابتدائی حالت ہے، تمام طلبہ کی خورد نوش کا متکفل کیونکر کرسکتا ہے، ایسی ابتدائی کیفیت میں اس کا پانچ مدرس مشاہروں پر مقرر کر کے ہماری تعلیم کا بندو بست کرنا ہی کیا کم ہے!، ہم اپنی ابتدائی حالت یا اپنے نئے آنے والے بھائیوں کی کیفیت عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

جب ہم وطن سے محبوب چیز کو چھوڑ کر چلے تو ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ تمنائے علم ہم کو کہاں سے کہاں لے جائے گی، اور ہم جہاں جائیں گے وہاں کوئی ہمارا پُرسانِ حال بھی ہوگا یا نہیں۔ توکل بخدا کر کے چل کھڑے ہوئے۔ شہر در شہر ٹھوکریں کھاتے، مصیبتیں اٹھاتے جب تک ہمارا کھانا کسی خداترس باہمت نے اپنے ذمے لیا ہم پر جو گزری گزری۔ مل گئی تو روزی ہے ورنہ روزہ۔ کتاب سامنے رکھی ہے مگر دل کام دیتا ہے نہ دماغ، صبح کو مل گئی تو شام کی فکر ہے کسی کسی رات کی کیفیت تو کچھ نہ پوچھیے۔

ہم تڑپتے ہیں پڑے سارا جہاں سوتا ہے
اے فلک ہم سے یہ کس دن کا عوض ہوتا ہے

آپ صاحبوں کو خداوند کریم اپنے وطن میں اہل وعیال کے ساتھ عیش وعشرت میں رکھے۔ خانہ بدوشوں خانماں آواروں کا حال جس پر گزرے وہی جانتا ہے۔ پَر جب کسی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے پیارا وطن یاد ہو جاتا ہے اور جانے کن کن کیفیتوں کی یاد دُکھے ہوئے دل میں چٹکیاں لینے لگتی ہے۔

بے بسی اور بے کسی کی مجسم تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ حسرت کی نگاہوں سے چار طرف دیکھتے ہیں اور کسی کو بات پوچھنے والا نہ پائیں تو دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر رہ جاتے ہیں۔

اس رنج بے کسی کی یا رب خبر نہ پہنچے
جائے نہ شامِ غربت سر پیٹتی وطن میں

حضرات! ہم لذیذ کھانوں کے طلبگار نہیں، ہماری بے فکری کا سامان روکھی سوکھی روٹی اور

ایک چراغ تیل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس شہر میں صدہا اہل اسلام ایسے موجود ہیں جنہیں ایک طالب علم کا کھانا ہرگز بار نہیں ہوسکتا، اگر توجہ فرمائی جائے تو اس قدر طالب علم تھوڑے عرصہ میں جمع ہوجائیں کہ یہ مدرسہ ایک بہت بڑا مدرسۂ اہل سنت ہوجائے اور مذہب اہل سنت کے خدمت گزار تیار ہوہوکر شہر بہ شہر دین کے جھنڈے گاڑ دیں۔

خدا کے واسطے تھوڑی دیر کے لیے خیال فرمایئے کہ آپ کی تھوڑی سی اِمداد سے مذہب کی کیسی نمایاں ترقی ہوتی ہے۔ اگر آپ اس مدرسہ کی امداد فرمائیں گے تو خدا کی اِمداد کا سایہ آپ پر دین و دنیا میں ہوگا۔

یہ وہی سچا مذہب ہے جس کی خاطر آپ کے مقدس بزرگواروں نے کیا کچھ کوششیں نہ فرمائی ہیں۔ یہ وہی پیارا معشوق ہے جس کے عاشقوں نے اس کی محبت میں سر کٹا دیے۔ ہمارے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو دنیوی مصیبتیں گزریں وہ اسی کی خاطر گزریں۔ کربلا کے میدان میں حضور کے پیارے بچوں کو جو واقعات پیش آئے اسی کے سبب پیش آئے۔ آخر آپ انھیں کے کہلاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب دین کو آپ مسلمانوں کی مدد درکار ہے۔ کمر باندھ کر اُٹھ کھڑے ہو۔ اللہ یار بیڑا پار۔

اگر قیامت کی دھوپ سے امان کی خواہش ہے تو آج دین کی مدد میں دوڑ دھوپ کرلو، وہ دیکھو تمہارا پیارا پیشوا اپنے نیچے دامنوں سے تمہارے سر پر سایہ کرنے کو موجود ہے۔ اب ہم ان باہمت حضرات کا شکریہ اَدا کرتے ہیں جن کو اس مدرسہ سے دلچسپی ہے اور جنہوں نے ہم غربا کا کھانا اپنے ذمے لیا ہے، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرماکر اپنے سچے دین کا بول بالا کرے۔ آمین آمین یاارحم الراحمین

محمد ابراہیم عفی عنہ قادری رضوی بہاری

اَللّٰھُمَّ انصُرمن نصر دین محمَّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم
واخذل من خذل دین محمَّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و لا تجعلنا منھم

رُودادِ سالِ دوم
آمدوصرف مدرسہ اہل سنت معروف بہ منظرالاسلام واقع بریلی
مسمّٰی بہ

کوائف اخراجات

{۱۳۲۳ھ}

مرتبہ

محمد حسن رضا خان حسنؔ قادری بوالحسینی
منتظم دفتر مدرسہ ۱۳۲۳ھ

Qadri\Desktop\Kawaife Akhrajat.jpg not found.

[مطبع اہلسنّت وجماعت بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم .

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی

سیدنا ومولانا محمّد والہ واصحابہ اجمعین

خدا کا ہزار ہزار شکر کہ مدرسہ منظرالاسلام نے اپنی بیش بہا عمر کا دوسرا سال بھی خیر و برکت کے ساتھ پورا کیا۔ اس سال میں جلسہ امتحان کے لیے ۲۱ ؍شعبان بغایت ۲۴ ؍شعبان چار تاریخیں مقرر ہوئیں۔ علمائے کرام کو بغرضِ امتحان تکلیف دی گئی: جناب مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب...... و جناب مولوی ارشد علی صاحب...... و مولوی حکیم شفیق الرحمٰن صاحب رام پور سے...... اور مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی پیلی بھیت سے...... اور مولانا مولوی پردل صاحب ولایتی پٹنہ عظیم آباد سے...... اور مولونا مولوی عبدالسلام صاحب...... و مولوی حافظ قاری بشیرالدین صاحب جبل پور سے تشریف لاکر رونق افروزِ مجالس امتحان ہوئے ہیں۔ یہاں ان حضرات کے گرامی ناموں کے چند فقرے نقل کر کے روئداد سالانہ کی سر پر فخر و عزت کا تاج رکھتا ہوں جنھوں نے میرے نیاز ناموں پر توجہ فرما کر مجھے ممنون اور مدرسہ منظرالاسلام کو معزز فرمایا۔

خلاصہ گرامی نامہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی زید مجدہم

فقیر الی اللہ القدیر علامۂ دوراں وفہامۂ زماں صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ آیت من آیات اللہ فی الارضین امام المسلمین فی الدین غیظ المبتدعین من النیاشرۃ والوہابیۃ والرفضۃ والندوبین مولانا وسیدنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب مدظلہم العالی کے حسب الارشاد مدرسہ منظرالاسلام ابقاہا اللہ وجعلہا بحیث یتصاعد بتصاعد مراتبہ مراتب الدین الی یوم القیام کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوا اور بشرکت علمائے کرام رام پور متکفل امتحان طلبہ ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اکثر طلبہ کامیاب، مستحق انعام اور ارا کین ان شاءاللہ مستوجب ثواب پائے۔

مدرسین کی جانفشانی بھی قابل قدر اوران کی سعی قابل شکر ہے۔حق تعالیٰ اس مدرسہ کے ہونہار طلبہ کوز ودتر خلعت دستار بندی سے آراستہ اور شرفِ سند علم وافی سے پیراستہ کرے اور علوم نافعہ دین و مذہب کومنصور رکھے۔آمین یا الہ العالمین بحرمۃ علی النبین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم

خلاصہ گرامی نامہ جناب مولانا مولوی عبدالسلام صاحب جبل پوری زید مجدہٗ

طلبا نے امتحان بہت بہتر وعمدہ اعلی درجہ کا دیا۔کل نظم ونسق مدرسہ اور طرز تعلیم وطریقہ تدریس نہایت فائق وشائستہ ہے،اور مدرسین طلبا ہر طرح پر قابل آفریں وتحسین ہیں۔فارسی کتب درسیہ اور ہدایۃ النحو ، کافیہ،شرح ملا جامی، ایساغوجی،شرح تہذیب،قطبی، ملاحسن،حمداللہ،شرح وقایہ، ہدایہ، نورالانوار،شفاشریف وغیرہا کتب زیر درس میں جو مقام طلبہ کے سامنے امتحاناً پیش کیے گئے عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب ومطالب عبارات کوبعض طلبہ نے معاً بعض نے تاملاً معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا۔خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا خان اور میاں مولوی حسنین رضا خان نے جس عمدگی اورخوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید و باید محققانہ امتحان دیا،حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ تھا۔بارک اللہ فی علمہما وفہمہما

اتنی قلیل مدت میں اس مدرسہ کا ایسا نمایاں عالی مفاد اور طلبہ کی کافی استعداد آپ ہی اپنا نظیر اور روشن دلیل ابتقاد ہے۔اللہ تعالیٰ خیر وبرکت اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

خلاصہ گرامی نامہ جناب مولوی حافظ قاری بشیرالدین صاحب جبلپوری عم فیضہ

اواخر ماہِ شعبانِ معظم ۱۳۲۳ھ کو جو بریلی کے طلبہ مدرسۂ اہل سنت نے امتحان دیا مبتدیین منتہیین محصلین اپنے اپنے حسب لیاقت وقابلیت واستعداد سب امتحان میں فائز المرام وشادکام ہوئے۔علم قراءت وتجوید جو نہایت ضروری التعلیم والتحصیل اور ہر مسلمان کے لیے۔۔۔ واہم المہمات ہے، بریلی ہی کے مدرسہ اہل سنت میں ہم نے اس فن شریف کو داخل نصاب پایا اوراس مدرسہ کے صغیرالسن بچوں کو ہی قرآن شریف موافق ما انزل اللہ با قاعدہ مخارج وصفات حروف کو مدنظر رکھ کر پڑھتے سنا۔اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کا فیض عام کرے اور طلبا کو علم نافع وفہم کامل عطا فرمائے آمین بجاہ سیدالمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

اظہار کارروائی دارالافتاء
واقع بریلی محلّہ سوداگران

مسئلہ

مرسلہ: مولانا مولوی محمد نثار احمد صاحب خلف الصدق زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین جناب استاذی مولانا مولوی احمد حسن صاحب مرحوم مغفور از کانپور مسجد رنگیاں ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین احناف کرام دامت برکاتہم اس مسئلہ میں ہندہ بالغہ نے بلا اجازت اور اطلاع اپنے ولیوں کے زید کے ساتھ جو اس کے غیر کفو سے ہے روبرو گواہوں کے نکاح کیا یہ نکاح مذہب حنفی میں جائز ہوا یا نہیں اگر اس میں اختلاف ہے تو مفتی بہ قول کون سا ہے؟۔

الجواب

اگر زید بایں معنی ہندہ کا کفو نہ تھا کہ اس کے مذہب یا نسب یا پیشے یا چال چلن میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا نقص تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیاے ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو اور ہندہ نے اپنے ولی سے اجازت نہ لی بے اس کی رضاے صریح کے بطور خود زید سے نکاح کر لیا تو موافق مذہب بمفتی بہ وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، محض باطل ہے۔

عالمگیریہ میں ہے :

امرء ۃ زوجت نفسها من غير كفو صح النكاح فی ظاهر الرواية و روى الحسن على ابى حنفية ان النكاح لا ينعقد و به اخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله تعالى كذا فی المحيط .

تبیین میں ہے:

(من نكحت غير كفو فرق الولی) مما ذكرنا والنكاح ينعقد صحيحا فی ظاهر الرواية .

حاشیہ علامہ شلبی میں ہے :

اما علی الروایة المختارة للفتوی لایصح العقداصلا اذا کانت زوجت نفسها منه .

درمختار میں ہے :

و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا و هو المختار للفتوی لفساد الزمان .

عقود الدریہ میں ہے :

سئل فی امرء ة یرید التزوج بلا رضاء ابیها و هو غیر کفوء کیف الحکم فی ذلک الجواب اذانکحته بلا رضاء ولیها فرق القاضی بینهما بطلب الولی و هذا ظاهرالروایه عن ائمتنا و لکن المروی عن الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی بطلان النکاح من غیر کفو و بداخذ کثیر من مشائخنا قال شمس الائمة و هذا اقرب الی الاحتیاط والاحوط سدباب التزوج من غیر کفو قال الامام فخرالدین والفتوی علی قول الحسن فی زماننا قال فی البحر المفتی به روایة الحسن عن الامام من عدة انعقاد ....اذاکان لها ولی و لم یرض به قبل فلا یفید الرضا بعده ا ه مختصرا .

اسی کو عالمگیریہ اور درمختار اور خزانۃ المفتین وخلاصہ اور خانیہ میں مختار للفتوی اور علامہ شیخ شلبی محشی نے تبیین الروایہ المختارۃ للفتوی ایضاح میں وعلیہ الفتوی فرمایا وفی البزاریۃ یفتی فی زماننا بروایۃ الحسن عن الامام رحمہما اللہ تعالی انہ لایجوز النکاح اور اگر ان باتوں سے کسی بات میں کوئی نقص نہیں بلکہ محاورہ عوام کے طور پر بایں معنی زید کو غیر کفو کہا گیا کہ ہندہ کے خاندان سے نہیں تو صرف اس قدر بات مضر نکاح نہیں ہوسکتی، وہ نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبیدہ المعاصی ظفرالدین البہاری عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ

ازرام پور مدرسہ عالیہ، مرسلہ: مولوی ولی اللہ طالب علم بنگالی، ۱۰؍رجب ۱۳۲۳ھ

چہ فرمایند علماے دین دریں مسئلہ کہ اگر شخصے مسلمان جانورے بنام اصنام ہنود رہا کند گوشت آن جانور خوردن حلال ست یا نہ وآں جانور درملک وی ماند یا نہ وحکم آں کس چہ علی ہذا اگر ہنود بنام اصنام خود جانورے رہا کند یا چیزے بدید استعمال وخوردن آن ازروئے شرع شریف جائزست یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

ازرہائی جانور بنام اصنام ہنود حرام نمی شود قال تعالیٰ :

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّ لَا سَآىٕبَةٍ وَّ لَا وَصِیْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

(۱) اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر نرے بے عقل ہیں۔ (پارہ ۷، المائدہ:۱۰۳)

و قال فی المدارک یفترون علی اللّٰہ الکذب فی نسبتھم ھذا التحریم الیہ و اکثرھم لا یعقلون ان اللّٰہ تعالیٰ لم یحرم ذلک .

وآں جانور بلاشبہ درملکش باقی میماند کہ وقت رہا کردنش نمی گویند ہر کہ گمیر وملک است نہ ایں راہ رہ ادارند در فتاوی عالمگیریہ است لو بسبب دابۃ وقال لا حاجۃ لی الیہا ولم یقل ھی لمن اخذھا فاخذھا انسان لاتکون لہ۔

بدیں وجہ گرفتن وذبح کردن وخوردنش ہیچ درست نیست لانہ ملک الغیر فان اجازہ جاز بلاشبہۃ وامارہا کردن مسلم بنام صنم پس اگر بہ نیت تعظیم وتقرب آن بت باشد البتہ کفرست وانگہ آن جانور ملک ازاملاک مرتد باشد اگر آن کس برارتداد بمرد مال ارتداداو برائے مسلمین فی شورا اگر اسلام آرد خود ملک اوست کمافی الدرالمختار ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالاموقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات اوقتل علی ردتہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ اگر

نیت تعظم وتقرب نداشت خودکم نہ ازاں کہ گناہ کبیرہ است فاما از ملک او بیرون نہ رود واحکام ہماں ست کہ بالا گزشت درفتاوی عالمگیر یہ است :

فمن اعتق عبده للشيطان او للصنم عتق الا انه يكفر هكذا فى السراج والوهاج .

اقول لكن الا رفق بحال المسلم والحذر عن الابتراء على تكفير المسلم التفصيل الذى قدمناه كما فى الاشباه والنظائر فان اعتق للصنم او الشيطان صح و اثم اما المسلم اذا اعتق له قاصدا تعظيمه كفر كذا فى الطحطاوى والتلام على التوزيع فان اعتق لهما من غير قصد ثبت الحرمة من غير كف و صرح فى مقام آخر.....اما اذا نور يقضده لا فلا يكفر .

دردرمختارست :

و يضح ايضا تحرير لوجه اللّٰه والشيطان والصنم وان اثم و (كفر به) اى بالاعتاق للصنم (المسلم عند قصد التعظيم) لان تعظيم الصنم كفر اقول و الا فلا كما و عن الاشباه قدمنا والطحطاوى واللّٰه تعالىٰ اعلم

کتبــه

عبدہ المذنب غلام محمد البہاری عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

تحریر باتوقیر حضرت مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہم بابت امتحان طلبہ مدرسۂ اہل سنت بریلی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی اله الکرما واصحٰبه الرحما افضل الصلاة والسلام الازکی

اما بعد! عرض کرتا ہے حقیر خادم بارگاہ احمدی محمد سلامت اللہ عفی عنہ کہ اس زمانہ میں جہل و بدعات کا شیوع جیسا عام وخاص ہے محتاج بیان نہیں؛ خصوصاً دوفرقۂ مارقہ جواسلام کا نیک نام بدنام کرنے والا بلکہ اپنی جان کو مقلد وحنفی کے لقب سے مشہور کرنے والا ہے، حالانکہ اس کے عقائدواعمال سراسر اہل سنت کا مخالف کانھم جراد منتشر کا مرادف۔ان کے سوااور مدعیان اسلام کا فتنہ وفساد شہرۂ آفاق۔

ہرایک کی ہمت تخریب دین اوراطفاے چراغِ شرع متین میں شب وروز مصروف یریدون ان یطفؤا نور اللّٰہ بأفواھھم معلوم ہے کہ احیاے سنت اوراماتت بدعت وترویج عقائدحقہ ان اصول وفروع شریعت پر موقوف اورحق تعالیٰ کے سچے وعدے انا لہ لحفظون اور یأبی اللّٰہ الا ان یتم نورہ و لو کرہ الکافرون کا مظہر نہیں ہیں؛ مگر علماے ربانی اورطلباے علومِ دین حقانی کے وارث ہیں۔

میراثِ حضرت عدیم المثل خاتم النبیین ﷺ کے کہ ان کے واسطہ سے حق تعالی محرفین دین کے کید کودفع فرماتا ہے اورانہیں کا علم اورسعی سب ظاہراور باعث ہے حفظ دین اورابطال مبطلمین اور دفع مکائد محرفین کا چنانچہ مخبر صادق ومصدوق صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ نے ان علماءاورطلباے وارثین کی شان میں یہ فرمادیا :

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدو له یتقون عنه تحف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین . اور لا یزال طائفة من امتی علی

الحق منصورين لا يضرهم من خالفهم .

ان بشارتوں کے جو کامل مستحق ہیں وہ ہندوستان میں معدود اشخاص ہیں جن کے مقابلہ میں محرفین جاہلین و منتحلین مبطلین کا گروہ اضعافاً مضاعفۃ ؛لیکن موافق فرمان واجب الاذعان :

کَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَت فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ ر ر

الم ؤم ج لنذ لكهذ نعليم بن أ الو و و ن ال ا ن ن

ہمیشہ ہر جگہ معرکہ تحریر وتقریر میں اہل باطل کو شکست فاش وعیاں۔ اور اہل حق کو فتح و ظفر نمایاں۔اور کیوں نہ ہو نور کے سامنے ظلمت کی مجال کیا کہ جو ٹھہر سکے اور حق کے روبرو باطل کا زہرہ کیا جو رکے۔صدق اللہ ورسولہ الکریم :

جَ حُ ٱ وَ قَ قَ ازل لَا أَهَا البُ نَ ن كَالوَط الا و ه ه و و ق ق

یہ گروہ اہل حق کا جن پر **اولـئک حـزب الـلّٰـه الا ان حـزب الـلّٰه هم المفلحون** صادق اور نفی تحریف غالین وانتحال مبطلین اور تاویل جاہلین اور منصورین علی الحق المبین ان کے حال کے مطابق ہے۔ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبہ وشوکت وجاہ وحشمت اور اقبال وہمت وقوت وثروت ظاہری ومعنوی علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین متین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول لقائہ کو عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ ورد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے۔وہ بے شبہ مصداق ہیں مضمون حدیث شریف ہذا کے :

ان لله عند كل بدعة كيد بها الاسلام وليا من اوليائه يذب عن دينه .

حضرت مولانا کے فیضان کا ایک ادنی اَثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاے سعادت ماحی بدعت حامل لوائے شریعت مولوی حامد رضا خان صاحب طول عمرہ وزید قدرہ نے بمشارکت بعض اہل سنت ایک مدرسہ خاص اہل سنت کے بنام منظر اسلام بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی،اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل معلوم ہوگی۔

بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال

مدرسہ اور مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم پر واقف ہوا ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط و منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک رہا، اور علوم دینیہ ضروریہ معقول و منقول خصوصاً علم تفسیر و حدیث و فقہ و سیر و اصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا، الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے ساتھ مبشر پایا :

لا یزال اللّٰہ یحرس فی ھذالدین عنھا یستعلھم فی طاعتہ .

بالخصوص منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاوی جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمان ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے۔ ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا محمد حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضا شریفہ حنیفہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔ تمام اہل سنت کو واسطے توجہ خاص اور شرکت عالم اس مدرسہ کے محدثین و فقہاے محققین اور ائمہ دین کی یہ ہدایت بس ہے :

ھذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم اور یحب الصلابۃ فی الدین . واللّٰہ سبحانہ الموفق والمعین . فقط

گرامی نامہ حضرت مولانا مولوی محمد ارشد علی صاحب رامپوری زید مجدہم

الحمدللہ فی کل ۔۔۔۔۔۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ اشرف الخلق والبریات وعلی الہ واصحابہ الذین ہم مقدمات الدین واولوا العلم والفضل والکرامات۔

اما بعد! فقیر محمد ارشد علی عفی عنہ مقدس دین دار اہل سنت والجماعت نصرہم اللہ تعالیٰ وایدکم کی خدمت میں ملتمس ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فی زمانہ کیسا کچھ فتنہ و فساد ظلمت کفر تاریکی والحاد نیچریت کا زور وہابیت کا شور فرقۂ ضالہ ندویہ اور زمرۂ کذابین اور متبعین ناپاک قادیانی مدعی نبوت ناہنجار کندہ ناتراشیدہ نابکار کا آوازہ منکرین عالم اعم اور معاندین دین متین لعنت کے خوارے اعدائے اہل بیت واصحاب اخیار کا خمیازہ جھوٹے بیوپاروں میں کھوٹے بازاروں میں رواج پا رہا

ہے۔ یہ سب کے سب ایک ہی تھیلی کے بٹے ایک ہی جھاڑی کے کانٹے **الکفر ملة واحدة** کا مصداق ہورہے ہیں۔

ذرا آنکھ کھولنے کا وقت ہے، کمر ہمت باندھنے کا موقع ہے، فرمان واجب الاذعان حضرت حق سبحانہ کیا دیکھا نہیں :

اِ ّٰمَ َ ہُمْ نَا لُمُوْالُوْ ؤْمِنُوْنَ رُفَاصَّفَدَّةً اَ الدْ لِ َ حْوَجَحُمْ يُ يُ دُ وُ.وُ. ککُ ا ا بَ َ یَ یُ ُ نَ نَ َ

ارشادمبارک سید الانس والجان حضرت اقدس ﷺ کیا نہیں سنا :

الدین النصیحة .

وذات شریفہ علماے عظام اہل سنت مبشر درجات انبیاے بنی اسرائیل ہیں۔ انہیں کے نفوس پاک ورثۂ انبیا والمرسلین ہیں۔ انہیں کے ظل عاطفت سے باغِ علم شاداب ہے؛ خصوصاً حضرت مولانا محی سنت قامع بدعت وارث الانبیا والمرسلین پشت پناہِ مسلمین جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب دامت شموس برکاتہ وضاعف اجلالہ وفیوضاتہ؛ جنہوں نے اپنی سچی کوشش سے جتھوں کے جتھوں خاک اڑانے والوں کو برباد کیا اور رسالہ کے رسالوں کو لٹا دیا۔ الحمد للہ! یہ حضرت ہی کے برکات کا ایک جلوہ ہے کہ اہل سنت بریلی نے بنیاد مدرسہ منظر اسلام کی خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ وترویج الدین قائم کی۔

ہزاراں ثنا وہزاراں سپاس ☆ کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

مدارسِ غیر مقلدین ومبتدعین وغیرہ کا استیصال ہوگیا۔ ان شاء اللہ العزیز

منتظمین کا حسن انتظام، مدرسین کی خوش اسلوبی، طلبا کی جان فشانی، نیک انجام اظہر من الشمس وابین من الامس ہے؛ چنانچہ فقیر امتحان سالانہ مدرسۂ موصوف میں حاضر ہوا تھا، اکثر طلبا کو کامیاب پایا۔ امید قوی ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے لہلہاتے اشجار ثمر اطراف واکناف کو اپنے سایہ میں۔۔۔۔۔۔

آمین یا رب العالمین یرحم اللہ عبداً قال امینا وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

باقیاتِ حسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

علی العموم مستکشفین حقیقت حال بملاحظہ سرگذشت وماجرائے ندوہ مرتبہ خادمانِ سنت ومختصر روئدادمحررۂ اہل ندوہ ان اشتہاروں کے دیکھنے کی مشتاق تھی جن کے حوالے ان میں ہیں لہٰذا یہ مجموعہ مسمّٰی باسم تاریخی

اِشتہاراتِ خمسہ

[۱۳۰۸ + ۵] ۱۳۱۳ھ

مشتملۂ فوائد جدیدہ :

۱۔ تصدیق بیانات سرگذشت وماجرائے ندوہ مرتبہ خادمانِ سنت

۲۔ تکذیب بیانات مختصر روئداد جلسہ بریلی مجریہ دفتر ندوہ جس میں ناظم نے یہ لکھا ہے کہ نہایت غیر مہذب وتبرائی اشتہارات جلسوں میں روزانہ مشتہر کیے۔

۳۔ ظہور اس امر کا کہ اہل ندوہ کی طرف جواُمور منسوب کیے گئے سب چپ چاپ انھوں نے تسلیم کیے اب جو جوابات سوچیں وہ مشت بعد از جنگ۔

۴۔ انکشاف اس امر کا کہ اصلاح کی کوشش اہل ندوہ نے کی یا اہل سنت نے۔

۵۔ وضوح اس امر کا کہ اموراتِ نزاعیہ کے فیصلہ سے اکابر ندوہ نے گریز کی یا اہل سنت نے۔

مع تنبیہات- جو اس مجموعہ میں بعد اشتہارات علاحدہ طور پر زائد کی گئیں

مرتبہ: مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری چشتی نظامی فخری

Qadri\Desktop\Ishtiharate Khamsa.bmp not found.

[مطبع اہلسنّت وجماعت بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق]

اشتہارِ اوّل خط شاہ سلیمان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا(۱)

اللہ تعالی کا سچا خوف علما ہی کو ہوتا ہے۔

نامی نامہ حضرت والا درجت جناب مستطاب مولانا مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب زینت بخش پھلواری شریف رکن اعظم ندوۃ العلما بنام نامی حضرت عالم اہل سنت دام ظلہما

حضرات! اوّل اتنا عرض کروں کہ رسالہ 'سوالات حقائق نما' پھلواری شریف میں جناب مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زید مجدہم رکن ندوۃ العلما کی خدمت میں تو بھیجا گیا؛ مگر حضرت شاہ صاحب موصوف دامت برکاتہم کی نسبت سنا تھا کہ کلکتہ کو تشریف لے گئے ہیں لہٰذا ان کی خدمت عالی میں نہ بھیجا اس پر حضرت موصوف کا یہ نامی نامہ آج تشریف فرما ہوا جس کے ایک ایک حرف سے بحمداللہ تعالیٰ کمالِ حق پرستی و انصاف دوستی کا گہرا رنگ ٹپک رہا ہے کہ خاص صبغۃ اللہ شان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہے۔ آپ ندوہ کے رکن اعظم ہیں آپ کی شان کے اس میں دو ہی ایک صاحب ہیں۔

طرفہ یہ کہ خدا جانے کن صاحبوں نے حضرت موصوف کو برہم کرنے کے خطوط بھی بھیجے کہ علماے بریلی و بدایوں نے (معاذ اللہ) آپ کو بھی سخت و درشت کہا؛ مگر بفضلہٖ تعالیٰ حضرت موصوف کی حقانیت باعث ہوئی کہ ایسی لغوخبروں پر اصلاً اِلتفات نہ فرمایا۔ جزاہُ اللہ فی الدارین خیراً۔

---

(۱) پارہ ۲۲، فاطر: ۲۸۔

اب ہم وہ نامہ مبارک بعینہ نقل کرتے ہیں اہل انصاف ایک ایک لفظ پر غور کریں کہ علماے کرام کے پاکیزہ مقالوں سے سخن پرور صاحبوں کے ضدی خیالوں کو کچھ بھی نسبت ہے کیا جو صاحب اپنی ہٹ سے ندوہ کی اصلاح نہیں چاہتے، اُمید رکھتے ہیں کہ علمائے حقانی معاذ اللہ پابندی مذہب اہل سنت کا ترک گوارا کریں گے یا قرآن وحدیث کے خلاف بدمذہبوں سے اتحاد واتفاق اختلاط محبت اور دینی جلسہ میں ان کی رکنیت روا رکھیں گے۔ **حاشا و کلا و اللّٰہ المستعان.**

نقل خط مبارک

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب زید مجدہم ۔مکرمی و معظمی جناب مولوی صاحب ذی المجد والمناقب

از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی

ہدیۂ تسلیم قبول فرمایند

امابعد آپ کی تحریریں بنام برادرم مولوی حکیم محمد ایوب سلمہ اللہ تعالیٰ آئیں؛ مگر افسوس ہے کہ مجھے آپ نے اپنا مخالف سمجھ کر اس سعادت سے محروم رکھا، اس میں شک نہیں کہ میں ندوہ کا حامی ہوں اور اس کا رُکن کہلاتا ہوں؛ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنی دیانت وعقیدہ کو خراب کر ڈالا، حاشا وکلا میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ سے یا علماے بدایوں سے مخالفت کروں اور ردّ وکد کی سلسلہ جنبانی شروع ہوجائے۔نعوذ باللہ

مخدوما میں تو آپ صاحبوں کا ہم خیال ہوں کابراً عن کابرٍ، پھر آج ندوہ کی وجہ سے کیوں ایسا کروں اور میں بلا تقیہ وتوریہ پکار پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلما کے **الف لام** سے مراد یہی علماے اہل سنت ہونا چاہیے، نہ روافض نہ خوارج ونیچریہ ووہابیہ **خذلھم اللّٰہ انی یوفکون .**

اب رہی یہ بات کہ یہ ندوہ میں کیوں شریک ہوئے اور کیوں نہ نکالے جائیں گے۔اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اراکین ندوہ اور آپ بزرگان سب لوگ مل کر اس مادہ میں کوئی مشورہ کریں اور ایک عمدہ صورت داخل وخارج کی قائم کریں۔ میرا اِرادہ عین موقع پر بریلی آنے کا تھا؛ مگر ان شورشوں کا مقتضی یہ ہے کہ میں شام وصبح میں وہاں داخل ہوجاؤں۔ ہر چند میں ڈپٹی صاحب کا مدعو

ہوں اور وہ میرے مکرم ہیں؛ مگر اسٹیشن سے اُتر کر پہلے جناب حضرت شاہ نیاز احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر آپ سے ملوں گا، آپ مجھ سے رنجیدہ ہیں تو میں آپ سے نہیں آزردہ ہوں اور جناب کی بھی یہ رنجیدگی بنظر اصلاح ہے نہ بنظر فساد۔

میرے پاس چند خطوط آئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ بریلی و بدایوں کے علما نے آپ کو بھی سخت و درشت کہا مگر مجھے اس بات کا وثوق نہیں اور پھر ہو بھی تو بر سر منبر اپنی برائیوں کے اقرار پر میں مستعد ہوں اور آپ بزرگوں سے دعا کا خواستگار ہوں وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ

مولانا میں ننگ خاندان ہوں مگر نسبت میری کسی بارگاہ میں ضروری ہے، کچھ تو پرتو ادھر کا پڑنا چاہیے۔ مولانا میں نے صدہا کتابیں وہابیہ کی تردید میں لکھی ہیں، اور اکثر چھپ کر شائع و ذائع ہوئیں مثلاً ایصال ثواب، درود و سلام، رسالہ حضوری وغیر ذلک مگر بوجہ خیالاتِ صوفیانہ اب ایسی تحریروں سے اِنقباض ہوتا ہے، مجبور ہوں، اس کے یہ معنی نہیں کہ میں اس قوم سے راضی ہو گیا، یہ میری قلت فرصت و کثرتِ مشاغل کا سبب ہے، مع ہذا پھر بھی جب اس قوم کی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تو کچھ بول بھی لیتا ہوں۔

لایستطیع الصب کتم ھواہ

اذا مـا بدت عبرت وعنناہ

اب میں یہ اُمیدوار ہوں کہ ندوہ کی اصلاح بآشتی ہونا چاہیے، اور اس میں کوشش فرمائیے، میں بھی ہر طرح سے حاضر ہوں اور گر اصلاح نہ ہوتی تو میری شرکت بھی معلوم۔

میں نے جناب مولوی سید محمد علی صاحب سے عرض کیا تھا کہ آئندہ سال سے مجھے رکن انتظامی سے خارج کر دیجیے۔ میں سمجھتا ہوں وہ زمانہ آ گیا۔

آپ کا خادم

محمد سلیمان قادری چشتی از پھلواری شریف ضلع پٹنہ

تاریخ ۱۴؍شوال ۱۳۱۳ھ

حضرت شاہ صاحب سے کس نے کہا ہوگا کہ یہاں تین مہینے کامل سے کہ قدر صلح واصلاح باہزاراں الحاح چاہی گئی۔ دو مہینے کامل تک برابر خطوط بھیجے کہ للہ مذہب اہل سنت پر رحم فرماتے، ہم سے اشاعت اعتراضات نہ کرائیے۔ جب یہ رسالہ چھپ گیا ہے اس وقت بھی لکھ بھیجا کہ پابندی مذہب اہل سنت واصلاح ندوہ قبول ہوتو ہمیں تار دے دیجیے، ہم چھپی ہوئی کتاب یوں ہی رکھ چھوڑیں گے، جب دیکھا کہ کسی طرح قبول نہیں فرماتے تو اہل سنت کا آگاہ کرنا فرض تھا، ناچار اشاعت رسائل کی گئی۔ ہم اب بھی صرف اصلاح ہی کے دست بستہ خواستگار ہیں، خدا کرے جناب شاہ صاحب ہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مہم کو بخیر تمام آسان فرمائے۔ آمین

ہم پھر گزارش کرتے ہیں کہ ندوہ مذہب اہل سنت کی پابندی قبول کرلے، چند بد مذہبوں کی خاطر ایسے اراکین اعظم وعلماے اکابر کی جدائی پسند نہ کرے۔ نیچریوں کا کانفرنس، رافضیوں کی انجمن، غیر مقلدوں کا جلسہ، وہابیوں کا مدرسہ سب برسوں سے جدا ہیں۔ آپ کا ندوہ خاص اہل سنت کا رہے تو کون سا کفر ہے جو کسی طرح گوارا نہیں۔ الٰہی ہدایت فرما۔ آمین

محمد حسن رضا خان قادری برکاتی بوالحسینی بریلوی غفرلہ

۲۱ر شوال ۱۳۱۳ھ

تنبیہ

سچ فرمایا حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ انسان کا دل رحمٰن جل وعلا کی دو انگلیوں میں ہے جدھر چاہے پلٹا دیتا ہے۔(۱)

جناب شاہ صاحب نے بغیر کسی کی درخواست، کسی کی دریافت، کسی کی تحریک کے آپ ہی یہ خط تحریر فرمایا، کتب ندوہ نہ بھیجنے پر شاکی ہوئے کہ مجھے مخالف جان کر اس سعادت سے محروم رکھا، بلا تقیہ وتوریہ اس اعلان کا وعدہ کیا، بے اصلاح ندوہ میں شریک نہ ہونے کا پیمان دیا؛ مگر عمل بالکل اس

(۱) الفاظِ حدیث یہ ہیں: اِن القلوبَ بینِ اِصبعینِ من اصابع اللّٰہ یقلِبہا کیف یشا
سنن ترمذی: ۲۹/۸ حدیث: ۲۰۶۶...... مسند احمد بن حنبل: ۹۶/۵۳ حدیث: ۲۴۹۳۸۔

کے خلاف ہوا۔

جب یہ خط یہاں چھپ کر شائع ہوا، ندوچی صاحبوں کے پیٹ میں پانی پڑا، فوراً ایک مولوی صاحب شاہ صاحب کی خدمت میں بیرنگ روانہ کیے، وہ سمجھاتے بجھاتے ندوہ کی کرسیوں، لکچروں، فہرستوں، روئدادوں میں نام و کلام کی تشہیروں اشاعتوں کے مزے یاد دلاتے لائے یہاں تک آتے آتے رنگ ہی اور تھا؛ تاہم بحمد اللہ بالکل انقلاب نہ ہوا، یہاں بھی تشریف لائے، ندوہ سے اصلاح کے بھی طالب ہوئے، ادھر سے وکیل بھی بن کر گئے، پلٹ کر جواب بھی دیا کہ ندوہ نہیں مانتا، میں مجبور ہوں، بایں ہمہ ان مزوں نے نہ چھوڑا کہ اسباب شہرت دفعۃً قطع فرما کر حق کے ہو رہیں، اپنے عہود مواثیق پر قائم رہیں، ندوہ میں شریک بھی ہوئے، لکچر بھی دیا، اس کے اسٹیج پر اسپیچ بھی فرمائی، بجائے اس اعلان موعود کے اخفا و تقیہ پر عمل بھی رہا۔

جب بعد ختم ندوہ وفرارِ ندویاں حضرت عالم اہل سنت تشریف فرمائے بدایوں ہوئے، یہاں میدان خالی پا کر پھر تو شاہ صاحب کھل کھیلے، تمام علماے امت کا کُوسا قتل کر دینے کے قابل بتایا، ابن ملجم شقی کو امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا اور یزید پلید کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا، پھر دوسرا وعظ ہونا چھاپا اور خبر تشریف آوری اہل سنت سن کر چھپا ہوا وعظ چھوڑ کر کوچ کیا جس کی قدرے تفصیل رسالہ ’سرگذشت و ماجرائے ندوہ‘ میں ملاحظہ ہو خیر ہمیں اس سے کیا بحث

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا (سورۂ آلِ عمران: ۱۴۴)

جو پلٹ جائے پھر جائے وہ دین خدا کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

ہاں اتنا کھل گیا کہ بڑے بڑے اکابر ندوہ کے قول و فعل یہ کچھ ہیں اس کے سردار ایسے ہیں۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اشتہارِ دوم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حیدر آباد کا فتویٰ اور مولوی لطف اللہ صاحب کی مہر

مسلمانو! کیا آفتاب کا انکار کیے سے دن کی رات ہو سکتی ہے!۔

امرِ حق کا سمجھ لینا ہر مسلمان پر فرض ہے براہِ انصاف چند گذارشیں سن لیجیے۔

ا۔ اے سچے دین دارو، اے جھوٹ سے بیزارو! کیا آپ صاحبوں نے حیدر آباد کا چھپا ہوا فتویٰ دیکھا، کیا اس کا مطلب نہ سمجھا، کیا اس میں صاف صاف نہیں لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتب عقائد میں رافضیوں خارجیوں اور تمام بد مذہبوں سے بغض رکھنے اور ان کی حقارت کرنے اور انہیں دُور و مردود کرنے کا حکم ہے۔

کیا اس میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل نہیں کیا کہ جو بد مذہبوں سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ ایمان کا نور اس کے دل سے چھین لے، جو ان سے میل جول کے لیے چکنی باتیں کرے اللہ تعالیٰ ایمان کی حلاوت اس سے نکال لے؟۔

کیا اس میں جناب شیخ مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے نقل نہ کیا کہ بد مذہب کی صحبت کافر کی صحبت سے بھی بدتر ہے؟۔

کیا ان سب باتوں پر مفتی لطف اللہ صاحب نے مہر نہ کی؟۔

کیا یہ باتیں ندوہ کے مقصد کا پورا پورا رد نہیں کرتیں؟۔

کیا ندوہ صاف صاف تمام بد مذہبوں سے میل جول محبت اتفاق اتحاد کا حکم نہیں دے رہا ہے؟۔

کیا اس کے روداد و مضامین میں سب سے مل کر ایک ہو جانا اور محبت و یگانگی منانا نہیں ٹھہرا ہے؟۔

کیا ندوہ میں علانیہ نہ کہا گیا کہ ان کا ردو کد یک قلم بند کر دو انہیں اپنا سچا بھائی جانو؟۔

خدا کے لیے اللہ تعالیٰ کو بھی منہ دکھانا ہے، آدمی بات کی پچ میں احکام خدا و رسول کی پیٹھ نہ

دے، انصاف بھی کوئی چیز ہے۔ کیا فتوے کے ان حکموں میں ندوہ کی ان باتوں کا صریح رد نہ ہوا پھر یہ کہنا کہ وہ فتوے ندوے سے متعلق نہیں، اس سے ندوہ کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا، کیسے کھلے حق کو جھٹلانا ہے، پھر ایسی سخت نفرت کی بات کو مولوی لطف اللہ صاحب کی طرف نسبت کرنا کہ انہوں نے ایسا لکھ بھیجا ہے، ان کے علم و دیانت پر کیسا بدنما داغ لگانا ہے۔

۲۔ پھر طرفہ یہ کہ ان کے ایک خط میں نقل کیا ہے کہ اگر فتوے پر 'اظہارِ فسادِ رودادِ ندوہ' کی سرخی لکھی ہوتی تو میں مہر نہ کرتا، استغفر اللہ یہ بات تو کوئی دیانت دار جاہل بھی نہ کہے گا کہ حق بات میں نے انجانے میں کہہ دی۔ مجھے معلوم ہوتا کہ یہ میرے فلاں دوست کے مقابلہ میں ہے تو کبھی نہ کہتا۔ اللہ اکبر! علما کی شان کو ایسا بٹا لگانا کتنی شرم کی بات ہے۔ فتوے پر مفتی صاحب کی مہر کرنے کا تو سب کو اِقرار ہے۔ ہم پوچھتے ہیں مفتی صاحب نے حق سمجھ کر مہر کی یا ناحق؟، اگر ناحق پر مہر کی تو کیسی خرابی ہے اور اگر حق پر مہر کی تو ندوہ کے مقابل کیا مفتی صاحب حق کو چھپا لیتے، حق کی تائید سے باز آتے، یہ کیا دین داری ہے، یہ مفتی صاحب کی شان میں کیسی گستاخی ہے؟۔

۳۔ فتوی نام جواب وسوال ہی کا ہے اسی پر مفتیوں کی مہر ہوتی ہے، اس کا ان خطوطِ منسوبہ بمولوی صاحب میں خود اقرار ہے، قبل و بعد کی عبارتیں وقت تصحیح نہ ہونے سے فتوی مٹ گیا یا مفتی صاحب کی مہر بدل گئی، ایسی مہمل بات کی طرف تو کوئی عاقل بھی التفات نہ کرنے گا نہ کہ مفتیانِ ذی علم، مفتی صاحب کی طرف اس کی نسبت سخت حیرت انگیز ہے۔

۴۔ کیا جو شخص کسی تحریر سے تحقیقاً یا الزاماً استناد کرے اس پر فرض ہوتا ہے کہ صرف وہ تحریر ہی چھاپ دے، اس سے اوّل و آخر کچھ نہ لکھے کہ دعوی کیا ہے اور کس امر پر استناد چاہا ہے۔ یوں تو کوئی مفتی کسی فتوی پر مہر نہ کر سکے گا کہ فتاوٰی میں جو آیت یا حدیث یا عبارت سنداً مذکور ہوتی ہے جواب لکھنے والا صرف اسی قدر پر اِقتصار نہیں کرتا، اس سے اوّل و آخر ضرور کچھ عبارت ہوتی ہے، اس پر کہہ دیا جائے کہ قرآن و حدیث و کتب فقہ میں یہ ماقبل و بعد کی عبارتیں نہیں، یہ امر حیرت انگیز ہے، ہم کو تعجب ہے کہ ایسی لغو و فضول باتیں جناب مفتی صاحب کی طرف نسبت کرنے میں کیا نفع سمجھا ہے۔

۵۔ کیا کسی مفتی کی مہر کے بعد اور علما کی تصدیقیں ہونا حرام ہے یا ان علما کو اپنی تصدیقات میں اور عبارت تحریر کرنا ناجائز ہے۔ معاذ اللہ یہ کس دانش کی باتیں ہیں جو خواہ مخواہ مفتی صاحب کی طرف منسوب ہو رہی ہیں، اور وہ بھی اس سخت تحریر کے ساتھ کہ الٰہ العالمین یہ کیا مضمون ہے!۔

٦۔ کیا فتوے میں جب تک کسی شخص یا گروہ کا صریح نام نہ لکھا ہو وہ فتوے اس سے متعلق نہیں ہوسکتا، اگرچہ صراحتاً اس کے اعمال واقوال سے سوال اور انہیں کا حکم مرقوم ہو ہر شخص نے دیکھا ہوگا کہ فتاویٰ میں زید وعمر وو بکر ہی کر کے سوال ہوتا ہے، پھر صورتِ سوال جس پر منطبق ہے فتوے اس سے متعلق سمجھا جاتا ہے، کوئی ناسمجھ سا ناسمجھ یہ اعتراض نہیں کرتا کہ اس میں تو زید وعمر ولکھا ہے، شیخ فلانے، ملا فلانے کا نام کہاں ہے۔

۷۔ یہ جو یاد پر بتایا گیا ہے کہ جوابات کے اخیر میں جناب مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایونی کا نام تھا، اگر یہ یاد صحیح بھی ہو تو اس میں کیا گناہ ہے، غیر مقلدوں کے مقابل علی گڑھ میں جناب مفتی صاحب کے واقعی جوابِ ندوہ کے دھرم میں نفسانیت، خودکشی، سر پھٹول، فضیحت کن نزاعیں، خلاف دیں بے حیائی ٹھہرے ہیں۔ واقفانِ کار جانتے ہیں کہ ان میں فتوے، تحریریں خود جناب مفتی صاحب نے اپنے شاگردوں کے نام سے شائع کیں۔ علما کے لیے اس میں معاذ اللہ نہ کوئی عیب ہے نہ جائے اعتراض۔

مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی نے ایک رسالہ در بار زیارت مزار اقدس اپنے شاگرد مولوی عبد الجبار ملکا پوری کے نام سے چھاپا، جب غیر مقلدوں نے استفسار کیا دوسرے رسالہ میں اقرار کر دیا کہ ہاں میرا ہے، اور ان کے نام سے چھاپا ہے۔ علما کے لیے اس میں مصالح ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے تو تحفہ میں یہاں تک اپنا نام چھپایا کہ بجائے شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم صاحب کے نہایت غیر معروف ناموں میں حافظ غلام حلیم بن شیخ احمد بن شیخ ابو الفیض تحریر فرمایا۔ کتاب میں جہاں اپنے والد ماجد کا ذکر آیا وہاں یوں لکھا یہ پرانی دہلی کے تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اسے شاہ عبد العزیز صاحب کا مکروفریب کہیے گا۔
ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

پھر تاج الفحول مدظلہ کی مہر اقدس تو اس فتوی پر موجود ہے اس میں ان حسن ظن والوں کی بدظنی کا کیا احتمال ہوسکتا ہے۔ کیا مفتی صاحب کی مہر میں یہ شرط لگی تھی کہ تحریر فتوی میں حضرت تاج الفحول ہی کا نام مبارک ہو، کوئی دوسرے صاحب کاتب ٹھہرے، اور جناب مفتی صاحب کی مہر اُٹھ گئی پھر ان لغویات سے کیا حاصل، اور انہیں مفتی صاحب کی طرف نسبت کرنا اور زیادہ حیرت انگیز۔

۸۔ اس سے ہزار حصے زیادہ ظلم مولوی عبدالغنی خان صاحب پر کیا گیا ہے کہ ان کی طرف جو خط منسوب ہوا ہے اوّل تا آخر سوا اتنے لفظ کے کہ اس پر مولانا نے دستخط کر دیے ہیں اور میں نے بھی، باقی سب کذب وافترا ہے۔ عجب تر لطف یہ کہ فرماتے ہیں: بریلی سے جو فتوی بھیجا گیا وہ تو شیعہ وغیر مقلدین ونیاچر سب کے متعلق تھا۔ حضرت تاج الفحول نے اسے بے ضرر سمجھ کر ڈال دیا فقط شیعہ کے متعلق ایک فتوی مرتب کیا اس پر مفتی صاحب اور مولوی عبدالغنی خان صاحب نے مہریں کیں، خط بنانے والے حضرات کی یہ اصلاح عجیب وغریب ہے۔ ان حضرات کو بحکم 'حافظہ نباشد' اتنا یاد نہ رہا کہ اس فتوی میں اب تک سوالات غیر مقلدین و نیاچرہ موجود ہیں، پھر معاذ اللہ مولوی عبدالغنی خان صاحب کی طرف ایسی مہملات کو نسبت کر کے انہیں اتنا بے اٹکل ٹھہرانے میں کیا فائدہ خیال فرمایا۔ ہم یہاں اس استفتاے ضروری کی نقل کر دینی مناسب جانتے ہیں جو ان خطوط کا شہرہ سن کر بریلی معززین واہل علم نے جناب مفتی صاحب کی خدمت میں رجسٹری شدہ بھیجا۔ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھیے تو اس کا لفظ لفظ بنانے والے صاحبوں کی کاریگری کھول دے گا۔

استفتاے ضروری دینی

بعالی خدمت حضرت والا جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب

مفتی ریاست عالیہ حیدرآباد دام فیضھم العالی

بریلی میں ایک فتوی (حیدرآباد کا چھپا ہوا) آیا جس پر جناب والا کی بھی مہر گرامی ثبت ہے۔ اس کے بارے میں یہاں ایک چپراسی نے ان عبارتوں کی نسبت جو سوال جواب سے جدا وخارج نہیں حضرت سے دریافت کیا کہ یہ عبارتیں اس وقت بھی تھیں جب آپ کے سامنے یہ فتوی مہر کے

لیے پیش ہوا، اس پر حضرت کا ایک خط بتایا جاتا ہے کہ جناب نے فرمایا وہ عبارتیں اس وقت نہ تھیں مگر دوسرے فریق کا بیان ہے کہ چپراسی صاحب کا یہ سوال محض مہمل تھا، کس نے کہا تھا کہ یہ سب عبارتیں حضرت مفتی صاحب کی ہیں، فتوی پر ان کی مہر بتائی جاتی ہے یا فتوی کے علاوہ جو کچھ تمہید سرخی وغیرہ یا دیگر حضرات علما کے عبارت ہے سب مفتی صاحب ہی کی ٹھہرائی جاتی ہے۔

غنیمت ہے کہ اس پر مطبع کی طرف سے لوح نہ تھی، نہ پریس مین کا نام؛ ورنہ شاید چپراسی صاحب اسے بھی پوچھتے کہ اس عبارت پر بھی جناب نے مہر فرمائی ہے، یا نہیں۔ ایسی باتوں پر کوئی ناسمجھ آدمی خوش ہوسکتا ہے۔ کلام تو اس میں ہے کہ یہ آٹھ سوال اور ان کے جواب جو اس چو ورقے میں چھپے ہیں، ان پر حضرت نے مہر اور ان کی تصدیق فرمائی یا نہیں، اگر فرمائی تو انہیں ندوۃ العلما کے مقاصد وروئداد سے تعلق ہے یا نہیں۔

یہ بیان فریق ثانی کا ہے لہٰذا اصلاح و ردِ شکوک کے لیے ہم خادمانِ علما یہ سوالات ضروری دینی حاضر خدمت والا کرتے ہیں۔ امید کہ بنظر اظہارِ حق کہ ذمۂ علمائے کرام اللہ عزوجل نے فرض فرمایا ہے جواب باصواب سے جلد معزز فرمائیں گے۔ تین آنہ کے ٹکٹ حاضر ہیں کہ اسی کاغذ کی پشت پر رجسٹری شدہ مع مہر شریف عطا ہو۔

سوال اوّل: اس چو ورقے میں جو آٹھ سوال اور ان کے جواب مرقوم ہیں ان پر جناب نے مہر و تصدیق فرمائی یا نہیں؟۔

سوالِ دوم: اس فتوے میں صاف صریح جو یہ باتیں ارشاد ہیں کہ

(۱) رافضیوں خارجیوں سے بغض رکھنا، دُور بچنا، مذہب اہل سنت کی ضروریات سے ہے۔

(۲) عقائد اہل سنت کی کتابوں میں بدمذہبوں کا حکم یوں فرمایا ہے کہ ان سے بغض رکھے، ان کی اہانت کرے، ان کا رد کرے اور انہیں دُور کرے۔

(۳) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں نقل فرماتے ہیں کہ ’جو کسی بدمذہب سے مداہنت کرے اللہ تعالیٰ اس سے حلاوتِ ایمان نکال لے، اور جو کسی بدمذہب سے محبت پیدا کرے اللہ تعالیٰ ایمان کا نور اس کے دل سے چھین لے‘۔

(۴) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ ’بدمذہب کی صحبت کا فساد کافر کی

صحبت کے فساد سے زیادہ ہے'۔جس وقت جناب نے فتوی پر مہر فرمائی اس وقت یہ چاروں عبارتیں بھی اس میں تھیں اوران کی بھی تصدیقیں فرمائیں یانہیں؟۔

سوالِ سوم: یہ جو عام کلمہ گویوں سے اتحاد اتفاق پکارا جارہا ہے ان عبارتوں نے اس مقصد کا صاف رد کردیا یانہیں؟۔

سوال چہارم: یہ جو عام طرح چاہا گیا کہ بدمذہبوں کے رد وکد کا صیغہ ہی اُڑا دیا جائے، مناظرہ یک قلم موقوف ہو،علما آپ بھی تحریر وتقریر کچھ نہ کریں اوراپنے شاگردوں کو بھی روکیں اس مقصد کا ردصریح بھی عبارت دوم کتب عقائد اہل سنت نے فرمایا یانہیں؟۔

سوالِ پنجم: یہ جو چھاپا گیا ہے کہ کلمہ گو کسی مذہب کا ہو اس کی اہانت اللہ تعالیٰ کے نام عظیم اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اہانت ہے اس کا بھی کھلا رد اس سے ہوگیا یانہیں؟۔

سوال ششم: یہ جو روئداد ومضامین میں چھپا ہے کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک کے قول سے دوسرے پر کفرلازم ہے ان کے عقائد پر خیال کیجیے تو آپس میں اسلامی شرکت بھی نہ رہی اس کے متعلق جو جواب وسوال چوورقے میں ہیں جناب والا کی مہر کے وقت بھی تھے یانہیں؟۔

سوال ہفتم: غیر مقلدوں کو سنی سمجھنے کا رد جو جواب اخیر میں ہے یہ بھی اس وقت تھا یانہیں؟۔

سوال ہشتم: جناب نفس ندوۃ العلما کو اچھا جانتے ہیں کہ علماے اہل سنت بہ پابندی مذہب حق اعلاے کلمۃ اللہ واعلانِ حق وترویج دین کے لیے مجتمع ہوں یا ندوہ کی یہ ساری حالت موجودہ آپ کے نزدیک خوب وعمدہ ہے،اس کے مقاصد اوراس کی رُودادوں کے مضامین سب جناب کو مقبول و مسلم ہیں ان میں کوئی بات مخالف مذہب اہل سنت ہے یانہیں؟۔

جناب بفضلہٖ تعالیٰ عالم حقانی اور خاص عہدۂ افتا رکھتے ہیں۔امید کہ جوابِ حق میں تاخیر نہ فرمائی جائے گی۔ہم آرزو کرتے ہیں کہ بعض عوام کا جناب والا کی نسبت یہ خیال کہ استفتاے شرعی کا جواب عطا نہ فرمائیں گے،غلط ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بینوا توجروا

والسلام

جواب اس نشان سے عطا ہو باس بریلی روہیل کھنڈ محلّہ بہاری پور متصل تحصیلی سکول نزد نواب محمد سلطان احمد خان زیادہ حد ادب۔ ۱۰رشوال روز چارشنبہ ۱۳۱۳ھ

المستفتی

محمد عبدالرحمٰن عرف محمد رضا خان قادری ۱۳۱۳ھ

محمد عبدالحکیم خان مختار ساکن بریلی عدالت کمشنری بریلی

شیخ ولایت حسین ساکن بریلی بقلم خود

محمد مہدی مختار بقلم خود مختار عدالت بریلی

شیخ ظہور الدین احمد عفی عنہ

نواب محمد عبدالحفیظ خان ساکن بریلی

نواب محمد عبداللطیف خان ساکن بریلی

نواب فدا علی خان بریلوی

دو عدد مہریں ہیں ان کا عکس لگانا ہے

محمد قطب الحسن خلف مولوی سلطان حسن صاحب بریلوی غفر اللہ

خادم الاطباء محمد عبدالحفیظ عفی عنہ ساکن رامپور وارد حال بریلی

محمد امداد والدنیخان سابق اتالیق راجہ بلوید سنگھ صاحب اودھ۔ سید حیدر علی ساکن بریلی

سید یاد علی بقلم خود ساکن بریلی محلّہ بھوڑ

سید انوار حسین نومحلّہ بریلی

محمد حسن رضا خان بقلم خود

خلیل الدین احمد عفی عنہ محلّہ ملوکپور بریلی

محمد شاہ ساکن امروہہ مقیم بریلی

جناب مفتی صاحب کا خط مورخہ ۱۹؍شوال روز جمعہ کل ۲۳؍شوال روز سہ شنبہ کو آیا کہ 'میں تہیہ سفر میں ہوں؛ اس لیے آپ کے سوالات کے جوابات تحریر نہیں کر سکتا'۔ استفتا ابھی جناب موصوف کے پاس ہے، اب ہم گذارش کرتے ہیں کہ اس استفتا کا جواب حضرت مفتی صاحب ممدوح سے لے لیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی کھل جائے گا کہ کس نے فریب کیا۔ اے رب میرے ہدایت فرما۔ آمین۔

محمد حسن رضا حسن قادری بوالحسینی بریلوی ۲۴؍شوال ۱۳۱۳ھ

تنبیہ

حضرات ناظرین! للہ انصاف، اگر مفتی صاحب کو حق پسندی منظور تھی تو اس فتوی کے جواب میں کیا دقت تھی، کون سی پیچیدہ بات پوچھی گئی تھی جو مفتی صاحب کو بایں پیرانہ سالی نہ آئی تھی۔ کیا ایسے ضروری دینی استفتا کا جواب مفتی پر لازم نہ تھا۔ کیا اللہ عزوجل نے اہل علم سے اظہارِ حق کا عہد نہ لیا تھا۔ کیا اس معاملہ میں ظہورِ حق کا انحصار خاص مفتی صاحب کے جواب پر نہ تھا۔ کیا ایسی حالت میں جواب دینا مفتی صاحب پر فرض نہ تھا۔ پھر یہ کیا دین داری ہے کہ جو چاہے کیجیے، بچوں کو جھوٹا بناتے جایئے اور جب کشف راز کے لیے سوال ہوں، چپ سادھے منصب فتویٰ و دعوئ تقوی سب تج دیجیے۔

حضرات! اس رجسٹری شدہ استفتا کا جواب مفتی صاحب کے پاس سے یہ آیا :

'خدمت جناب مکرمت مآب نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب کی

بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ سامی نامہ نے عزت بخشی چونکہ خاکسار بغرض شرکت جلسہ ندوۃ العلما تہیہ سامانِ سفر میں ہے اس واسطے آپ کے سوالات کے جوابات تحریر نہیں کر سکتا، معاف فرمایئے، دونوں ٹکٹ آپ کے واپس کیے جاتے ہیں۔

والسلام خیر ختام الراقم الاثم محمد لطف اللہ از حیدر آباد ۱۹؍ شوال ۱۳۱۳ھ روز جمعہ

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

ہزار افسوس مفتی صاحب کی 'چونکہ' پر 'چونکہ تہیہ سفر ہے لہٰذا جواب محال و ناممکن ہے'۔ حضرت! کون سے دقیق سوالات تھے ایک ان میں۔ کیا بہت سی ورق گردانی کتب و تلاش جزئیہ کی ضرورت تھی۔ کنز و منیہ و قدوری میں دیکھنا تھا کہ مفتی لطف اللہ نے فلاں فتوے پر مہر کی یا نہیں اس فتوے کو ندوہ سے تعلق تھا یا نہیں۔ صاف صریح سوال جن کے جواب میں آپ کو چار منٹ سے زیادہ نہ لگتے ان کا جواب تہیہ سفر کے باعث ایسا محال۔ یہ کیا حق پرستی ہے۔ یہ کیا شراب دلائی ندوہ کی سیہ مستی ہے۔ بہت اچھا اس وقت قدرت مسلوب تھی تو معافی کیوں مانگی۔ کیا کبھی تہیہ سفر سے فارغ نہ ہوتے۔ کیا یہاں آکر چندروز تشریف فرما نہ رہے۔ کیا یہاں سے رحلت فرمائے کئی مہینے نہ ہوئے۔

اب جواب دیے ہوتے اگر اخفاے حق کے لیے گریز مقصود نہیں تو یہ 'معاف فرمایئے' کیا معنی!۔

حضرت! معافی خدا سے مانگیے جس کے احکامِ قاہرہ آپ نے محبت ندوہ میں فتوے گھر کے پچھواڑے ڈال دیے۔ خادمانِ سنت کتاب 'سرگذشت و ماجراے ندوہ' میں انہیں سوالوں کے جواب کے لیے آپ کو تین سال کی مہلت دے چکے، اب سہی پھر سہی پھر سہی؛ ورنہ قیامت میں تو سہی۔ خدا کی شان ایسے حضرات کی عظمت جتا کر ناظم صاحب وغیرہ فدویانِ ندوہ ناحق مسلمانوں کو براہِ فریب گرویدۂ ندوہ کیا چاہتے ہیں۔

ع: ندوہ معلوم وصدرو ناظم معلوم

لطف کا طرہ یہ کہ آپ کے دونوں ٹکٹ واپس ہیں اور کاغذ استفتا ضبط کیوں۔ حضرت! جواب سے گریز تھی تو کیا وہ آپ کا عین المال تھا۔ شریعت ندوہ میں آپ کے لیے حلال تھا۔ کیا اس کا واپس کرنا فرض نہ تھا۔ خصوصاً جبکہ مستفتیوں نے تصریحاً اس کے واپسی کو لکھ دیا تھا۔ یہاں 'سرگذشت و ماجراے ندوہ' کے لفظ بہت لطف بخش ہیں کہ شاید جوہرۂ نیرہ وطحطاوی وغیرہما میں یہ مسئلہ نظر گرامی نہ گزرا ہوگا کہ ایسی حالت میں کاغذ واپس نہ کرنا حرام ہے یا شاید یہ بھی ندوہ کے جدید مصلحتی احکام میں بحکم ضرورت حلال ہو گیا ہوگا یا بحیثیت جج بالا دست کے سائلوں پر ضبطی کاغذ کا جرمانہ فرمایا ہو گا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اِشتہارِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمدللہ کہ معززانِ اہل علم وارا کین ندوہ پر بھی کھل گیا کہ وہ علما اس میں خرابیوں کا ہونا تسلیم فرماتے جاتے ہیں پھر بھی اگر کوئی ناواقف یا نا منصف صاحب نہ مانیں وہ جانیں۔

عزیز سنی بھائیو! اللہ تعالیٰ تمہارے سچے مذہب کی نصرت وحمایت فرمائے اور بدمذہبوں کے خلط بے جا سے بچائے۔آمین

آپ صاحبوں نے جناب مستطاب مولانا مولوی سید شاہ سلیمان صاحب رکن اعظم ندوہ گل گلزار پھلواری شریف کا گرامی نامہ بنام نامی حضرت عالم اہل سنت مدظلہ السامی کہ طبع ہو گیا ہے ملاحظہ ہی فرمایا ہوگا جس میں وہ فرماتے ہیں :

> 'مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب میں ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ سے یا علمائے بدایوں سے مخالفت کروں۔مخدوما میں تو آپ صاحبوں کا ہم خیال ہوں، بلا تقیہ پکار پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلما کے 'الف لام' سے مراد بھی علمائے اہلسنّت ہونا چاہیے نہ روافض وخوارج ونیچریہ ووہابیہ –خذلھم اللہ انی یوفکون– یہ ندوہ میں کیوں شریک ہوئے اور کیوں نہ نکالے جائیں، اراکین ندوہ اور آپ بزرگان اگر کوئی عمدہ صورت اس داخل وخارج کی قائم کریں، میں امیدوار ہوں کہ ندوہ کی اصلاح بآشتی ہونا چاہیے اگر اصلاح نہ ہوئی تو میری شرکت بھی معلوم، میں نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض بھی کیا تھا کہ مجھے رکن انتظامی سے خارج کردیجیے میں سمجھتا ہوں وہ زمانہ آ گیا'۔

جناب والا معلّٰی القاب مولانا مولوی حافظ حلیم شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رکن اعظم ندوہ اپنے سامی نامہ بنام نامی حضرت مولانا مولوی حافظ سید شاہ عبدالصمد صاحب نقوی سہسوانی دام فیضہ الربانی مورخہ ۱۰رشوال ۱۳۱۳ھ میں فرماتے ہیں :

’ندوۃ العلما کا جلسہ ابتدا سے میرے مذاق کے مخالف ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کی محبت مجھے شریک کرتی رہی، سالِ گذشتہ کی حالت دیکھ کر سخت اجنبیت ہوئی اور وحشت ونفرت تک پہنچی۔ یہ جلسہ شرکت اغیار سے خالی ہونا چاہیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا خاص اور کیا عام، جلسہ دونوں میں اغیار ہی کا پورا پورا تصرف واختیار ہے۔ یہ مرض لاعلاج سا معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے میں اپنے تئیں اس جلسہ کی شرکت کا قابل نہیں جانتا ،میری رائے میں علی گڑھ کے مذاق والوں کا جلسہ سالانہ ہمیشہ سے ہے، اہل حدیث کا آرہ میں ہوتا ہے، یہ جلسہ خاص ہم غربا کاسہ لیسانِ احناف کا ہونا چاہیے، اس کے قواعد اپنے طور پر منضبط ہونا چاہیے اس کا اشتہار بھی مخصوص ہونا چاہیے۔ یہ میری رائے اوّل سے تھی اور اب تک ہے جب تک اس کی اصلاح نہ ہولے، میں شریک ہونا نہیں چاہتا‘۔

جناب مولانا مولوی حکیم ظہور الاسلام صاحب فتح پوری رکن اعظم ندوہ حضرت مولانا سید ممدوح دام بالفتوح کو تحریر فرماتے ہیں :

’حقیقتاً روئداد مطبوعہ لکھنو میں بعض تحریریں ایسی طبع ہوئیں جو باعث مفسدہ ہوئیں۔ صلح نامہ محض مولوی ابراہیم صاحب و جناب مولوی شاہ امانت اللہ صاحب کے جوش اور ان کے مصالح پر مبنی تھا۔ خاص تحریک اس جانب سے نہ تھی۔ ندوہ کے اغراض ایسے اہم نہیں کہ ندوہ کسی امر پر اصرار کرے۔ تحریرات کا تغیر وتبدل ضرور ہوگا؛ گو وہ تحریریں سب ناظم کی جانب سے ان کے ہاتھوں سے شائع ہوتی ہیں؛ تاہم ان کے خلاف درصورت خلاف کا شائع کرنا بھی ناظم کا کام ہوگا اصلاح ضرور ہونا چاہیے‘۔

جناب مولوی حکیم عظمت حسین صاحب رکن ندوہ قسم اوّل کی خدمت میں رسالہ ’سوالات حقائق نما‘ ہدیۃً بھیجا گیا تھا، مولوی صاحب موصوف نے ندوہ پران تمام اعتراضات کو نہایت پسند فرمایا۔

جناب حقائق دستگاہ احمد میاں صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی شاہ فضل الرحمٰن مرحوم مغفور گنج مرادآبادی حضرت عالم اہل سنت کو رسالہ ’سوالات‘ کی رسید میں تحریر فرماتے ہیں :

'رفیع المکان حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب

السلام علیکم

آپ کی تحریر در بابِ ندوہ بنام حکیم عظمت حسین صاحب پہنچی۔ حکیم صاحب آپ کی لیاقت اور ذہانت کے قائل ہوئے اور آپ کی مدح کے آپ کی ارسال تحریر سے بہت محظوظ ہوئے۔ آپ کی قابلیت مجھے تو پہلے سے معلوم ہے، حکیم صاحب کو اب معلوم ہوئی۔ زیادہ والسلام۔

رقمیہ احمد میاں ۱۲؍شوال از مراد آباد'

(جناب موصوف ناظم صاحب ندوہ کے مرشد زادے اور

ان کے پیرومرشد کے سجادہ نشین بجائے پیرومرشد ہیں۔)

جناب مولانا مولوی حبیب علی صاحب علوی مقیم اٹاوہ رکن ندوہ قسم اول نامہ مورخہ ۶؍شوال ۱۳۱۳ھ بنام نامی جناب مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب موصوف میں فرماتے ہیں :

'میں نے پہلے سے ایک تحریر ناظم ندوہ کی خدمت میں و نیز بخدمت مولانا محمد شاہ محدث رام پوری صدر انجمن کے بھیجی ہے جس کے جواب کا منتظر ہوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریرات مجھ کو دو تین روز بعد پہنچیں۔ جملہ تحریرات مولوی صاحب ممدوح کی بہت ہی معقول ہیں۔ اگر اصلاح مفاسد کی ہو جائے گی تو میں اس بار شامل ہوں گا، ان شاءاللہ، ورنہ نہیں اگر چہ حسب تحریر ناظم صاحب کی میں فیس رکنیت بھیج چکا'۔

جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب رامپوری رکن ندوہ قسم اوّل نامہ مورخہ ۱۵؍شوال بنام نامی حضرت عالم اہل سنت مدظلہ میں فرماتے ہیں :

'امر حق میں مجھ کو کوئی پروانہیں۔ جناب ناظم کا خط بنام نیاز مند و دیگر اصحاب در باب شرکت جلسہ پہنچا، ان کی رائے ہے کہ قبل از جلسہ بعض امور ضروریہ میں مشورت کی جائے۔ میرا گمان ہے کہ در باب اصلاح بھی ضرور مشورت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُمور غیر مرضیہ سے اصلاح مرحمت فرما کر جلسہ کو قیام عطا فرمائے'۔

جناب مولانا مولوی عبدالسلام صاحب جبل پوری رکن ندوہ قسم اوّل اپنے نامہ فصیحہ بلیغہ عربیہ

فارسیہ مورخہ ۱۹؍شوال ۱۳۱۲ھ میں 'سوالات حقائق نما' کی نہایت اعلیٰ تعریف کے بعد فقیر کو یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں :

'بے شک اس بات کا مان لینا واجب ہے کہ ندوہ کی لغزشوں میں سخت خرابیاں ہیں اور دروازہ فتنہ کا کھلنا اور دین میں خلل پڑنا جب میں 'سوالات حقائق نما' کے مطالعہ سے مستفیض ہوا اور مجھے ثابت ہو گیا کہ ندوہ بد مذہبوں گمراہوں اہل نار کے اختلاط سے ناپاک و آلودۂ خباثت ہو گیا ہے، شرکت جلسہ کا ارادہ فسخ کر دیا؛ مگر آرزدیِ دلی شرف آستانہ بوسی حضرت معتمدالانام مستندالخواص وعوام (یعنی حضرت عالم اہل سنت مدظلہ) ہے۔ لہٰذا حسب الارشاد والد ماجد واستاد محترم مدظلہ اور معززین شہر کی تحریک سے کہ وہ سب آستانہ فیض کاشانہ حضور پُر نور (عالم اہل سنت) کے عقیدت مند وخدام ہیں تہیہ سفر مبارک کروں گا'۔

جناب موصوف حسب وعدہ غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے اور اجلہ علمائے کرام حامیان سنت واسلام کے ساتھ اپنے وعظ وارشاد سے قلع وقمع بدعت میں شریک رہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً

خود جناب معلی القاب اعظم الاراکین صدر مکین جناب مولانا مفتی لطف اللہ صاحب جج ہائی کورٹ حیدر آباد اپنی رجسٹری مورخہ ۲۸؍رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ بنام نامی حضرت عالم اہل سنت مدظلہ میں فرماتے ہیں :

'جو امور اصلاح طلب ہوں بوجہ احسن اصلاح فرمائیے۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس زمانہ پُر فتن میں اسلام کے رکن اعظم ہیں۔ ندوہ آپ سے حضرات کی شرکت کا بہت محتاج ہے۔ آئندہ سے جو کارروائی ہوگی، وہ مشورہ وصوابدید آپ کے ہوگی۔ ناظم ندوہ حق بات کے قبول سے انکار نہ کریں گے۔ آپ شریک ہو جائیں گے اور امور اصلاح طلب کی اصلاح بطرز مناسب فرمائیں گے تو مقصد حاصل ہو جائے گا'۔

خود جناب مولانا مولوی سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ اپنے نامہ مورخہ ۳۰؍شعبان ۱۳۱۳ھ بنام نامی حضرت عالم اہل سنت مدظلہ میں فرماتے ہیں :

'جو مقصد آپ کا ہے وہی میرا بھی ہے، مجھ کو حق کے قبول کرنے میں ہرگز تامل نہیں۔

میری خواہش یہ تھی کہ آپ شریک ہوتے اور اعانت کرتے تو خرابیاں سب رفع ہو جاتیں اور جناب ناظم موصوف جناب مفتی صاحب کو تو صاف صاف لکھ چکے ہیں کہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کو اطلاع دے چکا ہوں کہ جو کچھ روئداد لکھنو میں مجھ سے غلطی ہوئی اس کا معترف ہوں، آپ معاف فرمایئے اور رکن رکین بنیے، جس طرح سے آپ کی رائے ہوگی کارروائی کی جائے گی۔ جو لوگ فرقِ باطلہ سے شریک ہو گئے ہیں اب ان کو نہ بلائیں گے، وہ آئیں گے بھی تو خود بخود آئیں گے، ان کو کچھ جلسہ سے سروکار نہ ہوگا۔ حکمت عملی سے آہستہ آہستہ ان تمام مخالفین کو جدا کر دیں گے بلکہ وہ خود علیحدہ ہو جائیں گے'۔

اگر چہ جناب ناظم صاحب کا کوئی خط اس مضمون کا یہاں نہ آیا بلکہ جب بذریعہ نامہ جناب مولانا سید اشرفی جیلانی و نامہ مولانا حکیم عبد القیوم صاحب یہاں اس کی اطلاع ہوئی، فوراً جناب مفتی صاحب جج حیدرآباد و جناب ناظم صاحب ندوہ کو خطوط بھیجے کہ یہ باتیں تو عین صلح کی ہیں۔ اگر آپ کو یہ منظور ہے تو جب نہ سہی اب لکھ بھیجئے اور اطمینان کر دیجیے۔ اس کا جواب نہ آیا دونوں حضرات کو مکرر لکھا، پھر جواب ندارد؛ مگر اتنا خوب روشن ہو گیا کہ جناب مفتی صاحب و ناظم صاحب دونوں حضرات امر حق کو خوب سمجھ لیے ہیں، یہاں اسی قدر واضح کرنا ہے۔ خیر! یہ تو قلمی خطوط تھے جو بعینہا ہمارے پاس موجود بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ ہیں۔ زیادہ خوشی کی وہ تحریریں کہ معزز ارا کین ندوہ قسم اول نے چھاپ کر شائع کیں ایک دو ورقی مسمی بہ 'اعلام التفہیم الاعلام' دوسری چو ورقی ہے 'ہدایت الالبا ندوۃ العلما'۔

پہلی تحریر میں جناب مولوی عبد الحق صاحب دہلوی رکن اعظم ندوہ خود پنچ مقبولہ فریقین بن کر فرماتے ہیں :

'رہی روئداد مطبوعہ لکھنو کی تمہید اگر اس عبارت پر ان حضرات کے اعتراضات ہیں تو یہ لیجیے میں فیصلہ کیے دیتا ہوں کہ اس پر قلم کھینچ دیجیے اور ہم جواب ہر گز نہیں دیں گے بلکہ تسلیم کر لیں گے ایسی ایسی باتوں پر ہم ایسے دو جلیل القدر عالموں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے'۔

ظاہر یہ ہے کہ علمائے اہل سنت مقاصد و مضامین کتب ندوہ میں کلمات گمراہی وضلالت واضرار صریح مذہب اہل سنت کا وقوع بتاتے ہیں۔ دین و مذہب اس قبیل سے نہیں کہ آدمی خواہ مخواہ دوسرے کی رضامندی کو اپنا گمراہ و بد دین ہونا تسلیم کر لے تو بالیقین حقانی صاحب کے نام کا اثر ہوا کہ انہوں نے بکشادہ پیشانی اعتراضات کو تسلیم فرمالیا۔

ہاں صرف تمہید روئداد لکھنو کی تحقیق ٹھیک نہیں سوالات سمجھتے تو جانتے کہ روداد اول و دوم و مضامین اربعہ و ثلاثہ ونظم ونثر سب سخت مورد ایراد ہیں۔ پھر علمائے اہل سنت سے کیا کہنا کہ قلم کھینچ دیجیے، انہیں تو جو ارشاد فرمانا تھا فرما چکے، اب آپ کو چاہیے کہ مواقع ضلالت کو سمجھ لیے ہو تو خود اس پر قلم پھیرو، اور اس سے رجوع کا اعلان چھاپ دو کہ توبۃ السر بالسر والعلانیہ بالعلانیہ پھر وہ اعلان باضابطہ ندوہ کی طرف سے جو کہ تنہا حقانی صاحب سچے حقانی ہو گئے تو ندوہ پر سے ابھی الزام نہ اُٹھا۔

دوسری تحریر 'خاکسار امجد علی' کے نام سے ہے ان بزرگوار سے ہم واقف نہیں، بعد دریافت واضح ہوا کہ اپنے آپ کو ساکن دہلی و رکن ندوہ بتاتے ہیں اور اقرار فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تحریر ندوہ ہی نے چھاپ کر شائع کی۔ انہوں نے بفضلہٖ تعالیٰ حقانی صاحب سے بھی حقانیت زیادہ برتی، فرماتے ہیں :

'اگر ندوہ کی تقریر میں کوئی فقرہ آپ کے نزدیک خلاف اہل سنت والجماعۃ یا اسلام سہواً سرزد ہو گیا اور اس پر غور نہ ہوئی تو نہ ندوہ کو اس کی صحت پر اصرار، نہ خود اس کے قائل کو ہے۔ اس کی بابت جس قدر آپ کے سوالات ہیں ان کا وہی جواب ہے جو آپ کے ذہن اقدس میں ہے۔ آپ اپنے ذمے لیں کہ جو تقاریر ہوں ان کو ملاحظہ فرمالیں اور جو کلمہ یا مضمون حضرت کے نزدیک نامناسب ہو نکال دیں۔ جب آپ دستخط کریں تب وہ چھپے۔ آپ اس کے متکفل ہوں اور ممبروں کی تعداد بڑھائیں جس کو آپ سند اہل سنت ہونے کی دیں، وہی رکن کیا جائے، آپ حق پر ہیں، آیئے اور ہماری لغزشوں کی مخدومانہ طور پر اصلاح کیجیے۔ جزاک اللہ۔'

اس سے زیادہ اور کیا حق کو قبول کر لینا ہوگا۔ پھر بھی جاہل صاحب اپنی جہالت سے نہیں چوکتے ان دونوں تحریروں کو 'سوالات حقائق نما' کا جواب ورد ٹھہرا رکھا ہے۔ ذی علم مصنف تو حق کو

صراحۃً قبول کرتے جائیں اور بالائی لوگ اسے رد بتائیں۔

رہا حقانی صاحب کا سوال جس کے لیے سال بھر کی مہلت دیتے ہیں۔

اولاً: محض مہمل بفرض جواز جواز افتراض نہیں کہ ترک پر سوال وارد ہوتا۔

ثانیاً: احادیث واحیاء العلوم وغیرہ تک دسترس تھی تو کاش حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مدظلہم العالی کا صحیفہ قدسیہ صفحہ ۷ رُوداد اول صفحہ ۵ اور رُوداد دوم صفحہ ۱۴ ملاحظہ فرماتے تو معلوم ہوتا کہ علمائے سنت آپ کے اس سوال سے پہلے اس کا جواب شافی خطا فرما چکے ہیں اور دوسرے صاحب کا بہت چمک کر سوال معنی اہل سنت میں مہمل تشقیق یہ شق اول پر تصریح ہٹ دھرمی کا دعوی کہ کون سا ممبر ہے جو سنی المذہب نہیں۔

اول تو اس کی تکذیب کو خود چھپی ہوئی روداد یں کافی ہیں جن میں نیچری رافضی غیر مقلد وہابی سب میل بھرتی ہیں۔ اس کے سوا جب آپ فرما چکے کہ ان سوالات کا وہی جواب ہے جو آپ کے ذہن اقدس میں ہے، پھر مخالفت مذہب اہل سنت واقع ہونے سے انکار عجب تماشا ہے۔ یوں نہ سمجھئے تو فتاوی القدوہ چھپ گیا بطور نمونہ اس کو دیکھیے۔ ان کے علاوہ جو کلمات طعن و تشنیع دونوں دو ورقی چوورقی میں ارشاد ہوئے ہیں اس کا جواب ہمارا شیوہ نہیں اسے سوا برکت ندوہ کے اور کیا کہا جائے جس نے صد ہا بار ایسی تحریروں اور نوک جھونک کی تقریروں سے زبانی سخت بیزاری ظاہر کی اور کوتک دیکھو تو یہ کچھ کبر انا للہ و انا الیہ راجعون کم مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۔

خیر! ہمیں ان باتوں کی شکایت نہیں بلکہ دونوں رکن صاحبوں کی حق پسندی کی مسرت ہے۔ اول اول جو چاہا لکھا، آخر کلمہ تو حق کا پڑھا۔ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اب اتنی ہی عرض باقی تھی کہ یہی سطریں جن میں ندوہ خاکسار امجد علی کے نام سے چھاپ چکا اپنے مہر ونشان سے باضابطہ چھاپ دیتا۔ ع : بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دِل کا

عجیب حیرت ہے کہ حضرات حق کو سمجھ لیے اقرار کردیے تحریریں کر چکے مگر باضابطہ تحریر دینی نہ چاہی، یہ بھی ندوہ کا کوئی ایجادی مسئلہ ہوگا۔ عزیزو! یہ کیا طریقہ حق پسندی ہے۔ اے رب میرے ہدایت فرما۔ آمین صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

محمد حسن رضا خان قادری برکاتی بوالحسینی بریلوی غفرلہ

۲۹ شوال روز دوشنبہ ۱۳۱۳ھ

تنبیہ

اس اشتہار میں صرف گیارہ حضرات کے نام نامی تھے ان کے بعد بحمداللہ تعالیٰ اور بہت اراکین حق پسند کے خطوط آئے اور آرہے ہیں جنھوں نے ندوہ کی حرکاتِ شنیعہ وخلط نیچریہ وشیعہ و اشاعت ضلالاتِ قطعیہ سے نفرت فرمائی اور فرمارہے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو وہ تمام مکاتیب علمائے معززین ایک جدا رسالہ میں شائع ہوں گے۔ وباللہ التوفیق

اس اشتہار کے آخر میں مولوی حقانی صاحب کے 'اعلام' و 'ہدایۃ الالبا' کا بھی اجمالی جواب دے دیا گیا۔ اہل انصاف کو اسی قدر بس تھا کہ ان رسائل میں سوا تسلیم اعتراضات اہل سنت یا بعض کلمات طعن وتشنیع وجہالت کے قابل جواب بات ہی کیا تھی، پھر بھی حضرات کی حیاداری کہ اس دو ورقی چوورقی کے طالب جواب ہوئے۔ اوّل تو یہ رسالہ بازی ندوہ کے دھرم میں بڑی نفسانیت و خودکشی تھی جس کے اب خود مرتکب اور دوسروں سے طالب ہیں۔

ثانیاً 'اعلام کی خدمت گزاری' میں بحمداللہ تعالیٰ رسالہ 'سطوہ لرد ہفوات ارباب دارالندوہ' اور 'ہدایۃ الالبا' کی ناربرداری میں 'غزوہ لہدم سماک الندوہ' حاضر کردیا گیا۔ دیکھیے اب بھی حضرات کی ہمت کچھ رنگ پر آتی ہے یا ان حملہائے شیرانہ سے ٹھنڈی ہوکر وہی ندوہ کی پرانی پالیسی یعنی سکوت و خاموشی دکھاتی ہے۔

طرفہ یہ کہ اسی اشتہار میں اہل سنت نے اپنے موافق احیاء العلوم شریف کو حوالہ تحریر فرمادیا تھا۔ 'اتمام الحجہ' میں جو حضرات آنکھیں بند کرکے گریں تو وہی احیاء العلوم ندوہ کی قاتل اوہام ملوم ہاتھ میں آئی، جھٹ عبارت میں قطع برید کرکے کہیں کے کہیں توڑ جوڑ بلا استناد میں پیش فرمائی۔ مشہور کتاب کی عبارت میں ایسی کارستانیاں کرتے شرم نہ آئی۔ الحمدللہ کہ اس اتمام الحجہ کی پیاس بجھانے کو بھی اہل سنت نے چوبیس گھنٹے میں رسالہ نفیسہ 'زعم الجہلہ' لکھ کر طبع فرمایا۔

چقدر وبدشت وحشت بہ پیت دویدہ ام من
چقدر رمیدۂ توچہ قدر رسیدہ ام من

الٰہی! مسلمانوں کو ہدایت فرما۔ آمین۔

اشتہارِ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے :

الصِ ِ جِّي وَ ِ لَكَذِبُ الْنُقنُقُ يُ يُ. يُهُهُ ُ نُ نُلِ ِ ِ ك

سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

فتوی مطبوعہ حیدرآباد کے نسبت چند خطوط مفتی لطف اللہ صاحب جج ہائی کورٹ حیدرآباد کے ظاہر کیے گئے اور معاذ اللہ گویا وحی آسمانی کی مانند سمجھ کر متعدد تمہیدوں سے بار بار چھاپا، دور دور بھیجا اگر چہ انصافاً یہ امر خود انہیں خطوط کی رُو سے ان خطوں پر ظلم شدید ہوا جس وقت (ان لوگوں کے زعم میں) مفتی صاحب نے یہ خطوط لکھے اس وقت یہ تمہیدی (۱) عبارتیں کہاں تھیں۔ یہ پڑھا مفتی صاحب کے خطوط میں میل کر دیا، تحریف کر دی، مفتی صاحب انہیں دیکھ کر کتنے حیران ہوئے ہوں گے۔

الٰہ العالمین! یہ مضمون کیا ہے۔ ادھر عقلاً با انصاف جب ان خطوط کو دیکھتے انگشت بدنداں رہ جاتے کہ رب العالمین یہ سانحہ کیا ہے۔ بھلا کہاں جناب مفتی صاحب کی مقدس شان اور کہاں ان خطوط کے عامیانہ بیان، جنہیں جناب مفتی صاحب سے عقیدت تھی انہیں بھی کہتے بنی کہ خطوط ہرگز مفتی صاحب کے نہیں معلوم ہوتے۔ بھلا یہ بات ان کے فرمانے کی ہے کہ فتوے پر میں نے مہر تو کی ہے؛ مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فتوے دربارۂ ندوہ ہے، اگر ایسا جانتا تو مہر نہ کرتا۔ توبہ توبہ مفتی صاحب کی شان تو ارفع ہے ایسا کلمہ خلاف شریعت وخلاف شانِ افتا کوئی متدین طالب علم بھی نہ کہہ سکتا، ان شکوک کے رفع ان اوہام کے دفع کو یہ مبارک خط منقول ذیل بریلی کے ذی علم رئیس جناب مولوی سید محمد نبی صاحب مختار کی معرفت جناب مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔

(۱) یہ حضرات کی اس جہالت کی طرف اشارہ ہے جو تمام میں پھیلائی ہے کہ فتوائے مطبوعہ حیدرآباد میں تمہید بڑھا دی، جب مفتی صاحب نے مہر کی وہ کہاں تھے، اب ان حضرات سے پوچھو کہ جب مفتی صاحب نے یہ خطوط لکھے یہ تمہیدیں کہاں تھیں یہ تم نے افترا کیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

نقل نامی نامہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ تاج الفحول محبّ الرسول قبلہ وکعبہ بدایونی بنام گرامی جناب مستطاب مفتی صاحب جج حیدرآباد دام ظلہما

جناب مکرمی مشفقی مولانا مفتی لطف اللہ صاحب زاد لطفہم۔

بعد سلام مسنون گذارش یہ ہے کہ چند معروضات پیش کرتا ہوں۔ حسبۃً للہ جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاؤں۔ ایک خط دفتر ندوۃ العلما سے مدرسہ قادریہ بدایوں میں میری طلب کے واسطے آیا، اسی بنا پر میں حاضر ہوا لیکن بوجوہ معذور رہا۔ یہاں آکر چند قطعات مطبوعہ رسائل واخبار کے دیکھنے میں آئے جن میں جناب والا اور آپ کے شاگرد مولوی عبدالغنی صاحب کے نام سے میری تکذیب بطرزِ مختلف شائع کی گئی ہے، اگرچہ خط منسوب بمولوی عبدالغنی صاحب کا کذب تو خود جناب والا کی تحریرات منسوبہ بلکہ خود اسی تحریر سے ثابت ہے کہ ان کے نام کی ایک تحریر میں ہے کہ وہ فتوے جس پر مولوی لطف اللہ صاحب نے تصدیق کی ہے فقط شیعہ کے متعلق تھا۔

اور دوسری تحریر میں ہے کہ فقط غیر مقلدین جو اماموں کو مشرک کہتے ہیں یا شیعہ غالیہ کی نسبت دو تین سوالات تھے؛ لیکن جناب والا کی تحریر منسوب سے بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی ثابت ہے کہ وہ فتوے مندرجہ رسالہ مطبوعہ مولوی عبدالرزاق صاحب حیدرآبادی کا جناب کو مسلم ہے اور اس کی تصحیح کا اور مہر کردینے کا اقرار ہے جس میں آٹھ سوالات متعلق نیچریہ اور شیعہ غالیان اور شیعہ تبرائیاں اور شیعہ تفضیلیہ اور غیر مقلد وغیرہم کے ہیں۔

پس بحمد اللہ تعالیٰ کذب و افترا ہونا تحریر منسوب بمولوی عبدالغنی صاحب کا حسب اقرار و تصدیق جناب والا کے بخوبی ثابت ہے۔ بالعکس و نیز اصل مطلب بطلان بیانات روئداد وغیرہ متعلقات ندوہ کا فیصلہ بھی بموجب آپ کے اسی اقرار کے جو دربارۂ تصدیق فتوے کے فرما دیا۔ ہر مسلمان عاقل پر جس نے بنظر انصاف کتب ندوہ وفتوے مذکورہ دیکھا ہے بخوبی ہوگیا۔

(الحمدللہ مع ہذا چونکہ آپ کی تحریر میں ہے کہ چورقی جو حیدرآباد میں چھپ کر بریلی میں شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۳،۴ میں جو سوالات و جوابات مرقوم ہیں:

'ان جوابات کی بے شک میں نے تصحیح کی ہے اور مہر کردی ہے ان میں کچھ ندوہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ان جوابوں سے ندوہ کو ضرر پہنچتا ہے'۔ الیٰ آخرہ

اور اسی بنا پر چند قطعات و رسائل میں اشتہار میرے کذب کا دیا گیا ہے اور کتب ندوہ کی تصدیق وحقیقت کا اعلان کیا گیا ہے؛ لہٰذا چند امورِ ضرور یہ عرض کرتا ہوں۔ اولاً یہ کہ میں بشہادت علم اپنے رب قدیر علیم وخبیر وسمیع وبصیر جل شانہ کی۔ و کفی باللہ شھیدا - گزارش کرتا ہوں کہ میں نے بمقام حیدرآباد خدمت والا میں عرض کیا تھا کہ ایک مدت سے بدایوں و بریلی میں شیعہ کے رسائل شائع ہوتے ہیں اور جہال کو طرح طرح دھوکے دیے جاتے ہیں کہ علمائے محققین ندوۃ العلما نے ثابت کیا ہے جو شخص کلمہ طیبہ پڑھے اور نماز کعبہ شریف کی طرف اَدا کرے وہ ہمارا دینی بھائی ہے اور اس کو گمراہ کہنا چہ جائیکہ کافر ٹھہرانا باطل و گمراہی ہے۔ پس جو لوگ شیعہ کو بسبب ان کے عقائد کے کافر بلکہ گمراہ بھی لکھتے ہیں، قول ان کا مردود ہے اور اہل قبلہ کے رد میں جو کوشش و کد کی جاتی ہے وہ سب بے جا ہے۔ وعلی ہذا القیاس

اور ایسے مکائد کا منشا رسائل ندوۃ العلما مثل روئداد وغیرہ کے بعض عبارات ہیں جن پر بہت اعتراضات وارد ہوتے ہیں، پس اس کا دفع ضرور ہے؛ تاکہ شیعہ وغیرہم کہ موقع اضلال جہال نہ ملے اور پھر چند مقامات کتاب روئداد کے ملاحظہ میں گزرا کہ مع اس فتوے کے جس کو مولوی عبدالرزاق صاحب نے حیدرآباد میں چھاپا ہے اور آپ ابھی تک اس کی تصحیح کی تصدیق فرماتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں چھوڑ دیا تاکہ بعد غور و ملاحظہ کے بوقت فرصت اس فتوے پر تصدیق وتصحیح مہری اپنی لکھ دیں۔

دو روز کے بعد جب پھر میں حاضر خدمت ہوا معلوم ہوا کہ آپ نے مہر نہیں فرمائی، اس وقت آپ سے وہ فتوے مع روئداد لے کر آپ کو سنایا۔ آپ ہر سوال کے جواب کی تصدیق فرماتے جاتے تھے؛ یہاں تک کہ متعلق اس قول قائل کے کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی کی نسبت لکھا ہے کہ اگر اس پر خیال

کیا جائے کہ فرض کوممنوع اعتقاد کرنے والا اور حرام کوحلال جاننے والا ہمارے عقائد کی رُو سے کیسا ہے تو ایسا سخت حکم نکلے گا کہ شرکت اسلامی بھی نہ رہے گی۔

جواب میں بعض بعض الفاظ مثل ضلالت و بطالت و جہالت کے اپنے جو سخت بتائے آپ کے مشورہ سے (چونکہ میں مجیب کی طرف سے مجاز تھا) کاٹ کر لفظ غلطی کا قائم کر دیا۔ اسی طرح اور جگہ بھی حسب حکم آپ کے اصلاح کر دی گئی۔ آپ نے اپنی تصحیح وتصدیق مہری سے اس فتوے کو مزین کر دیا اور آپ کے سامنے میں نے بھی ان جوابات کی تصحیح وتصدیق لکھ دی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ ایک خط متضمن اصلاح اغلاط ندوہ کا ناظم صاحب کو ارسال فرمادیں کہ مطابق تحقیق محققین اہل سنت کے اصلاح ان کی ضرور ہے اور شیعہ وغیر مقلدین و نیچریہ کو گنجائش وعظ ورکنیت جلسہ دینی کی نہ دیں، مجھ کو اگر چہ ناظم صاحب سے ملاقات نہیں ہے؛ مگر ان کے علم وورع سے مجھ کو غالب اُمید ہے کہ وہ اصلاحِ اغلاطِ ندوہ فرمائیں گے۔ آپ نے اس کو بھی قبول فرمایا۔

اب کہ تکذیب ان سب امور کی تحریرات منسوبہ جناب والا میں شائع کی جاتی ہے اور نیز آپ کی ان تحریرات کو جواب وفیصلہ ان خدشات کا قرار دیا جاتا ہے جو میرے اس خط مطبوع میں مذکور ہیں جو حکیم سید اشفاق حسین صاحب کے نام ارسال کیا اور مطبوع بھی ہو گیا ہے لہٰذا میں باعتماد علم و ورع جناب والا کے واسطے تسکین قلوب مسلمین کے استدعا کرتا ہوں کہ جناب والا مسجد جامع میں تشریف فرما ہوں اور میں قرآن مجید واسطے زیادت اطمینان اہل اسلام کے ہاتھ میں لے کر حال مذکور بیان کروں۔ اگر میرا بیان آپ کے نزدیک سچا ہو تو آپ تصدیق فرمائیں؛ ورنہ آپ بھی قرآن عظیم ہاتھ میں لے کر تکذیب اُس کی عامۂ مسلمین کے سامنے اور دعا ہلاکت کاذب اور ظہور حجۃ اللہ کی فرمائیں۔ اور مسلمانان حاضرین آمین فرمائیں۔ مجھ کو رب کریم تعالی شانہ کے فضل کریم سے امید قوی ہے کہ وہ امر حق اہل اسلام پر ظاہر فرمادے گا۔

واللہ یحق الحق ویھدی السبیل .

ثانیاً یہ عرض ہے کہ جناب اپنی تحریر منسوب میں بعد اقرار تصحیح وتصدیق جوابات اس فتوے کے جو چو ورقہ تو حیدر آباد میں مطبوع ہوا ہے) فرماتے ہیں اس سے ندوہ کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا قطع نظر اس

سے کہ میرا روئداد کو جناب والا میں جاننا غلط ہو یا صحیح اب یہ عرض کرتا ہوں کہ فتوے مذکورہ مصدقہ جناب والا میں تصریح ہے کہ کلمہ پڑھنے اور قبلہ کی طرف نماز ادا کرنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے جب تک کل ضروریات دین کا اعتقاد نہ رکھے، اور جو ایک امر ضروری کا بھی ضروریاتِ دین سے منکر ہو وہ کافر ہے۔

اور اسی بنا پر ان کو جو باوجود اقرار کلمہ توحید اور نماز قبلہ کی طرف ادا کرنے کے فرضیت زکوۃ یا صوم رمضان کے منکر ہوں یا حقیّت جنت و نار و وجود خارجی ملائکہ کے منکر ہیں اور ان کو جو کہ قائل ہیں اس امر کے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے قرآن مجید میں اپنی طرف سے کچھ کمی یا زیادتی کردی ہے اور ان کو جو باوجود اقرار کلمہ توحید کے ائمہ اہل بیت کرام کو حضرت انبیاے عظام سے افضل بتاتے ہیں کافر کہا ہے، میری فہم میں ندوہ کو بڑا ضرر پہنچا کہ اس کے روئداد وغیرہ میں ان سب لوگوں کو جو کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں اور قبلہ کی طرف سجدہ کریں مسلمان ہونے کا حکم دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۸ روئداد سال دوم وصفحہ ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۲۳ مضامین اربعہ۔

پھر کیا آپ کے نزدیک فتوے مذکورہ کو مخالف ندوہ کے نہ کہنا ان مدعیان نسبت خط کے نا انصافی نہیں ہے، پھر فتوے مصدقہ جناب والا سے اس شخص کے قول کا جو کہتا ہے کہ 'حنفی شافعی مالکی حنبلی کے اعتقادیات وعملیات میں ایسا فرق ہے کہ اس پر خیال کیا جائے تو شرکت اسلامی بھی نہ رہے گی' غلط و باطل ہونا ثابت ہے، اس سے میری فہم کے مطابق ندوہ کو بڑا ضرر پہنچا کہ اہل ندوہ کی تحقیق میں وہ قول مصرح ہے۔ دیکھو صفحہ ۹، ۱۰ روئداد سال دوم وصفحہ ۱۷، ۱۸ مضامین اربعہ۔

براہ انصاف ارشاد فرمائیں کہ آپ کے ارشاد سے بھی ندوہ کی تقریر کو ضرر پہنچا یا نہیں۔ پھر فتوی مصدقہ جناب میں غیر مقلدین زمانہ کو گمراہ و خارج از اہل سنت قرار دے کر حوالہ کتاب 'فتح المبین' کا کردیا ہے جس کی تصحیح پر جناب والا اور ناظم صاحب و دیگر علماے مشہورین کی مہر و دستخط ثبت ہیں اس سے بھی میری فہم میں ندوہ کو بڑا ضرر پہنچا کہ اہل ندوہ کی تحقیق میں مقلدین و غیر مقلدین کا اختلاف مثل اختلاف حنفی شافعی کے ہے۔ دیکھو صفحہ ۹، ۱۰ روئداد سال دوم جس کی رُو سے غیر مقلدین کا گمراہ و خارج از اہل سنت ہونا باطل ہوتا ہے برخلاف فتح المبین کے جس کا حوالہ فتوی

مسلمہ جناب والا میں ہے پس اس سے ضرر ندوہ کا ثابت ہے یا نہیں پھر فتوی مصدقہ جناب والا میں مصرح ہے کہ خارجیوں رافضیوں سے بغض واحتراز چاہیے اور بدمذہبوں کا حکم کتب اہل سنت میں بغض واہانت ورد وطرد ہے۔ اس سے اصل مقصد ندوہ کو کہ اتحاد واتفاق وترک رد وقدح وتحریم اہانت ہر کلمہ گو ہے ضرر عظیم پہنچا بلکہ اس کا استیصال کلی ہوگیا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶، ۱۸، ۳۹، ۳۴، مضامین اربعہ وصفحہ ۳۲، ۳۸، ۶۰، ۱۰۱ مضامین نظم ونثر)

ان چند امور پر بنظر تخفیف تصدیع جناب والا کے اقتصار کیا گیا، اس کے جواب شافی کا طالب ہوں، اور آپ سے بواسطہ حق اسلام کے جو سب حقوق سے بڑا ہے۔ استدعا کرتا ہوں اس معروضہ کا جواب اس وقت سے کہ صباح یک شنبہ ۲۸؍ ماہِ شوال ہے، آج کی شام تک یا ۱۰؍ بجے رات تک مجھ کو عنایت ہو؛ ورنہ سکوت تسلیم وقبول پر محمول ہوگا، زیادہ سلام

معروضہ فقیر عبد القادر قادری حنفی بدایونی وارد حال شہر بریلی

الحمد للہ! حق واضح ہوگیا یہ نامہ معلیٰ کہ صبح بعد طلوع شمس جناب مولوی صاحب موصوف نے باہمراہی جناب مولانا ابراہیم صاحب بریلوی و جناب مولانا مولوی محمد فضل المجید صاحب فاروقی خدمت گرامی جناب مفتی صاحب میں پہنچایا۔ الحمد للہ! جناب والا نے حرف بحرف ملاحظہ فرمایا اور اس کے کسی بیان پر کلمہ نفی وانکار نہ فرمایا، پھر وقت موعود گذر کر آج دوسرا دن قریب دو پہر کے آیا اب تک جواب نہ آیا؛ حالانکہ اس کے اخیر میں صاف ارشاد تھا کہ سکوت تسلیم وقبول پر محمول ہوگا۔ اہل علم تو سمجھ لیے کہ ماشاء اللہ جناب مفتی صاحب نے اپنی شان کے مطابق اس مبارک خط کی کیا نفیس تصدیق فرمادی۔ ہر طالب علم نے یہ مسئلہ سنا ہوگا۔

السکوت فی معرض البیان بیان .

یعنی بیان کے موقع پر خاموشی بھی بیان سمجھی جاتی ہے۔

خصوصاً جب کہ صراحۃً جتادیا تھا کہ خاموشی قبول ٹھہرے گی۔

اب رہے بعض عام حضرات ان میں جسے اطمینان نہ ہو، جناب مفتی صاحب بھی بریلی میں

رونق افروز ہیں، مضمونِ خط مذکوران سے خود گذارش کر کے جواب لیتے جائیں۔ اگر مفتی صاحب جواب نہ دینا چاہیں تو جان لیں کہ ان کی شان عالی کا تقاضا ہے۔ واقعی حق پسند علما غلط بات کا رد کرتے ہیں۔ حق کا کیا جواب اگر صراحۃً اس خط مبارک کی تصدیق فرمادیں تو یہ تو اعلی درجہ اور ان کے تقدس سے اسی کی تمنا ہے، اور اگر خدانخواستہ خدانخواستہ رنگ دوسرا پائیں (جس کی ہرگز امید علما سے نہ چاہیے) تو اس کا انصاف مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

مفتی صاحب کے سامنے جب فتوی تصدیق کے لیے حیدر آباد میں پیش ہوا اور ندوہ کا صریح ذکر آیا، روئدادِ ندوہ مفتی صاحب کو دکھائی گئی، دو روز ان کے پاس رہی، مفتی صاحب و حضرت تاج الفحول نے فتوے پر تصدیقیں لکھیں، پھر سب وقائع مفتی صاحب ہی کے مکان پر ہوئے، نہ اس وقت کوئی محضر بنایا گیا، نہ گواہ کر لیے گئے، نہ اس کی حاجت پڑنے کا اصلاً وہم تھا، پھر انکار کا علاج سوا اس کے کیا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے حلف سے سن لیں، حلف سے کہہ دیں اور جھوٹے کی ہلاک کی دعا کر دیں۔ یہ طریق خود قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے، پھر سچے کو اس کے قبول میں تامل کیا ہے، ابھی ابھی تو ان شاء اللہ تعالیٰ جھوٹ سچ کھلا جاتا ہے۔

ع: کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

الٰہی! مسلمانون کے حال کی اصلاح فرما۔ آمین۔

سید محمد عبد الکریم قادری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ

۲۹؍شوال روز دوشنبہ ۱۳۱۳ھ

اِشتہارِ پنجم

ندوہ کے عالموں سے جواب کا مطالبہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج شب سہ شنبہ کہ ندوہ کے جلسے ختم ہو چکے، وقت عشا اراکین ندوہ کا ایک اشتہار مطبوعہ آیا جس میں انہوں نے مناظرہ کے لیے اپنی مستعدی ظاہر فرمائی، دو مہینے کامل سے ہم فقرائے اہل سنت بار بار بکثرت سوالاتِ علمیہ حاضر کر چکے، اور اب تک جواب نہ پایا، بلکہ صراحۃً جواب لکھنے سے انکار آیا۔ بارے غنیمت ہے کہ تین دن بریلی کا نمک کھا کر گرامی پالیسی والے حضرات کی رگوں میں بھی کچھ خونِ حمیت نے جوش کھایا۔ ہم نے تو اوّل روز سے یہی درخواستیں کیں کہ قبل از جلسہ اس کا تصفیہ فرما لیجیے، سمجھ لیجیے یا سمجھا دیجیے؛ مگر جواب ندارد۔ پھر جلسہ سے دو ہفتہ پہلے حاجی ریاض الدین صاحب رکن خاص ندوہ نے تشریف لا کر فرمایا کہ ہم قبل جلسہ اراکین ندوہ سے چند عالموں کو بلا لیں اور وہ امورِ نزاعیہ فیصل کر لیں۔ حضرت عالم سنت مدظلہ نے فرمایا :

’یہ عین تمنا اور اوّلِ روز سے اسی کی استدعا ہے، ضرور بلائیے مگر سنی المذہب ہوں کہ بدمذہب سے ضرر رسانی مذہب کی کیا شکایت اور گفتگو جو کچھ ہو تحریری ہو کہ ملال راہ نہ پائے نہ پھرنے بدلنے کہنے مکرنے کی گنجائش ہاتھ آئے‘۔

حاجی صاحب نے ناظم صاحب کو خط لکھا اور یہاں دیکھنے کو بھیجا جس کی تکمیل کر کے انہیں واپس دیا پھر صدائے برنخاست۔ بعدہ کے معلوم ہوا کہ مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی نے بھی قبل جلسہ تصفیہ کی تحریک فرمائی، حضرات نے پسند کیا اور ناظم صاحب نے علماء اراکین کو پیش از جلسہ آنے کے اشتہار بھی بھیجے؛ مگر کچھ ظہور نہ ہوا پھر شروع جلسہ سے ایک دن پہلے حضرت تاج الفحول مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب قبلہ نے مسجد جامع میں بعد نماز جمعہ ہزاروں مسلمانوں اور اہل علم کے مجمع میں (جن میں بعض اراکین ندوہ بھی تھے) ندوہ کی خرابیاں فرمائیں اور بار بار تقاضا

فرمایا کہ جو ذی علم اس میں خلاف رکھتے ہوں جواب دیں۔کوئی نہ بولا۔

پھر دورانِ جلسہ میں ہر روز ادھر سے دو ایک عالم آتے رہے، اور ان سے شناعاتِ ندوہ ظاہر کی گئیں، سب صاحب تسلیم فرمایا کیے، اور ندوہ سے اعلانِ اصلاح کرا دینے کے وکیل ہو کر گئے، اور پھر پلٹ کر نہ آئے۔

اب کہ جلسہ ختم ہو گیا، چلتے وقت حضرات نے یہ شگوفہ چھوڑا یعنی اب جب تک اہل سنت کی طرف سے جواب چھپ کر آئے ہم چلتے ہوں گے۔ بات کہنے کو رہ جائے گی کہ ہم تو مستعد تھے، یہ مستعدی ہے یا عوام کے سامنے الزام ٹالنا۔ اگر سچے تھے تو پہلے سے مستعدی ظاہر کی ہوتی، دو مہینے تک یوں خاموشی اور رکاب میں پاؤں رکھتے وقت یہ دکھانے کی گرم جوشی۔

حضرت یوں تو کوئی لطف نہیں کہ اشتہار دے کر یہ جا وہ جا کچھ تو نام علم کی شرم کیجیے۔ ستر سوالات جن میں تفصیلاً ۱۵۴ سوال ہیں، ۲۸/شعبان کو رجسٹری شدہ آپ کے پاس بھیجے، پھر پنجم رمضان المبارک کو بظاہر آٹھ اور حقیقۃً اٹھارہ سوال اور حاضر کیے۔ پھر ۱۲/شوال کو ۸ سوال رجسٹری شدہ جناب مفتی لطف اللہ صاحب کی خدمت میں ارسال ہوئے جس کا جواب آیا کہ میں تہیہ سفر میں ہوں ان کا جواب مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پھر فتاوی القدوہ کی لوح پر گذارش کر دیا کہ یہ جوابات علمائے ندوہ کو ناپسند ہوں تو خود ہی ان دس سوالوں کا جواب دیں۔ یہ کتنے سوال ہوئے ایک سو نوے۔ ان کے جواب سے عہدہ برآ ہو لیجیے۔ آپ ندوہ کے جرگے میں دو سو عالم بتاتے ہیں، اگر فی عالم ایک ایک سوال بانٹ دیجیے جب بھی دس فالتو رہتے ہیں۔

ہاں ہاں کان کھول کر سن لو، غیرتِ علم کا تقاضا یہی ہے کہ بے جواب دیے بریلی سے تشریف نہ لے جاؤ؛ ورنہ بے شک عارِ فرار کا الزام آپ صاحبوں پر پورا ہے۔ پھر اخباروں اشتہاروں میں اُلٹا چھاپے تو محض مردود ونا مسموع ہوگا۔ رہا ندوہ میں بدمذہبوں کا رکن ہونا وہ خود فہرست اراکین سالِ اوّل وفہرست اراکین سال دوم وروئداد اور صفحہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ وغیرہ میں آپ کا کھلا اقرار ہے پھر کیوں انکار ہے۔ ہاں ہاں اعلان !! اعلان !! اعلان !!! تقاضا ! تقاضا ! تقاضا!!! جواب دو! جواب دو!! جواب دو!!! یوں ہی بریلی سے چلا نا دھرم نہیں۔ فقط

خادمان اہل سنت سلخ شوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرشہودِتازہ تبذئیل سرگذشت وماجرائے ندوہ

سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہوصفحہ اخیرہ رسالہ ’غزوہ لہدم سماکِ الندوہ‘

رموزمشہود جوکتاب مستطاب ’سرگذشت وماجراے ندوہ‘ میں حضرات خادمانِ سنت نے مقرر فرمائیں وہ تو ہر شخص پر- جس نے اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی آنکھیں روشن کیں - ظاہر ہیں، اگرچہ بعض علماے کبارِندوہ اپنے کمالِ فہم یا قلت غور سے ان میں حیران رہیں اور اپنے حسن ظن کی بدولت خواہی نخواہی برے قصد پرمحمول کریں گویا یہ وہی بات ہے :

يَ ـَحـُحُـُلَّ صُـسَـسَـ ـَ ـيـ ـيُـَ بـِمْـ0 (١) حـُـوَ ـُ ـة ـةِـنِـنَ ـٍ ءـءَـگـک ـَـلـ لـ

ایک معزز وکیل صاحب کہ شاہ جہانپور سے تشریف لائے، بعض حضرات بدایوں سے فرماتے تھے کہ یہ سرگذشت میں ’ش ذ‘ کیا لکھا ہے۔مولوی......صاحب رکن عظیم ندوہ آدھے گھنٹے تک سوچتے رہے، کچھ کھلانہیں، فرماتے تھے شاید کچھ گالیاں ہوں۔اس حسن ظن کے تصدق یہ بھی نظر نہ فرمایا کہ رموز مذکورہ علماے اہل سنت کے اسماے طیبہ کے بھی ساتھ ہیں، خیر ہمیں اس کی کیا شکایت ندوگی وخوش فہمی وبدظنی اگر مترادف نہیں تو متسادق جب ہیں۔

امر جلیل و مژدۂ عظیم بحمداللہ قابل گذارش ہے کہ مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی اوّل جوفتوی دربارۂ شناعت ندوہ شائع فرمایا تھا، عام استفتاؤں کے طرز پراس میں نام ندوہ کی تصریح نہ تھی، اس کے اقوال نقل کر کے سوال کیا تھا، اس پر بعض مفتی صاحبوں نے مہریں کر کے یہ عذر پیش کیا کہ ہم نہ جانتے تھے کہ یہ سوالات متعلق ندوہ ہیں؛ ورنہ مہر نہ کرتے۔

(۱) وہ ہر اونچی آواز کواپنے اوپر(بلااورآفت) سمجھتے ہیں۔(سورۂ منافقون:۶۳/۴)

اس عذر پوچ و پادرہوا کی ناز برداری کر کے مولوی صاحب موصوف نے ایک فتوی بتخصیص نام ندوہ وذکر عبارات ندوہ بتصریح کتب ندوہ مع نشان وشمار صفحہ تحریر فرمایا اوران پر مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی رُو سے حکم ضلالت وفساد وزندقہ والحاد ثابت کیا کہ اب جو حضرات علماے کرام اس پر مہریں فرمائیں صراحۃً ملاحظہ فرمالیں کہ یہ ندوہ کے اقوال ہیں، ندوہ کے بارے میں سوال ہیں، اور ساتھ ہی مہر کرنے والے حضرات کی خدمت عالیہ میں ندوہ کی جزو دادیں کہ ان عبارات پر مشتمل تھیں پیش فرما کر تطبیقیں دکھا کر مہریں کیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ اجلہ علماے بمبئی وحیدرآباد، احمد آباد، ناسک، علی گڑھ، دہلی، بدایوں، بریلی وغیرہا بلاد نے صاف صاف تصدیقیں فرمائیں۔ فتوے ان شاء اللہ طبع ہو کر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہوگا۔ اب تک جن حضرات علما کی اس پر مہریں ہو چکی ہیں ان میں خاص وہ حضرات کہ علاوہ مصدقین فتواے اول حیدرآباد وفتواے دوم فتاوی القدوہ کے ہیں جن کا ذکر سرگذشت وغزوہ میں ہو چکا ہے یہاں مذکور ہوں گے۔ ان کی علامت 'فج' ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس فتوی پر مہر کرنے والے علما میں جن کا عدد اس وقت تک بفضلہٖ تعالیٰ ساٹھ سے متجاوز ہو چکا، جناب مولانا مولوی منصور علی خان صاحب مرادآبادی مصنف 'فتح المبین' مدرس مدرسہ طیبہ حیدرآباد بھی ہیں، جن کا خط ندوہ نے تفاخراً چھاپا، اور ترتیب نصاب وغیرہ میں انہیں اپنا معتمد بنایا۔ مولوی صاحب موصوف نے بحمد اللہ تعالیٰ بکمالِ حق پرستی اس فتوی پر تصدیق فرمادی، اور صاف لکھ دیا کہ 'ندوہ کی رائے نیچری تخیل پر مبنی ہے، میں پیشتر ندوہ کے خیالات عمدہ جانتا تھا مگر سال گذشتہ سے مجھ کو یقینی طور سے معلوم ہوا کہ اس جلسہ میں اخلاص نہیں بلکہ صرف اپنی گرم بازاری منظور ہے'۔

نیز بتوفیق الٰہی جناب مفتی مولوی سید عبد الفتاح صاحب حسینی گلشن آبادی ساکن ناسک درگاہ محلّہ رکن جلیل ندوہ نے بھی اس صریح وجلیل فتوی پر مہر ثبت فرمائی، اور اقوالِ ندوہ پر ضلالت وگمراہی والحاد وغیرہ جملہ مراتب مندرجہ فتوی کے نسبت صاف لکھ دیا کہ المجیب مصیب فیما قال۔ مجیب نے جو کچھ بیان کیا سب حق ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شمارعام	نام نامی	نشان نامی	نوعیت
۵۷۴	جناب شیخ ابراہیم صاحب پسر شیخ چاند صاحب سیٹھ	بمبئی	مع
۵۷۵	جناب مولوی محمد اظہر امام صاحب رضوی مشہدی قادری ابوالعلائی	بہار ضلع پٹنہ	مع
۵۷۶	جناب سید اکبر علی خان صاحب مہتمم کوتوالی	ضلع میدک	مع
۵۷۷	عالی جناب سید سرفراز علی خان صاحب بہادر خلف اکبر سردار دلیر الملک مزلی مجلس علماء اہل سنت و جماعت	دکن	مع
۵۷۸	جناب سید صادق علی خان صاحب مہتمم کردرگیری	ضلع	مع
۵۷۹	جناب مولوی غلام غوث صاحب غوثی عباسی	گوالیار	مع
۵۸۰	جناب سید معین الدین صاحب قادری اسسٹنٹ کمشنر	اکولہ	مع

شمارعام	سلسلہ قسم	نام نامی	نشان نامی	نوعیت
۵۸۱	۲۶۱	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری	پٹنہ	خد
۵۸۲	۲۶۲	جناب سید احمد صاحب گلشن آبادی مدرس فارسی	ناسک	خ
۵۸۳	۲۶۳	جناب سید شاہ احمد حسین صاحب حنفی رئیس موضع	ضلع مظفر پور	خد
۵۸۴	۲۶۴	جناب مولوی ابوالاسلام محمد اسحٰق صاحب خلف جناب مولانا مولوی حیدر علی صاحب مرحوم صاحب منتہی الکلام	حیدرآباد	فج
۵۸۵	۲۶۵	جناب حکیم حافظ محمد اسحٰق صاحب حنفی چشتی صابری	پٹنہ	خد

۵۸۶	۲۶۶	جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب انگریز آبادی	مظفر پور	خ
۵۸۷	۲۶۷	جناب مولوی سید امام الدین احمد صاحب نقوی عسکری	ناسک	فج
۵۸۸	۲۶۸	جناب سید امیر جان صاحب حنفی رئیس محلّہ	پٹنہ	خد
۵۸۹	۲۶۹	جناب سید امیر علی صاحب مشہدی قادری رکن ندوہ	احمد آباد گجرات	خ
۵۹۰	۲۷۰	جناب مولانا سید امین الدین عماد الدین ابوالعباس حسینی رفاعی	بمبئ	فج
۵۹۱	۲۷۱	جناب شیخ اولاد حسن صاحب	پٹنہ	خ
۵۹۲	۲۷۲	جناب شیخ تفضّل حسین صاحب	پٹنہ	خ
۵۹۳	۲۷۳	جناب منشی چراغ علی صاحب	جرموہ مظفر پور	خد
۵۹۴	۲۷۴	جناب مولوی سید حبیب صاحب نائب قاضی	ناسک	فج
۵۹۵	۲۷۵	جناب سید شاہ حبیب الرحمٰن صاحب	کاکو	خد
۵۹۶	۲۷۶	جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مصنف رسالہ صفات الاولیاوغیرہ	برہان پور	خد
۵۹۷	۲۷۷	جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب	پشاور	فج
۵۹۸	۲۷۸	جناب حاجی شیخ خورشید علی صاحب	پٹنہ	خد
۵۹۹	۲۷۹	جناب مولوی رئیس الدین صاحب یمنی مہمی	رامپور	فج

۶۰۰	۲۸۰	جناب سید شاہ محمد ذکریا صاحب حنفی قادری وارثی	کاکو	خد
۶۰۱	۲۸۱	جناب حافظ سلامت اللہ صاحب صدیقی حنفی	غازی پور	خد
۶۰۲	۲۸۲	جناب منشی شیخ صدرالدین محمد علی اختر صاحب صدیقی حنفی وکیل مجلس اہل سنت متوطن بہار ضلع پٹنہ	کلکتہ	خ
۶۰۳	۲۸۳	جناب مولوی سید عبدالعزیز صاحب چشتی صابری انبیٹھوی	انبیٹھ	
۶۰۴	۲۸۴	جناب مولوی حکیم عبد العلیم صاحب چشتی صابری حنفی	پٹنہ	خد

مدائح صدرِ ثانی مع پرچہ سوالات

-۱۳۱۶ھ-

[یہ مضمون تحفہ حنفیہ جلد۲ پرچہ۴ میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ مدائح صدر ثانی کے عنوان سے ندوہ کے صدر ثانی سید محمد علی شاہ کا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ملاقات کے لیے حاضر ہونا اور مسائل مختلف فیہ پر مباحثہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ حاضرین مجلس میں مولانا حسن رضا خان بھی تھے جنہوں نے مباحثہ کے اختتام پر آٹھ سوالات پر مشتمل پرچہ تحریر کر کے حکیم مولوی مومن سجاد کانپوری کے ہاتھ ندوہ کے صدر ثانی کو روانہ کیا۔ یہ مباحثہ ۲۵ر جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ کو بوقت چاشت ہوا۔ حافظ ارشاد علی نے اس مباحثہ کی روئداد بعنوان 'مدائح صدر ثانی' تحریر کی مولانا حسن رضا کے پرچہ سوالات کے ساتھ رسالہ میں طبع کرا دیا۔ ملاحظہ فرمائیں]

۲۵ر جمادی الاوّل روز پنج شنبہ ۱۳۱۶ھ کو وقت چاشت جناب مولوی سید محمد شاہ صاحب صدر دوم ندوہ ابن مولوی سید حسن شاہ صاحب محدث رامپوری مع گرامی جناب سید نوشہ میاں صاحب و جناب مولوی سید محمد نبی صاحب مختار و جناب مولوی سید تصدق علی صاحب وکیل، صاحب حجت قاہرہ مجدد مأتہ حاضرہ حامی سنت عالم اہل سنت حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلہ وعم فیضہ کے یہاں تشریف لائے، اور دیر تک ایک نفیس جلسہ دل کشا مذاکرہ علمی کا رہا ازانجا کہ مکالمات علما کا قلم بند ہونا مسلمانوں کے لیے خالی نفع سے نہیں۔ بہت حضرات مصر ہوئے کہ اس وقت جو گفتگو دونوں فاضلوں میں ہوئی، ضبط تحریر میں آنا مناسب ہے کہ عامۂ ناظرین انتفاع پائیں لہٰذا یہ چند سطور معرضِ تحریر میں لاتا ہوں۔ 'میاں صاحب' سے مراد جناب صدر دوم ندوہ ہیں اور 'مولوی صاحب' سے حضرت عالم اہل سنت۔ جو الفاظ دو خط ہلالی کے اندر ہوں وہ فقیر محرر سطور کے ہیں۔

جناب میاں صاحب (بعد سلام و مصافحہ و باہمی گفتگوئے مزاج پُرسی): میں حسن شاہ محدث کا بیٹا ہوں۔

جناب مولوی صاحب: جناب میں ان کے فضائل سے واقف ہوں اور آپ سے بھی ایک بارِ نیاز حاصل ہوا تھا۔

میاں صاحب: میں بالقصد ایک بات آپ سے گزارش کرنے کو آیا ہوں، اگرچہ آپ کی طبیعت علیل ہے (مسہلات ہورہے ہیں) آپ کو تکلیف ضرور ہوگی؛ مگر بات ضروری ہے اور اس میں آپ کی رائے دریافت کرنی ہے۔

مولوی صاحب: میں حاضر ہوں جو فہم قاصر میں آئے اُسے گزارش بھی کروں گا اگرچہ رائے العلیل علیل۔

میاں صاحب: میری رائے یہ ہے کہ کسی کو بُرا کہنا نہ چاہیے؛ اس لیے کہ صائب نے کہا ہے۔

دہن خویش بدشنام میالا صائبؔ
کین زرقلب بہر کس کہ دہی باز دہد

(رسالہ 'سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ' میاں صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا یہ نصیحت اس بنا پر تھی۔)

مولوی صاحب: بہت بجا فرمایا۔ جہاں اختلافاتِ فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فِرقِ اہل سنت میں، وہاں ہرگز ایک دوسرے کو برا کہنا جائز نہیں اور فحش دشنام جس سے دہن آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہیے۔

میاں صاحب: کچھ اختلافات فروعی کی قید نہیں، زمانۂ رسالت میں دیکھئے منافق لوگ کیسے مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے تھے، نمازیں ساتھ پڑھتے مجالس میں پاس بیٹھتے شریک رہتے۔

مولوی صاحب: ہاں صدرِ اسلام میں ایسا تھا؛ مگر اللہ عزوجل نے صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ (ندوے کا سا) یہ گھال میل جو ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں یوں رہنے نہ دے گا، ضرور خبیثوں کو طیّبوں سے الگ کردے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَ َ َطۡهَ ّ ّ ۙ ٰهُ ـ ا ـ الۡکَلا لِمُ ُ ا ُ اُلِیۡؤۡمِ مَذَلِتُمُ ا ا اُیۡ ُیۡعِعَہٖ یَہٖ ّنَلنَ لِمُخۡجِمُ عَیِیۡنُتَ لمزۡ زَمَ
الطَّیِّ ّ . ّ(۱)بِب

اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کیا ہوا۔ بھری مسجد میں خاص جمعے کے دن علی رؤس الاشہاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام بنام ایک ایک کو فرمایا: **اخرج یا فلان فإنک منافق .** اے فلانے نکل جا تو منافق ہے۔ **اخرج یا فلان فانک منافق .** اے فلانے نکل جا تو منافق ہے، نماز سے پہلے سب کو نکال دیا۔ (یہ حدیث طبرانی و ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی)

مخالفین دین کے ساتھ یہ برتاؤ اُن کا ہے جنہیں رب العزت عز جلالہ ’رحمۃ اللعالمین‘ فرماتا ہے۔ جن کی رحمت رحمت الٰہیہ کے بعد تمام جہان کی رحمت سے زیادہ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میاں صاحب: دیکھیے (۲) فرعون کے پاس جب موسیٰ (علی نبینا وعلیہ السلام) کو بھیجا تو اللہ (تعالیٰ) نے فرما دیا تھا: **قُوۡ ُ لَہٗ ُ لًا لَّیِّ ًنًا** اس سے نرم بات کہنا۔

مولوی صاحب: مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ (۳)

اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر شدت وسختی کر۔

یہ انہیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (۴)

بے شک تو بڑے خلق پر ہے۔

تو معلوم ہوا کہ مخالفانِ دین پر شدت وغلظت منافی اخلاق نہیں بلکہ یہی خلق حسن ہے۔

میاں صاحب: میری مراد (۵) کافروں سے نہیں۔ (منافقین اور فرعون شاید مسلمان ہوں گے!)

---

(۱) سورۂ آل عمران: ۱۷۹/۳۔
(۲) اگلی دلیل رد سننے کے بعد وہیں چھوڑی۔ پہلا عدول۔ ۱۲ منہ
(۳) پارہ ۱۰، التوبۃ: ۷۳۔
(۴) پارہ ۲۹، القلم: ۴۔
(۵) اگلا دعوی بھی جھوٹا۔ پہلا فرار۔ ۱۲ منہ

مولوی صاحب: جی آپ کی بہر کس تو سب کو عام تھی خیراب کوئی دائرہ محدود کیجیے۔

میاں صاحب: جو کلمۂ کفر کہے اسے ان لفظوں سے بیان کیجیے کہ میرے فلاں بھائی نے جو یہ بات کہی ہے میرے نزدیک یہ کلمہ کفر معلوم ہوتی ہے۔

مولوی صاحب: کفریات بکنے والا بحمد اللہ میرا بھائی نہیں اور جب اس کا کلمۂ کفر ہونا ثابت ہو تو ان رگرے لفظوں کی کیا حاجت کہ میرے نزدیک ایسا معلوم ہوتا ہے جس سے عوام سمجھیں کہ احتمالی بات ہے، شک ہے۔

میاں صاحب: میرے نزدیک (۱) ضرور کہنا چاہیے۔

مولوی صاحب: جب دلیل شرعی قائم ہو تو ضرور صاف کہنا چاہیے۔

میاں صاحب: خیر یہ کہو کہ کلمۂ کفر (۲) کہا مگر گمراہ نہ کہو۔

مولوی صاحب: کیا خوب مگر گمراہی کفریات بکنے سے بھی کسی بدتر چیز کا نام ہے۔

میاں صاحب: یوں تو داڑھی منڈا فاسق بھی گمراہ ہے مگر عرف میں گمراہ بہت بُرا لقب ہے۔

مولوی صاحب: داڑھی منڈانے والا کہ اسے فعل حرام جانے فاسق ہے گمراہ نہیں (کہ راہِ سنت جانتا اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے، اگرچہ شامت نفس سے اختیار نہ کی) مگر قائل کفریات ضرور گمراہ ہے۔

میاں صاحب: کوئی (۳) قائل کفریات ہو بھی اب آپ نے اتنے بڑے عالم محدث (اسمٰعیل دہلوی) کو جس کی خدمت حدیث میں کٹی قائل کفریات بنا دیا۔

مولوی صاحب: سل السیوف آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔

میاں صاحب: ہاں!۔

مولوی صاحب: میں نے اس میں کافر لکھا ہے؟۔

---

(۱) بھائی کا جواب نہیں دوسرا عدول۔ ۱۲ منہ

(۲) سب کچھ چھوڑ کر الگ چلے۔ دوسرا فرار

(۳) ان دونوں باتوں کا بھی جواب چھوڑ کر اور نئی راہ چلے۔ تیسرا فرار۔

میاں صاحب: نہیں کافر نہیں لکھا۔ (الحمد للہ یہ بھی غنیمت ہے؛ ورنہ بہت (۱) وہابیہ تو یہی رو رہے ہیں کہ تکفیر کر دی۔)

مولوی صاحب: تو جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ضرور ثابت اور خدمت حدیث مسلم بھی ہو تو اس سے انقار دضلالت لازم نہیں۔

قال اللّٰه تعالی: اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ

میاں صاحب: اب (۲) آپ نے لکھ دیا ہے کہ انھوں نے کہا ہے خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔

مولوی صاحب: جی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے یہی جا بجا دیکھ لیجیے۔

میاں صاحب: یہ کون کہے گا کہ نبی کا اِعتقاد نہ رکھو۔

مولوی صاحب: حضرت اردو زبان ہے آپ ہی فرمایئے کہ ماننے کے معنی کیا ہیں۔

میاں صاحب: بھلا (۳) ہم نبی کو نہ مانتے تو مڈل نہ پڑھتے کہ نوکری ملتی حدیث کیوں پڑھتے۔

مولوی صاحب: یہ آپ اپنی نسبت کہیے اس کے وقت میں نہ مڈل تھا نہ مڈل کی نوکری۔

مولوی حسن رضا خان صاحب: حضرت پچیس کی عمر کے بعد نوکری ملتی بھی تو نہیں۔

میاں صاحب: بھلا (۴) کوئی نبی کی شان میں گستاخیاں کرے گا۔

مولوی صاحب: کیا معاذ اللہ! مر کر مٹی میں مل جانا گستاخی نہیں۔

میاں صاحب: (انکاری لہجے میں) ہوں (۵)۔ کس نے کہا ہے؟۔

مولوی صاحب: اسماعیل نے۔

---

(۱) بہت کیا، خود یہ حضرت بھی اپنے خطوط میں جو اوروں کے نام لکھے اسی کے شاکی ہیں؛ مگر سامنے کہتے جرأت نہ پڑی۔ ۱۲ منہ

(۲) آیت سے اپنا ردسن کر اس کا جواب چھوڑا، تیسرا عدول۔ ۱۲ منہ

(۳) سوال کا جواب غائب، چوتھا عدول۔ ۱۲ منہ

(۴) کلام اسمٰعیل میں اور اپنی مڈل نخوانی دلیل میں۔ ۱۲ منہ

(۵) مشاہدے کے جواب میں استبعاد، پہلا مکابرہ۔ (۵) انکارِ آفتاب دوسرا مکابرہ۔ ۱۲ منہ

میاں صاحب: کوئی نہیں (۱) بھلا کوئی رسول کو ایسا کہے ہے۔

مولوی صاحب: تقویۃ الایمان چھپی ہوئی موجود ہے، دیکھ لیجیے۔

میاں صاحب: بھلا (۲) کوئی رسول کو ایسا کہے ہے۔

مولوی صاحب: جی رسول ہی کی شان میں کہا ہے، دیکھ لیجیے نا۔

سید مختار صاحب: جناب میاں صاحب اس کے کلمات ضرور یہاں ایسے ہیں جن سے دل دُکھتا ہے (یعنی جناب مولوی صاحب) ان کے سبب جوش میں ہیں۔

میاں صاحب: مولوی روم (۳) نے مثنوی میں لکھا ہے کہ اے اللہ! تو ظالم ہے جتنا چاہے مجھ پر ظلم کیے جا، تیرا ظلم مجھے اوروں کے انصاف سے اچھا لگتا ہے۔

مولوی صاحب: مولانا قدس سرہ نے اللہ عزوجل سے یوں عرض کی ہے؟۔

میاں صاحب: جی مولانا نے۔

مولوی صاحب: مثنوی شریف لاؤ۔ (مولوی محمد رضا خان صاحب مثنوی شریف لائے جناب میاں صاحب کے سامنے رکھ دی۔ میاں صاحب نے ہاتھ سے ہٹا دی۔)

مولوی صاحب: حضرت بتایئے کہاں لکھا ہے؟۔

میاں صاحب: (مثنوی شریف اور ہٹا کر) اب (۴) اسی میں لکھا ہے:

ع: گاہ شہیدے دیدۂ از خر

خر کے ساتھ شہید کا لفظ دیکھیے

مولوی صاحب: یہ فسق پر استہزا ہے۔ (قرآن مجید میں فرمایا:

ذُقْ ُ ّکَ اَانْلَتِ َ عِزَیْزُا ُ اَلْکَرِیْزُ (۵) مُ لُم الُ

---

(۱) دیدہ دانستہ نابینائی، تیسرا مکابرہ۔۱۲

(۲) دادنہ فریاد۔ چوتھا مکابرہ۔۱۲

(۳) پھر سب چھوڑ کر الگ چلے، چوتھا فرار۔۱۲

(۴) اسے بھی چھوڑا۔ پانچواں فرار۔۱۲

(۵) سورۂ دخان: ۴۴/۴۹۔

اسی حکایت کی سرخی میں ہے جان من ۔۔۔۔را دیدی وکزوراندیدی۔ جناب نے یہ نہ دیکھا کہ مولانا کا یہ ارشاد تو ہماری دلیل ہے۔ جب ایک فاسقہ کی نسبت اکابر دین ایسے کلمات فرماتے ہیں تو گمراہانِ بددین زیادہ مستحق تشنیع وتوہین ہیں۔

میاں صاحب: اب آپ (۱) ہی جو اپنے آپ کو 'عبدالمصطفیٰ' لکھتے ہیں۔

مولوی صاحب: یہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی خوبی ہے۔ رب العزت جل جلالہ نے قرآن عظیم میں جو فرمایا :

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲)

اسے بھی شرک کہہ دیجیے۔

(حضرت عالم اہل سنت نے اپنے قصیدۂ اکسیراعظم ۱۳۰۲ھ کی شرح مجیر معظم ۱۳۰۳ھ میں تحریر فرمایا ہے۔شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں حدیث نقل کی ہے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اور حضور کا خادم تھا اس مسئلے کی بحث کافی اسی کتاب مستطاب میں ہے۔)

میاں صاحب: خیر (۳) بھائی تمھیں اختیار ہے بُرا کہو بُرا سنو۔

مولوی صاحب: کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، وہابی کو وہابی ضرور کہا جائے گا اور وہ ہمیں برا کہیں تو اس کی کیا پرواہ۔ ہمارے پیشواؤں صدیق وفاروق کو انتقال فرمائے ہوئے تیرہ سو (۱۳۰۰) برس گزرے، آج تک ان کا بُرا کہنا نہیں چھوٹتا۔

میاں صاحب: ایسی ہی وہ بھی کہتے ہیں پھر اس سے کیا حاصل!۔

مولوی صاحب: ضرور حاصل ہے حدیث میں فرمایا :

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذر والناس .

---

(۱) اس سے بھی پلٹے۔ چھٹا فرار۔ ۱۲ منہ

(۲) اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (پارہ ۱۸، النور:۳۲)

(۳) سب سے تھکے، ساتواں فرار۔ ۱۲ منہ

کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو، لوگ اس کو کب پہچانیں گے، فاجر کی بُرائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں۔ (یہ حدیث امام ابوبکر ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبہ اور امام ترمذی محمد بن علی نے نوادر الاصول اور حاکم نے کتاب الکنی اور شیرازی نے کتاب الالقاب اور ابن عدی نے کامل اور طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن کبری اور خطیب نے تاریخ میں حضرت معویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالی عنہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی)

میاں صاحب: تو یہ تو فاسق کو کہا ہے؟۔

مولوی صاحب: فسق عقیدہ فسق عمل سے بدرجہا بدتر ہے۔

میاں صاحب: بے شک (۱)

مولوی صاحب: خود حضور اقدس ﷺ نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا:

کلهم فی النار الا واحدة .

اب کیا نہ کہا جائے گا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں۔

میاں صاحب: رافضی جہنمی نہیں (۲)۔

مولوی صاحب: حدیث کا کیا جواب؟۔

میاں صاحب: (سکوت فرمایا) (۳)

مولوی صاحب: کیا آپ کے نزدیک ابوبکر و عمر کو کافر کہنے والا جہنمی نہیں۔

میاں صاحب: کون کہتا (۴) ہے کوئی نہیں

مولوی صاحب: رافضی کہتے ہیں۔

میاں صاحب: کوئی رافضی (۵) ایسا نہیں کہتا۔

مولوی سید تصدق علی صاحب: چھپی ہوئی کتابیں تو موجود ہیں اور کوئی کہتا ہی نہیں۔

---

(۱) صاف مان گئے پہلی تسلیم ۱۲

(۲) حدیث سن کر پھر انکار پانچواں مکابرہ۔ ۱۲ (۳) پھر آنکھوں پر ٹھیکری۔ ۱۲

(۴) ساتواں مکابرہ۔ ۱۲ (۵) آٹھواں مکابرہ۔

میاں صاحب: میرے دس بارہ ہزار ملاقاتی اورعزیز رافضی ہیں کسی نے میرے سامنے اس کا اقرار نہ کیا کوئی(۱) ایسانہیں کہتا۔

سید مختار صاحب: حضرت وہ ضرور ایسا کہتے ہیں آپ کے سامنے تقیۃً کچھ اور کہہ دیا ہوگا۔

مولوی صاحب: حضرت اب وجہ حمایت معلوم ہوئی۔

میاں صاحب: پھر بھائی(۲) تم انہیں بُرا کہو وہ تمہیں ہزار بار کہیں۔

مولوی صاحب: اس کی پرواہ نہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کو جواب تک کہا جاتا ہے۔

میاں صاحب: ایسی ہی وہ بھی کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: آپ کے نزدیک یہود ونصاری گمراہ ہیں یانہیں؟

میاں صاحب: ہوں گے۔(۳)

مولوی صاحب: ہیں یانہیں۔

میاں صاحب: ہوں گے۔(۴) (اللہ اللہ ضروریاتِ دین میں بھی تامل)

سید مختار صاحب: اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی وہ بھی آپ کو کہتے ہیں (تو اہل باطل اگر اہل حق کو اہل باطل کہیں اس سے اہل حق انہیں اہل باطل کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔)

میاں صاحب: تشدد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں رافضیوں نے سنیوں کو قتل کیا، سنیوں نے رافضیوں کو مارا، ہمارے نزدیک دونوں مردود۔ (اللہ اللہ کفریات بکنے والے کو گمراہ نہ کہیے رافضیوں کو جہنمی نہ بتایئے مگر سُنی ضرور مردود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

مولوی صاحب: آپ ایسا فرمایئے مگر اہل سنت ایسا ہر گز نہیں کہہ سکتے۔

میاں صاحب: جب دونوں مسلمان ہیں اور باہم لڑے دونوں مردود ہوئے۔ (سبحان اللہ اسی دلیل سے خارجیوں نے مولیٰ علی واہل جمل واہل صفین سب پر معاذ اللہ وہ حکم ناپاک لگایا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔)

---

(۱) یہ سب کچھ چھوڑ کر وہی اگلی (روش) آٹھواں فرار۔۱۲

(۲) چھٹا عدول۔۱۲ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۳) جواب سے گریز پانچواں عدول۔۱۲

(۴) پہلی چھوڑ کر نئے چلے۔ ساتواں عدول۔۱۲ منہ

مولوی صاحب: بھلا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے جو ایک دن میں پانچ ہزار کلمہ گو قتل فرمایئے جو نہ صرف مسلمان بلکہ قرا علما کہلاتے اس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟۔

سید مختار صاحب: میاں صاحب یہ بحث ختم نہ ہوگی، اب تشریف لے چلیے اور اس جلسے کو خوشی وخوش اُسلوبی پر ختم کیجیے۔

میاں صاحب: (کھڑے ہوکر تشریف لے جاتے وقت) ابوبکر صدیق(۱) کو کسی نے ان کے سامنے بُرا کہا، لوگوں نے اُسے قتل کرنا چاہا۔ صدیق نے فرمایا کہ یہ میرے بُرا کہنے والے کے لیے نہیں ہے۔ (آگے تتمہ حدیث یوں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، میاں صاحب یہیں تک پہنچے تھے کہ اُس کے لیے ہے کہ مولوی صاحب نے سبقت کر کے فرمایا) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہے معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے۔

حاضرین سوائے(۲) میاں صاحب سب ہنسنے لگے۔

مولوی صاحب: الحمدللہ ہم امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کے تابع ہیں جنھوں نے خوارج کو نہ گلے لگایا نہ بھائی بنایا بدمذہبی کے ہوتے ہوئے کچھ پاس نہ فرمایا۔

میاں صاحب: السلام علیکم

مولوی صاحب: وعلیکم السلام

(جلسہ بالخیر ختم وتمام والحمدللہ علی الدوام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم القیام۔ آمین)

ازاں جا کہ جناب میاں صاحب نے تمام بحثیں ناتمام چھوڑیں۔ بکثرت مکابرے، بکثرت عدول، جا بجا مجبورانہ سکوت وقبول؛ مگر تصدیق واتفاق بالائے طاق ان کے علاوہ بار بار دعوی و بحث سے صریح فرار جیسا کہ حواشی پر ان سب امور کا اظہار وشمار۔ غرض نہ کوئی بات ختم تک پہنچائی، نہ کسی مواخذہ سے عہدہ برائی اور حضرت عالم اہل سنت نے بکمال سیر چشمی واستغنائے شان علمی نیز

---

(۱) مسئلہ قتال خوارج کا جواب غائب۔ نواں فرار ۱۲

گھر آئے گا پاس فرما کر مطالبے میں سختی نہ فرمائی وہ جس پہلو پلٹے اُسی طرف ہو لیے اُنہوں نے جو جو رنگ رنگ بدلے اُسی پر اعتراض کیے صرف اُن کے اول فرار پر فرمایا کہ پہلے آپ کا دعوی عام تھا۔ خیر! اب کچھ حد باندھیے۔ اس کے بعد جب اُن کی عادت ہی یہ پائی، کسی فرار پر اُس کی یاد دہانی بھی نہ فرمائی؛ یہاں تک کہ جس جس امر کا اُنہوں نے جواب نہ دیا دوبارہ اس کا مطالبہ ہی نہ کیا سوا ایک لفظ کے جو انہوں نے یہود و نصاری کے گمراہ ہونے پر فرمایا 'ہوں گے'۔

اس پر تو دوبارہ سوال فرمایا کہ ہیں یا نہیں؟۔ اُنہوں نے پھر وہی کہہ دیا ہوں گے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تقریر کہ اُدھر والے کو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ جناب میاں صاحب دوبارہ لائے تھے تو اس مادۂ فاسدہ کے قطع کو حضرت عالم اہل سنت نے چاہا کہ سوال کا جواب ان سے لے لیا جائے۔

جب وہ دوبارہ بھی بچے، پھر تعرض نہ کیا وہ جدھر چلے وہی راستہ لیا، اہل ایمان وانصاف دیکھ سکتے ہیں کہ اتنی باگیں ڈھیلی کرنے سے اتنی دیر امتداد گفتگو ہوا ورنہ وہاں تو دو ہی جملوں میں ترکی تمام ہو چکی تھی۔ غرض ان وجوہ نے بہت کام کام کی باتیں نا تمام رکھیں لہذا جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب نے چاہا کہ بعض ضروری باتوں کا پھر سوال کرلیا جائے لہٰذا یہ پرچہ سوالات تحریر فرمایا:

نقل سوالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعالی خدمت جناب گرامی القاب مولوی سید محمد شاہ صاحب محدث رام پوری دام مجدہم السامی

بعض امور بغرض تحقیق حق جناب سے مسئول۔ اور مطابق اُس عہد کے جو اللہ عزوجل نے اہل علم سے در بارۂ بیان واظہار امر حق لیا ہر امر کا جواب مامول۔

سوال اول: جلسہ امروزہ میں حدیث: **کلهم فی النار الا واحدة** کے ذکر پر جناب نے فرمایا کہ رافضی جہنمی نہیں۔ آیا رافضی جناب کے نزدیک اُس فرقۂ واحدہ ناجیہ میں داخل ہیں، یا ارشاد **کلهم فی النار** غلط ہے۔ یہ حدیث مقبول ہے یا مردود؟۔ اگر مقبول ہے تو جس معنی پر اس میں **کلهم فی النار** فرمایا اُس معنی پر رافضی جہنمی ہیں یا نہیں؟۔

سوال دوم: نیز آج جناب نے فرمایا: تشدد کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں رافضیوں نے سُنیوں کو قتل کیا، سُنیوں نے رافضیوں کو مارا، ہمارے نزدیک دونوں مردود کہ دونوں قتالِ مسلم کے مرتکب ہوئے۔ اس ارشادِ سامی کی نسبت اتنا اِستفسار ہے کہ یہ جناب کی اپنی رائے ہے، یا اہل سنت کا یہی اعتقاد ہے کہ 'مذہبی لڑائی میں رافضی سُنی دونوں مردود'۔ اگر اہل سنت کی رائے ہے تو کن کتب معتمدہ میں ان لفظوں کی تصریح ہے۔

سوال سوم: امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے جو ہزاروں خوارج کو قتل فرمایا وہ لوگ مسلم تھے یا کافر؟۔ وہ علما وقرا کہلاتے تھے یا نہیں؟۔ وہ لڑائی مذہبی تھی یا دنیوی۔ اور بہر حال فریقین کے مقتولین بوجہ ارتکاب قتال مسلم کے جناب کے نزدیک دونوں مردود تھے یا نہیں؟۔

سوال چہارم: نیز آج بار بار ارشاد ہوا کہ کوئی رافضی ابوبکر و عمر کو کافر نہیں کہتا، اس ارشاد کی کیا مراد؟ ۔آیا کہ جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو کافر کہے وہ رافضی نہیں، سُنی صحیح العقیدہ ہے، یا یہ مطلب کہ فرقۂ روافض میں کوئی شخص اس کلمۂ ملعونہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ بر تقدیر دوم اگر ظاہر کر دیا جائے کہ دو پہر کو آفتاب ضرور بالائے افق ہوتا ہے تو ان تکفیر کرنے والے رافضیوں کا حکم ارشاد ہو، کافر ہیں یا گمراہ، جہنمی ہیں یا ناجی؟۔

سوال پنجم: نیز آج کلمات اسماعیل دہلوی کی حمایت میں ارشاد ہوا کہ مولوی روم نے جو مثنوی شریف میں اللہ تعالیٰ کو خود لکھا ہے کہ 'اے اللہ تعالیٰ تو ظالم ہے جتنا چاہے مجھ پر ظلم کیے جا، تیرا ظلم مجھے اوروں کے انصاف سے بہتر معلوم ہوتا ہے'۔ یہ کلمات مثنوی شریف کے کس دفتر و حکایت میں یا کس صفحہ پر ہیں؟۔

سوال ششم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے کلام پاک کی مراد یہ بتائے کہ یعنی میں بھی تمہاری طرح مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، اُس نے حضور اقدس ﷺ پر افترا کیا یا نہیں؟۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی یا نہیں؟۔

جو کہے (معاذ اللہ) وہ مر کر مٹی میں مل گئے ایسا شخص کافر ہے یا گمراہ، جہنمی ہے یا نامی سُنی صحیح العقیدہ؟۔

سوال ہفتم: نیز آج فرمایا تھا: میرے نزدیک کسی کو بُرا کہنا نہ چاہیے، جو کلمہ کفریہ بھی کہے تو اُسے یوں کہنا چاہیے کہ میرے بھائی نے یہ بات کہی، یہ میرے نزدیک کلمۂ کفر معلوم ہوتا ہے۔اب معروض ہے کہ یزید پلید و شمر ذی الجوشن و ابن ملجم شقی - خذلہم اللہ تعالیٰ -کلمہ گو تھے یا نہیں؟۔صاف کہیے۔اگر تھے تو جناب انہیں بھی اپنا بھائی جانتے ہیں یا نہیں۔اور جناب کے اس حکم عام سے کہ کسی کو بُرا کہنا نہ چاہیے۔(جس میں بعد گفتگوئے بسیار کلمہ گو کی قید لگائی اوّل کافروں کو بھی شامل فرمایا تھا) ان خبیثوں کو خبیث و شقی و پلید و گمراہ وغیرہ وغیرہ کہنا درست و بجا ہے یا نا سزا و بے جا۔ یہ جو جناب نے اپنے ایک نامۂ نامی (۱) میں جناب قاضی محمد عبدالوحید صاحب عظیم آبادی کو تحریر فرمایا تھا کہ میرے نزدیک یزید کو بُرا کہنا نہ چاہیے۔

سوال ہشتم: (بزعم جناب) صاحب جامع الاصول حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالی عنہ و ارضاہ عنا کو مجدد مذہب شیعہ فرماتے ہیں پھر دیگر ائمہ اطہار علی جد ہم وعلیہم الصلوۃ والسلام کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے، یہ بھی ارشاد ہو۔ بینوا تو جروا۔

مقصود گزارش یہ ہے کہ اُس وقت جناب نہایت عجلت میں تھے، کسی بات کا جواب جلدی میں نہ فرما سکے، مثنوی شریف پیش کی گئی اُس میں سے مقام مذکور بھی نہ نکلا، اب کہ فرصت و تنہائی ہے جواب عطا ہو کہ اگر حق ہو تو عام مسلمین اُس سے مستفیض ہوں۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ صرف تحقیق حق مطلوب ہے و بس۔ سوال ہفتم میں یزید وغیرہ اشقیا کا نام اور اُن نامحات کا ذکر فقیر نے اس وقت گزارش کیا ہے یہ اُس جلسے کی تقریر میں نہ تھا۔ فقط۔

محمد حسن رضا خان قادری عفی عنہ

۲۵ جمادی الاولی روز پنجشنبہ ۱۳۱۶ھ

(یہ پرچۂ سوالات مکرمی مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری سلمہم اللہ تعالیٰ لے کر جناب میاں صاحب کی فرودگاہ پر تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ جناب موصوف اُسی وقت شام ہی کو رام پور تشریف لے گئے۔ ارادہ ہوا کہ بعض احباب رام پور کے ذریعہ سے وہاں پیش ہو، وہاں سے خبر آئی کہ یہاں سے جاتے ہی ایسے بیمار ہو گئے کہ طاقت طاق ہے، ناچار اس تحریر کے ساتھ شائع کیے جاتے ہیں کہ اب ان کے جواب عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حق کی توفیق بخشے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

راقم حافظ ارشاد علی عفی عنہ از بریلی

۲۴/ جمادی الاخرہ ۱۳۱۶ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ آمین)

☆☆☆☆☆

(۱) درنامۂ ثانیہ اسمی قاضی عبدالوحید صاحب۔ ۱۲ منہ

[اِداریہ ماہوار رسالہ]

قہرالدیان علی مرتد بقادیان -۱۳۲۳ھ-

الحمد للّٰہ و کفی، سمیع اللّٰہ لمن دعا، لیس وراء اللّٰہ منتھی، ان ربی لطیف لما یشاء، صلوات العلی الاعلی و تسلیماتہ المنزھۃ عن الانتھا و برکاتہ التی تمنی علی خاتم النبیین جمیعا، فمن تنبأ بعدہ تاما او ناقصا فقد کفر وغوی، اللہ اکبر علی من عات و عتا و مرد وعصی و فی ھوۃ ھواہ ھوی . اللّٰھم اجرنا من أن نذل و نخزیٔ او نزل و نشقی، ربنا وانصرنا بنصرک علی من طغی و بغی، و ضل واضل عن سبیل الاھتداء، صل علی المولی والہ و صحبہ ابدا ابدا، و اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لا احدا صمدا، و ان محمدا عبدہ و رسولہ بالحق و دین الھدی، صلی اللّٰہ تعالی علیہ و علی الہ وصحبہ دائمَ سرمدا . (۱)

اللّٰہ اکبر علی من عتا و تکبر (۲)

(۱) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے دعا کرنے والے کے لیے کفایت فرماتا اور سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کو منتہی نہیں۔ بے شک میرا رب جس پر چاہے لطف فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صلوا تیں تسلیمات اور برکتیں جو بڑھتی ہیں اور انتہا سے پاک ہیں تمام انبیا کے خاتم پر تو جو آپ کے بعد تام یا ناقص نبوت کا مدعی ہوا تو وہ کافر ہوا اور گمراہ۔ اللہ تعالیٰ ہر سرکش باغی کھلے نافرمان اور اپنی خواہش کے گڑھے میں گرنے والے پر غالب و بلند ہے۔ اے باری تعالیٰ! ہمیں ذلت رسوائی میں پھسلنے اور بدبختی سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہماری اپنی خاص مدد فرما ہر باغی اور سرکش اور جو بھی گمراہ ہوا اور گمراہ کرتا ہو سید ھے طریقے سے ان سب کے خلاف۔ اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا پر اور ان کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک احد صمد ہے۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور برحق رسول ہیں اور اس کا دین ہدایت ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو آپ پر اور ان کے آل واصحاب پر دائمی۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہر سرکش اور و متکبر پر غالب و بلند ہے۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد ☆ مہلتے بالیست تا خون شیر شد☆

اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر، اپنے بندوں کا کفیل، **وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل**، رسالہ ماہواری ردّ قادیانی کی اِبتدا حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلانِ محض اس کے مرید ہوآئے، مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف اُن سے میل جول ارتباط اسلام کلام اختلاط یک لخت ترک کردیا۔ دین میں فساد مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ **العذاب الادنی دون العذاب الکبر** (۲) چکھا۔

مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی کوئی گئی نہ کی۔ بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے، ہم پر زندگی تلخ ہے، بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی، ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی۔ سائلان آپ اپنا انتظام کریں۔ آخر بحکم آنکہ ؏: دست بگیرہ سر شمشیر تیز (۳)

ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائد شہر علماے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے وہ خود ہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی اپنے مرزائی ملانوں کو بلالیں اور اس میں علماے اہل سنت کی شان میں کوئی دقیقہ بدزبانی و اکاذیب بہتانی وکلمات شیطانی کا اٹھا نہ رکھا۔ یہ حرکت نہ فقط ان بے علم، بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہٖ تعالیٰ خود مرزا کے حق میں **کالباعث عن حتفه بظلفه** (۴) سے کم نہ تھی۔

بست بازو بجہل میفگند پنجہ با مرد آہنیں چنگال*

مگرازانجا کہ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّہُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ (۵)

؏ : خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد (۶)

☆ اس مثنوی کو ایک مدت تاخیر ہوئی خون کے دودھ بننے کے لیے مدت چاہیے۔

(۲) بڑے عذاب سے قبل دنیاوی چھوٹا عذاب۔

(۳) تیز تلوار کا سرا ہاتھ میں پکڑا۔

(۴) اس کی طرح جو اپنی موت اپنے کُھر سے کُرید کر نکالے۔۱۲

* ہرفا ہم وجاہل کو چھیڑا آہنی پنجے والے مرد سے پنجہ آزمائی کی۔

(۵) قریب ہے کہ تم ناگوار سمجھو گے بعض چیزیں اور وہ تمہارے لیے بہتر ہوں گی۔۱۲

(۶) اللہ تعالیٰ ایسا شر لاتا ہے جس میں ہماری خیر ہو۔

یہ ایک غیبی تحریک خیر ہوگئی جس نے اس ارادۂ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی۔ اشتہار کا جواب اشتہاروں میں دیا گیا۔ مناظرہ کے لیے ابکار انکار مرزا قادیانی کو پیغام دیا۔ اس کے ہولناک اقوال ادعاے رسالت و نبوت وافضلیت من الانبیاوغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا۔ گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا۔ صرف اتنا دکھایا کہ تمہاری گالی آج کی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول وانبیاے سابقین وائمۂ دین سب کو گالیاں سناتا رہا ہے۔ ہر عبارت اس کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی۔

مضمون کثیر تھا، متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی۔ 'ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری' نام رکھا گیا۔ اس میں دعوتِ مناظرہ، شرائط مناظرہ، طریق مناظرہ، مبادیِ مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔ اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدد سلاسل لیے سلسلۂ دشنامہاے قادیانی بر حضرت ربانی ورسولانِ رحمانی ومحبوبانِ یزدانی، سلسلۂ کفریات وضلالاتِ قادیانی، سلسلۂ تناقضات وتہافتات قادیانی، سلسلۂ دجالی وتلبیساتِ قادیانی، سلسلۂ جہالات وبطالات قادیانی، سلسلۂ تاصیلاتِ سلسلۂ سوالات اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں۔ اوراس کے اکثر رسائل الٹ پھر کرانہیں ڈھاک کے تین پات کے حامل؛ لہٰذا ہر رسالے کے جداگانہ رد سے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولیٰ، اب بعونہ تعالی اسی ہدایت نوری سے ابتداے رسالہ ہے اور مولیٰ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسب حاجت اندراج گزیں مناسب کہ جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے، جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہواس کے لیے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔ اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اول تا آخر ایک سلسلے میں منضود اور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت ،ت، لکھ کر جدا معدود مسلمانوں سے تو بفضلہٖ تعالیٰ یقینی امید مدد وموافقت ہے۔

مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خوفِ خدا وروزِ جزا سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہٖ تعالیٰ امید ہدایت ہے۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ انہ ھو القریب المجیب، ان جندنا لھم الغالبون ولن**

یجعل اللّٰہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا، والحمد للّٰہ رب العالمین .

یہ دوسرا عدد بحولہ تعالی اس کے متصل ہی آتا ہے۔اب بعونہ پہلے عدد کا آغاز ہوتا ہے۔ **و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب .**

ضوابط رسالہ

(۱) یہ رسالہ باذنہٖ تعالیٰ ہر قمری مہینے میں ایک بار شائع ہوگا۔

(۲) اس کی امداد کے لیے صرف ایک روپیہ سالانہ پیشگی عام اشخاص سے مطلوب ہے۔محصول ڈاک بھی اپنے ہی پاس سے دیا جائے گا، اور دو روپے سال سے اعانت فرمانے والے معاون رسالہ پانچ روپے سالانہ عطا فرمانے والے معاون کبیر دس روپے سال سے کرم فرمانے والے حضرات معاون اکبر لکھے جائیں گے۔

(۳) جو صاحب دس حضرات سے سالانہ اِمداد کی رقم پیشگی بھجوائیں گے وہ خود بلا امداد مالی سال بھر تک رسالہ پائیں گے اور جتنی برس وہ زرامداد آتا رہے گا انہیں بلاشرط امداد ذاتی رسالہ پہنچا کرے گا۔

(۴) فی الحال حجم رسالہ اوراقِ حول کے علاوہ ۱۶ صفحہ رکھا گیا ہے۔آئندہ اگر برادرانِ دینی دوچند حجم کردینے کی خواہش فرمائیں گے ہر قسم امداد میں صرف ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوگا۔

(۵) اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیان کارداوران کے ان ناجائز حملوں کا دفاع ہوگا، جو انہوں نے عقائد اسلام وانبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ وحضرت مریم وخود حضور سیدالانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام حتی کہ رب العزۃ ذوالجلال والاکرام پر کیے ہیں۔دوسرے فرقوں کا رداس کا موضوع نہیں۔اس کے لیے بعونہٖ تعالیٰ مبارک رسالہ تحفہ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی ووافی ہیں۔

(۶) یہ رسالہ کہ بطور بیع وشرا شائع ہی نہ ہوا بلکہ اپنے بھائیوں سے محض بہ قصد نصرتِ دین، امدادِ رسالہ واعانت طبع کے لیے وہ رقوم مطلوب ہیں، اور رسالہ بھی اسی نیت اور دین کی حمایت

کے لیے انہیں نذر ہے۔ جن صاحبوں کے پاس بلا طلب جائے اوّل پرچہ پر انہیں اطلاع فرما دینی چاہیے کہ امداد منظور ہے یا نہیں، بحالت سکوت قبول امداد متصور ہوگا۔

(۷) اس کا آغاز سال رجب ۱۳۲۳ھ سے ہوا جو حضرات وسط سال میں شرکائے امداد واعانت ہوں گے؛ حتی الامکان شروع سال سے پرچے ان کی خدمت میں حاضر کیے جائیں گے کہ کلام اپنے سلسلے سے انہیں پہنچے۔

(۸) اہل علم جو مضمون عطا فرمائیں گے بحال معمولی امداد رسالہ ضرور ان کے نام سے درج ہو گا اور بلا امداد اندراج کا اختیار رہے گا؛ مگر بہر حال لازم ہوگا کہ مضمون حدود مقصود رسالہ کے اندر اور مخالفت مذہب وشرع سے باہر ہو، یا ہم اجازت دی جائے کہ جو لفظ یا مضمون ہم ایسا پائیں حذف یا تبدیل کر دیں مضمون صاف لکھا ہوا مع نام ونشان صاحب مضمون ہونا ضرور ہے۔

(۹) مضمونِ طویل متفرق پرچوں میں پورا ہوگا۔ اگر کوئی صاحب دفعۃً اس کی اشاعت چاہیں تو رسالے کے معمولی حجم سے جس قدر بڑھے گا اس کی اجرت بحساب فی جز عطا کرنی ہوگی اور جتنا بشرط گنجائش حجم معمولی کے ضمن میں آ سکے گا اس کی کچھ اجرت نہیں۔ جس مہینے میں کوئی مضمون آئے اگر اس کے پرچہ میں گنجائش نہ ہو پرچہ آئندہ سے اندراج پائے گا۔

(۱۰) خط کتابت بصیغۂ پیڈ اور جواب طلب امر کے لیے ٹکٹ یا کارڈ جوابی ہو۔

تمام مراسلات وارسال زر اس نشان سے ہوں:

بریلی روہیل کھنڈ مطبع اہل سنت وجماعت بنام فقیر مشتہر

المشتہر

محمد حسن رضا خان قادری برکاتی – کان اللہ لہ فی الحاضر والآتی – آمین

مقالات

مولانا حسن رضا خان پر اگرچہ انتظامی ذمہ داریوں کا کثیر بوجھ تھا؛ تاہم آپ مضامین تحریر فرماتے جو کہ مختلف جرائد ورسائل میں شائع ہوتے۔ راقم کو مفتی ذوالفقار خان نعیمی مدظلہ العالی کے توسط سے ماہنامہ الرضا، بریلی۔ جو کہ مولانا حسن رضا کے صاحبزادے حسنین رضا کی زیرادارت جاری ہوتا تھا۔ میں مولانا حسن رضا کے چھپنے والے مضمون کی دو اقساط موصول ہوئیں۔ جس میں ایک قسط غزوۂ یرموک کے متعلق ہے جو کہ الرضا، ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ میں طبع ہوئی۔ جب کہ دوسری قسط غزوۂ تبوک کے بارے ہے۔ امید ہے کہ 'الرضا' کے دیگر شماروں میں بھی مولانا حسن رضا کے مقالات طبع ہوئے ہوں گے؛ تاہم دستیاب نہ ہو سکے۔

اسی طرح ایک مضمون 'مدائح صدر ثانی مع پرچہ سوالات' شائع ہوا۔ یہ مضمون تحفہ حنفیہ جلد۲ پرچہ۴ میں بطور ضمیمہ شائع ہوا، مدائح صدر ثانی کے عنوان سے ندوہ کے صدر ثانی سید محمد علی شاہ کا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ملاقات کے لیے حاضر ہونا اور مسائل مختلف فیہ پر مباحثہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔

حاضرین مجلس میں مولانا حسن رضا خان بھی تھے جنہوں نے مباحثہ کے اختتام پر آٹھ سوالات پر مشتمل پرچہ تحریر کر کے حکیم مولوی مومن سجّاد کانپوری کے ہاتھ ندوہ کے صدر ثانی کو روانہ کیا۔ یہ مباحثہ ۲۵/ جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ کو بوقت چاشت ہوا۔ حافظ ارشاد علی نے اس مباحثہ کی روئداد بعنوان 'مدائح صدر ثانی' تحریر کی، اور مولانا حسن رضا کے پرچہ سوالات کے ساتھ رسالہ میں طبع کرا دیا۔

غزوہ

عالم کی جان، عرب عرب کی شان، مدینۂ منورہ، مدینہ منورہ کی روحِ رواں مسجد نبوی میں کچھ مقدس نورانی صورت والے جمع ہیں اور ان کا سردار باہیبت و وقار پیغمبر خدا کا یار غار جس کے مقدس چہرہ سے الٰہی انوار نمودار ہیں جلوہ گستر ہے اور اس مبارک گروہ سے مخاطب ہو کر فرمارہا ہے :

اے اسلام کے سچے جاں نثار واے دین حق کے مددگارو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد تھا کہ لشکر اِسلام ملک شام کی طرف روانہ کیا جائے کہ حضور نے رحلت فرمائی اور یہ مبارک ارادہ ظاہر ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اب میری خواہش ہے کہ اس مبارک قصد کا بندوبست کروں اور مسلمانوں کو ملک شام پر بھیجوں اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟۔

اس امر کے پیش ہوتے ہی سارے جلسہ کی طرف سے قبول وتسلیم کی صدائیں آنے لگیں۔ اطاعت امیر المومنین کی بیش بہا نذریں گزرنے لگیں۔۔۔یمن اور رؤسائے عرب کے نام خطوط روانہ ہوئے جن کے ذریعہ سے اس روح افزا کارروائی کا مژدہ ان عاشقان اسلام محبانِ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک عمدہ تحفہ کے پیرایہ میں پیش کیا گیا۔

اس خبر فرحت اَثر نے دفعتہً ایک برقی اثر مسلمانوں کے دلوں میں دوڑا دیا، گھر بار چھوڑے وطن سے منہ موڑے، اہل وعیال ساتھ لے کر شوقِ جہاد میں ہاتھوں پر سر رکھ کر چل کھڑے ہوئے؛ گویا مدت سے سامان کیے منتظر آنکھوں مشتاق دلوں سے اس مبارک خبر کی راہ دیکھ رہے تھے۔

حضرت انس حامل خطوط۔۔جلد پہنچنے والوں سے پہلے پہنچے، اور امیر المؤمنین امام الصدیقین کی خدمت میں ان پردیسی مسافروں کے ذوق شوق کی حالت اور حکم سن کر چل دیئے، اور قریب پہنچنے کی کیفیت عرض کی ادھر سے اس فرماں برداری کے جواب میں پیشوائی اور اِستقبال کے ذریعہ سے سرپرستی فرمائی گئی۔

اللہ اللہ! کیا مزیدار سماں ہے۔ ادھر دیکھیے تو دیار وامصار سے محمدی کچھار کے شیر راہِ خدا میں جانوں پر کھیلنے، جلد جلد قدم بڑھائے چلے آرہے ہیں۔ اس طرف نظر کیجیے تو بیڑے کے ناخدا، جماعت کے امام اصحاب کرام کو ہمراہ رکاب لیے پیشوائی کو جارہے ہیں۔ وہ گرد جو دیر سے اسی آنے

والے لشکر کے سامنے دکھائی دیتی تھی، جس کے ہلکے ہو جانے سے کبھی سواروں کی صورت، کبھی نشانوں کے ہوا میں لہراتے ہوئے پھریروں کی حالت کچھ یونہی سی نظر آجاتی تھی ہٹی، اور فریقین کی منتظر نگاہوں، مشتاق آنکھوں نے چار ہوتے ہی دلوں کے ساتھ کچھ ایسی پیاری اداؤں کا برتاؤ کیا کہ سرور کا اٹھنے والا جوش ان بزرگواروں کی نورانی صورتوں سے اپنی بہار دکھانے لگا۔

بہادر سپاہیوں کے دل بڑھانے کے واسطے یہ سامان کچھ تھوڑا نہیں کہ ان کا سرور اپنے مصاحبانِ باوقار کو ہمراہ لیے ان کی آمد آمد کا انتظار کر رہا ہے۔ سینوں میں شجاعت نے جوش مارا، زبانوں پر نعرۂ تکبیر بلند ہوا، جس کی دل ہلا دینے والی آواز ہوا میں بھر کر اس وسیع میدان میں گونج گئی۔ ادب کے ساتھ سلامیوں کی نذریں گزرنے لگیں۔

اس لشکر میں حضرت ذوالکلاع قوم حمیر کے اور حضرت قیس قوم مذحج کے اور حضرت حابس قوم طے کے اور حضرت جندب قبیلہ اُزد کے اور حضرت میسرہ قبیلہ بنوعبس کے اور حضرت قثم قوم کنانہ کے سردار ہیں۔ ملنے جلنے سے فراغت پا کر مدینہ طیبہ کے اردگرد ہر قوم جدا جدا خیمہ ڈال کر حکم اخیر کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دن گزرنے پر سردارانِ لشکر اجازت حاصل کرنے کی غرض سے حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور یہ گفتگو درپیش ہے :

حضرت قیس: اگر حکم میں تاخیر کسی خاص وجہ سے ہے تو ہم کو اجازت ملے کہ اپنے گھروں پر حکم ثانی کا انتظار کریں، یا ملک شام کی طرف بھیجیں کہ خدا کے دشمنوں سے سینہ بہ سینہ جدال وقتال میں مشغول ہوں کہ تساہل میں ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو تکلیف ہے۔

امیر المومنین: خدا کی قسم! میں تمہاری تکلیف وایذا کا روادار نہیں۔ یہ ڈھیل صرف اس وجہ سے ہے کہ تمہارا لشکر پورا ہو جائے۔

حضرت قیس: اب ہمیں کسی کا انتظار نہ رہا۔ ہمارا سامان درست اور لشکر قصد پر آمادہ وچست ہے۔ حضور! خدا کی برکت ومدد پر بھروسا فرما کر ہم کو اجازت عطا کریں۔

یہ سن کر حضرت امیر المومنین، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو ہمراہ لیے پا پیادہ فرودگاہِ لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ دم کے دم میں غازی بہادروں کی آنکھیں ان پرنور چہروں کی زیارت سے مشرف ہونے لگیں، اور اپنے سردار روسائے

نامدار کو پا پیادہ اپنی طرف آتے دیکھ کر جو حالت ان مئے جہاد کے متوالوں پر طاری ہوئی اور جوشِ ذوق میں جس کیفیت کے ساتھ صدائے تکبیراں زبانوں پر جاری ہوئی، جس کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

امیر المومنین ایک بلندی پر اپنے منچلے سپاہیوں کی جماعت ملاحظہ فرمارہے ہیں، اور دلی جوش کے ساتھ ان جانبازوں کے حق میں دعائیں کررہے ہیں۔ بارالٰہا! ان غریبوں، پردیسیوں کی مدد فرما، صبر کی توفیق دے، دشمنوں کے شر سے بچا۔

ناظرین! یہ وہ دعائیں ہیں جن کی حمایت کے وسیع دامنوں کا سایہ میدانِ قتال میں غازی بہادروں کے سر پر رہے گا۔ کبھی یہ جانبازانِ اسلام کے جوش کو اُبھاریں گی، دل کو بڑھائیں گی، کبھی دشمن کے وار کی سپر بن جائیں گی۔

پھر امیر المومنین نے یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک ایک ہزار پر محمدی نشان دے کر سردار بنایا، اور حضرت یزید بن ابی سفیان سے فرمایا کہ تم ربیعہ کے شرف و عزت، عقل و شجاعت سے بخوبی آگاہ ہو، ان کے لشکر کو اپنے لشکر کے آگے رکھو، اگر چہ میں نے تم کو ان پر سردار بنایا؛ تاہم تمہیں ضرور ہے کہ ان کی رائے کا خلاف نہ کرو، اس کے بعد دونوں سردار اپنا اپنا لشکر سجا کر رخصت کے واسطے حاضر ہوئے۔

امیر المومنین نے اجازت دی اور پہنچانے کی خاطر پا پیادہ لشکر کے ہمراہ چلے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے عرض کی کہ اے حبیب خدا کے جانشین! ہم کو شرم آتی ہے کہ ہمارا حاکم پیدل چلے اور ہم سوار، یا سوار ہو لیجیے یا ہم کو سواریوں سے اُترنے کی اجازت دیجیے۔

سردارِ لشکر کی یہ عرض سعادت مندی اور فرماں برداری کے گہرے اور خوشنما رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی؛ مگر یہاں تو دل چھین لینے والی اداؤں سے نہ صرف سردارانِ لشکر بلکہ ایک ایک بہادر سپاہی کے جوش کو بڑھانا اور ترقی دینا مقصود تھا۔ آخر یہ عرض قبول نہ ہوئی۔ ثنیۃ الوداع تک پا پیادہ ہی تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر امیر المومنین نے سردارانِ لشکر کو ان نصیحت آمیز کلمات سے ممتاز فرمایا:

اے محمدی لشکر کے نشان بردارو! جب تم مقام سے کوچ کرو تو ساتھیوں پر تیز روی کی سختی

نہ کرنا۔ جماعت سے جدا نہ ہونا۔ ہر کام میں تمہارے ہمراہی مشیر رہیں۔ عدل سے مطلب رکھنا۔ ظلم سے دور رہنا کہ ظالم کو چھٹکارا نہیں، نہ ظالم اپنے دشمن پر فتح یاب ہو۔ اور جب تم دشمن پر قابو پاؤ تو بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کے خون کے داغ سے اپنی شجاعت کے دامن کو بچائے رکھنا۔ پھلتے درختوں اور کھیتوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ جو عہد کسی سے ہو جائے ضرور نباہنا۔ صلح کر کے نہ توڑنا، اور قریب ہے کہ تم ایسی قوم پر گزرو گے جو اپنے عبادت خانوں کے گوشوں میں غلط فہمی سے ناجائز طریقہ میں خدا کی یاد کر رہی ہے، اگرچہ اس کارروائی سے اسے اپنی نفسانی خواہشیں پوری کرنی مقصود ہیں؛ مگر تم کو یہی ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے اور اس کے معابد سے تعرض نہ کرو۔ ہاں جب تم کو شیطانی گروہ چلیپا پرست ملے تو اپنی صف شکن اور خوں خوار تلواروں کو ان کے ناپاک سروں پر بے تکلف بلند کرو؛ یہاں تک کہ وہ دین اسلام قبول کریں، یا ذلیل وخوار ہو کر جزیہ دینے پر رضا مند ہوں۔ لو اب خدا کا نام لے کر جاؤ، میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا، اللہ تمہارا حافظ ونگہبان رہے۔

ربیعہ تم اپنی شجاعتوں کو کفار بدکردار کے مقابلہ میں صرف کرنا اللہ تمہیں مراد پر پہنچائے۔

اس کے بعد امیر المؤمنین مصافحہ اور معانقہ فرما کر مدینہ طیبہ کی جانب واپس تشریف لائے، اور لشکر ظفر پیکر منزل مقصود کی جانب روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر کچھ دور نکل گیا، سردارِ لشکر اپنے دلی جوش کے سبب سے قطع مسافت میں جلدی کرنے لگے۔ یہ تیز رفتاری حضرت ربیعہ کے نزدیک قرین صواب نہ ٹھہری، اور دونوں سرداروں میں ذیل کی گفتگو ہونے لگی :

حضرت ربیعہ: جلدی نہ کیجیے کہ شتاب روی خلاف ہدایت امیر المؤمنین ہے۔

امیر لشکر: امیر المؤمنین اور لشکر بھی ہماری طرف روانہ فرمانے والے ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں ان سے پہلے ملک شام پہنچوں، اور خدا کے دشمنوں سے ان کی بدکرداری کا عوض لوں۔ کیا عجب کہ پہلی فتح میرے نام لکھی جائے، جس کی وجہ سے خوشنودیِ خدا و رسول اور رضا مندیِ امیر المومنین کا فخر حاصل ہو۔ (باقی دارد)

() ماہنامہ الرضا، بریلی ماہ ربیع الآخر و جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ۔

غزوۂ تبوک

(گزشتہ سے پیوستہ)

صقیلہ: ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ خداوند ایک پیغمبر عربی ہاشمی قریشی پیدا کرے گا، اور ان کو آسمان پر بلائے گا۔ یہ واقعہ ہوا یا نہیں۔

حضرت ربیعہ: ہاں! ہمارے حضور پُر نور کو معراج ہوئی۔

صقیلہ: کیا اسلام میں ایک مہینہ روزے فرض کیے گئے ہیں۔

حضرت ربیعہ: ہاں بے شک۔

صقیلہ: یہ بھی دیکھا ہے کہ اس پیغمبر کا امتی ایک نیکی پر دس نیکیاں پائے گا اور بدی اپنی حد سے متجاوز نہ ہوگی۔

حضرت ربیعہ: ہماری مقدس کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے۔

صقیلہ: ہمارے یہاں لکھا ہوا ہے کہ خداوند مسلمانوں کو حکم کرے گا کہ پیغمبر عربی پر درود بھیجا کریں۔

حضرت ربیعہ: ہاں! ہماری پاک کتاب میں یہ حکم موجود ہے۔

ان باتوں کے بعد صقیلہ اپنی قوم سے کہہ رہا تھا کہ بے شک حق ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ اتنے میں اربان نے جرجیس سے کہا: یہی تیرے بھائی کا قاتل ہے۔ یہ سننا تھا کہ اس روسیاہ کی آنکھیں حالت غضب میں سرخ ہوگئیں۔ حضرت ربیعہ یہ حال ملاحظہ فرما کر اسلامی جوش کی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے، اور تلوار کے ایک ہی وار میں جرجیس کو اس کے بھائی کے پاس جہنم بھیج کر سوار ہو گئے۔

اس دردناک نظارہ نے مخالفین کے دلوں میں غصہ کی آگ بھڑکا دی۔ ہر طرف سے حملہ کرتے بڑھے۔ اس وقت اس عربی دلیر کے دست و بازو اسلامی شیر کے جوش و خروش پر جرأت و شجاعت ہزار جان سے قربان ہے۔ کیا یہ تعجب انگیز معرکہ حیرت خیز معاملہ تاریخ کے پہلے ورق پر سونے کے حرفوں سے لکھنے کے قابل نہیں کہ عربی بَن کا شیر کف بلب تیغ بکف اکیلی جان سے دشمنوں کے

بھرے لشکر میں بپھرا ہوا ہے۔ایک کی وار دو ہوتے ہیں اور دو چوں کے بھی بُرے کہلاتے ہیں۔ایسی تنہائی پھر اس پر یہ خداداد صفائی کہ دشمن کے وار کی آنچ نہ آئے،اپنا حملہ خالی نہ جائے،لشکر اسلام کی تو آنکھیں ادھر لگی ہوئی تھیں۔

یہ واقعہ دیکھتے ہی آہنی بجلیاں نیاموں سے باہر کیے جانِ کفار کے خرمن کو بھڑکتے شعلے ساتھ لیے ہوئے بے تابانہ دوڑ پڑے،وار چلنے لگے،ارمان نکلنے لگے۔آج سروتن کے پُرانے بکھیڑوں کی دارالقضا میں تاریخ پیشی ہے۔آہنی قلموں سے قطعی اور بے نظیر فیصلے لکھے جارہے ہیں۔

اجل کا ہر کارہ نام لے لے کر حاضری پکار رہا ہے۔قیامت کی لڑائی ہے۔غضب کی تیغ آزمائی ہے۔اس وقت کفارِ بدکردار مسلمانوں کی قلت دیکھ کر گویا سمجھ چکے ہیں کہ میدان ہمارے ہاتھ ہے۔یہ ہنگامہ کوئی دم کا ہے پھر کامیابی کا ساتھ ہے۔عروسِ شہادت پر جان قربان کرنے والے قلت و کثرت کا خیال چھوڑے،پیٹھ دکھانے سے منہ موڑے،نورانی چہروں اور مقدس سینوں پر زخم پر زخم کھارہے ہیں۔کافروں کو جہنم بھیج بھیج کر آپ جنت جارہے ہیں۔

سخت قتال ہو رہا ہے۔قیامت قائم،حشر برپا ہے کہ دفعۃً ایک جانب سے گرد نمودار ہوئی، جس کے جلد اٹھنے اور منتشر ہوجانے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان تیز رفتار آنے والوں کے مجمع میں کوئی خبر دینے والا ۔۔۔آگیا ہے،تم اطمینان میں رہو اور تمہارے پیارے بھائی سخت امتحان میں گھوڑوں کو مہمیز کرو،حد سے زیادہ تیز کرو،یہ لشکر چشم زدن میں قریب پہنچا،گرد و غبار کا حجاب سامنے دُور ہوتا ہے تو سکوت کے ساتھ انتظار کرنے والی نگاہیں کیا دیکھتی ہیں کہ کاتب وحی حضرت شرجیل بن ۔۔۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ عجلت سے کام لیتے مسلمانوں کو فتح و نصرت کا مژدہ فرحت افزا دیتے چلے آتے ہیں۔

اس ہیبت ناک منظر سے کافروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔سارے منصوبے بھول گئے۔ اب کیا تھا!،دم بھر میں آلیا۔ایک کو زندہ جانے دیا،ناپاکوں کے خون بہے،آٹھوں ہزار کھیت رہے، مسلمانوں نے ملاقاتیں کیں،مہر و محبت کی باتیں کیں،سرداروں میں مالِ غنیمت کے متعلق مشورہ ہوا،سامانِ جنگ کے سوا باقی امیر المومنین کے حضور میں روانہ کیا۔اب یہ لشکر تبوک میں مدد کا انتظار کر رہا ہے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

غزوۂ یرموک

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت ربیعہ: اب جس طرح آپ کا جی چاہے چلیئے۔

ناظرین! تھوڑی دیر کے لیے اس لشکر کو وادیِ قریٰ کی جانب جاتا، تبوک اور جابیہ کی راہ سے دمشق پہنچنے کی آرزو میں عجلت کرتا چھوڑ کر، ہرقل بادشاہِ نصاریٰ والیِ شام کے دل منصوبوں کی خبر لینے آگے بڑھیے۔ عرب متنصرہ جن کی آمدو رفت کا سلسلہ مدینۂ طیبہ میں جاری تھا، ان کے ذریعہ سے اس فوج ظفر موج کی روانگی کی خبر ہرقل کو گزری۔ اس وقت اس نے اپنے ارکانِ دولت کو جمع کیا ہے اور یہ باتیں ہورہی ہیں:

ہرقل: جب تک تم اپنے دین اور احکام انجیل پر ثابت قدم رہے، کوئی بادشاہ تم پر قابو نہ پا سکا۔ کسریٰ کو تم نے شکست دی، ترکوں کا تم نے منہ پھیر دیا، جرامقہ نے تمہارے مقابلہ میں زک اٹھائی۔ اب کہ تم نے مذہبی پابندی چھوڑ کر ظلم وستم اختیار کیا، اور گناہ گاری کو اپنا شیوہ بنالیا، تمہاری طرف ایک ایسی قوم بارادۂ جدال وقتال آتی ہے جس سے زیادہ ضعیف دنیا میں کوئی قوم نہ تھی، اور کبھی خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا تھا کہ ایسے لوگ تم سے ملک کے بارے میں جھگڑنے کو آرزو کریں گے۔ ان بھوکوں قحط زدوں کو ان کے پیغمبر کے خلیفہ نے ہماری طرف بھیجا ہے کہ ہمارے ملک پر قابض ہوکر ہمیں نکال باہر کریں۔

ارکانِ سلطنت: بادشاہ کچھ فکر نہ کرے، ہم ان کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ ان کو ان کے قصد میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ ہم کو اپنی وسیع کوششوں، بلند ارادوں سے کافی طور پر امید ہے کہ ہم ان کے شہر پر قبضہ پائیں گے، اور ان کے ساتھ ان کے کعبہ کو بھی (خاک بدہن کفار) نیست ونابود کردیں گے۔

یہ باتیں ہرقل بدعقل کے نزدیک اس کے کمزور اور ناتمام امیدوں کو مضبوطی کے ساتھ پورا کرنے والی قرار پائیں، اور بجائے خود سمجھ لیا کہ اس کے ارکانِ دولت اپنے ناپاک ارادوں میں

عنقریب کامیاب ہونے والے ہیں۔اسی بنیاد پر آٹھ ہزار سواروں کو بسر داری باطلیق و جرجیس برادرانِ حقیقی دلوقا و صلیا اسلامی لشکر کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔

جب یہ چاروں زرہ بکتر وغیرہ سامانِ حرب سے تیار ہو لیے۔ان کے مذہبی پیشواؤں نے نمازِ نصرت پڑھ کر دعاے فتح مانگی، اور کچھ خوشبو سلگا کر دھونی دی، اور معمودیہ کا پانی چھڑک کر رخصت کیا۔

اب یہ لشکر نصاریٔ عرب کی راہبری سے غازی پیادوں کے مقابلہ کو تبوک کے قصد پر روانہ ہوتا ہے۔اور میں اس کو قضا کے منہ کی سیدھ پر جاتا چھوڑ کر ان مقدسین کی کفش برداری کو حاضر ہوتا ہوں، جن کی تھوڑی سی جماعت یار و دیار چھوڑے حب وطن سے منہ موڑے شوق جہاد میں اپنے دلی جوش کو ضبط کیے ایک خداے پاک کے بھروسے پر قدم بڑھائے چلی آرہی تھی، اور جس کی تیز روی نے لشکر کفار سے تین روز پیشتر تبوک میں پہنچا دیا تھا۔

آج چوتھے دن آگے کوچ کرنے کا قصد ہے کہ سامنے سے اٹھتی گرد نمودار ہوتی اور یقین دلاتی ہے کہ اب وہ ساعت قریب پہنچی جس کے شوق نے آنکھوں کو منتظر اور دلوں کو بے قرار کر رکھا تھا۔امیر لشکر ایک ہزار سوار۔۔حضرت ربیعہ کمین گاہ میں بٹھاتے اور باقی ایک ہزار کی صفیں ترتیب دے کر اپنی خوش بیانی سے اسلامی شیروں کے جوشیلے ارادوں کو یوں ابھارتے ہیں۔

امیر لشکر: اے سچے خدا کے فرماں بردار بندو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کا وعدہ فرمایا اور اکثر مقام پر فرشتوں کے غیبی لشکر سے تمہاری امداد کی۔اپنی قلت دشمن کی کثرت پر خیال کر کے بے دلی ظاہر کرنا جان نثارانِ اسلام کی ہمت سے بعید ہے۔ہمارا رب اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ

بارہا چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر خدا کے حکم سے غالب آئی ہے۔

کیا تمہیں اپنے دلوں کے سرور اپنی آنکھوں کے نور کا یہ ارشاد یاد نہیں:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ

جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

خوب سمجھ لو کہ ملک شام میں تمہارا لشکر پہلا لشکر اور تمہارا جہاد پہلا جہاد ہے۔یقین جانو کہ

مسلمان تمہاری مدد کو اپنے تیز رفتار گھوڑوں کی باگیں اٹھائے قریب پہنچ چکے ہیں۔ دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے دشمن تم پر قابو پائیں اور تمہارے قتل کی امیدوں سے اپنے ناپاک دلوں کو خوش کریں۔

ہاں اے غازی بہادرو! اپنی ہمتوں کی چستی، اپنے ارادوں کی درستی کے ساتھ دین خدا کی مدد کرو، خدا تمہاری مدد پر موجود ہے۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نصاریٰ قریب پہنچ گئے، اور مسلمانوں کی قلت دیکھ کر اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ لوگ تمہارا ملک لینے اور تمہاری حرمت کی پردہ دری کرنے اور تمہارے سلاطین کے خون میں اپنی تلواروں کو رنگنے آئے ہیں، صلیب سے مدد مانگو اور انہیں جانے نہ دو۔ یہ کہہ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔

یہ مختصر جماعت بھی اپنی قیمتی جانوں کی نچھاور لیے عروسِ شہادت کی تمنا کیے تلواروں کے لہراتے ہوئے آہنی دریا میں کود پڑی۔ فریقین سے وار پر وار چلنے لگے، اور خونی تلواروں کے ساتھ دلی ارمان نکلنے لگے۔ یہ وہ وقت ہے کہ حورانِ بہشتی سنگار کیے شہدا کے واسطے آبِ خوش گوار کے خوش نما پیالے لیے جنت کے گلزاروں سے میدانِ قتال میں آئی ہیں، اور دل فریب اَداؤں سے منتظرانہ حالت میں خاموش کھڑی ہیں کہ اس بازارِ جاں فروشی میں خدا کا کون سا بندہ زخموں کے ہار گلے میں ڈال کر بہتے ہوئے خون کا سہرہ سر سے باندھ کر نقد جاں دے، اور جنس شہادت لیے ہماری طرف آتا ہے کہ ہم اس کی جانب پروانہ وار بڑھیں، اور اس کے بے قراروں کو اپنے جمال کی لبھانے والی اداؤں سے تسکین دیں۔

ادھر ملائکہ آسمان کے دروازے کھولے جانبازانِ پیغمبر عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبر و استقلال کا نظارا کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ دل بڑھانے والی بات تو یہ ہے کہ خود ان جاں نثارانِ اسلام کا رب اپنے وفادار بندوں کی کوششوں کو دیکھ رہا ہے۔

ہائے کیا مزے کا وقت ہے، اور کس قدر۔۔۔۔۔ یہ پردیسی مسافر، یہ عاشقانِ دلدادہ، یہ جنس شہادت کے خریدار، یہ دین حق کے مددگار، اپنے محبوب کے سامنے اپنی قیمتی جانیں دے دے کر خوشنودی و رضامندی کی گراں بہا۔۔۔ قیمت متاع کی خریداری کر رہے ہیں۔

میں کیا کہوں کہ اس وقت اُن کی مشتاق نگاہیں کس کے جمالِ بے مثال کے مزے لے لے کر

اپنی مدت کی آرزوئیں پوری کر رہی، اور برسوں کے ارمان نکال رہی ہیں۔

اگر کسی مجرمِ عشق کو سزائے قتل دینے لے جاتے ہیں، تو اس وقت اس کی عمر بھر کی حسرتوں، زندگی بھر کی خواہشوں کا مجموعہ صرف اس خوش آئند اور دل کش آرزو کے پیرایہ میں اپنا رنگ ظاہر کرتا ہے کہ معشوق پر جان دینے کا ارمان تو خدا کے فضل سے آج پورا ہی ہونے والا ہے؛ مگر کیا اچھا ہو کہ اس وقت وہ بھی ہمیشہ کی بے پروائی چھوڑ کر شانِ استغنا سے منہ موڑ کر دم بھر کے لیے تشریف لے آئے، اور اپنے عاشق جانباز کے قتل کا تماشا دیکھ جائے کہ دل دینے والے کس قدر خوش ہو ہو کر جان دیتے ہیں، جان دینے والے کیسے صبر واِستقلال سے کام لیتے ہیں۔

اس حسرت کے آغوش میں ایک اور مزیدار آرزو بھی ہوتی ہے کہ اگر یہ مراد پوری ہو جائے اور یہ خواہش بر آئے تو ہماری نگاہِ واپسیں دولت دیدار سے اپنے دامن بھر پور بھر لے، اور صبح قیامت تک قبر میں چین سے پاؤں پھیلاتے سوتے رہیں۔ غرض اس وقت کچھ ایسے ہی خیال دل میں چٹکیاں لیتے ہیں کہ وہ دم بھر کا مہمان اس مزیدار تصور میں بے اختیار پکار اٹھتا ہے ؎

بجرم عشق تو ام میکشند غو غا ئیت

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

مگر ان فدائیانِ اسلام کی خوش قسمتی اور نصیب کی یاوری عشاق کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے کہ اس مبارک مسرت پیاری نعمت کا دل کش سماں اس وقت ان مقدسوں کی مقدس آنکھوں کے سامنے ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کفارِ بداطوار اس قلیل التعداد کثیر الرتبہ جماعت کو تھوڑا سمجھ کر سخت حملوں سے کام لے رہے ہیں، اپنے ساتھیوں کو بڑھاوے دے رہے ہیں۔ ایک ایک دین دار کے مقابلے میں آٹھ آٹھ کفار ہیں۔ مسلمان طلب شہادت میں جان سے بیزار ہیں۔ بازارِ کارزار کھولا گیا ہے۔ کھوٹے کھرے کا امتحان ہو رہا ہے کہ دفعۃً ایک جانب سے تکبیروں کی دلکش آوازوں نے میدانِ جنگ کو سر پر اٹھا لیا۔ کفار کے چھکے چھڑا کر دل ہلا دیا۔

گندمی رنگ سیاہ آنکھوں والا گروہ عربی لباس پہنے عربی گھوڑوں کی باگیں اٹھائے چلا آ رہا ہے، جس کی نیچی نیچی عباؤں کے دامن ہوا میں اڑتے اونچے نشانوں کے پھریرے لہراتے دیکھ کر

مسلمانوں کی ہمت نے تازگی کے ساتھ جوش مارا۔تکبیر کے جواب میں ادھر سے بھی نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔کافروں کے جی چھوٹ گئے،مضبوط ارادے ٹوٹ گئے۔

یہ حضرتِ ربیعہ ہیں جو اپنے ساتھیوں کو لیے مرگِ نا گہانی کی طرح کفار پر آ پڑے ہیں۔ان کا آنا تھا کہ خدا کے دشمن اس کے دوستوں کو پیٹھ دکھانے لگے۔آنے والے سردار نے باطلیق کو اپنے ساتھیوں کا جی بڑھاتے، ہمت بندھاتے دیکھ لیا تھا۔اپنا نیزہ سیدھا کیے اس کج بخت کے پیچھے ہوئے۔بھلا عربی شیر جس شکار کو تاک لے،وہ بچ کر کہاں جائے۔نیزہ کا ایک ہی وار تھا کہ سُرین توڑتا اس پار تھا۔کفار بدکردار کا سردار ناہنجار پشت راہوار سے گرا،اور گرتے گرتے جہنم واصل وفی النار ہوا۔

اب کون کس کی سنے،ہل چل مچ گئی، بھاگتے بن پڑی۔کھیت مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ذلت شکست کا سامان کافروں کے ساتھ رہا۔آج کے معرکہ میں ایک سو بیس مسلمان جان دے کر تلواروں کے سائے میں دم لے کر حوروں کے ہاتھ میں ہاتھ دیے عیش خلد کا سامان ساتھ لیے جنت کو سدھارے۔دو ہزار دو سو کافر گھوڑوں سے گر گر کر عذابِ ابد کے صدمے سہتے ذلت وخواری کا طوق ڈالے نکبت وخواری کی بیڑیاں پہنے حبس دوام کے لیے جہنم کے سنٹرل جیل میں داخل ہوئے۔جب دونوں لشکر اپنی فرودگاہ پر پہنچے جرجیس نے ساتھیوں کو جمع کر کے یہ غصہ ناک تقریر کی :

> تم پر افسوس ہے،تم نے مجھے بادشاہ کے سامنے جانے کے قابل نہ رکھا۔تم نے ایسے چھوٹے لشکر سے ایسی بڑی شکست پائی۔کیا ایسی بزدلی کے بعد بھی تمہارا نام بہادروں کی فہرست میں داخل ہونے کی لیاقت رکھتا ہے۔تم پر اور تمہارے بڑے دعووں پر افسوس ہے کہ شکستہ حال مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت نے تمہارے سپاہیوں اور سرداروں کی لاشوں سے زمین بھر دی۔سن لو میں ہرگز واپس نہ ہوں گا جب تک اپنے بھائی کا عوض نہ لے لوں۔اب صلیب مجھے بدلا دلا دے،یا باطلیق سے ملا دے۔

جرجیس کی باتیں سن کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے،اور از سر نو سخت لڑائی پر آمادہ ہو بیٹھے۔صبح ہوتے ہی ایک عرب نصرانی مسمّٰی قداح کی معرفت لشکر اسلام میں یہ پیام بھیجا کہ اپنے سردار کو ہمارے پاس بھیجو،ہم ان سے تمہاری خواہشوں کی نسبت گفتگو کریں۔

قداح نے یہ پیام اُدا کیا۔ حضرت ربیعہ نے تشریف بری پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ امیر لشکر نے فرمایا: تمہارا جانا مناسب نہیں، کل تمہارے ہاتھ سے ان کا سردار مارا گیا ہے۔

حضرت ربیعہ نے کہا: جو قسمت کا لکھا ہے، پورا ہوگا، میں جاتا ہوں، اور تم سب سے وصیت کیے جاتا ہوں کہ تمہاری نگاہیں میری طرف رہیں۔ اگر کافروں نے فریب کیا تو ان کو تلوار سے جواب دوں گا۔ جب تم مجھے حملہ آور دیکھو فوراً دوڑ پڑو۔ یہ کہہ کر سوار ہوئے اور دشمن کے لشکر کی طرف تنہا چلے۔ جب خیمۂ سردار کے قریب پہنچے۔

قداح نے کہا: بادشاہ کی تعظیم کیجیے، گھوڑے سے اتر لیجیے۔

فرمایا: یہ نہ ہو سکے گا کہ عزت کے بعد ذلت اختیار کی جائے۔ جب دروازہ آئے گا اُتر لیں گے۔ اگر یہ منظور نہیں تو جانا کچھ ضرور نہیں۔ ہم نے پیام نہ بھیجا تھا، تمہارا پیام آیا تھا۔

قداح نے رومیوں سے بیان کیا، کہا: کچھ مضائقہ نہیں، سوار آنے دو۔ جب دروازہ کے قریب پہنچے اُتر پڑے، اور گھوڑے کی باگ لیے زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت ربیعہ اور جرجیس میں یہ باتیں ہونے لگیں:

جرجیس: عربی بھائی! ہم تم لوگوں کو ضعیف ترین اقوام سمجھتے تھے۔ یہ خیال کبھی نہ ہوتا تھا کہ تم ہم سے لڑو گے، اب تم ہمارے ملک میں کس غرض سے آئے ہو، اور ہم سے کیا خواہش رکھتے ہو؟۔

حضرت ربیعہ: ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو دین اسلام میں داخل کریں، اگر منظور نہ ہو تو جزیہ لیں، اگر منظور نہ ہو تو ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کے سر ہے۔

جرجیس: تم اگر فارس پر چڑھائی کرتے اور ہم سے دوستی رکھتے تو کیا حرج تھا؟۔

حضرت ربیعہ: تم ہمارے ملک سے قریب ہو اور فارس بعید۔

جرجیس: کوئی کتاب تم پر اُتری ہے؟۔

حضرت ربیعہ: ہاں جیسے تمہارے نبی پر انجیل نازل ہوئی۔

جرجیس: کیا تم ہم سے اس شرط پر صلح کر سکتے ہو کہ تمہارے ہر سپاہی کو ایک دینار ایک بار شتر غلہ سردار لشکر کو سو دینار دس بار شتر غلہ خلیفہ کو ہزار دینار سو بار شتر غلہ دیں۔

حضرت ربیعہ: ہم نے تین باتیں کہیں ان میں جو پسند ہو وہ اختیار کر لو۔

جرجیس: نہ ہم اسلام لائیں، نہ جزیہ دیں، رہی لڑائی تو اس کا شوق جس قدر اپنے بہادر سپاہیوں کے پُر جوش دلوں میں پاتے ہیں تمہارے دلوں میں نہیں۔

اس کے بعد جرجیس نے اپنے مذہب کے عالم صقیلہ کو بلا کر مسلمانوں کی دینی باتیں پوچھنے کی نسبت کہا۔اب صقیلہ اور حضرت ربیعہ میں یہ سوال و جواب ہوتے ہیں۔(باقی دارد)

کتب اعلیٰ حضرت کے متعلق اِشتہار

[حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب النیرۃ الوضیہ شرح الجوھرۃ المضیۃ کی اشاعت پرایک اشتہار ۱۳۰۸ھ میں شائع کیا جس کو ہم یہاں نقل کررہے ہیں]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار قابل ملاحظہ اَخیار

الحمدللہ کہ حج وزیارت وعمرہ کے بیان میں یہ نفیس رسائل حاوی مسائل مصداق اجل ماقلّ و دلّ ہیں، ان میں حنفیہ وشافعیہ دونوں مذہب پر جدا جدا مسائل مذکور ہوئے۔ نظم عربی میں متن متین 'جوہرۂ مضیہ' جناب مستطاب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ مکہ معظّمہ کے بڑے فاضل وکامل اور مقام ابراہیم کے امام عادل تھے، مذہب شافعیہ پر تالیف فرمایا۔

اور سلیس اردو میں حسب فرمائش ناظم ممدوح فاضل مکرم اخی المعظم حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مدظلہ ودام فضلہ نے اس کی نفیس شرح نیرۃ الوضیۃ میں مذہب حنفیہ سے راجح ومنقح پر اقتصار فرماکر کوزے میں دریا کا لطف دکھایا۔ پھر زیادتِ فوائد کے لیے 'طرۂ وضیۃ' نامی نہایت نافع و متین حاشیہ چڑھایا۔ اللہ عزوجل سے اُمید ہے کہ جو صاحب ان مختصر رسائل کو سمجھ لیں گے حرمین محترمین میں مُطَوِّف ومُزَوِّر کی حاجت نہ رکھیں گے۔

حضرت مصنف دام ظلہ العالی نے حق تصنیف اس عبد ضعیف کو ہبہ فرمایا اور فقیر نے نفع عام مسلمین کے لیے اپنے صرفِ خاص سے مطبع انوار محمدی میں چھپوایا۔ بار اوّل صرف چھ سو جلدیں چھپی ہیں کہ ذی المجد والمناقب مولوی فتح محمد صاحب تائب سلمہ الواہب کے پاس مطبع میں اشاعت کے لیے امانت رکھے ہیں، آسانی کے لیے اس گوہر بے بہا کی قیمت صرف ۲/ علاوہ محصول

ڈاک مقرر کی۔ پچاس جلد یا زائد کے خریدار کو فی جلد ۔۔ کی تخفیف دی جائے گی۔

جو صاحب خریدنا چاہیں قیمت پیشگی یا درخواست ویلیو پے ایبل اس فقیر کے پاس شہر بانس بریلی محلّہ سوداگران میں خواہ لکھنو مطبع انوار محمدی مولوی فتح محمد صاحب تائبؔ کے پاس روانہ فرمائیں، جس قدر نسخہ چاہیں گے-ان شاء اللہ تعالیٰ-فوراً روانہ خدمت ہوں گے۔ اہل مطالعہ بے اجازت فقیر قصد طبع سے ہمیشہ باز رہیں، نفع کے عوض نقصان نہ اٹھائیں۔

بشارت اَیُّھَا المُسلِمُون فقیر کو قیمتِ کتاب سے کوئی نفعِ ذاتی مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ-ان شاء اللہ تعالیٰ-اس طریقہ سے حضرت اخی المعظم مصنف علام مدظلہ کے رسائل نافعہ جلیلہ جن کا شمار علوم دینیہ میں سو (۱۰۰) سے متجاوز ہو چکا، یکے بعد دیگرے طبع ہوتے جائیں، اور اس زمانہ غربت اسلام میں باذن اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو نفع تام پہنچائیں، تو ان کی خریداری میں نہ صرف ایک نفیس کتاب ہاتھ آنا بلکہ اشاعت دین میں اعانت فرمانا بھی ہے۔ حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی الحبیب الجمیل محمد و الہ و صحبہ بالتبجیل آمین .

المشتہر-محمد حسن رضا خاں حسن بریلوی قدری برکاتی-غفر اللہ تعالیٰ لہ

بتاریخ ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۰۸ ہجری

☆☆☆☆☆

یہ اشتہار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کی کتاب 'حادی البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین' الملقب بہ 'حجۃ واھرہ علی نذیر حسین' (۱۳۱۳ھ) کے ہمراہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی سے شائع ہوا۔

اشتہار نافع الابرار

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

یہ کتاب غیر مقلدوں کے عمل بالحدیث کا کچا چٹھا کھولنے میں لاجواب۔ مصنف علامہ عالم اہل سنت مدظلہ نے اس کا حق تصنیف مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی کو ہبہ فرمایا ہے۔ مطبع نے نہ اپنے ذاتی اِنتفاع بلکہ خاص مذہب اہل سنت ہی کے نفع کے لیے نہایت قلیل ہدیہ اس کا مقرر کیا ہے۔

اگر حضرات اہلسنّت نے قدر شناسی فرمائی، تو امید ہے کہ اس سے طبع تصانیف شریفہ متعلقۂ ردوہابیہ وغیرہم کا سلسلہ باذنہٖ تعالیٰ قائم رہے۔ طبع کے مصارف اُٹھتے آئیں اور وہ دوسری مفید و اہم کتاب کے طبع میں لگائے جائیں، اور خدا چاہے تو کسی پر بار نہ ہو؛ لہٰذا اس جوہر گراں مایہ بے بہا کا ہدیہ شہر میں ۵ اور باہر کے لیے فقط ۶ ہے، اس میں محصول بھی آ گیا، ڈاک کے ٹکٹ ایک آنے خواہ آدھ آنے والے ۶ کے بھیج کر مشتہر سے طلب فرمائیں۔

جو صاحب ویلو منگانا چاہیں، فی جلد ا کے ٹکٹ اور جس قدر قیمت ہو اس کا محصول منی آرڈر پیشگی ارسال فرمائیں، وہ ٹکٹ ان کی اجازت سے پارسل پر لگا کر مرسل ہوگی، اور محصول منی آرڈر کے علاوہ (کہ وہ ذمہ مشتری ہے) باقی ٹکٹ اصل قیمت میں مجرا دیے جائیں گے؛ مثلاً تین روپے کے آٹھ نسخے ویلو مطلوب ہوں تو دس آنے کے ٹکٹ پیشگی آئیں صرف ڈھائی روپے کا قیمت طلب پارسل مرسل ہوگا پچیس جلد کے خریدار کو بیس روپے سیکڑا کمیشن دیا جائے گا اور پچاس کے مشتری کو پچیس روپے فیصدی۔ والسلام

المشتہر: محمد حسن رضا خان قادری

بانس بریلی، مطبع اہل سنت ۷/ محرم الحرام ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیہ۔ آمین

مقدمہ بر چراغِ اُنس [۱۳۱۵ھ]

’چراغِ اُنس‘ حضرت تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کی مدح میں قصیدہ ہے جو کہ سیدی اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ قصیدہ مولانا حسن رضا خان کی سعی و تقدیم کے ساتھ ۱۹؍شوال ۱۳۱۸ ہجری میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا۔ ہم مولانا حسن کی تقدیم ذیل میں نقل کر رہے ہیں :

’مصنف علام دام بالفضل والاکرام نے ۱۳۱۵ھ میں ایک قصیدہ مسمّٰی بہ ’مشرقستانِ قدس‘ [۱۳۱۵ھ] اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ و کعبہ دام ظلہم کی مدحت اور دوسرا موسوم بہ ’چراغ انس‘ والا حضرت عظیم البرکۃ حضرت مولانا تاج الفحول قبلہ و کعبہ ادام فضلہم کی منقبت میں تحریر فرمایا تھا۔ مشرقستانِ قدس اسی زمانے میں حسب حکم حضرت ممدوح دام بالفتوح شائع ہوگیا۔ ’چراغ انس‘ از انجا کہ حضرت تاج الفحول دام ظلہم کو (بکمال تواضع کہ شانِ علمائے ربانی ہے) اپنی مدح کی اشاعت پسند نہ آئی، نہ جناب مصنفہ نے کبھی اپنے منظومات عربی و فارسی کے (کہ کمترین پایۂ علما ہے) طبع کی جانب توجہ فرمائی، ہنوز شمع بزم انس نہ ہو۔

اب پرچۂ مبارکہ تحفۂ حنفیہ ماہ شوال ۱۳۱۸ھ میں یہ قصیدہ مطبوعہ نظر آیا؛ مگر افسوس کہ جناب منتظم تحفہ کے پاس اس کا نسخہ نہایت غلط و سقیم پہنچا جس میں پندرہ (۱۵) اشعار اصل سے کم ہیں خصوصًا بعض وہ جن کے متروک ہو جانے سے بعض اشعار موجودہ کا مطلب فوت اور اغلاط وتصحیفات کی کثرت علاوہ؛ خصوصاً بعض وہ جنہوں نے طرزِ اَدا بلکہ اصل معنی ہی کو بدل دیا لہٰذا مناسب ہوا کہ قصیدہ اصل مسودۂ حضرت مصنف علام دام ظلہم سے منقول ہوکر شائع اور باذنِ اللہ تعالیٰ ناظرین اہل عقل و دین کو مفید و نافع ہو۔ و باللہ التوفیق والحمدللہ رب العالمین۔

الراقم: محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی غفرلہ

۱۵؍شوال المکرّم ۱۳۱۸ھ

تقریظ

بر 'نشاط السکین علی حلق البقر السمین'

تصنیف

مولوی حاجی محمد شاہ خان صاحب عرف تھّن خان صاحب رضوی بریلوی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی

سیدالمرسلین محمد والہ و صحبہ اجمعین .

یہ مبارک رسالہ نافع عجالہ 'نشاط السکین علی حلق البقر السمین' بحمد اللہ مایۂ نشاطِ عقل وہوش ہے اور نور وسرورِ چشم وگوش ۔ بے مثل اپنی آب وتاب میں ۔تحریر نجدیہ بریلی کے جواب میں ۔ جسے انہوں نے بنام نہاد جواب فتوی حق نما حضرت مدقق جلیل محقق نبیل جامع الفضائل قامع الرذائل فاضل ابن الفاضل ابن الفاضل اخی المعظم ذی المجد الکامل عبدالمصطفیٰ خادم الاولیا مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام بالفضل العلی والفوز الجلی والفیض القوی تحریر کیا تھا اپنی دیانت وامانت کو تشہیر کیا تھا اصل مقصود کتاب چار مسائل میں ایضاحِ صواب

اول: اذان سن کرانگوٹھے چومنا

دوم: فاتحہ سے امداد اہل فنا

سوم: فیضانِ اولیا بعد الانتقال

چہارم: ان کی جناب سے مدد کا سوال

اورضمناً اور مباحث کی بھی تنقیح ، بہت فوائد نفیسہ کی توضیح ، ہاں وہاں

ع : ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

بیان وعیاں میں فرق بڑا ہے۔ جو دیکھے گا خود جانے گا کہ یہ رسالہ کس خوبی ونفاست پر واقع ہوا ہے۔ میں نے بتصور انصاف اپنے قلب کو اس تصدیق میں مجبوری پائی کہ آج تک اس رنگ کی کوئی کتاب ردّ وہابیہ میں نظر نہ آئی، اگرچہ علماے سنت کی تصانیف جلیلہ -شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ- باعتبار سمو وفائق وعلو حقائق اس تحریر سے رائق وفائق بلکہ اس میں تو مصنف نے بغرض تعمیم منافع ونیز غبادت وغوایت طرف مُدافع ترک غوامض کا التزام کیا ہے۔

صاف صاف تقریروں کو جلوہ دیا ہے؛ مگر تاہم کہہ سکتا ہوں کہ یہ مایۂ ناز بعض وجوہ میں سب سے ممتاز اولاً اکثر تصانیف علما بزبان عربی وفارسی ہیں جن تک اکثر عوام رسا نہیں۔ ثانیاً اردو میں بھی طرز تقریر محض عالمانہ ہے جس سے عام لوگوں کے کان آشنا نہیں اس میں نہ صرف علمی مطالب کہ عام ناظرین کا دل اُلجھے نہ فقط شاعرانہ لطائف کہ علما کا ذہن فضول سمجھے بلکہ ان کا بھی نمک اوران کی بھی چمک کہ -ان شاء اللہ تعالیٰ- مقبولِ عام ہو، مطمح نظر علما وعوام ہو۔

ثالثاً توقع کرتا ہوں کہ یہ رسالہ اپنی سلاست زبان وفصاحت بیان وزین لطافت وحسن ظرافت وتقریر علمی وعام فہمی کے ساتھ -ان شاء اللہ تعالیٰ- کچھ ایسی حلاوت وملاحت کا جامع ہو کہ ناخواستہ دل کش ناظر وپسند خاطر غیر مکابر واقع ہو۔

رابعاً جب کہا جاتا ہے کہ حسن الخط یزید الحق وضوحا تو حسن عبارت تو وجہ نضارت بدرجۂ اولیٰ کہ معنی کے لیے لفظ جسم ہے اور خط لباس تو اس کے حسن کا اس کے جمال پر کیوں کر قیاس۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے محاورے، اس کی بول چال، اس کی تراش خراش، اس کی چال ڈھال وہ چست ومتین وباحسن آئیں کہ اگر سند فصحا ہو مستند بلغا ہو تو جدیر وقمیں کچھ تعجب نہیں۔

خامساً مصنف نے مخالف کی دو ورقی تحریر میں جو اس کے خط سے بس ایک سو سات سطریں، ڈھائی سو بددیانتیاں، بے امانتیاں جعل سازیاں، دغا بازیاں ثابت کیں۔ میں گمان کرتا ہوں کہ شاید آج تک بڑے بڑے رسائل کے رد میں بھی نجدیہ کی اس قدر سفاہتیں شمار میں نہ آئیں؛ مگر یہ نہ صرف مصنف کی تیزیِ طبیعت بلکہ اصل میں حضراتِ مخالفین کی عنایت، نہ وہ عقل سے اتنی دشمنی فرماتے نہ مصنف کو ایسے موقع ہاتھ آتے۔ ع : اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

سادساً اکثر رسائل مناظرہ میں یہ طرزِ تقریر کہ تحریر مخالف کی چیدہ چیدہ باتوں پر دار وگیر مگر اس

رسالہ کا دریا کچھ ایسے جوش سے اُمڈا کہ کشت زشت مخالفین خشت کشت نامنصفین نام کو باقی نہ چھوڑی۔ایک ایک کرکے ڈبوئی توڑی۔

سابعاً مصنف نے اس رسالہ میں کوئی دقیقہ تقریب وتسہیل کا نامرعی نہ رکھا۔ ہر مطلب کو جدا ممتاز کیا، ہر متاع کو الگ جلوہ دیا؛ یہاں تک کہ تحریر مردود کے جتنے قول ماخوذ کیے سب پر ہندسے لگا دیے، پھر انہیں ہندسوں کا شمار وقت روبروئے کار کہ ناظرین کو تشویش نہ ہو، رجوع میں حاجت تفتیش نہ ہو، ہر فائدے پر الگ 'ف' کی بہار انقلاب مطاعن کی جدا قطار حضرات وہابیہ کے ڈھائی سو کمالات جس جس مقام پر ان کا اثبات ہر جگہ انگشت اشارہ حاشیہ پر یعنی کمال کی 'ک' جلوہ گر جب دوسرے مقام کا حوالہ دیا ہے ہندسہ قول کا ذکر کیا ہے۔

پھر اس قدر پر بھی قناعت نہ کی بلکہ ہر قسم مطلب کی جدا فہرست لکھی، ان سات تسہیلوں نے یہ لطف دکھایا کہ ساری کتاب کو ایک صفحہ بنایا جو مطلب چاہیے فوراً میسر؛ گویا تمام رسالہ دفعۃً پیش نظر۔

میں دعا کرتا ہوں کہ حق جل وعلیٰ محنت مصنف کو رنگ قبول دکھائے، اور اس جان سدا ودکان رشاد کو مقبول ومحبوب ومرغوب قلوب مشعل ہدایت ومصقل سنت فرمائے۔ آمین

ع : و یرحم اللہ عبدا قال آمینا

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و ھادینا محمد

والہ الطاھرین و صحبہ الکرام اجمعین.

سوم محرم الحرام ۱۳۰۴ھ

☆☆☆☆☆

مکتوبِ حسن

ہمارے نصب العین میں یہ بھی تھا کہ مولانا حسن رضا بریلوی کے مکاتیب وخطوط جمع کیے جائیں؛ تاہم وقت کی قلت کے باعث زیادہ تفتیش نہ کرسکے، صرف ایک تعزیتی مکتوب خانوادۂ قادریہ بدایوں سے علامہ اسید الحق صاحب قبلہ نے ۱۱؍ مارچ ۲۰۱۲ء کو اِرسال کیا، جوکہ مولانا نے علامہ عبدالقیوم قادری بدایونی مرحوم (والد ماجد حضرت مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ) کے وصال پر مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر بدایونی کے نام لکھا گیا۔ علامہ اسید الحق صاحب کے بقول علامہ عبدالقیوم قادری بدایونی کے وصال پر موصول ہونے والے تمام مکتوبات ایک رجسٹر میں نقل کرلیے گئے۔ یہ رجسٹر کتب خانہ قادریہ بدایوں میں محفوظ ہے، اوراس کے صفحہ نمبر ۱۹ پر مولانا حسن رضا کا یہ مندرجہ ذیل مکتوب موجود ہے :

مکتوب گرامی اُستاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی
بنام۔ مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی
درتعزیت۔ حکیم مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی (۱۳۱۸ھ)
(والد مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی)

جناب مولانا المکرّم مخدومنا المعظم زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بھائی مولانا حکیم عبدالقیوم صاحب مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات نے میرے دل کو جس قدر صدمہ دیا، میں کیا عرض کروں۔ آپ حضرات کی کیا حالت ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ جمالِ باکمال بدرِ برج اصطفیٰ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں مقام بخشے۔ آمین آمین، اور آپ کے دلوں کو صبر عطا فرمائے۔

خدا گواہ ہے میرے نزدیک اس مرحوم کی وفات حمایت سنت کے حق میں بہت افسوسناک ثابت ہوئی ......، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے پس ماندوں کو توفیق صبر عطا فرمائے، اوران کے صاحبزادوں کواُن سے بہتر بنائے، آمین آمین آمین۔

حضور پُر نور قبلہ وکعبہ مدظلہم العالی(۱) کا تعلق خاطر مرحوم کے ساتھ جب یاد آتا ہے، اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک صبر کرنے والے خاموش اور مقدس دل پر ایسے خادم بلکہ ایسے نورنظر کے اٹھ جانے سے کیا گزرتی ہوگی تو علیحدہ صدمہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر واَجر عطا فرمائے، اوراس مرحوم کی یادگاروں سے اُن کا نام روشن فرمائے۔

والسلام- آپ کا نیازمند: حسنؔ رضا بریلوی

اس کے علاوہ مولانا نے کچھ قطعاتِ تاریخ وصال بھی تحریر فرمائے جو کہ ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ: جلد۴ شمارہ ۹، ۱۰ بابت رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ، ص ۱۵ میں شائع ہوئے۔ وہ بھی یہاں نقل کیے جاتے ہیں :

قطعہ تاریخ وفات مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی

از: استاذِ زمن مولانا حسن رضا قادری بریلوی

عالم کامل طبیب نامدار ❁ عبد قیوم آں وحید روزگار
از شہادت منصب اعلیٰ گرفت ❁ روحِ پاکش رفت در دار القرار
ماتمے از فوت اُو اہل جہاں ❁ نوحہ خواں اندر فراقش روزگار
تابہ کہ ایں گریہ نالہ تابہ کہ ❁ تابہ کے باشی حسنؔ تو اشکبار
صبر کن تاریخ رحلت خوش نویس
شد بجنت عالم عالی وقار
۱۳۱۸ھ

(۱) ’حضور پُر نور قبلہ وکعبہ مدظلہم العالیٰ‘ سے مراد حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے۔